

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

الفصل الثانی فی الأکل مع الفساق

(فاسق کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

الفصل الثالث فی سنن الأکل و آدابه

(کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان)

الفصل الرابع فی مکروهات الأکل

(کھانے کے مکروہات کا بیان)

الفصل الخامس فی المتفرقات

باب الضیافات والهدایا

الفصل الأول فی ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

الفصل الثانی فی الضیافة

(مہمان نوازی کا بیان)

الفصل الثالث فی الهدايا

(ہدیہ دینے کا بیان)

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول فی المسكرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

الفصل الثانی فی الطِّيب

(خوشبو کا بیان)

الفصل الثالث فی الفضلات

(فضلات کا بیان)

الفصل الرابع فی المأکولات وغیرھا

(کھانے کی اشیاء کا بیان)

باب الانتفاع بالحیوانات

الفصل الأول فی السمک

(مچھلی کے کھانے کا بیان)

الفصل الثانی فی الطیور

(پرندوں کا بیان)

الفصل الثالث فی المواشی

(مویشیوں کا بیان)

الفصل الرابع فى الحيوانات المحرمة وأجزائها

(حرام جانوروں اور ان کے اجزاء کا بیان)

الفصل الخامس فيما يجوز قتله من الحيوانات ومالايجوز

(جائز القتل اور غیر جائز القتل حیوانات کا بیان)

الفصل السادس فی المتفرقات

باب التداوی والمعالجة

الفصل الأول فی مایتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، اسقاطِ حمل اور موانعِ حمل کا بیان)

الفصل الثانی فی أعضاء الإنسان وأجزائه

(انسان کے اعضاء اور اجزاء کا بیان)

الفصل الثالث فی التداوی بالمحرم وغیرہ

(حرام وحلال سے دوا کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی المتفرقات

باب شرب الدخان واستعمال النورة وغیرھا

(تمباکو اور چونے وغیرہ کے استعمال کا بیان)

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اوراس کے مصرف کا بیان)

فصلٌ فی أداء القرض من الحرام

(حرام مال سے قرض ادا کرنے کا بیان)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول فی الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

الفصل الثانی فی الغیبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

الفصل الثالث فی نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

الفصل الرابع فی ترک الموالات

(قطعِ تعلق کا بیان)

الفصل الخامس فى إيذاء المسلم

(مسلمان کو اذیت پہنچانے کا بیان)

باب المعاصی و التوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

باب أحکام الزوجین

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

فصل فی الجماع و متعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)



كتاب الحظر والإباحة

باب الأكل والشرب

الفصل الأول في الأكل مع الكفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

غیر مسلم کے ساتھ کھانا

سوال[۸۵۷۹]: خاکروب، چمار، ہندو، عیسائی وغیرہ وغیرہ مذہب کے لوگوں کے ساتھ مسلمان اکٹھا بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ان غیر مذہب والوں کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا مکروہ ہے، اگر کسی مجبوری سے کہیں ایک دو دفعہ مبتلا ہو جائیں تو گناہ نہیں۔ یہ اس وقت جب کھانا و برتن ان کے پاک ہوں، یا ان کی ناپاکی کا علم نہ ہو، اگر یہ علم ہو کہ برتن ان کے ناپاک ہیں یا کھانا حرام مُردار وغیرہ ہے تو ہرگز کھانا درست نہیں، نہ ان کے ساتھ نہ ان کے برتنوں میں، كذا في الفتاوى العالمكيرية : ٥ /٣٤٧(١)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(١) "قال محمد رحمه الله تعالیٰ: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أوشرب فيها قبل الغسل، جاز، ولايكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب و يأكل منها قبل الغسل، و لو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراما"

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ٥/٣٤٧، رشيديه) =

کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا

سوال[۸۵۸۰]: مشرکین سے ربط ضبط رکھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے:﴿إنما المشركون نجس، فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ (پ: ۱۰، سورۃ توبہ)(۱)۔ اور دوسری جگہ ہے:﴿يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحاً﴾ (پ:۱۸، ع:٤)(۲)۔

مشرکین وکفار پاکی وناپاکی سے بالکل بے خبر ہیں، نہ طریقِ غسل سے واقف، نہ پابندی اسلام سے۔

الجواب حامداًومصلياً:

بلاضرورت کفار سے ربط وضبط اور تعلقات رکھنا منع ہے:

﴿يا أيها الذين امنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزواً ولعباً، من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم و الكفار أولياء﴾(۳)۔

= "ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولابأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم و في الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلى به المسلم مرةً أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۳۴۶/۴، رشيديه)

"عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن قدور المجوس قال: "أنقوها غسلاً واطبخوا فيها". (جامع الترمذي، كتاب أبواب السير، باب ماجاء في الانتفاع بانية المشركين: ۲۸۴/۲، سعيد)

(۱) (التوبة: ۲۸)

(۲) (المؤمنون: ۵۱)

(۳) (المائدة: ۵۲)

ان کے ساتھ بلاضرورت تو یہ کھانا کھانا مکروہ ہے، البتہ اگر عمر میں ایک دومرتبہ کہیں ایسا ابتلا ہو جائے تو چنداں مضائقہ نہیں، بشرطیکہ ناپاکی کا علم نہ ہو، اگر معلوم ہو جائے کہ یہ کھانا پانی ناپاک ہے تو پھر اس کا کھانا پینا حرام ہے، مگر کافر کا ذبیحہ کسی صورت میں درست نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے:

"ولابأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام. ولم يذكر محمد رحمه الله تعالىٰ الأكل مع المجوس ومع غيره من أهل الشرك أنه هل يحل أم لا. وحكى عن الحاكم الإمام عبدالرحمٰن الكاتب: إن ابتُلى به المسلم مرةً أو مرتين، فلابأس، وأما الدوام عليه، فيكره، كذا في المحيط". العالمكيرية: ٤/٢٧٧ (١)۔

اور ﴿إنما المشركون نجس، فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ (پ: ١٠، سورۂ توبہ) میں مشرکین کو نجس کہہ کر حج وعمرہ سے منع کیا گیا ہے (۲)۔ اور نجس کہنے کی وجہ اعتقادی نجاست ہے: "ونجاسة المشرك في اعتقاده" ہدایہ: ۳/۱۳۵ (۳)۔

---

(١) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر، الخ: ۵/۳۴۷، رشيديه)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولابأس بطعام المجوس إلا ذبيحتم وفي الأكل معهم". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۶، رشيديه)

(وأيضاً النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب مالايؤكل من أطعمة الكفار: ۴۳۵، سعيد)

(۲) "وبالظاهر أخذ أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ عنه؛ إذ صرف المنع عن دخول الحرم إلى المنع من الحج والعمرة، ويؤيده قوله تعالىٰ: ﴿بعد عامهم هذا﴾ فإن تقييد النهي يدل على اختصاص المنهي عنه بوقت من أوقات العام: أي لايحجوا، ولايعتمروا بعد حج عامهم هذا .... ويدل عليه نداء على كرم الله تعالىٰ وجهه يوم نادى ببراءة: ألا! لايحج بعد عامنا هذا مشرك". (روح المعاني: ۱۰/۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "ونجاسة المشرك في اعتقاده، لا في ظاهره". (الهداية، كتاب أدب القاضي: ۳/۱۳۵، مكتبه شركت علميه ملتان)

"وأما نجاسة المشرك ففي الاعتقاد على معنى التشبيه". (ردالمحتار، كتاب أدب القاضي، (مطلب في العمل بالسجلات وكتب الأوقاف القديمة: ۵/۳۷۲، سعيد) .... =

نیز ان کا پاکی ناپاکی میں تمیز نہ کرنا اور نجاست میں ملوث رہنا بھی نجس ہونے کا سبب ہے، کذا فی التفسیرات الأحمدیه، ص: ٤٥٥ (١)، مدارك التنزیل، ص: ٢٧٤ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۱۴/۴/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۴/۴/۵۳ھ۔

ہندو کے تہوار کا کھانا

سوال [۸۵۸۱]: اگر کسی مسلمان کے رشتہ دار ہندو کے گاؤں میں رہتے ہوں اور ہندو کے تہوار ہولی دیوالی وغیرہ پکوان، پوری، کچوری (۳) وغیرہ پکاتے ہیں، ان کا کھانا ہم لوگوں کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندو کے تہوار ہولی دیوالی وغیرہ میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں اس سے توبہ کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ کبیرہ گناہ ہے، حتیٰ کہ بعض فقہا نے اس کو کفر لکھا ہے (۴)۔ اور جو کھانا کچوری وغیرہ ہندو کسی اپنے ملنے والے مسلمان

=(وكذا في البحرالرائق، كتاب القضاء: ٦/٤٦٧، رشيديه)

(١) "الجمهور على أن المعنى: إنما المشركون ذو نجس؛ لأن النجس بفتحتين عين النجاسة، ولأنهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (التفسيرات الأحمدية، ص: ٤٥٥، مكتبه حقانيه پشاور)

(٢) "لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس، ولأنهم لا يتطهرون و لا يغتسلون و لا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (تفسير المدارك، (سورة التوبة: ٢٨): ١/٤٩٢، قديمی)

(۳) "پوری: تلی ہوئی روٹی"۔ (فیروز اللغات، ص: ٣٠٨، فیروز سنز، لاهور)

"پکوان: تلی ہوئی چیز، پکا ہوا کھانا، پوری"۔ (فیروز اللغات، ص: ٢٩٨، فیروز سنز، لاهور)

"کچوری: ماش کی دال بھری ہوئی پوری"۔ (فیروز اللغات، ص: ٩٩٦، فیروز سنز، لاهور)

(۴) "والإعطاء باسم النيروز والمهرجان لا يجوز: أي الهدايا باسم هذين اليومين حرامٌ، وإن قصد تعظيمه كما يعظمه المشركون، يكفر". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ٦/٧٥٤، سعيد)

"حكي عن أبي حفص الكبير رحمه الله تعالىٰ قال: لو أن رجلاً عبَدَ الله خمسين سنةً، ثم جاء =

کو دیں اس کا نہ لینا بہتر ہے، لیکن اگر کسی مصلحت سے لے لیا تو شرعاً اس کھانے کو حرام نہ کہا جائے گا (۱)۔ اور جو مسلمان ہولی وغیرہ میں ہندو کی موافقت کی وجہ سے پکائیں تو اس سے ہرگز نہ لینا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/۵/۵۶ھ۔

= يوم النيروز، فأهدى إلى بعض المشركين بيضةً يريد به تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر بالله، وأحبط عمله خمسين سنةً، كذا في الغاية". (رمز الحقائق شرح كنز الدقائق للعيني، باب البيع الفاسد: ۲/۲۲، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: يه)

نیز چونکہ اس میں تشبہ بالہنود بھی ہے اور تشبہ سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے:

"قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس: ۳۷۵، قديمي)

قال القاري: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۵): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس: ۵/۴۰، مكتبه معهد الخليل الإسلامي كراچي)

(۱) "ولو أهدى لمسلم و لم يُرد تعظيم اليوم، بل جرى على عادة الناس، لايكفر، وينبغي أن يفعله قبله أو بعده نفياً للمشبهة، الخ". (الدر المختار).

"لو اتخذ مجوسيٌّ دعوةً لحلق رأس ولد، فحضر مسلم دعوته فأهدى إليه شيئاً، لا يكفر .... إن إجابة دعوة أهل الذمة مطلقة في الشرع". (رد المحتار، كتابُ الكراهية، مسائل شتى: ۶/۷۵۵، سعيد)

"ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(۲) ان کا اسی طرح موافقت میں کھانا وغیرہ پکانا تشبہ بالکفار کے ارتکاب کی بنیاد پر ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا ان سے اسی قسم کی =

ہندو کے گھر کی چیزیں کھانا

سوال[۸۵۸۲]: ہندو کے یہاں دہی چوڑا، دال بھات کھانا کیسا ہے(۱)؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب تک ناپا کی کا علم نہ ہو، درست ہے(۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ہدایا کو قبول فرمایا ہے، اور نوش فرمایا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۳/۱۱/۸۹ھ۔

=کوئی چیز قبول کرنا ان کی اعانت اور حمایت کرنا ہے، اور چونکہ اعانت علی المعصیۃ ممنوع ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے:

قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "فيعم النهی كلَّ ماهو من مقولة الظلم والمعاصی، ويندرج فيه النهی عن التعاون علی الاعتداء والانتقام". (روح المعانی، (المائدة: ۲): ۶/۵۷، دارإحياء التراث العربی بيروت)

قال الملا علیّ القاری: "من شبّه نفسه بالكفار فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أی فی الإثم والخير. قال الطيبی: هذا عامٌّ فی الخَلق والخُلق والشعار، ولمّا كان الشعارُ أظهَرَ فی الشبه، ذكر فی هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لاغير .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانی (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا فی بذل المجهود، كتاب اللباس: ۵/۴۰، معهد الخليل الإسلامی كراچی)

(۱) "بھات: اُبلے ہوئے چاول"۔(فیروزاللغات، ص: ۲۲۹، فیروز سنز، لاهور)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فی أحكام أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصی: ۴/۳۴۶، رشيديه)

(وكذا فی النتف الفتاویٰ، كتاب الجهاد، مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

(۳) "عن أنس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه أن امرأةً يهوديةً أتت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها، فجيئ بها إلی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فسألها عن ذلك، فقالت: =

ہندو کی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا

سوال[۸۵۸۳] : ۱...... ہندو کھٹیک (۱) سے جس کی دوکان پر کسی مسلم کا پہرا، یا نگرانی نہیں ہوتی تو ایسی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا جب کہ اس کو کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو، کیا حکم ہے؟

۲...... اگر کوئی ہندو مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لے جائے، اور اس کو وہ اپنے مکان یا اپنے ہوٹل میں پکائے تو کیا مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟

۳...... بہت سے مسلمان سرکاری ملازم اپنے مکان سے باہر علاقہ میں دورہ کرنے کے لئے جاتے ہیں اور وہ کسی ہندو کے یہاں قیام کرتے ہیں، وہ ہندو مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کرلاتے ہیں، وہ گوشت اس ہندو کے یہاں گھر میں پکتا ہے، مسلمان باہر کے کمرے میں قیام کرتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ گوشت اس مسلمان کی نگاہ سے غائب رہتا ہے تو ایسے گوشت کا کیا حکم ہے؟

۴...... ایک مسلمان کسی مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لے جا رہا ہے کہ راستہ میں اس کا نوکر جو کہ ہندو ہے ملا، مسلمان نے وہ گوشت اس کو دے دیا اور یوں کہا کہ گھر لے جاؤ، یہ پکے گا۔ وہ نوکر اس گوشت کو

= أردت لأقتلك، فقال: "ما كان الله ليسلطك على ذلك". أو قال: "عليَّ" قال: فقالوا: ألا نقتلها؟ قال: "لا". فما زلتُ أعرفها في لهوات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن أبي داؤد، كتاب الديات، باب فيمن سقى رجلاً سماً أو أطعمه، الخ: ۲/۲۷۲، مكتبه امداديه ملتان)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: لما فتحت خيبر، أهديت لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شاةٌ فيها سمٌّ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سُمّت للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۶۱۰، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر العسقلاني تحت الحديث المذكور: "وقد اشتملت قصةُ خيبر على أحكام كثيرة: منها .... والأكل من طعام أهل الكتاب وقبول هديتهم". (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سمّت للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: باب: ۴۲، ۷/۶۳۴، قديمي)

(۱) "کھٹیک: ہندو کی ایک قوم جس کا پیشہ عموماً ہر قسم کے جانور پالنے اور رکھنے کا ہے، اہیری"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۵۶، فیروز سنز لاہور)

لے کر اپنے مالک کے گھر دے دیتا ہے، جہاں سے وہ نوکر گوشت کو لے کر چلا تھا وہاں اس کے ساتھ کوئی مسلمان ساتھ نہ تھا۔ تو کیا حکم ہے؟

۵...... بہت سی بستیوں کے مسلمان یوں کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے ہندو کھٹیک نہایت دیانتدار ہیں، انہوں نے ہمارے باپ دادا کے وقت سے اب تک کہیں کوئی گڑ بڑ نہیں کی۔ تو کیا ان مسلمانوں کا اعتبار کر کے ان ہندو کھٹیکوں کی دوکان سے گوشت خریدنا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں، اسے استعمال کیا جائے یا نہیں؟

غیر مسلم کے ہوٹل کا کھانا

سوال[۸۵۸۴]: ۶...... ہندو یا آج کل کے عیسائی، سکھ و پارسی وغیرہ کے ہوٹل سے مسلمان کو کھانا کھانا کیسا ہے؟ جب کہ ان کے یہاں گوشت پکتا ہے، اس گوشت کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور اگر سبزی کے ساتھ کھانا کھائے تو ایسی حالت میں بعض موقعوں پر ایک ہی چمچہ استعمال کر لیا جاتا ہے، نہ ان کے یہاں اس کی کوئی پابندی ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

ٹی پارٹی یا ڈنر پارٹی میں مسلمانوں کا کھانا کھانا

سوال[۸۵۸۵]: ۷...... بعض وقت سرکاری محکموں میں لوگ آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں جسے عرفِ عام میں ''ٹی پارٹی'' یا ''ڈنر پارٹی'' کہا جاتا ہے، اس پارٹی میں بھی گوشت پکتا ہے، اس گوشت کی تحقیق بھی نہیں کی جاسکتی۔ تو مسلمان کو ایسی دعوت میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

غیر مسلم ممالک سے درآمد شدہ بند ڈبوں کے گوشت کا حکم

سوال[۸۵۸۶]: ۸...... بعض کمپنیاں گوشت کو ڈبوں میں بند کر کے فروخت کرتی ہیں اور وہ کمپنیاں غیر مسلم کی ہوتی ہیں، معلوم نہیں وہ گوشت ذبح کیا ہوا ہے یا نہیں۔ بعض کمپنیاں ڈبوں پر یہ لکھ دیتی ہیں کہ یہ گوشت ذبح کیا ہوا ہے۔ تو کیا ان کی بات صحیح مان لی جاوے؟ مسلمان کو ایسا گوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس کو استعمال کریں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......جب کوئی مسلم نگراں وہاں موجود نہیں تو مدار اُس غیر مسلم کے قول پر رہ گیا کہ یہ حلال گوشت ہے اور حلت وحرمت میں غیر مسلم کا قول شرعاً قبول نہیں، البتہ معاملات میں اس کا قول بھی قبول ہے جب کہ صدق کا ظن ہو۔ پس اگر وہ یہ کہے کہ یہ وہ گوشت ہے کہ جس کو فلاں شخص (مسلم) نے ذبح کیا اور دل گواہی دے کہ یہ صحیح کہتا ہے اور اس نے اس میں کوئی ناجائز گوشت نہیں ملایا تو اس کا قول قبول کر لینا درست ہے:

"ولا يقبل قول الكافرين في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذٍ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فتقبل قوله ضرورةً، كذا في التبيين. من أرسل أجيراً له مجوسياً أو خادماً، فاشترى لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله، اه". عالمگیری: ۳۰۸/۵(۱)۔

۲......اگر وہ اپنے برتن پاک کر کے پکائے اور اس میں کوئی حرام اور نجس چیز نہ ملائے تو کھانا درست ہے، اس کا اطمینان ہونا چاہیے (۲)۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد: ۳۰۸/۵، رشيديه)

(۲) "قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب و يأكل منها قبل الغسل، و لو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۳۴۷/۵، رشيديه)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب مالا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولابأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم و في الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلى به المسلم مرةً أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۳۴۲/۴، رشيديه) =

۳.....نمبر:۲ سے جواب ظاہر ہے۔

۴.....اس پر اعتماد ہو کہ اس نے اس میں ناجائز نہیں ملایا، یا اس کو ناجائز سے نہیں بدلا تو درست ہے(۱)۔

۵.....اعتماد ہو تو درست ہے(۲)۔

۶.....وہاں کا کھانا نہیں کھانا چاہیے(۳)۔

۷.....غیر مسلم کے یہاں گوشت نہ کھائیں، چائے وغیرہ میں گنجائش ہے(۴)۔

۸.....ایسا گوشت نہ کھائیں، جو لوگ ذاتی تحقیق کے بعد جائز وحلال ہونے کی بناء پر اس کو کھائیں ان سے تعرض نہ کریں، ان کو یہ نہ کہیں کہ آپ نے حرام کھایا ہے، نہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں جیسا حرام کھانے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "عن أبی ثعلبة الخشنی قال: سئل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن قدور المجوس، قال: "أنقوها غسلاً واطبخوا فیها". (جامع الترمذی، کتاب أبواب السیر، باب ماجاء فی الانتفاع بآنیة المشرکین: ۲/۲۸۴، سعید)

(۱) "ولا یقبل قول الکافرین فی الدیانات، إلا إذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات، فحینئذٍ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فتقبل قوله ضرورةً، کذا فی التبیین. من أرسل أجیراً له مجوسیاً أو خادماً، فاشتری لحماً فقال: اشتریته من یهودی أو نصرانی أو مسلم، وسعه أکله، اهـ". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتب الکراهیة، الباب الأول فی العمل بخبر الواحد: ۵/۳۰۸، رشیدیه)

(۲) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

(۳) "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "دع ما یریبک إلی مالا یریبک". (جامع الترمذی، أبواب صفة القیامة، قبیل أبواب صفة الجنة: ۲/۷۸، سعید)

(وکذا فی مسند أحمد بن حنبل، مسند حسن بن علی: ۱/۳۰۱، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۴) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

ہندو کی دوکان اور گھر کا کھانا

سوال[۸۵۸۷]: اہلِ ہنود کے ہاں کھانا پینا، یا ہندو دکان داروں سے خشک وتر چیزیں خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگران کے برتنوں اوران کے کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق نجاست کا علم ہوتو کھانا، پینا، خریدنا حرام ہے۔ اگرعلم نہ ہوتو مکروہ ہے۔ اگر پاکی کا پوراعلم ہوتو درست ہے:

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فإذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً، اهـ". فتاویٰ عالمگیری، ص: ٣٤٧(١)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶۰/۵/۱۸ھ۔

مشرک کے ساتھ کھانا کھانا

سوال[۸۵۸۸]: مشرک کے ساتھ کھانا کھانا، جھوٹا پانی پینا، اس کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی، شیرنی وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ حالانکہ العالمگیریۃ میں درست لکھا ہے اور کافر کا پسینہ فقہاء نے پاک لکھا ہے۔

---

(١) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۳۴۷/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۳۴۶/۴، رشيديه)

(وكذا في النتف في الفتاویٰ، كتاب الجهاد، مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافر کو ہاتھ بھی لگایا ہے(۱) کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی نوش فرمایا ہے، آخر زہر کس نے دیا تھا(۲)۔کافر کے ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا بھی پہنا ہے(۳)۔ جب تک کسی کی ناپاکی کا علم نہ ہو، یہ سب چیزیں پاک اور درست ہیں(۴)، اگرچہ افضل مسلمان کی چیز کا استعمال کرنا ہے(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وأما نجاسة بدنه، فالجمهور على أنه ليس بنجس البدن والذات؛ لأن الله تعالىٰ أحل طعام أهل الكتاب". (تفسير ابن كثير، (سورة التوبة:) : ۳۴۶/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وأخرج أبو الشيخ وابن مردويه عنه (ابن عباس) رضی الله تعالىٰ عنهما أنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صافح مشركاً، فليتوضأ أو ليغسل كفيه".

"وأخرج ابن مردويه عن هشام بن عروة عن أبيه عن جده قال: استقبل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جبريل عليه السلام، فناوله يده، فأبى أن يتناولها، فقال: "ياجبريل! مامنعک أن تأخذ بيدی"؟ فقال: إنک أخذت بيد يهودی فكرهت أن تمس يدی يداً قد مستها يدكافر، فدعا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بماء فتوضأ فناوله يده فتناولها" .... قيل: وعلى ذلک فلا يحل الشرب من أوانيهم ولا مواكلتهم ولا لبس ثيابهم، لكن صح عن النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والسلف خلافه، واحتمال كونه قبل نزول الأية فهو منسوخ بعيدٌ .... والاستدلال على طهارتهم بأن أعيانهم لوكانت نجسةً ما أمكن بالإيمان طهارتها؛ إذ لا يعقل كون الإيمان مطهراً". (تفسير روح المعانی، سورة التوبة: ۷۶/۱۰، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالىٰ عنه أن امرأةً يهوديةً أتت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها، فجيئ بها إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسألها عن ذلک، فقالت: أردت لأقتلک، فقال: "ما كان الله ليسلطک على ذلک". أو قال: "علیَّ". قال: فقالوا: ألا نقتلها؟ قال: "لا". فما زلتُ أعرفها فی لهوات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن أبی داؤد، كتاب الديات، باب فيمن سقى رجلاً سماً أو أطعمه، الخ: ۲۷۲/۲، مكتبه امداديه ملتان)

"عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه: لما فتحت خيبر، أهديت لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه =

....

وسلم شاةٌ فيها سمٌّ". (صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب الشاة التی سُمّت للنبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ۲/۰ ۲ ۱ ، قديمی)

قال الحافظ ابن حجر العسقلانی تحت الحديث المذكور: "وقد اشتملت قصةُ خيبر علی أحكام كثيرة: منها .... والأكل من طعام أهل الكتاب وقبول هديتهم". (فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب الشاة التی سمّت للنبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : باب: ۴۲، ۷/۲۳۴، قديمی)

(۳) "عن ابن بريدة عن أبيه أن النجاشی أهدی للنبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم خفين أسودين سازجين فلبسهما، ثم توضأ ومسح عليهما". قال المناوی: وفيه أيضاً أنه ينبغی قبول الهدية حتی من أهل الكتاب، فإنه (أی النجاشی) لما أهدی له، كان كافراً .... قال بعضهم : قبول هدية الكافر ناسخ لعدم القبول".

(شرح المناوی للشمائل علی هامش جمع الوسائل، ص: ۱۵۲ ، إداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا فی فتح الباری، كتاب الهبة، باب قبول الهدية من المشركين: ۵/۲۸۸، قديمی)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(۴) "قال محمد رحمه الله تعالیٰ: ويكره الأكل والشرب فی أوانی المشركين قبل الغسل، ومع هذا لوأكل أوشرب فيها قبل الغسل، جاز، ولايكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأوانی، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب و يأكل منها قبل الغسل، و لو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراما". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة، الخ: ۵/۳۴۷، رشيديه)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون فی قدورهم حتی يغسلوها". (النتف فی الفتاوی، كتاب الجهاد، باب مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب فی أوانی المشركين مكروه، ولابأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم و فی الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلی به المسلم مرةً أو مرتين لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوی، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصی: ۴/۳۴۶، رشيديه) =

طعام اہل کتاب سے متعلق ایک شبہ

سوال[۸۵۸۹]: قرآن مجید کی ایک اس آیت کا مطلب تو سمجھ میں آگیا کہ ''کتاب والوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے''، یعنی کتاب والے جو جائز کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر، یا اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے کھلائیں تو تم اس کو کھالیا کرو، کیونکہ چھوت چھات ٹھیک نہیں۔ یہ آیت اگر قرآن شریف میں نہ ہوتی تو اہل کتاب کے کھانے کے متعلق مسلمان لوگ شک میں پڑے رہتے اس لئے اس آیت سے وہ شک رفع ہوگیا۔ مگر مندرجہ ذیل مطلب والی آیت شریفہ کا مفہوم سمجھا دیجئے: ''تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے''(۱)۔

یعنی تمہارے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے، یا تمہارے ذبح کئے ہوئے کو اہل کتاب کو حلال سمجھنا چاہیے، سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اہل کتاب قرآن مجید کو نہیں مانتے تو یہ حکم یا خبر قرآن مجید میں کیوں ہے۔ اگر محض مسلمانوں کے لئے یہ خبر ہے تو تحصیلِ حاصل ہے کیونکہ مسلمانوں کو یہ بات ان لوگوں کے طرزِ عمل ہی سے معلوم ہوسکتی ہے، جیسے کوئی اہل کتاب مسلمان کے گھر آئے اور مسلمان اس سے کھانے کے لئے کہے تو اگر وہ حلال سمجھتا ہے تو مسلمان کے پکے ہوئے کھانے کو ضرور کھالے گا اور اگر مسلمان کے ہاتھ کے کھانے کو حلال نہیں سمجھتا تو جواب دے گا کہ ہمارے مذہب میں آپ کے ہاتھ کا کھانا جائز نہیں۔ اور اگر مسلمان کہے بھی کہ ہمارے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے، پس تم ضرور کھاؤ تو وہ جواب دے گا کہ ہم قرآن مجید

= ''عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن قدور المجوس، قال: ''أنقوها غسلا واطبخوا فيها''. (جامع الترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في الانتفاع بآنية المشركين: ۲/۲۸۴، سعيد)

(۵) ''لابأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لابدمنه، كذا في السراجية''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۵/۳۴۸، رشيديه)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ عبارت تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''عبارتِ بالا سے ظاہر ہوا کہ بلا ضرورت مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار و مشرکین کے ساتھ معاملات نہ کئے جائیں''۔ (جواہر الفقہ، معاملات کفار میں تعلیمات اسلام کا خلاصہ: ۲/۱۸۶، دار العلوم کراچی)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾. (سورة المائدة: ۵)

نہیں مانتے۔ضرور سمجھا دیجئے کہ اس کا کیا مفہوم ہے؟

اور یہ بھی عرض ہے کہ اگر دونوں کو اکھٹا کر کے یوں کہیں کہ اہل کتاب کے لئے حلال ہو، یعنی اگر اہل کتاب تمہارے ہاتھ کے کھانے کو حلال سمجھیں تو تم کو بھی ان کے ہاتھوں کے پکے ہوئے کھانے سے پرہیز نہ کرنا چاہیے، وہ اس صورت میں تمہارے لئے حلال ہے، البتہ پاک کھانا شرط ہے۔

صورت مرقومہ بالا پر ''واؤ'' حالیہ ہوگی جیسے کہ: ﴿لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى﴾ ہے(۱) اور اگر ﴿طعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾(۲) ''واؤ'' حالیہ ہونے میں کوئی محال از روئے قواعد عربیہ ہو تو تحریر فرمائیے، کیونکہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک طالب علم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس جگہ واؤ حالیہ ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔لہٰذا عرض ہے کہ جواب مرحمت فرمایا جائے۔

احقر: اللہ دیا، ہیڈ مدرس ورنا کیوس مڈل اسکول، سکھر وڈھ، سہارنپور۔

مکرر عرض ہے کہ بخاری شریف میں حضرت ابی ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''اگر مسلمان کے برتن ملیں تو اہل کتاب کے برتنوں میں مت کھاؤ، لیکن اگر مسلمان کے برتن نہ ملیں تو مجبوراً اہل کتاب کے برتنوں ہی کو دھوکر اس میں کھالو'' (۳)۔اس حدیث شریف کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ظروف کے حکم سے مظروف کا حکم بدلتا نہیں یعنی جس طرح میں ظرف کا استعمال ممنوع ہے اس صورت میں اس ظرف میں کھانا کھانا بھی ممنوع ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ: ''اشیاء دو قسم کی ہیں: بعض تو سب کے لئے بلا شرط حلال ہیں، جیسے: دریا

(۱) (سورة النساء: ۴۳)

(۲) (سورة المائدة: ۵)

(۳) ''حدثني أبو ثعلبة الخشني قال: أتيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله! إنا بأرض أهل الكتاب، فنأكل في آنيتهم .... فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''أما ما ذكرت أنكم بأرض أهل الكتاب، فلا تأكلوا في آنيتهم إلا أن لاتجدوا بدّاً، فإن لم تجدوا، فاغسلوا وكلوا''. الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد والتسمية، باب آنية المجوس والميتة: ۸۲۶/۲، قديمي)

کا پانی، اور بعض کی حلت کے لئے کچھ شروط ہیں، جیسے: حلتِ صلوۃ کے لئے وضو شرط ہے۔ اور تمام عبادات کے لئے ایمان شرط ہے اور حلتِ مال کے لئے ملک یا مالک کی اجازت شرط ہے'' تو آیت: ﴿وطعامکم حل لھم﴾ (۱) میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا ذبیحہ غیر مسلموں کے لئے بلا شرط حلال ہے، جیسا کہ دوسرے جائز کاموں کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا تو اسی طرح مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا۔ اور اس کے بیان کرنے سے مقصود فرق بیان کرنا ہے مسلمان عورتوں اور مسلمانوں کے ذبیحہ کے درمیان کہ ذبیحہ مسلمان کا بلا شرطِ ایمان بھی غیر مسلم کے لئے حلال ہے اور مسلم عورتوں سے نکاح کرنا غیر مسلم کے لئے بغیر اس کے مسلمان ہوئے جائز نہیں۔ مجوس وغیرہ کا ذبیحہ غیر مسلموں کے لئے بھی حلال نہیں، جیسا کہ مسلمانوں کے لئے وہ حلال نہیں اس کو مسلم یا غیر مسلم جو بھی کھائے گا، وہ عذاب کا مستحق ہوگا (۲)۔

تفسیر مدارک اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ: ''مسلمان کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنا ذبیحہ غیر مسلموں کو کھلا دو گے تو اس پر تم سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ وہ ان کے لئے حلال ہے، اگر وہ ان کے لئے حرام ہوتا تو

---

(۱) (سورة المائدة: ۵)

(۲) "قلت: معناه أن من الأشياء ماهو حلال على كافة الناس من غير شرط كحل ماء البحر، ومنها ماهو مشروط حلها بشرائط، كالصلوة مشروط جوازها بالوضوء، وسائر العبادات مشروط إتيانها بالإيمان بالله ورسوله، وإخلاص النية، وأكل الأموال مشروط حلها بالملك، أو إذن من المالك، فذبائح المسلمين حلال على الكفار حتى لايعذبون في الآخرة بأكلها كما لايعذبون بإتيان أمور مباحة للعالمين من غير شرط الإيمان، بخلاف ذبائح المجوس فإنها كالميتة يحرم أكلها على سائر الناس، فيعذب الكفار كما يعذبون بترك الإيمان، وترك سائر الواجبات المتوقفة على الإيمان، وإتيان المنهيات، قال الله تعالىٰ: ﴿ماسلككم في سقر، قالوا لم نک من المصلين﴾ الآية. وفائدة هذا القول التفرقة بين ذبائح المسلمين ونسائهم، فإن ذبائح المسلمين حلال على كافة الناس من غير اشتراط الإيمان بخلاف نسائهم، فإنه يشترط لحل مناكحتهم الإيمان .... والسر في ذلک ماذكرنا أن حل أكل ذبائح المسلمين غير مشروط بالإيمان، بخلاف حل نسائهم". (التفسير المظهري: ۳/۴۰، (سورة المائدة: ۵)، حافظ كتب خانه كوئٹه)

تمہارے لئے ان کوکھلانا جائز نہ ہوتا''(۱)۔

ان دونوں تفسیروں سے شبہ رفع ہوسکتا ہے اوراس سے پہلی آیت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اہل کتاب اللہ کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، اس لئے ان کا ذبیحہ تمہارے لئے جائز ہے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ انہوں نے اللہ کے علاوہ کسی اَور کے نام پر ذبح کیا ہے تو وہ جائز نہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے(۲)۔

''واؤ'' حالیہ مان کر مطلب مذکور فی السوال بیان کرنے میں تأمل ہے، کیونکہ جب خدا کے نام پر جانور ذبح کردیا گیا تو وہ حلال ہوگیا، خواہ اہل کتاب مسلمانوں کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں یا نہ، اس سے کچھ نہیں اثر پڑتا۔ شریعت کا مسئلہ ان کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔

کفار کے برتنوں میں کھانے کے متعلق یہ ہے کہ ان کی پاکی کا یقین ہوتو بلاکراہت ان میں کھانا درست ہے، اگر ناپاکی کا یقین ہوتو ان میں کھانا بالکل ناجائز ہے۔ اگر کچھ علم نہ ہواور مسلمان کا پاک برتن موجود ہوتو احوط یہ ہے کہ مسلمان کے برتن میں کھائے، اگر مسلمان کا برتن موجود نہ ہوتو کافر کے برتن میں بھی کھانا جائز

---

(۱) ''﴿وطعامكم حل لهم﴾ فلا جناح عليكم أن تطعموهم؛ لأنه لو كان حراماً عليهم طعام المؤمنين، لما ساغ لهم إطعامهم''. (تفسير المدارک: ۱/۳۰۷، (سورة المائدة: ۵)، قديمى)

''﴿وطعامكم حل لهم﴾. فلا عليكم أن تطعموهم وتبيعوه منهم، ولو حرم عليهم، لم يجز ذلک''. (التفسير البيضاوى: ۱/۲۱۶، (سورة المائدة: ۵)، كتب خانه رحيميه يوپى ديوبند)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهلّ به لغير الله﴾. (سورة البقرة: ۱۷۳)

''قال فى الكفاية: إنما يحل ذبيحة الكتابى فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير أو اسم المسيح، وأما إذا ذكر فلا يحل، كما لايحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالىٰ لقوله تعالىٰ: ﴿وما أهل به لغير الله﴾. فحال الكتابى فى ذلک لايكون أعلى من حال المسلم .... والصحيح المختار عندنا هو القول الأول يعنى ذبائح الكتابى تاركاً التسمية عامداً، أو على غير اسم الله تعالىٰ لايؤكل إن علم ذلک يقيناً، أو كان غالب حالهم ذلک''. (التفسير المظهرى: ۳/۴۰، (سورة المائدة: ۵)، حافظ كتب خانه كوئٹه)

ہے، حرام نہیں (۱) اور آیت: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾ (۲) میں ذبیحہ مراد ہے، كما صرح به الرازي في أحكام القرآن (۳)۔

حدیث شریف سے خود دیکھ کر بغیر استاد سے پڑھے ہر شخص مسئلہ نہیں نکال سکتا، جیسا کہ بغیر استاد سے پڑھے طب کی کتاب دیکھ کر ہر شخص اس سے اپنا، یا دوسرے مریض کا علاج نہیں کرسکتا، اس لئے یا تو حدیث شریف کو باقاعدہ کسی ماہر استاد سے پڑھنا چاہیے، تاکہ ہر حدیث کا مطلب خوب واضح طور پر سمجھ میں آجائے اور

---

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لوأكل أوشرب فيها قبل الغسل، جاز، ولايكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب و يأكل منها قبل الغسل، و لو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراما". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۳۴۷/۵، رشيديه)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولابأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم و في الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلى به المسلم مرةً أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۳۴۶/۴، رشيديه)

"عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن قدور المجوس قال: "أنقوها غسلاً واطبخوا فيها". (جامع الترمذي، كتاب أبواب السير، باب ماجاء في الانتفاع بآنية المشركين: ۲۸۴/۲، سعيد)

(۲) (سورة المائدة: ۵)

(۳) "﴿وطعام الذين أوتو الكتاب حل لكم﴾. روى عن ابن عباس وأبي الدرداء والحسن ومجاهد وإبراهيم وقتادة والسدى أنه ذبائحهم، وظاهره يقتضي ذلك؛ لأن ذبائحهم من طعامهم. ولو استعملنا اللفظ على عمومه، لانتظم جميع طعامهم من الذبائح وغيرها، والأظهر أن يكون المراد الذبائح خاصة". الخ. (أحكام القرآن للجصاص، قبيل باب تزويج الكتابيات: ۳۲۴/۲، دارالكتب العربي بيروت)

کوئی شبہ ہوتو استاد حل کردے یا علماء نے احادیث کو سمجھ کر جو مسائل اور مطالب بیان فرمائے ہیں ان پر اکتفا کرنا چاہیے۔ نیز حضرت مولانا تھانویؒ کا ایک رسالہ "الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد" ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۶/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۲/ جمادی الثانی/ ۵۵ھ۔

غیر مسلم کے ہوٹل میں کھانا

سوال [۸۵۹۰]: ایک شخص نے غلطی سے مسلم ہوٹل سمجھ کر غیر مسلم کے ہوٹل میں دال اور چاول کھایا، اس ہوٹل میں جھٹکے کا گوشت بھی پکتا ہے، لیکن اس نے گوشت نہیں کھایا، صرف دال اور چاول کھایا (۱)۔ تو یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب جھٹکے کا گوشت یا کوئی اَور ناپاک وحرام چیز نہیں کھائی تو کوئی حرج نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/ ۱۱/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/ ۱۱/ ۹۰ھ۔

---

(۱) ''جھٹکا: تلوار مار کر جانور کی گردن کاٹنا، جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۹۲، فیروز سنز لاهور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتو الكتٰب حل لكم﴾ (سورة المائدة: ۵)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت الآية المذكورة: عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: أن المراد به الذبائح؛ لأن غيرها لم يختلف في حله، وعليه أكثر المفسرين". (روح المعاني، (سورة المائدة): ۶/ ۶۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جمہور امت کے نزدیک اس جگہ طعام سے مراد صرف اہل کتاب کے ذبائح کا گوشت ہے، کیونکہ گوشت کے سوا دوسری اشیاء خوردنی میں اہل کتاب اور دوسرے کفار میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں، کھانے پینے کی خشک چیزیں گیہوں، چنا، چاول اور پھل وغیرہ ہر کافر کے ہاتھ کا حلال وجائز ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اور جس کھانے میں انسانی صنعت کو دخل ہے، =

غیر مسلم کے ہاتھ بھیجا ہوا گوشت کھانا

سوال[۸۵۹۱]: زید نے ایک ہرن کا شکار کیا اور اس کی ایک ران اپنے دوست بکر کو اپنے غیر مسلم ملازم کے ہاتھ اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں میں بھیجی۔ تو یہ گوشت بکر کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ملازم کو زید نے بکر کے نام کا پرچہ بھی دیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مسلمان نے شرعی طور پر شکار کر کے اس کی ایک ران اپنے غیر مسلم ملازم کے ہاتھ پرچہ دے کر اپنے دوست کے پاس بھیجی تو اس دوست کو اس کا کھانا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کافر ملازم کے ذریعہ گوشت منگانا

سوال[۸۵۹۲]: اگر کافر ملازم ہو، اس سے گوشت منگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نہیں منگانا چاہیے، خدا جانے حلال لائے گا یا حرام، اور اس میں اس کا قول معتبر نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= اس میں چونکہ کفار کے برتنوں اور ہاتھوں کی طہارت کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، بلاضرورت شدیدہ استعمال نہ کریں، مگر اس میں جو حال مشرکین بت پرستوں کا ہے، وہی اہل کتاب کا ہے کہ نجاست کا احتمال دونوں میں برابر ہے"۔ (معارف القرآن، سورۃ المائدۃ: ۴۹/۳، ۵۰، ادارۃ المعارف کراچی)

(۱) "ولا يقبل قول الكافرين في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذٍ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فتقبل قوله ضرورةً، كذا في التبيين. من أرسل أجيراً له مجوسياً أو خادماً، فاشترى لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله، اهـ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد: ۳۰۸/۵، رشيديه)

(۲) "(ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة، الخ)" قال الزيلعي رحمه الله تعالىٰ: "وهذا سهو؛ لأن الحل =

غیرمسلم باورچی کا پکایا ہوا گوشت

سوال[۸۵۹۳]: میں جس بورڈنگ میں رہتا ہوں، پکانے والے باورچی سب ہندو ہیں۔گوشت دوطرح کا پکتا ہے: جھٹکا اور حلال بھی (۱)، زیادہ لوگ جھٹکے کا کھانے والے ہیں۔ایسی حالت میں کیا مسلمان طلبہ گوشت ہندو کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں؟ جبکہ وہ کہتا ہے کہ ہم مسلمان طلباء کے لیے گوشت علیحدہ پکاتے ہیں، یا سبزیوں اوردال پراکتفاء کیا جائے، جیسا کہ غیر گوشت خور ہندوؤ طلباء کرتے ہیں، یا ان کے کہنے پر ایسا ہی گوشت کھالیا جائے؟ مگر احتمال یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بوٹی ادھرادھرڈال دی جائے، یا ایک چمچ سے دوطرح کے گوشت کو وقتاً فوقتاً چلا دیا جائے۔مسلمان طلبہ آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔اگرکسی نے مسئلہ پوچھنے سے پہلے یہ گوشت دیدہ ودانستہ ہندو کے ہاتھ پکا ہوا کھایا ہے تو جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جبکہ پکانے والا ایک ہی شخص ہے جو کہ غیر مسلم ہے اور وہ دونوں گوشت حلال وحرام ذبیحہ وجھٹکا پکاتا ہے تو احتیاط دشوار ہے۔ایک گوشت میں چمچ چلا کر دوسرے میں چلا دیا اور ایک کی بوٹی ومصالحہ دوسرے میں آجانا

= والحرمة من الديانات، و لا يقبل قول الكافر في الديانات، وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصةً للضرورة، ولأن خبره صحيحٌ لصدوره عن عقل و دين يعتقد فيه حرمة الكذب، والحاجة ماسّة إلى قبول قوله، لكثرة وقوع المعاملات. ولا يقبل في الديانات، لعدم الحاجة، إلا إذا كان قبوله في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل فيها ضرورةً، و كم من شيء يصحّ ضمناً وإن لم يصح قصداً، ألا ترى أن بيع الشرب وحده لا يجوز و تبعاً للأرض يجوز، هكذا هنا يدخل، حتى إذا كان له خادم أو أجير مجوسيّ فأرسله ليشتري له لحماً، فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله. وإن قال: اشتريته من مجوسيّ، لايسعه أكله .... وإن كان لايقبل قوله فيها قصداً بأن قال: هذا حلال و هذا حرام " (تبيين الحقائق كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۲۷/۷ دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۳/۸ بيروت، رشيديه)

(۱)''جھٹکا: تلوار مارکر جانور کی گردن کاٹنا، جومسلمانوں کے نزدیک حرام ہے''۔(فيروز اللغات، ص: ۴۹۲، فيروز سنز لاهور)

بعید از قیاس نہیں ہے۔اور ظاہر ہے کہ اس کے کہنے کے باوجود کہ ''میں مسلمان کے لئے حلال گوشت علیحدہ پکاتا ہوں''، مسلم طلباء کو اس کا پکایا ہوا گوشت نہیں کھانا چاہیے، اس کا یہ قول شرعاً قابلِ عمل نہیں ہے(۱)۔سبزی وغیرہ پر کفایت کریں جس میں مخلوط چمچہ چلانے کا گمان نہ ہو، یا پھر دوسرا انتظام کریں۔جس نے دیدہ ودانستہ اس کا پکایا ہوا گوشت اس کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے کھالیا اس نے غلطی کی، آئندہ احتیاط کرے اور غلطی پر استغفار کرے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۳۰/۳/۹۱ھ۔

کافر کے گھر کا گوشت کھانا

سوال[۸۵۹۴]: کافر کے ہاں گوشت کھانا کیسا ہے جب کہ وہ کہیں کہ یہ حلال ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس میں ان کا قول شرعاً معتبر نہیں، لہٰذا گوشت نہیں کھانا چاہیے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: کافر کے گھر کا گوشت کھانا)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قل يعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لاتقنطوا من رحمة الله، إن الله يغفر الذنوب جميعاً﴾. (الزمر: ۵۳)

''عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''التائب من الذنب كمن لا ذنب له'' (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۲۰۶، قديمى)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمى)

(۳) ''(ويقبل قول الكافر فى الحل والحرمة، الخ) قال الزيلعى رحمه الله تعالىٰ: ''وهذا سهو؛ لأن الحل والحرمة من الديانات، و لا يقبل قول الكافر فى الديانات، وإنما يقبل قوله فى المعاملات خاصةً للضرورة، ولأن خبره صحيحٌ لصدوره عن عقل و دين يعتقد فيه حرمة الكذب، والحاجة ماسّة إلى قبول قوله، لكثرة وقوع المعاملات. ولا يقبل فى الديانات، لعدم الحاجة، إلا إذا كان قبوله فى المعاملات يتضمن قبوله فى الديانات، فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات، فيقبل فيها ضرورةً، و كم من =

کافر کا پکایا ہوا گوشت

سوال[۸۵۹۵]: ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کا گوشت اگر کافر پکائے یا بنائے تو اس کا کھانا حرام ہے، اگر کسی غیر مسلم باورچی سے گوشت بنوار ہا ہے اور باورچی اکیلا رہ جائے تو وہ گوشت مسلمان کے لئے حرام ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

کسی گوشت کے حلال وحرام ہونے کے متعلق کافر کے قول کا اعتبار نہیں، مثلاً: اگر کوئی کافر کوئی گوشت خرید کر پکائے اور کہے کہ "یہ گوشت حلال ہے" تو یہ قول معتبر نہیں، لیکن کسی مسلمان نے مسلم کا ذبیحہ کسی کافر کو دیا کہ اس کو پکا دو اور اس کے برتن بھی پہلے پاک کر دیئے اور خود وہ مسلمان وہاں موجود نہیں رہا اور کافر کہے کہ یہ وہی گوشت ہے جو آپ نے دیا تھا اور آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے پکا دیا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اس گوشت کو نجس یا حرام نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کافر کو گوشت دیا کہ یہ ہمارے مکان پر پہنچا دو اور اس نے پہنچا دیا تو وہ بھی نجس یا حرام نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی کافر کو پیسے دیئے اور کہا کہ عبدالرحمٰن کی دکان سے گوشت خرید لاؤ وہ خرید لایا تو وہ گوشت نجس یا حرام نہیں ہوگا۔ اسی قسم کے مسائل شامی، و دیگر کتب میں موجود ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

= شيء يصحّ ضمناً وإن لم يصح قصداً، ألا ترى أن بيع الشرب وحده لا يجوز و تبعاً للأرض يجوز، هكذا هنا يدخل، حتى إذا كان له خادم أو أجير مجوسيّ فأرسله ليشترى له لحماً، فقال: اشتريته من يهودى أو نصرانى أو مسلم، وسعه أكله. وإن قال: اشتريته من مجوسيّ، لايسعه أكله .... وإن كان لايقبل قوله فيها قصداً بأن قال: هذا حلال و هذا حرام" (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل فى الأكل والشرب: ۲۷/۷ دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فى الأكل والشرب: ۳۴۳/۸، رشيديه)

(۱) "إذا كان له خادم أو أجير مجوسى فأرسله ليشترى له لحماً، فقال: اشتريتُه من يهوديّ أو نصرانيّ أو =

شیعہ کے گھر کا کھانا

سوال[۸۵۹۶]: اہلِ تشیع کے گھر کھانا اوراس سے برتاؤ کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اہلِ تشیع کے اکثر واقعات سنے ہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت کونجاست کھلا دیتے ہیں، اس لئے ان کے گھر کھانا خلافِ احتیاط ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۷/۱/۵۷ھ۔

= مسلم، وسعه أكله. وإن قال: اشتريته من مجوسيّ، لا يسعه أكله؛ لأنه لما قبل في الشراء منه، لزمه قبوله في حق الحل والحرمة ضرورةً، لما ذكرنا وإن كان لا يقبل قوله فيه قصداً بأن قال: هذا حلال و هذا حرام". (تبيين الحقائق كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشُرب: ۲۷/۷، دارالكتب العلمية. بيروت)

(وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية: ۳۴۳/۸، بيروت، رشيديه)

"ويقبل قول الكافر ولو مجوسياً قال: اشتريت اللحم من كتابي فيحل، أو قال: اشتريته من مجوسي، فيحرم، ولايرده بقول الواحد، وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لافي الديانات، وعليه يحمل قول الكنز: ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاصلين في ضمن المعاملات، لامطلق الحل والحرمة، كما توهمه الزيلعي". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۴/۶، ۳۴۵، سعيد)

(۱) "تعصبِ بست وکیم: دربسیار از کتبِ ایشاں واقع است کہ اہل سنت نجس ترانداز یہود ونصاری،اگر بہ بدن ایشان چیزے برسد آنرا باید شست، حالانکہ آلودگی بگوہ انسان رانجس نمیرانند، شاید اہلِ سنت را از دائرۂ انسانیت بلکہ فضلہ بودنی انسان نیز خارج کردند، آرے المرأ یقیس علیٰ نفسہ"۔(تحفۂ اثناء عشریہ، باب یازدھم، فصل دوم: در تعصباتِ شیعہ، ص: ۳۵۹، سھیل اکیڈمی لاھور)

"(ويقبل قول كافر) ولو مجوسياً (قال: اشتريت اللحم من كتابي، فيحل، أو قال) اشتريته (من مجوسي فيحرم) ولا يرده بقول الواحد".

"وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الدايانات، وعليه يحمل قول الكنز. ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاصلين في ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمة، كما توهمه الزيلعي". (الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة: ۳۴۴/۶، ۳۴۵، سعيد) =

شیعہ کے گھر کا کھانا

سوال[۸۵۹۷] : شیعہ اپنے کو صحیح مسلمان کہتے ہیں اور تین صحابہ کو برا کہتے ہیں: ۱-حضرت ابوبکر صدیق، ۲-حضرت عمر فاروق، ۳-حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مسلمان ان کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھیں، ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان روافض سے پوری احتیاط برتی جائے، یہ سنی لوگوں کو نجس کھلانا ثواب اور ضروری سمجھتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۸ھ۔

بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کرکے اس کے ساتھ کھانا پینا

سوال[۸۵۹۸] : ایک شخص نے بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کیا اور اس کے ساتھ کھایا پیا۔ اب یہ شخص پاک رہا یا ناپاک، کیا اس شخص کو اپنے سے علیحدہ کردیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کرکے اس کے ساتھ کھانے پینے کی وجہ سے وہ مسلمان لڑکا ناپاک نہیں ہوا، ہرگز اس کو اپنے سے الگ نہ کریں، وہ مسلمان ہے پاک ہے (۲)۔ البتہ غیر مسلم کو مسلمان ظاہر کرنا خلافِ

= عبارتِ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان جیسے واقعات کا ظہور پذیر ہونا بعید از قیاس نہیں، اور حدیث میں مشکوک اشیاء سے اجتناب کی ترغیب دی گئی ہے:

"عن أبي الحوراء السعيد قال: قلت لحسن بن علي رضي الله تعالیٰ عنه: ماحفظت من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله علیه وسلم .... "دع مایریبک إلی مالایریبک". (جامع الترمذي، قبیل أبواب صفة الجنة: ۷۸/۲، سعید)

(۱) (تقدم تخریجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "ونجاسة المشرک في اعتقاده، لا في ظاهره". (الهدایة، کتاب أدب القاضي: ۱۳۵/۳، مکتبه شرکت علمیه ملتان) .... =

واقعہ اور جھوٹ ہے(۱) اور اس قسم کا میل جول بھی اس کے ساتھ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۸۸/۶/۱۵ھ۔

بھنگی چمار کے گھر کا گھی

سوال[۸۵۹۹]: ہندو، چمار، بھنگی وغیرہ کے ہاں کا گھی اور کوئی تَرشی کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر اس میں ناپاکی کا یقین یا ظنِ غالب ہو تو اس کا کھانا بالکل ناجائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ اس میں کوئی ناپاکی نہیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے(۳)۔ اور اگر کچھ علم نہ ہو تو چوں کہ یہ لوگ اکثر ناپاک رہتے

"وأما نجاسة المشرک، ففی الاعتقاد علی معنی التشبیه". (ردالمحتار، کتاب أدب القاضی، مطلب فی العمل بالسجلات وکتب الأوقاف القدیمة: ۳۷۲/۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب القضاء، فصل فی التقلید: ۴۶۷/۶، رشیدیه)

"ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبیحتهم والأکل معهم". (خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهية، الفصل الثالث فیما یتعلق بالمعاصی: ۳۴۶/۴)

"الاستفسار: هل یجوز الأکل مع الکافر؟ الاستبشار: إن کان ذلک مرةً أو مرتین، یجوز؛ لأن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أکل مع کافرة، فحملناه علی ذلک، ولکن یکره المداومة علیه، کذا فی نصاب الاحتساب". (نفع المفتی والسائل من مجموعة رسائل اللکهنوی، کتاب الحظر والإباحة، والأکل والشرب: ۱۴۸/۴)

(۱) "الکذب نقیض الصدق، فالکذب هوعدم مطابقة الخبر للواقع". (قواعد الفقه، ص: ۴۴۰، الصدف پبلشرز)

(۲) "لأن معهم الشرک الذی هو بمنزلة النجس، ولأنهم لایتطهرون و لایغتسلون و لا یجتنبون النجاسات، فهی ملابسة لهم". (تفسیر المدارک، (سورة التوبة: ۲۸): ۴۹۲/۱، قدیمی)

(وکذا فی التفسیرات الأحمدية: ۴۵۵، مکتبه حقانیه پشاور)

(۳) "ویکره الأکل والشرب فی أوانی المشرکین قبل الغسل .... وهذا إذا لم یعلم بنجاسة الأوانی، فأما إذا علم فإنه لا یجوز أن یأکل و یشرب .... و لا بأس بطعام المجوس کله إلا الذبیحة، فإن =

ہیں اس لئے ان سے ایسی شئ نہیں لینی چاہیے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

چمار بھنگی کا کھانا

سوال[۸۶۰۰]: ہر انسان کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک، اور چمار، بھنگی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر انسان کا جھوٹا پاک ہے بشرطیکہ اس میں نجاست نہ ملی ہو(۲)۔ چمار، بھنگی نے اگر پاک کھانا، پاک برتن اور پاک ہاتھ سے پکایا ہو تو وہ بلاتردد پاک ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

= ذبیحتهم حرام". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۳۴۷/۵، رشديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۳۴۶/۴، رشيديه)

(۱) "لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس، ولأنهم لا يتطهرون ولا يغتسلون و لا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (تفسير المدارك: ۴۹۲/۱، قديمي)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۴۵۵، حقانيه پشاور)

(۲) "فسور آدمي مطلقاً و لو جنباً أو كافراً .... طاهرٌ. و سور خنزير .... وشارب خمر فور شربها فنجس". (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة مطلب في السور: ۲۲۲/۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة: ۱۰۴/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۲۲/۱، رشيديه)

(۳) "و نجاسة المشرك في اعتقاده، لا في ظاهره". (الهداية، كتاب أدب القاضي: ۱۳۵/۳، مكتبه شركت علميه ملتان) .... =

چماریوں سے چوری کا ساگ خریدنا

سوال[۸۶۰۱]: چنے وغیرہ کا ساگ جو چماریاں فروخت کرتی ہیں، یہ اکثر چوری کا ہوتا ہے، خود چماریوں سے اس کی تحقیق کی گئی۔ تو کیا یہ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس ساگ وغیرہ کے متعلق خصوصیت سے معلوم ہو کہ یہ بغیر مالک کی اجازت کے چرا کر لائی ہے، اس کا خریدنا ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ ذیعقدہ/ ۱۳۵۷ھ۔

ہندو دھرم میں گوشت کھانا

سوال[۸۶۰۲]: گذارش ہے گوشت کے اوپر فتویٰ دینے کی مہربانی کریں، مسلمان بھائی بڑے بڑے نمازی کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں گوشت بکری، گائے، بھینس، پرندوں کا، مرغی کا جائز ہے، بڑے بڑے مولوی صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ قرآن میں ہر بات ہندو دھرم کی کتابوں سے مثلاً: گیتا وغیرہ سے ملتے ہیں۔ شراب، جوا، چوری وغیرہ جتنی باتیں قرآن کے اندر ہیں اتنی ہی ہندو دھرم کی کتابوں میں گیتا، گرنتھ میں ہے۔ جس طرح اسلام کے اندر پیغمبر، اولیاء مخلوقات کو صحیح راستہ دکھانے آئے اور چلے گئے، اسی طرح ہندو دھرم کے اندر گرونانک، گروگوبند سنگھ، رام چندر آئے اور چلے گئے۔

اللہ (ایشور) ایک ہے، مسلمان ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ سب کا اللہ جب ایک ہے تو پھر کیا بات ہے کہ

= (وكذا في رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في العمل بالسجلات، الخ: ۴۶۱/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۴۶۷/۶، رشيديه)

(۱) "وبطل بيع ماليس في ملكه.......... وحكمه عدم ملك المشترى". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵۸/۵، ۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۱۱۹/۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳۶۵/۴، دار الكتب العلمية بيروت)

ہندو دھرم کے جتنے پیغمبر، اولیاء آئے، گوشت کھانا انسان کے لئے سخت منع کر گئے؟ اچھے اچھے چوٹی کے سنت مہاتما مانس یعنی گوشت کھانا سخت منع کر گئے۔ اسلام کے اندر قرآن کے اندر گوشت کھانا انسان کے لئے منع کیا ہے یا نہیں؟ اس پر اپنا فتوی دیں۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے گوشت کھایا تھا، یا وہ برابر کھاتے تھے یا نہیں؟ مخلوقات کھاتی ہے، کھانے دو، جو قرآن شریف میں لکھا ہے، جو پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اولیاء اللہ کہتے ہیں اس کا جواب دیں۔ اللہ جب ایک ہے تو اس کا حکم مخلوقات کے لئے مسلم و ہندو کے لئے ایک ہی ہے، اس کا قانون سب کے لئے ایک ہے۔

المستفتی: دیارام ہری رام، کمیشن ایجنٹ، ہلدوانی ضلع نینی تال۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اسلام نے چند مخصوص جانوروں کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے جس کو مسلمان کھا سکتے ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿والأنعام خلقها لكم فيها دفء و منافع، و منها تأكلون﴾۔ (سورة نحل: آیت : ۵)۔

”اور اس نے چوپایوں کو بنایا اور اس میں تمہارے جاڑے کا سامان ہے، اور بھی بہت سے فائدے ہیں، اور ان میں سے تم کھاتے ہو“۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿أولم يروا أنا خلقنا لهم مما عملت أيدينا أنعاماً فهم لها مالكون، وذلّلنها لهم، فمنها ركوبهم، و منها يأكلون﴾ (سورة یٰس، آیت : ۷۱، ۷۲)۔

”کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کئے، پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور ہم نے ان مویشی کو ان کا تابع بنادیا، سو ان میں بعضے تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں“۔

اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے بھی گوشت تناول فرمایا ہے:

”و أكل لحم الجزور و الضأن والدجاج و لحم الحبارى و لحم حمار الوحش و الأرنب

وطعام البحر". زاد المعاد : ۲/۳۸(۱)۔

رہی یہ بات کہ ہندوؤں کے رشیوں اور مہاتماؤں نے بھی گوشت کھایا ہے کہ نہیں تو ان کی کتابوں اور شاستروں میں یہی لکھا ہے کہ ان میں گوشت کھانے کا رواج تھا اور مہمان کی آمد پر اس کے استقبال وتواضع کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تھے، چنانچہ ڈاکٹر رام چندر لال مترا (جو ایک ہندو خاندان سے تعلق رکھتے ہیں) نے اپنی کتاب کے ایک باب میں لکھا ہے اور جس کو "سوامی بھومانند جی" نے مع مقدمہ شائع کیا ہے، جس کا نام "قدیم ہندوؤں میں گاؤ خوری" ہے، اس میں لکھا ہے:

> "منوجی جانداروں کو غذا کے طور پر ہر موسم میں استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں، منوجی کا ارشاد ہے: گوشت خرید کر، یا اسے دوسرے کی امداد سے حاصل کر کے جو شخص دیوتاؤں اور روحوں کی پرستش کرنے کے بعد اسے کھاتا ہے کوئی گناہ نہیں کرتا"۔ (منتر: ص:۳۲، رسالہ مذکور)

ہندوؤں کے مقدس اور بزرگ شاعر اسکیلی جب اپنے بھائی "رشی وششٹ" کے استقبال کی تیاری کرتے ہیں تو کئی بچھڑوں کو اپنے مہمانوں کی تواضع کے لئے ذبح کرتے ہیں (رسالہ مذکورہ):

> "وششٹ کی باری بھی جب آئی تو وشوامر جنک اور دوسرے رشیوں اور دوستوں کی ضیافت کے لئے موٹا بچھڑا ذبح کیا" (رسالہ مذکور)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۴/ ۸۸ھ۔



---

(۱) (زاد المعاد، فصل فی هدیه فی الأکل : ۱/۱۴۷، مؤسسة الرسالة بیروت)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: أتِیَ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بلحم، فرفع إلیه الذراع، وكانت تعجبه، فنهس منها". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الثانی: ص: ۳٦٦، قدیمی)

الفصل الثانی فی الأكل مع الفساق

(فاسق کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

فاسق معلن کے گھر کھانا

سوال[۸۶۰۳]: زید کے گھر میں بغیر نکاح کے ایک عورت رکھی ہوئی ہے اور اس کے بچہ بھی پیدا ہوگیا ہے اور زید اس سے اعلانیہ زنا کرتا ہے۔ اور لوگ زید کو کہتے ہیں کہ اس سے نکاح کرلے اور وہ نکاح نہیں کرتا اور زید کے گھر بیوی بھی ہے۔ زید کے گھر کی روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"إذا دعيتَ إلى وليمة، فإن لم يكن ماله حراماً ولم يكن فيها فسق، فلا بأس بالإجابة. وإن كان ماله حراماً، فلا تجبه. وكذلك إن كان فسقه معلناً، فلا تُجبُه يعلم أنك غير راض بفسقه". بستان فقيه أبي الليث، ص: ۸۰(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ فاسق معلن کے گھر کھانا نہیں چاہیے تاکہ اس سے معلوم ہو جائے کہ تم اس کے فسق سے راضی نہیں ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱۱/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: سعید احمد غفی لہ، ۵/ ذی قعدہ/ ۵۶ھ۔

---

(۱) (بستان الفقيه أبي الليث السمرقندیؒ (مترجم)، باب إجابة الدعوة، ص: ۱۳۳ مطبع فاروقی هند)

"ولو دعي إلى وليمة فيها فسق، يمتنع من الإجابة إن كان زجراً لهم". (الملتقط فی الفتاوی الحنفية، كتاب الآداب، ص: ۲۵۷ مكتبه حقانيه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۷، سعيد)

"لا يجيب دعوة الفاسق المعلن، ليعلم أنه غير راض بفسقه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب =

شراب نوش کے ساتھ کھانا پینا

سوال[۸۶۰۴]: اگر کوئی مسلمان شرابی ہوتو اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک ہی پیالہ میں کھایا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب اس کے ہاتھ ومنہ پر نہ لگی ہو تو اس کے ساتھ کھانے میں مضائقہ نہیں (۱)۔ اگر اس کی اصلاح، ساتھ نہ کھانے سے متوقع ہو تو ساتھ نہ کھائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

گڑیا اور تصویر بیچنے والے کے یہاں کھانا

سوال[۸۶۰۵]: جو شخص گڑیاں یا تصویریں فروخت کرتے ہوں تو ان کے یہاں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پاس گڑیوں اور تصویروں کی صرف ناجائز آمدنی ہے، اس کے گھر کا کھانا ناجائز ہے، البتہ وہ

= الکراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا فی مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی، كتاب الكراهية: ۴/۳۳۹، رشيديه)

(۱) "فسور آدميّ مطلقاً .... طاهرٌ. و سور خنزير .... و شارب خمر فور شربها .... نجسٌ". (الدرالمختار). قال العلامة الشامی: "(قوله: فور شربها الخ): أی بخلاف ما إذا مكث ساعةً ابتلع ريقه ثلاث مرات بعد لحس شفتيه بلسانه و ريقه، ثم شرب، فإنه لا ينجس" (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فی السور: ۱/۲۲۲، ۲۲۳، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۰۴ دارالكتب العلمية بيروت)

(كذا فی البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۲۲، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة)

اگر حلال آمدنی سے قرض وغیرہ لے کر کھلائے تو جائز ہے(۱) مقتدا کو پھر بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر العلوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا یا جھوٹا کیسا ہے؟

سوال[۸۶۰۶]: کیا بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا، یا جھوٹا کھانا، یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) ''وعن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ''أشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاهون بخلق الله''. متفق علیه''.

''وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''قال الله تعالیٰ: (ومن أظلم ممن ذهب یخلق کخلقی، فلیخلقوا ذرةً، أو لیخلقوا حبةً، أو شعیرةً''. متفق علیه''.

''وعن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''أشد الناس عذاباً عندالله المصورون''. متفق علیه''.

''وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفساً، فیعذبه فی جهنم''. قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: فإن کنت لابد فاعلاً، فاصنع الشجر، ومالا روح فیه''. متفق علیه''. (مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، باب التصاویر، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، ۳۸۶، قدیمی)

''آکل الربا وکاسب الحرام أهدی إلیه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا یقبل ولا یؤکل ما لم یخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات: ۵/۳۴۳، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع فی المال من الإهداء والمیراث وغیر ذلک: ۴/۳۴۹، رشیدیه)

(وکذا فی الملتقط، کتاب الآداب، مطلب فی الهدایة الحرام، الخ، ص: ۲۶۸، حقانیه کوئٹه)

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہے، لیکن اس کے ہاتھ کا کھانا اوراس کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں۔ ہاں! اگرکوئی نجاست اس میں ہوتو ناپاک ہے۔اگراس لئے اس کے کھانے پینے سے بچتاہے کہ وہ نماز پڑھنے لگےتو یہ مستحسن ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۹/۶/۵۶ھ۔

صحیح:عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم، الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ،۲۱/ جمادی الثانیہ/۵۶ھ۔

بےنمازی عورت کاپکایاہواکھانا

سوال[۸۶۰۷]: اگرکوئی عورت نماز نہ پڑھےتواس کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

درست ہے، البتہ اگراس کوتنبیہ مقصود ہوتو نہ کھائے (۲)۔اگروہ پاکی کااہتمام نہیں کرتی،اکثر ناپاکی میں ملوث رہتی ہےتو نہ کھانا احوط ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۷/۳/۵۶ھ۔

---

(۱) معاصی اورگناہوں کی بنیاد پرکسی سے بغرضِ اصلاح قطعِ تعلق اوراکل وشرب جائز، بلکہ مناسب اوربہتر ہے، کما قال الملا علی القاری تحت حدیث: "من رأی منکم منکراً، فلیغیرہ بیدہ، اھ":

"ثم اعلم أنہ إذا کان المنکر حراماً، وجب الزجر عنہ، وإذا کان مکروھاً ندب. والأمر بالمعروف أیضاً تبع لما یؤمر بہ، فإن وجب فواجب، وإن ندب فندب. ولم یتعرض لہ فی الحدیث؛ لأن النھی عن المنکر شامل لہ، إذ النھی عن الشئ أمر بضدہ، وضد المنھی إما واجب أو مندوب أو مباح، والکل معروف. وشرطھما أن لایؤدی إلی الفتنة، کما علم من الحدیث". (مرقاة المفاتیح، کتاب الأداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأل: ۸/۲۸۲، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۳) "و عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: =

بے پردہ عورت کی کمائی کھانا

سوال[۸۶۰۸]: عورت کی محنت کی کمائی-جس میں بے پردگی ہو-کھانا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عورت کے ذمہ پردہ لازم ہے(۱)۔تاہم بے پردگی کی وجہ سے اس کی حلال کمائی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند۔

آوارہ عورت کے گھر کھانا

سوال[۸۶۰۹]: ایک عورت آوارہ پھرتی ہے کوئی شرم وحیااس کونہیں ہے۔اسی طرح اس کا شوہر بھی ہے،وہ بھی آوارہ ہے۔تواس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگراس کے پاس حلال اور پاک مال ہےتو آوارگی اور غنڈہ پن کی وجہ سے وہ حرام اور ناپاک

= "الحلال بيّن، والحرام بيّن، وبينهما مشتبهاتٌ لا يعلمهن كثيرٌ من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول، ص: ۲۴۱، قديمى)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿و قرن في بيوتكنّ و لاتبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ، وأقمن الصلوة واٰتين الزكوة وأطعن الله ورسوله﴾ (الأحزاب: ۳۳)

(۲) "ويكره له أن يستأجر امرأةً، حرةً كانت أو أمةً يستخدمها، ويخلوبها لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لا يخلونّ رجل بامرأة ليس منها بسبيل، فإن ثالثهما الشيطان". ولأنه لايأمن من الفتنة على نفسه أو عليها إذا خلابها، ولكن هذا النهي لمعنى في غير العقد، فلا يمنع صحة الإجارة، ووجوب الأجر إذا عمل كالنهي عن البيع وقت النداء". (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارة، باب إجارة الرقيق في الخدمة وغيرها: ۱۶/ ۴۶، حبيبه كوئٹه)

نہیں ہوگا (۱)۔ لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد سے اس کے یہاں کھانے سے انکار کردے کہ اس کی اصلاح ہوجائے تو ٹھیک ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱/۲۴ھ۔

زنا کی خصلت والی لڑکیوں کے ہاتھ کا کھانا

سوال [۸۶۱۰]: زید کے گھر میں دولڑکی ہیں اور دونوں کی خصلت زنا کی ہے، خواہ زنا کے ذریعہ روپیہ کمائیں یا نہ کمائیں۔ ایسے گھروں میں یا ان دولڑکیوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کمینہ اور خبیث خصلت کی وجہ سے ان کا پکایا ہوا کھانا نجس یا حرام تو نہیں ہوجاتا (۳)، البتہ اس کا انتظام ضروری ہے کہ اگر ان کی شادی نہیں ہوئی اس وجہ سے یہ حرکت ہوتی ہے تو جلد از جلد شادی کردی جائے۔ اگر شادی ہوگئی ہے، مگر رخصتی نہیں ہوئی تو جلد از جلد ان کو شوہروں کے مکان پر بھیج دیا جائے، ان کی صحبت سے

---

(۱) چونکہ اصل مال حلال ہے اور مال جب حلال ہو تو وہ اس طرح کے اعمال کی وجہ سے اس کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا اگرچہ ان اعمال کا گناہ اپنی جگہ ہے۔ راجع للتخریج المسئلة الآتیة.

(۲) "لایجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم أنه غیر راضٍ بفسقه .... وفی الروضة: یجیب دعوة الفاسق، والورعُ أن لایجیبه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی فی الهدایا والضیافات: ۳۴۳/۵، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل: ۳۶۴/۶، رشیدیه)

(وکذا فی الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة، کتاب الآداب، ص: ۳۵۷، حقانیه کوئٹه)

(۳) جب تک ہاتھوں پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو تو اس کا پکایا ہوا کھانا پاک ہوگا:

"نام أو مشی علی نجاسة، إن ظهر عینها تنجس، وإلا لا. ولو وقعت فی نهر، فأصاب ثوبه، إن ظهر أثرها، تنجس، وإلا لا". (الدرالمختار، کتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء: ۳۴۶/۱، سعید)

دوسری لڑکیاں بھی آس پاس کی خراب ہوں گی، لڑکے بھی خراب ہوں گے، سب معاشرہ گندہ ہو جائے گا(۱)۔

اللہ پاک حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۲۵/۱۱/۹۱ھ۔

طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال[۸٦۱۱]: ایک صاحب کا ہوٹل ایسی جگہ واقع ہے جس کے اطراف طوائف رہتی ہیں، طوائف ان کے ہوٹل سے اشیاء خریدتی ہیں۔ کیا طوائف کے ساتھ تجارت جائز ہے اور ان کے ذریعہ ہوٹل والے کو جو آمدنی ہو وہ اس کے لئے حلال ہے، ہوٹل والے کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ حرام مال سے خریدے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا اور اس حرام مال کا لینا شرعاً جائز نہیں، اگر حلال مال سے خریدے تو درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ربیع الاول/ ۸۷ھ۔

---

(۱) ''اس صورت میں پہلی آیت تو بطور تمہید کے ہے جس سے اس کے احکام کا خاص اہتمام بیان کرنا مقصود ہے اور احکام میں سب سے پہلے زنا کی سزا کا ذکر جو مقصود سورت، عفت اور اس کے لئے نگاہوں تک کی حفاظت، بغیر اجازت کسی کے گھر میں جانے اور نظر کرنے کی ممانعت کے احکام آگے آنے والے ہیں۔ زنا کا ارتکاب ان تمام احتیاطوں کو توڑ کر عفت کے خلاف انتہائی حد پر پہنچنا اور احکام الٰہیہ کی کھلی بغاوت ہے، اسی لئے اسلام میں انسانی جرائم پر جو سزائیں (حدود) قرآن میں متعین کردی ہیں، زنا کی سزا بھی ان تمام جرائم کی سزا سے اشد اور زیادہ ہے۔ زنا خود ایک بہت بڑا جرم ہونے کے علاوہ اپنے ساتھ سینکڑوں جرائم لے کر آتا ہے اور اس کے نتائج پوری انسانیت کی تباہی ہے، دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پیش آتے ہیں، تحقیق کی جائے تو ان میں بیشتر کا سبب کوئی عورت اور اس سے حرام تعلق ہوتا ہے''۔ (معارف القرآن: ٦/ ۳۴۱، إدارة المعارف كراچی)

(۲) "إن علم أن العين التي يغلب على الظن أنهم أخذوها من الغير بالظلم قائمة وباعوها في الأسواق، فإنه لاينبغي شراؤه منهم وإن تداولته الأيدي". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴/۱۹۲، دارالمعرفة بيروت)

کیا ہوٹل میں کھانا کھانا فسق ہے؟

سوال[٨٦١٢]: کیا فقہی کتابوں واحادیث سے ثابت ہے کہ ہوٹلوں میں کھانے والا فاسق ہے؟ اور اگر ایک بار بھی ہوٹل میں کھائے گا، کیا عندالشرع اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں کہ کیا حالتِ سفر میں بھی یہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بازار میں چلتے چلتے کھانا، یا برسر بازار، عام گزرگاہ پر کھانا خلافِ مروّت ہے(١) جس کی وجہ سے قبولِ شہادت میں کلام ہے(٢)، لیکن اگر کھانا کھانے کے لئے مستقل جگہ ہے، ہوٹل یا دکانیں تو اس میں داخل نہیں۔ سفر میں توسع بھی ہے(٣)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا دائی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا حرام ہے؟

سوال[٨٦١٣]: ہمارے یہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بچہ کی ناف کاٹنے والی دائی یا ڈاکٹرنی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا پینا حرام ہے۔ حکم شریعت سے مطلع فرمائیں۔

---

(١) "وكره الأكل والشرب في الطريق والأكل نائماً و ماشياً، و لا بأس بالشرب قائماً، و لا يشرب ماشياً، و رخص ذلك للمسافر". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الشرب قائماً: ١/١٣٠، سعيد)

(٢) "ولا تقبل شهادة من يفعل الأفعال المستحقرة كالبول على الطريق والأكل عليها، كذا في الهداية. وكذا من يأكل في السوق بين الناس، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشهادة، الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لاتقبل، الفصل الثاني فيمن لاتقبل شهادته بفسقه: ٣/٤٦٨، رشيديه)

(٣) (راجع رقم الحاشية: ١)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال غلط ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) یہ بھی ایسا غلط وہم ہے جیسا کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے متعلق لوگوں کا خیال ہے، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''مسئلہ: مشہور ہے کہ زچہ جب تک غسل نہ کرے، اس کے ہاتھ کی کوئی چیز کھانا درست نہیں، یہ بھی غلط ہے، حیض ونفاس میں ہاتھ ناپاک نہیں ہوتے''۔(اغلاط العوام، حیض ونفاس کی اغلاط، ص:۳۱، ادارۃ المعارف)

الفصل الثالث فی سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اورآداب کا بیان)

کیاوضواور غسل کے بعد کھانا کھانے کے لئے دوبارہ ہاتھ دھونا سنت ہے؟

سوال[۸۶۱۴]: کھانا تناول کرتے وقت ہاتھ تر رہنا سنت ہے، نیز اگر غسل کر کے آیا تب بھی ہاتھ دھونا چاہیے؟

الجواب حامداًومصلياً:

کھانا کھانے کے لئے ہاتھ دھونا مستقل سنت ہے اگر چہ وضو، غسل، نماز سے فارغ ہوکرآیا ہو(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفااللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیے یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؟

سوال[۸۶۱۵]: کھانا شروع کرنے سے پہلے "بسم الله" پڑھیں یا"بسم الله الرحمن الرحیم"، صحیح مسئلہ اور مسنون طریقہ کیا ہے؟اور وضو میں کیا پڑھیں؟

---

(۱) "حد ثنا جبارة ابن المغلس، ثنا كثير بن سليم، سمعت أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه يقول: .... قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحب أن يكثر الله خيرَ بيته، فليتوضأ إذا حضر غداؤه وإذا رفع". (سنن ابن ماجة، أبواب الأطعمة، باب الوضوء عند الطعام: ۲۳۵، قديمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الأطعمة، باب الوضوء قبل الطعام و بعده: ۲/۲، سعيد)

"من السنة غسل الأيدى قبل الطعام و بعده". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الأكل ومايتصل به: ۵/۳۳۷، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

کھانا شروع کرتے وقت "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ" پڑھے(۱) اور وضو کرتے وقت "بسم اللّٰہ العظیم، والحمد للّٰہ علی دین الإسلام" پڑھے یا ہر دو کو جمع کرکے، کذا فی الطحطاوی، ص: ٤٠(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۰ھ۔

کھانے کی ابتدا اور اختتام نمک پر

سوال[٨٦١٦]: اگر دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں مثلاً: شیرینی، نمکین تو ابتدا کس سے کرے؟ اور اختتام کس سے کرے؟ مسنون طریقہ بیان فرمائیں، ہر ایک کا جواب مع حوالہ تحریر ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نمکین سے ابتدا کرے، نمکین ہی پر ختم کرے: "من السنة أن يبدأ بالملح ويختم بالملح، ١ھ". الفتاویٰ العالمکیریۃ(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۵/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۵/۶۲ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبا بكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما أتوا بيت أبي أيوب، فلما أكلوا وشبعوا، قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خبز ولحم وتمر وبسر ورطب، إذا أصبتم مثل هذا فضربتم بأيديكم، فكلوا بسم الله وبركة الله". هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه". (المستدرك على الصحيحين للحاكم رحمه الله، كتاب الأطعمة، باب: إذا أكل أحدكم طعاماً فليقل: بسم الله: ۴/۱۰۷، دار الفكر بيروت)

(۲) "وقيل: عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في لفظها: "باسم الله العظيم والحمدلله على دين الإسلام". وقيل: الأفضل "بسم الله الرحمن الرحيم". في البناية عن المجتبى: لو قال: بسم الله الرحمن الرحيم، بسم الله العظيم والحمدلله على الإسلام، فحسن لوُرود الآثار". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ٦٧، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الطهارة، سنن الوضوء، ص: ۲۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۵/۳۳۷، رشيديه) =

کھانے کے بعد کلی کا پانی پینا

سوال[۸۶۱۷]: کھانے کے بعد کلی کرنے والا منہ کا پانی پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر منہ میں کھانے کے اجزا موجود ہیں اور آدمی یہ چاہے کہ وہ اجزا ضائع نہ ہوں، اس نیت سے وہ پانی پی لے تو یہ نیت اور عمل درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۲ھ۔

کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھوکر پینا

سوال[۸۶۱۸]: آندھرا میں کچھ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اس کھانے والے برتن میں ہاتھ دھوکر اور برتن کو صاف کرکے وہ پانی پینا سنت ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کیمیائے سعادت، جلد: ۷، آداب الطعام میں اس صورت مذکورہ میں ایک غلام آزاد کرنے کی فضیلت کا ثواب لکھا ہے(۲)۔ اس کتاب کو وہ لوگ حوالہ میں پیش کرتے ہیں۔ صحیح صورت مسئلہ سے آگاہی بخشی جائے،

= (وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل ۴/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الكراهية: ۶/۳۴۰، سعيد)

(۱) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول.......... : "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى". (صحيح البخاري، باب بدء الوحي: ۱/۲، قديمي)

قال الحافظ العسقلاني: "أي كل عمل بنيته. وقال الحربي: كأنه أشار بذلك إلى أن النية تتنوع كما تتنوع الأعمال". (فتح الباري، باب بدأ الوحي: ۱/۱۴، قديمي)

''شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ جو ریزے زبان کے ذریعے سے دانتوں سے نکلیں ان کو نگل لیں''۔ (شمائل کبری: ۱/۹۴، زمزم پبلشرز کراچی)

(۲) ''اور برتن کو انگلی سے صاف کرے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص برتن پونچھ لیتا ہے تو برتن اس کے حق میں یوں دعا کرتا ہے کہ: اے پروردگار! جس طرح اس نے مجھے شیطان کے ہاتھ سے چھڑایا، تو اسے آتشِ دوزخ سے آزاد کر۔ =

عنایت ہوگی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

برتن کوصاف کرنے کی ترغیب حدیث شریف میں آئی ہے(۱)اوراس برتن کے گناہ معاف ہونے کی دعاء کرنا بھی ثابت ہے(۲)،مگر جوسورت آپ نے لکھی ہے وہ کسی حدیث میں دیکھنا مجھے محفوظ نہیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفااللہ عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲۹/۸/۹۰ھ۔

کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھوکراس پانی کو پینا

سوال[۸۶۱۹]: کیاحضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھو کردھوئے ہوئے پانی کو پی لیتے تھے۔کیایہ حدیث صحیح ہے؟

=اوراگر برتن کودھوکراس کادھوون پی جائے تواپیاثواب ہوگا کہ گویاایک بندہ آزادکیا"۔(کیمیائے سعادت (اردو)، رکن دوم: معاملات کابیان،اصل اول: کھانا کھانے کے بارے میں،ص: ۱۳۴ دارالاشاعت کراچی)

"في الإحياء: يقال: من لعق القصعة و شرب مائها، كان له كعتق رقبة". (شرح المناوى للشمائل على هامش جمع الوسائل: ۱/۲۳۳، إداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(۱) "عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بلعق الأصابع والصحفة، وقال: "إنكم لاتدرون فى أيّة البركة". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، ص: ۳۶۳، قديمى)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: .... "إن الشيطان يرصد الناس أو الإنسان على كل شئ حتى عند مطعمه أو طعامه، ولايرفع الصحفة حتى يلعقها أو يلعقها، فإن آخر الطعام البركة". (الترغيب والترهيب، الترغيب فى لعق الأصابع، الخ: ۳/۱۴۷)

(۲) "أنبأ أبو اليمان البراء قال: حد ثتنى جدتى أم عاصم قالت: دخل علينا نبيشة مولى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، ونحن نأكل فى قصعة، فقال: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أكل فى قصعة، ثم لحسها، استغفرت له القصعة". (سنن ابن ماجة، باب تنقيه الصحفة ص: ۲۳۵، قديمى)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، ص: ۳۶۸، قديمى)

الجواب حامداًومصلياً:

میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گزری جس میں یہ ہو کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا کھا کر اس برتن میں ہاتھ دھو کر اسی دھوئے ہوئے پانی کو پی لیا کرتے تھے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۹۰/۱/۱۵ھ۔

کھانے کے بعد برتن کو دھو کر پینا

سوال [۸۶۲۰]: ایک ضیافت میں کھانے سے فارغ ہو کر چند بزرگوں نے اپنی کھائی ہوئی رکابی کو دھو کر خود پی لیا، چند لوگوں نے ان پر اعتراض کیا کہ کراہت سے خالی نہیں۔ کیا یہ فعل واقعی کراہت کے قابل ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

بعض حضرات جو کہ اللہ کے رزق کی زیادہ قدر کرتے ہیں وہ اس نیت سے کہ رکابی میں جو حصہ لگا ہوا ہے، وہ بھی ضائع نہ ہو، اس کو دھو کر پی لیتے ہیں (۲)۔ برتن کو صاف کرنے کی تاکید حدیث شریف میں آئی ہے اور وہ یہ کہ جو شخص برتن کو صاف کرتا ہے برتن اس کے لئے دعا دیتا ہے کہ "اللہ پاک تجھے گناہوں سے اس طرح صاف کردے جس طرح تو نے مجھے صاف کیا ہے" (۳)، اس خیال سے بھی دھو کر پی لیتے ہیں۔ اگر کوئی بزرگ

---

(۱) شمائل کبریٰ میں اتحاف کے حوالے سے منقول ہے کہ: "جس برتن میں کھانا کھایا ہو اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے، اتحاف"۔ (شمائل کبریٰ، برتن میں ہاتھ دھونا، ص: ۶۵)

(۲) "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى". (صحيح البخاري، باب بدء الوحي: ۱/۲، قديمي)

قال الحافظ: "أي كل عمل بنيته. وقال الحربي: كأنه أشار بذلك إلى أن النية تتنوع كما تتنوع الأعمال". (فتح الباري، باب بدأ الوحي: ۱/۱۴، قديمي)

(۳) "أنبأ أبو اليمان البراء قال: حد ثتني جدتي أم عاصم قالت: دخل علينا نبيشة مولى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ونحن نأكل في قصعة، فقال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أكل في قصعة، ثم لحسها، استغفرت له القصعة". (سنن ابن ماجة، باب تنقيه الصحفة ص: ۲۳۵، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، ص: ۳۶۸، قديمي)

"قال في الإحياء: يقال: من لعق القصعة، وشرب ماء ها، كان له كعتق رقبة". (شرح المناوی للشمائل على هامش جمع الوسائل: ۱/۲۳۳، اداره تالیفات اشرفیه)

ایسا کرتا ہے تو اعتراض کی کیا ضرورت ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند،۶/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

لوٹے کا پانی چلّو بنا کر پینے کا طریقہ

سوال[۸۶۲۱]: مٹی کے لوٹے میں پانی بھرا ہوا ہے۔ایک شخص اس لوٹے کو داہنے ہاتھ سے اٹھا کر بائیں ہاتھ کو بطور چلو استعمال کرتا ہے تو یہ عمل بلحاظ سنت داہنے ہاتھ سے پانی پینے میں شمار ہوگا، یا بائیں ہاتھ سے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر چلو سے پانی پینا ہو تو داہنے ہاتھ میں چلو لے کر پینا چاہیے، بائیں ہاتھ سے لوٹا اٹھا کر داہنے ہاتھ میں ڈال کر پیا جائے (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کھانے کے بعد کیا مٹھائی کھانا سنت ہے؟

سوال[۸۶۲۲]: عوام الناس میں مشہور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد مٹھائی کھانا سنت ہے۔یہ کہاں تک درست ہے، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میٹھا پسند تھا (۲) اور زیادہ تر کھانا تو یہی ہوتا تھا

---

(۱) "عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لايأكل أحدكم بشماله ولا يشرب بشماله، فإن الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله". (جامع الترمذى، أبواب الأطعمة، باب ماجاء فى النهى عن الأكل والشرب بالشمال: ۲/۲، سعيد)

(وصحيح البخارى، كتاب الصلوة، باب ماجاء فى التيمن فى دخول المسجد: ۶۱/۱، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الطهارة: ۱۲۴/۱، سعيد)

(۲) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يحب الحلواء =

کہ کھجور کھالی، پانی پی لیا (۱)، کئی کئی وقت کھجور کی نوبت بھی نہیں آتی تھی، شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے (۲)، تین تین چاند نظر آتے تھے کہ گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی (۳)۔ کبھی گوشت آگیا تو آگ سلگنے کی نوبت آتی (۴)، کبھی صرف دودھ ہی پی لیا، اس میں شکر نہیں ہوتی تھی (۵) حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ: ''اگر آپ چاہیں تو پہاڑوں کو سونا بنادیا جائے''۔ جواب میں عرض کیا: ''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز کھانا ملے تاکہ کھا کر شکر ادا کروں، ایک

= والعسل ". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، ص: ٣٦٢، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في حب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الحلوا والعسل: ٥/٢، سعيد)

(١) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان يأتي علينا الشهر ما نوقد فيه ناراً، إنما هو التمر والماء". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، ص: ٣٦٥، قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم، كتاب الزهد: ٤١٠/٢، قديمي)

(٢) "حدثنا عبد الواحد بن أيمن عن أبيه قال: أتيت جابراً رضي الله تعالىٰ عنه فقال: إنا يوم خندق نحفر فعرضت كدية شديدة، فجاء وا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: هذه كدية عرضت في الخندق، فقال: "أنا نازل". ثم قام و بطنه معصوب بحجر، ولبثنا ثلاثة أيام لا نذوق ذواقاً". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق: ٥٨٨/٢، قديمي)

(٣) " عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنها كانت تقول: والله! يا ابن أختي! إن كنا لننظر إلى الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلاثة أهلة في شهرين وما أوقد في أبيات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نارٌ". (الصحيح لمسلم، كتاب الزهد: ٤١٠/٢، قديمي)

(٤) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان يأتي علينا الشهر ما نوقد فيه ناراً، إنما هو التمر والماء، إلا أن يؤتى باللُحيم". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، ص: ٣٦٥، قديمي)

(٥) "ثلاثة أهلة في شهرين وما أوقد في أبيات رسول الله صلى الله تعالىٰ وسلم عليه نارٌ، قال: قلت: يا خالة! فما كان يعيشكم؟ قالت: الأسودان: التمر والماء، إلا أنه قد كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جيران من الأنصار، وكانت لهم منائح، فكانوا يرسلون إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ألبانها فيسقيناه". (الصحيح لمسلم، كتاب الزهد: ٤١٠/٢، قديمي)

روز بھوکا رہوں تا کہ صبر کروں" کذافی مشکوۃ المصابیح، وغیرھا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰٦ھ۔

گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکانا

سوال[۸٦۲۳]: ہمارے یہاں ایک ہوٹل پر گوشت بغیر دھوئے پکایا جاتا ہے، اس میں خون کا جز بہت کچھ ہوتا ہے۔ ان سے دھونے کے لیے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ گوشت دھونے سے سالن کا رنگ خراب ہوجائے گا۔ آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ خون میں سَنا ہوا گوشت یوں ہی بغیر دھوئے پکایا جائے (۲) تو وہ کھانے کے لئے ٹھیک ہے، یا پھر حرام ومکروہ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانور کو ذبح کرتے وقت جب خون نکل گیا اور گوشت پر اس کا اثر باقی رہ گیا تو اس گوشت کو دھونا ضروری نہیں، وہ گوشت پاک ہے (۳)۔ البتہ اگر گوشت کو مستقل جداگانہ خون لگ گیا تو گوشت کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹٦ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عرض عليّ ربى ليجعل لى بطحاء مكة ذهباً، فقلت: لا يارب! ولكن أشبع يوماً وأجوع يوماً، فإذا جعت تضرعت إليك وذكرتك، وإذا شبعت حمدتك وشكرتك". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الأول، ص: ۴۴۲، قديمى)

(وجامع الترمذى، كتاب الزهد، باب ما جاء فى الكفاف: ۲/٦۰، سعيد)

(۲) "سَنا: بھرنا، آلودہ ہونا"۔ (فيروز اللغات، ص: ۸۱۵، فيروز سنز، لاهور)

(۳) "والمراد بالدم غير الباقى فى العروق، وفى حكمه اللحم المهزول إذا قطع، فالدم الذى فيه ليس نجساً، وكذا الدم الذى فى الكبد". (تبيين الحقائق، باب الأنجاس: ۱/۱۹۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۱۹۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مبحث فى بول الفأرة وبعرها، الخ: ۱/۳۱۹، سعيد)

(۴) "و دم مسفوح من سائر الحيوانات .... نجس". (الدرالمختار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۹، سعيد) =

گوشت کا دھونا

سوال[۸۶۲۴]: ذبح کے بعد جو گوشت جانور سے علیحدہ کیا جاتا ہے، کیا اس کو پاک کر کے پکانا چاہئے، کیونکہ اس میں کچھ خون کا اثر ہوتا ہے اور خون ناپاک ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے دھونے کی ضرورت نہیں وہ ناپاک نہیں، طحطاوی، ص: ۸۳(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصر کے بعد کھانا پینا

سوال[۸۶۲۵]: عصر و مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟

= (وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۹۵، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب الأنجاس: ۱/۱۹۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "لا الباقى فى اللحم المهزول، والسمين والباقى فى عروق المذكى ودم الكبد والطحال والقلب ومالا ينقض الوضوء فى الصحيح". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الطهارات، باب الأنجاس، الخ، ص: ۱۵۴، قديمى)

"وما يبقى من الدم فى عروق المذكاة بعد الذبح، لا يفسد الثوب وإن فحش، وكذا الدم الذى يبقى فى اللحم؛ لأنه ليس بمسفوح، ودم الكبد والطحال ليس بنجس". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارات، الفصل الثانى فى الأعيان النجسة: ۴۶/۵، رشيديه)

"الطحال والكبد طاهران قبل الغسل، حتى لو أطلى به وجه الخف وصلى، جازت صلوته. وما يبقى من الدم فى عروق المذكاة بعد الذبح لا يفسد الثوب وإن فحش". (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارات، فصل فى النجاسة التى تصيب الثوب الخ: ۱/۱۹، رشيديه)

(وكذا فى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارات، السابع فى النجس: ۲۱/۴، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۹۸، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے، عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں، عوام نے اس کے متعلق جو کچھ تراش رکھا ہے وہ غلط ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/۵/۶۰ھ۔

کھانے کی ابتداء دائیں طرف سے

سوال [۸۶۲۶]: دعوت وضیافت وغیرہ میں جو عام طور پر کھاتے اور کھلاتے ہیں، کھانا کھانے کی ابتداء کس طرف سے کریں، یعنی اپنی دائیں جانب سے یا کھانے والوں کی دائیں جانب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی داہنی جانب سے معطی تقسیم کرے، یا محفل میں اگر کوئی سربرآوردہ ہوتو اس سے ابتداء کرکے اس کی داہنی جانب کو تقسیم کرے (الأیمن فالأیمن)، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی داہنی جانب سے تقسیم فرمائی ہے، جیسا کہ صحاح کی روایت میں ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۰ھ۔

کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا

سوال [۸۶۲۷]: یہاں افریقہ میں کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا رواج ہے، اور کھاتے وقت جوتے

---

(۱) " قال اللہ تعالیٰ: ﴿کلوا واشربوا و لا تسرفوا﴾ (الأعراف: ۳۱)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ؒ لکھتے ہیں: ''مشہور ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان میں کھانا پینا برا ہے............شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں''۔ (۱۲۵، غلط مسئلے، ص:۲۱)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أتی بلبن قد شیب بماء وعن یمینہ أعرابی وعن شمالہ أبوبکر، فشرب، ثم أعطی الأعرابی وقال: "الأیمن فالأیمن".

(صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب الأیمن فالأیمن فی الشرب: ۲/۸۴۰، قدیمی)

(وکذا فی جامع الترمذی، أبواب الأشربة، باب ماجاء فی أن الأیمنین أحق بالشرب: ۲/۱۱، سعید)

بھی نہیں اتارتے۔ کیا اس طرح کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے (۱)۔ جہاں یہ کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں بالکل ممنوع ہے، جہاں شعار نہیں بلکہ عام ہے کہ صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے، وہاں اس میں اس درجہ تشدد نہیں، بلکہ فی الجملہ خفت ہے، لیکن خلافِ سنت پھر بھی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دسترخوان پر سب ایک روٹی میں کھائیں، یا چار ٹکڑے کرکے الگ الگ کھائیں؟

سوال[۸۶۲۸]: ہر شخص دسترخوان پر الگ روٹی رکھ کر کھائے، یا ایک روٹی سے سب توڑ کر کھاویں؟

---

(۱) "كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا أتِيَ بطعام وضعه على الأرض، فهو أقرب إلى التواضع". (حاشية الترغيب و ترهيب: ۱۵۲/۳، بيروت)

(۲) "وعنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء في الأقبية، ص: ۲۰۳، إمداديه ملتان)

"والحاصل أن الأكل عليه (أى الخوان) بحسب نفس ذاته لا يربو على ترک الأولوية، فأما إذا لزم فيه التشبه باليهود أو النصارى -كما هو في ديارنا- كان مكروهاً تحريمياً، وأما إذا لم يكن على دأبهم، فلا يخلو أيضاً عن تفويت منافع .... اهـ". قال المحشيٌ: "قال المناویٌ: يعتاد المتكبرون من العجم الأكل عليه، لئلا تنخفض رؤوسهم، فالأكل عليه بدعة، لكنه جائز إن خلا عن قصد التكبر، اهـ". (الكوكب الدرى مع الحاشية، كتاب الأطعمة: ۱/۲، مكتبه يحيويه هند)

"واعلم أنه يطلق الخوان في المتعارف على ما له أرجل و يكون مرتفعاً عن الأرض، واستعماله لم يزل من دأب المترفين و صنيع الجبارين، لئلا يفتقروا إلى خفض الرأس عند الأكل، فالأكل عليه بدعة، لكنها جائزة". (جمع الوسائل في شرح الشمائل للملا على القارى، باب ماجاء في صفة خبز رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲۴۱/۱، اداره تاليفات اشرفيه ملتان)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (عمدة القارى، كتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأكل على الخوان: ۳۴/۱۵، المطبعة المنيرية بيروت)

ایک روٹی کوتوڑ کر چار حصے کر لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سب طرح ٹھیک ہے، الگ الگ روٹی کھانے میں اپنی خوراک کا اندازہ باقی رہتا ہے، افراط وتفریط نہیں ہوتی (۱)۔مشترک کھانے میں اتحاد واتفاق کا پہلو غالب ہے (۲)۔ چار ٹکڑے کرنے کا دستوران علاقوں میں زیادہ ہے جن میں شیعوں کا زور ہے اوراس کا اشارہ خلفائے اربعہ-رضی اللہ تعالیٰ عنہم- کی طرف ہے کہ ہم چاروں کو مانتے ہیں، شیعوں کی طرح دو یا تین کے منکر نہیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

چمچہ بائیں ہاتھ سے پکڑنا

سوال[۸۶۲۹]: سب آدمی ساتھ کھانا کھاتے ہیں، سب کے درمیان میں بڑے پیالے میں دال ہے اورایک ہی چمچہ ہے، سب لوگ اپنے داہنے ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر دال نکالتے ہیں۔ان میں سے ایک شخص جو بائیں ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر دال لیتا ہے کہ ڈنڈی خراب نہ ہو جس پر اَور لوگ ناراض ہوتے ہیں۔تو کس کا فعل قبیح ہے اور کس کا صحیح ہے؟

---

(۱) "حدثنی أبو سفیان، کنتُ جالساً فی دارٍ فمرّ بی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فأشار إلیّ، فقمت إلیه، فأخذ بیدی، فانطلقنا حتی أتی بعض حجر نسائه فدخل، ثم أذن لی فدخلتُ الحجاب علیها، فقال: "هل من غداء"؟ فقالوا: نعم. فأتی بثلاثة أقرصة، فوضعن علی بنيٍّ فأخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قرصاً فوضعه بین یدیه وأخذ قرصاً آخر فوضعه بین یدیّ، ثم أخذ الثالث فکسره باثنین، فجعل نصفه بین یدیه ونصفه بین یدیّ". (الحدیث).

قال العلامة النووی: "فیه استحباب مواُساة الحاضرین علی الطعام، وأنه یستحب جعل الخبز ونحوه بین أیدیهم بالسویة، وأنه لابأس لوضع الأرغفة والأقراص صحاحاً غیر مکسرة". (الصحیح لمسلم مع شرحه الکامل للنووی: ۲/۱۸۳، قدیمی)

(۲) "عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "کلوا جمیعاً ولاتفرقوا، فإن البرکة مع الجماعة". (مشکوۃ المصابیح، باب الضیافة، الفصل الثالث، ص: ۳۷۰، قدیمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

افضلیت اچھے اور عمدہ کام کا داہنے ہاتھ سے کرنا ثابت ہے اور اس کی ترغیب بھی ہے(۱) کھانے میں دال نکالنا بھی اس میں داخل ہے، مگر اس کی وجہ سے تشدد نہ کیا جائے، بلکہ بہت نرمی سے سمجھایا جائے (۲)۔البتہ کھانا پینا داہنے ہاتھ سے ہی کیا جائے (۳)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

کھانا کھاتے وقت چار پائی کی کس جانب بیٹھے؟

سوال[۸۶۳۰]: زید کہتا ہے کہ چار پائی پر بیٹھ کر پائتان کی طرف بیٹھ کر کھانا چاہیے، جو لوگ سرہانے بیٹھ جاتے ہیں ان کا منہ پائنتی کی طرف ہوتا ہے، لہٰذا یہ رزق کی توہین ہے، سو اس طرح کھانا ناجائز

---

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: كان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يحب التيامن مااستطاع فی شانه كله: فی طهوره وترجله وتنعله". (صحيح البخاری، كتاب الصلوة، باب التيمن فی دخول المسجد: ۱/۶۱، قديمی)

(وبمعناه فی جامع الترمذی، أبواب الأطعمة، باب ماجاء فی النهی عن الأكل والشرب بالشمال: ۲/۲، سعيد)

(۲) "عدم اختصاصها بالوضوء المستفاد من قوله: "وشأنه كله" ينافی كونه سنةً له، ولو كانت علی وجه العبادة فيكون مندوباً فيه، كما فی التنعل والترجل". (ردالمحتار، كتاب الطهارة: ۱/۱۲۴، سعيد)

"السنة نوعان: سنة الهدی، وتركها يوجب إسائةً وكراهيةً .... وسنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلک .... ومنه المندوب، يثاب فاعله و لا يسیٔ تاركه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، اركان الوضوء أربعة: ۱/۱۰۳، سعيد)

(۳) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "ليأكل أحدكم بيمينه ويشرب بيمينه و ليعط بيمينه، فإن الشيطان يأكل بشماله و يشرب بشماله و يعطی بشماله و يأخذ بشماله". (سنن ابن ماجة، باب الأكل باليمين، ص: ۲۳۵، قديمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الأطعمة، باب ما جاء فی النهی عن الأكل والشرب بالشمال: ۲/۲، سعيد)

ہے۔کیا زید کا خیال ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیز عرفاً کھانے کی توہین نہیں سمجھی جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔



(۱) "واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة، حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا في الأصول في ماتترك به الحقيقة: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة". (مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العَرف في بناء بعض الأحكام على العُرف: ۱۱۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز اللبناني، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهيه (رقم المادة: ۳۶)، العادة محكمة: ۳۴/۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة السادسة: العادة محكمة، اعتبار العادة والعرف: ۲۶۸/۱، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الرابع فى مكروهات الأكل

(کھانے کے مکروہات کا بیان)

مرغی کو ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دینا

سوال[۸۶۳۱]: مرغی یا اَور کوئی جانور پرند کو پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے، یا آگ سے روئیں جلا دیئے جائیں تو اس مرغی یا اس پرند کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

پہلی صورت میں کھانا درست نہیں، دوسری صورت میں درست ہے، شامی: ۲۲۱/۱ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "قوله: وكذا دجاجة. قال في الفتح: إنها لا تطهر أبداً .... والعلة -والله أعلم- تشرّبها النجاسة بواسطة الغليان، وعليه اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس، لكن العلة المذكورة لاتثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زماناً يقع فى مثله التشرّب والدخول فى باطن اللحم، وكل منهما غير متحقق فى السميط، حيث لا يصل إلى حد الغليان، ولايترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلىٰ ظاهر الجلد لتنحلّ مسام الصوف، بل لو ترك يمنع انقلاع الشعر". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فى تطهير الدهن والعسل: ۳۳۴/۱، سعيد)

"ولو ألقيت دجاجة حال الغليان فى الماء قبل أن يشق بطنها لنتف الريش أو كرش قبل الغسل، لا يطهر أبداً، لكن على قول أبى يوسف يجب أن يطهر على قانون ماتقدم فى اللحم. قال الشيخ كمال الدين ابن الهمام: قلت: -والله سبحانه أعلم- هو معلل بتشربها النجاسة المتحللة فى اللحم بواسطه الغليان، وعلى هذا اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس لايطهر، لكن العلة المذكورة لا تثبت حتى يصل الماء إلىٰ حد الغليان ويمكث فيه اللحم بعد ذلك زماناً يقع فيه =

مرغی کو ذبح کے بعد کھولتے پانی میں ڈالنا

سوال[۸۶۳۲]: انگلینڈ میں سرکاری مذبح خانوں میں مسلمان اپنی مرغیاں اپنے ہاتھوں سے اسلامی طریقے سے ذبح کرتے ہیں۔ غلاظت نکالے بغیر، پیٹ چاک کئے بغیر، الائش کے نکالنے سے پہلے، ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں مرغی کو ڈال کر مشین سے پھر صاف کرتے ہیں۔ پانی اتنی مقدار میں گرم نہیں ہوتا ہے کہ ہاتھ جل جائے، انڈے ابل جائیں، حتیٰ کہ چمڑی تک میں اثر نہیں ہوتا ہے اور مرغیوں کا چمڑہ بھی نکال دیا جائے۔ تو کیا ان مرغیوں کا کھانا درست ہے؟

نوٹ: سرکاری طور پر یہ کام ضروری ہے، اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔

دارالافتاء فلاح دارین۔

الجواب حامداًومصلیاً:

آپ نے سوال میں جس چیز کو بیان کیا ہے اگر یہی صورت حال ہے تو ایسی مرغیوں کا گوشت کھانا کھلانا، تجارت کرنا، ہوٹل میں ایسی مرغیوں کا گوشت پکانا جائز ہے، اس لئے کہ ناپاکی کا اثر گوشت میں نہیں آیا، لیکن اگر پانی کھولتا ہوا ہوا اور مرغی کو اتنے وقت کھولتے ہوئے پانی میں رکھا کہ گوشت نے اس پانی کو اچھی مقدار میں پی لیا اور باطنِ لحم میں اس کا اثر پہونچ گیا تو اس مرغی کا کھانا جائز نہیں ہوتا، یہ مرغی ناپاک ہو جائیگی،

= التشرب والدخول فی باطن اللحم، وکل من الأمرین غیر متحقق فی السمیط الواقع، حیث لایصل الماء إلیٰ حد الغلیان ولا یترک فیه إلامقدار ما اتصل الحرارة إلیٰ سطح الجلد، فتحلل مسام السطح عن الصوف، بل ذلک الترک یمنع وجوده من انقلاع الشعر، فالأولیٰ فی السمیط أن یطهر بالغسل ثلاثاً لتنجس سطح الجلد بذلک الماء، فإنهم لایحترسون فیه عن المنجس. وقد قال شرف الأئمة بهذا فی الدجاجة والکرش، والسمیط مثلهما". (الحلبی الکبیر، کتاب الطهارة، فصل فی الأسآر، فروع شتیٰ، ص: ۲۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی فتح القدیر، باب الأنجاس وتطهیرها: ۱/۲۱۰، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الأنجاس، ص: ۱۶۰، قدیمی)

طحطاوی علی المراقی، ص:۸٦ (۱)، فتح القدیر:۱/۱٤٦ (۲) شامی:۱/۳۰۹ (۳)۔

البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر ان ممالک میں جہاں قانونی گرفت سخت ہو، آپ مذبح کے علاوہ مرغی ذبح نہیں کرسکتے اور ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالنا ہی ہوگا، مشین کے ذریعہ اس کی صفائی ہو تو آپ مجبور ہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کر کے اس گوشت کو کھا سکتے ہیں، بیچ سکتے

---

(۱) "وعلى هذا الدجاج المغلى قبل إخراج إمعائها، وأما وضعها بقدر انحلال المسام لنتف ريشها، فتطهر بالغسل .... اهـ". (مراقى الفلاح). "(قوله: وعلى هذا الدجاج، الخ) يعنى لو ألقيت دجاجة حال غليان الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف، أو كرش قبل أن يغسل، إن وصل الماء إلى حد الغليان، ومكثت فيه بعد ذلك زماناً يقع فى مثله التشرب والدخول فى باطن اللحم، لا تطهر أبداً، إلا عند أبى يوسف، كما مر فى اللحم. وإن لم يصل الماء إلى حد الغليان، أو لم تترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى سطح الجلد لانحلال مسام السطح عن الريش والصوف، تطهر بالغسل ثلاثاً، كما حققه الكمال". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ١٦٠، ١٦١، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قديمى)

(وكذا فى البحر الرائق: ١/٤١٥، باب الأنجاس، رشيديه)

(۲) "ولو ألقيت دجاجة حالة الغليان فى الماء قبل أن يشقّ بطنها لتنتف، أو كرش قبل الغسل لايطهر أبداً، لكن على قول أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ يجب أن تطهر على قانون ماتقدم فى اللحم. قلت: وهو سبحانه أعلم هو معلل بتشربهما النجاسة المتحللة فى اللحم بواسطة الغليان، وعلى هذا اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس لايطهر، لكن العلة المذكورة لاتثبت حتى يصل الماء إلى حد الغليان، ويمكث فيه اللحم بعد ذلك زماناً يقع فى مثله التشرب والدخول فى باطن اللحم، وكل من الأمرين غير متحقق فى السميط الواقع حيث لايصل الماء إلى حد الغليان، ولايترك فيه إلا مقدار ماتصل الحرارة إلى سطح الجلد، فتنحل مسام السطح عن الصوف، بل ذلك الترك يمنع من جودة انقلاع الشعر". (فتح القدير، باب الأنجاس وتطهيرها: ١/٢١٠، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(۳) "ويطهر لبن وعسل ودبس ودهن يغلى ثلاثاً، ولحم طبخ بخمر يغلى وتبريد ثلاثاً، وكذا دجاجة ملقاة حالة على الماء للنتف قبل شقها". (ردالمحتار، مطلب فى تطهير الدهن والعسل: ١/٣٣٤، سعيد)

ہیں، جائز ہے(۱)۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ناپاک چیز کو نچوڑ نہیں سکتے، جیسا کہ جو، جوار، باجرہ، گوشت اگر وہ ناپاک ہوجائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پاک پانی میں گوشت ڈال کر اچھے طریقہ سے جوش دیا جائے جب جوش آجائے اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے ایسے برتن میں رکھ دیجئے کہ پانی گر جاوے تین مرتبہ اس طریقے پر عمل کرنے سے ناپاک گوشت پاک ہوجاوے گا، شامی: ۱/۳۰۹(۲)، طحطاوی علی المراقی، ص: ۶۸۶(۳)، فتح القدیر: ۱/۱٤٦ (٤)۔

---

(۱) "ولایجوز بالضعیف العمل، ولابه یجاب من جاء یسأل إلا لعمل له ضرورة، أومن له معرفة مشهورة". (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۰۰، میر محمد کتب خانه کراچی)

"فقد ذکر فی حیض البحر فی بحث ألوان الدماء أقوالاً ضعیفةً، ثم قال: وفی المعراج عن فخر الأئمة: لو أفتی مفت بشیء من هذه الأقوال فی مواضع الضرورة طلباً للتیسیر، کان حسناً". (ردالمحتار، مطلب: لایجوز العمل بالضعیف حتی لنفسه عندنا: ۱/۷۴، سعید)

(۲) "ویطهر لبن وعسل ودبس ودهن یغلی ثلاثاً، ولحم طبخ بخمر یغلی وتبرید ثلاثاً، وکذا دجاجة ملقاة حاله علی الماء للنتف قبل شقها". (ردالمحتار، مطلب فی تطهیر الدهن والعسل: ۱/۳۳۴، سعید)

(۳) "قوله: (وقیل: یغلی ثلاثاً) وهو قول أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ، والفتوی علی أنه لایطهر أبداً .... (وعلی هذا الدجاج، الخ) یعنی لو ألقیت دجاجة حال غلیان الماء قبل أن یشقّ بطنها لتنتف، أو کرش، قیل: أن یغسل إن وصل الماء إلی حد الغلیان ومکثت فیه بعد ذلک زماناً یقع فی مثله التشرب والدخول فی باطن اللحم، لاتطهر أبداً". (حاشیة الطحطاوی، کتاب الطهارات، باب الأنجاس، ص: ۱۶۰، قدیمی).

(۴) "ولو ألقیت دجاجة حالة الغلیان فی الماء قبل أن یشقّ بطنها لتنتف، أو کرش قبل الغسل، لایطهر أبداً، لکن علی قول أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ یجب أن تطهر علی قانون ماتقدم فی اللحم. قلت: وهو سبحانه أعلم هو معلل بتشربهما النجاسة المتحللة فی اللحم بواسطة الغلیان، وعلی هذا اشتهر أن اللحم السمیط بمصر نجس لایطهر، لکن العلة المذکورة لاتثبت حتی یصل الماء إلی حد الغلیان، ویمکث فیه اللحم بعد ذلک زماناً یقع فی مثله التشرب والدخول فی باطن اللحم، وکل من الأمرین غیر متحقق فی السمیط الواقع حیث لایصل الماء إلی حد الغلیان، ولایترک فیه إلا مقدار ماتصل =

یہ حکم بوقتِ مجبوری ہے، جن ممالک میں قانون نہیں ہے اس جگہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

احمد ابراہیم بجات غفرلہ، خادم دارالافتاء دارالعلوم فلاح دارین۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مکرم ومحترم زیدَ مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جواب- ماشاء اللہ- مکمل ہے، حوالے بھی کافی ہیں برتقدیرِ صحتِ سوال جواب صحیح ہے۔ یہ بات اہل تجربہ سے متعلق ہے کہ ایسے نیم گرم پانی سے بال بسہولت دور ہو بھی جاتے ہیں کہ جس سے گوشت میں نجاست اثر نہ کرے، یا اس کے لئے تیز گرم پانی ضروری ہے جس سے نجاست گوشت میں سرایت کر جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۴ھ۔

مشینی مرغی اور اس کے انڈے کھانا کیسا ہے؟

سوال[۸۶۳۳]: زمانۂ حال میں مرغیاں بغیر مرغ کے انڈے دیتی ہیں، یعنی مشین سے انڈے دلوائے جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ بجائے مرغی کے مشین بچہ نکالتی ہے۔ تو اب اس انڈے اور اس مرغی کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشین کے ذریعہ نکلوائے ہوئے انڈے اور بچے (مرغ) کا کھانا شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الحرارة إلى سطح الجلد، فتنحل مسام السطح عن الصوف، بل ذلک الترک یمنع من جودة انقلاع الشعر". (فتح القدیر، باب الأنجاس وتطهیرها: ۱/۲۱۰، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۱) راجع: (أحسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة: ۸/۱۲۵، سعید)

جھٹکے کا گوشت کھالیا تو کیا کرے؟

سوال[۸۶۳۴]: ہمارے ایک دوست ظفر علی خاں کو ایک ہندو نے گوشت کی دعوت دی جس میں کھانے پر گلزار خاں، سلطان خاں اور ظفر علی خاں تھے، ہم نے مل کر کھانا کھالیا اور ہمیں دس دن بعد پتہ چلا کہ وہ گوشت جھٹکے کا تھا۔ جب ہمیں معلوم ہوا تو بڑا افسوس ہوا۔ اب فرمایئے کہ ہم اس کا کیا طریقہ اختیار کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب نادم ہو کر خدا کے سامنے توبہ واستغفار کریں۔ جس نے جان بوجھ کر جھٹکے کا گوشت کھایا، یا کھلایا، وہ بڑا مجرم ہے اور سخت گنہگار ہے۔ نہا دھو کر اول دو رکعت نمازِ توبہ کی نیت سے پڑھے، پھر خدا کے سامنے روئے گڑگڑائے کہ: یا الٰہ! میرے اس جرمِ عظیم کو معاف فرما، آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا (۱)، اور جن کو یہ کھلایا ہے ان سے بھی معافی مانگے (۲)۔ جب سچے دل سے توبہ ہوتی ہے تو باری تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔

---

(۱) "ومنه صلاة الاستغفار بمعصية وقعت منه، لما روى عن على عن أبى بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ما من عبد يذنب دنباً فيتوضأ، ويحسن الوضوء، ثم يصلى ركعتين فيستغفر الله، إلا غفرله". (حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل فصل فى صلوة النفل جالساً، ص: ۴۰۲، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الصلوة، مطلب فى صلوة الحاجة: ۲/۲۸، سعيد)

(وكذا فى بهشتى زيور، نماز توبه كا بيان، ص: ۱۴۶، دارالإشاعت كراچى)

(۲) "(ان للتوبة) ثلاثة أركان .... فإن كانت المعصية لحق آدمى، فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذلك الحق، وأصلها الندم، وهو ركنها الأعظم". (شرح النووى على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذا فى روح المعانى، سورة التحريم، تحت قوله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۸، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿قل يٰعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لاتقنطوا من رحمة الله، إن الله يغفر الذنوب=

دھوبی کے گھر کا کھانا

سوال[۸۶۳۵]: دھوبی کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک ناپاکی کا علم نہ ہو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳/۱۱/۸۹ھ۔

کھانا گرم کھانا، چائے گرم پینا

سوال[۸۶۳۶]: گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا گیا ہے، مگر آج کل گرم چائے اور گرم کھانے کا رواج ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

= جميعاً﴾. (سورة الزمر: ۵۳)

"التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۲۰۶، قديمی)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمی)

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ويكره الأكل والشرب فی أوانی المشركين قبل الغسل، ومع هذا لوأكل أوشرب فيها قبل الغسل، جاز، ولايكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأوانی، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب و يأكل منها قبل الغسل، و لو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة، الخ: ۵/۳۴۷، رشيديه)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون فی قدورهم حتى يغسلوها". (النتف فی الفتاوى، كتاب الجهاد، باب مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب فی أوانی المشركين مكروه، ولابأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم و فی الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلى به المسلم مرةً أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصی: ۴/۳۴۶، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

گرم کھانا جو برداشت نہ ہوسکے اس سے منع کیا گیا ہے(۱) اور جو برداشت ہوسکے اس سے منع نہیں کیا گیا، ورنہ روٹی، سالن، چائے سبھی گرم کھائی جاتی ہیں اور ٹھنڈا کرنے سے اس کی لذت اور خاصیت میں فرق آجاتا ہے۔ یہی حال چائے کا ہے، ٹھنڈا کرنے کے بعد وہ چائے نہیں رہے گی، بلکہ شربت بن جائے گی، شروح حدیث سے یہی تفصیل مستفاد ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۱/۸۹ھ۔

کھانے پر پھونک مار کر کھانا

سوال[۸۶۳۷]: کھانے کی چیزوں پر پھونک مارنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گرم کھانے پر پھونک مار مار کر کھانا خلافِ ادب ہے(۳)۔ ذرا صبر کرنا چاہیے تاکہ زیادہ گرم نہ ہو اور

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "أبردوا بالطعام، فإن الطعام الحارّ غير ذي بركة". "وعنه أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم أتي بصحفة تفور، فأسرع يده فيها، ثم رفع يده، فقال: "إن الله لم يطعِمنا ناراً". (مجمع الزوائد، باب الطعام الحارّ: ۲۰/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وعن خولة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: دخل عليَّ رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، فجعلتُ له حريراً فقدمتُها إليه، فوضع يده فيها فوجد حرها فقبضها، فقال: "ياخولة! لا نصبر على حر و لا على برد، يا خولة! إن الله أعطاني الكوثر و هو نهر في الجنة، وما خلق أحب إلي ممن يرد من قومک". (مجمع الزوائد، باب الطعام الحار: ۲۰/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "سألت أبا يوسف رحمه الله تعالیٰ عن النفخ في الطعام هل يكره؟ قال: لا، إلا ماله صوت مثل أف". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۳۳۶/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية: ۳۶۰/۴، رشيديه)

سہولت سے کھایا جاسکے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۵ھ۔

کوکا کولا

سوال[۸۶۳۸] : ایک بوتل جس میں ۷۵/ملی گرام پانی ہے، اس میں چند قطرے شراب کے ڈالنے پر نشہ یا رنگ یا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا۔ بعض ادویات کے اندر شراب ملی ہوئی آتی ہے جس سے بچنا بہت مشکل ہے، یا مثلاً کوکا کولا اس میں تحقیق ہے کہ اس کے اندر شراب ہوتی ہے، اس کو لوگ بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اس کی پوری کیفیت لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شراب حرام ہے، اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے(۲)، خواہ نشہ، ذائقہ، رنگ آئے یا نہ آئے۔ کوکا کولا میں شراب کا ہونا معلوم نہیں، اس کی حرمت کا فتویٰ بلا تحقیق نہیں دیا جاسکتا(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۶/۲۴ھ۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "أبردوا بالطعام، فإن الطعام الحار غير ذي بركة". "وعنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتي بصحفة تفور فأسرع يده فيها، ثم رفع يده، فقال: "إن الله لم يطعمنا ناراً". (مجمع الزوائد، باب الطعام الحار: ۵/۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولا يؤكل طعام حار، ولا يشم، ولا ينفخ في الطعام والشراب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل: ۵/۳۳۶، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۶۰، رشيديه)

(۲) "وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع". (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۸، سعيد)

(۳) مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ چند مشروبات کے متعلق ایک سوال کے جواب تحریر فرماتے ہیں: "میں تو ان مشروبات کو پیتا ہوں، اگر کسی کو تحقیق ہو کہ یہ مشروبات ناپاک ہیں تو نہ پئے"۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، متفرق مسائل، پیپسی، مرنڈا وغیرہ بوتلوں کا حکم: ۸/۴۶۴، مکتبہ لدھیانوی)

(وكذا في أحسن الفتاوىٰ، كتاب الأشربة، الکحل والے مشروبات وما کولات کا حکم: ۸/۴۸۶، سعيد)

الفصل الخامس في المتفرقات

دوست کی چیز کھالینا

سوال[۸۶۳۹]: زید کی بکر سے زیادہ بے تکلفی ہے، ایک دوسرے کی چیز بغیر اجازت کھالیتے ہیں۔ تو شرعی نظر سے سے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک کو دوسرے کی طرف سے اجازت ہے اور چیز کھالینے سے آپس میں ناخوش نہیں ہوتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں تو شرعاً بھی درست ہے۔ اگر ناخوش ہوتے ہوں تو بلا اجازت جائز نہیں: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه". الحديث(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

اہل وعیال کے لئے ذخیرہ جمع کرنا

سوال[۸۶۴۰]: خداوند کریم نے قرآن پاک میں تمام مخلوق کے لئے روزی دینے کا وعدہ کیا ہے(۲)، ایسی صورت میں کیا ہم لوگ اپنے بیوی بچوں کے لئے کچھ دولت جمع کر سکتے ہیں؟ اور ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الغصب: ۴/۱۷۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في تنبيه الغافلين، باب ماجاء في الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه پشاور)

(وكذا في كنز العمال، الفرع الثاني في الإحكام المتفرقة: ۱/۹۲، (رقم الحديث: ۹۷)، مكتب التراث الإسلامي حلب)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿و ما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها﴾ (سورة هود: ۶)

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث شریف میں ہے کہ اپنے وارثوں کو ایسی حالت میں چھوڑنا بہتر ہے کہ وہ دستِ سوال دراز نہ کریں (۱)، لہذا اس کا اعتماد ہو جائے۔ ایسا بھی نہ ہو کہ اولاد کی خاطر حرام حلال کی تمیز ختم کردی جائے (۲)۔ اور خدائے پاک کے حکم کو توڑ دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) "عن سعد بن أبي وقاص قال: جاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يعوُدني وأنا بمكة وهو يكره أن يموت بالأرض التي هاجر بينهما، فقال: "يرحم الله ابن عفراء" قلت: يارسول الله! أوصي بمالي كله؟ قال: "لا" قلت: فالشطر؟ قال : "لا" قلت: فالثلث؟ قال: "الثلث والثلث كثير .... إنك إن تدع ورثتك أغنياء خيرٌ من أن تدعهم عالةً يتكففون الناس في أيديهم". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: أن يترك ورثتك أغنياء خيرٌ من أن يتكففوا الناس : ۱/۳۸۳، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الوصية : ۲/۳۹، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجاء فيما لايجوز للموصي في ماله: ۲/۳۹۵، دارالحديث ملتان)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عيه وسلم قال:" يأتي على الناس زمان لا يبالي المرء ما أخذ منه: أمِنَ الحلال أم من الحرام". (صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب من لم يبال من حيث كسب المال: ۱/۲۷۶، قديمي)

"عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "الحلال بيّنٌ والحرام بيّنٌ، و بينهما مشتبهات لا يعلمها كثيرٌ من الناس، فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه و عرضه، و من وقع في الشبهات كراعٍ يرعى حول الحمى، يوشك أن يواقعه، ألا! و إن لكل ملك حمى، ألا! إن حمى الله في أرضه محارمه". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب من استبرأ لدينه : ۱/۱۳، قديمي)

"عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عيه وسلم : "طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب و طلب=

پردہ نشین بیوی کی کمائی

سوال[۸۶۴۱]: اپنی بیوی کی کمائی جوکہ پردہ نشین ہےاوراردو اسکول کی معلّمہ ہے۔ایسی کمائی مرد کیلئے جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز کمائی خوشی سے دے تو جائز ہے(۱)،مگر بیوی کی کمائی پر نظر رکھنا خلافِ غیرت ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۹۶/۲/۲۶ھ۔



= الحلال، الفصل الثالث، ص: ۲۴۲، قديمى)

(۱) "لايحل مال امرئ مسلم إلابطيب نفس منه". (مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الغصب: ۱۷۲/۴، دارالكفر بيروت)

(ومشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانى، ص: ۲۵۵، قديمى)

(وتنبيه الغافلين، باب ماجاء فى الظلم، ص: ۳۰۲، مكتبه حقانيه پشاور)

باب الضیافات والهدایا

الفصل الأول فی ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

دعوت کھانے اور دعوت کرنے کا ثبوت

سوال [۸۶۴۲]: میں نے اپنے ایک دوست کو اپنے مکان پر کھانا کھانے کی دعوت دی، مگر وہ مغرور دعوت میں نہیں آیا اور اپنے گھر پر کھانا کھایا۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ گھر میں کھانا حرام ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب لوگ اپنے گھر پر کھانا کھاتے ہیں، اور جب موقع ہو دعوت بھی کرتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود بھی اپنے گھر پر کھانا کھایا ہے اور دوسروں کو بھی کھلایا (۱)، اور دوسروں نے بھی آپ کی دعوت کی اور آپ تشریف لے گئے اور اس کے گھر پر کھانا کھایا ہے (۲)۔ جو شخص خلوص سے دعوت کرے اور حلال

---

(۱) "وعنه رضي الله تعالىٰ عنه قال: أقام النبي صلى الله عليه وسلم بين خيبر والمدينة ثلث ليال يبنى عليه بصفية، فدعوت المسلمين إلى وليمته، وما كان فيها إلا أن أمر بالأنطاع فبسطت، فألقى عليها التمر والأقطّ والسمن". رواه البخاری".

"وعنه رضي الله تعالىٰ عنه قال: "أولَمَ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حين بنى زينب بنت جحش، فأشبع الناس خبزاً ولحماً". رواه البخاری". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۸، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول، قديمی)

(۲) "وعن سفينة أن رجلاً ضاف عليَّ بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأكل معنا، فدعوه". (مشكوة =

کھانا کھلائے، اس کی دعوت قبول کرنا سنت ہے(۱)، اگر کوئی عذر ہوتو معذرت کردی جائے۔ جو شخص ریا کاری اورفخر کے لئے کھلائے، یا حرام کھانا کھلائے تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے (۲)۔ بغیر دلیلِ شرعی کسی کومغرور

= المصابيح: ۲/۲۷۸، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول، قديمى)

"وعن أنس (رضى الله تعالىٰ عنه) أن خياطاً دعا النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لطعام صنعه، فذهبت مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، فقرب خبز شعير ومرقاً فيه دباء وقديد، فرأيت النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يتتبع الدّباء من حوالى القصعة، فلم أزل أحب الدباء بعد يومئذٍ". متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۶۴، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، قديمى)

(۱) "وعن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "حق المسلم على المسلم خمس، ردّ السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس". متفق عليه".

"وعنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "حق المسلم على المسلم ست". قيل: ماهن يارسول الله؟ قال: "إذا لقيته فسلم عليه، وإذا دعاک فأجبه". الحديث". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المريض، الفصل الأول: ۱/۱۳۳، قديمى)

"وعن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا دعى أحدكم إلى طعام فليجب، فإن شاء طعم، وإن شاء ترک"، رواه مسلم".

"وعن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من دعى، فلم يجب، فقد عصى الله ورسوله". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول: ۲/۲۷۹، قديمى)

(۲) "عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "المتباريان لا يجابان ولا يؤكل طعامهما". قال الإمام أحمد (رحمه الله): يعنى المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً.

"وعن عكرمة عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهم أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن طعام المتبارئين أن يؤكل". رواه أبوداؤد". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۹، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثانى، قديمى)

کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند ۳۰/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۵/۸۸ھ۔

سود خوار اور فاسق معلن کی دعوت قبول کرنا

سوال[۸۶۴۳]: سودخور یا کسی فاسق معلن کے مکان میں ضیافت قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟ آیتِ قرآن: ﴿لعن الذين كفروا من بنى إسرائيل على لسان داؤد وعيسىٰ ابن مريم، ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون﴾(۱) کی تفسیر میں موجود ہے:

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لما وقعوا بنو إسرائيل فى المعاصى، نَهتُهم علمائهم، فلم ينتهوا، فجالسوا فى مجالسهم وأكلوهم وشاربوهم، فضرب الله قلوب بعض ببعضهم، ولعنهم على لسان داؤد وعيسىٰ ابن مريم: ﴿ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون﴾ ثم جلس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وكا ن متكئاً فقال: "لا، والذى نفسى بيده! حتى تأطروهم على الحق". أخرجه الترمذى.

وأخرج أبوداؤد: "كلا، والله! لتأمرنّ بالمعروف ولتنهونّ عن المنكر، ثم لتأخذنّ على يد الظالم ولتأطرن على الحق إطراً أو ليضربنّ الله قلوب بعضكم ببعض، ثم يلعنكم كما لعنهم"(۲).

---

(۱) (سورة المائدة: ۷۸)

(۲) (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۷۸): ۸۳/۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

"عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أول مادخل النقص على بنى إسرائيل كان الرجل يلقى الرجل، فيقول: ياهذا! اتق الله ودع ما تصنع، فإنه لايحل لک، ثم يلقاه من الغد فلا يمنعه ذلک أن يكون أكيله وشريبه وقعيده، فلما فعلوا ذلک ضرب الله قلوب بعضهم على بعض، ثم قال: ﴿لعن الذين كفروا من بنى إسرائيل على لسان داؤد وعيسىٰ ابن مريم -إلى قوله- فاسقون﴾. ثم قال: "كلا والله لتأمرنّ بالمعروف، ولتنهونّ عن المنكر، ولتأخذن على يدى الظالم، ولتأطرنه على الحق إطراً، أو لتقصرنّه على الحق قصراً". "عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه =

﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾(۱) کے تحت تفسیر احمدی،ص:۳۸۸، میں ہے:

"وإن القوم الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر، والقعود مع کلهم ممتنع"(۲)۔

آیت کریمہ:﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا﴾(۳) کے تحت تفسیر روح البیان:۲/۱۳۶، میں موجود ہے:

"ودخل فی الرکون إلی الظالم المداهنةُ والرضاء بأقوالهم وأعمالهم ومحبةُ مصاحبتهم ومُعاشَرتِهم. روی أن الله تعالی أوحی إلی یوشع ابن نون: (أنی أهلِكُ من قومك أربعین ألفاً من خیارهم، وستین ألفاً من شرارهم) فقال: مابال الخیار؟ (إنهم لم یبغضوا ببغضه، فکانوا یُواکلونهم ویشاربونهم)"(٤)۔

اورآیتِ کریمہ:﴿وعلی الثلثة الذین خلّفوا حتی إذا ضاقت علیهم الأرض بما رحبت، وضاقت علیهم أنفسهم، وظنوا أن لاملجأ من الله إلا إلیه، ثم تاب علیهم لیتوبوا﴾(٥) حضرت کعب ابن مالک ومرارہ ابن ربیع وہلال ابن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں وارد ہوا تھا جو بلا عذرِ شرعی جہاد میں شریک نہ ہوئے تھے،اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ترکِ سلام وکلام ومعاملات کا حکم صادر فرمایا تھا،صحیح بخاری میں اس کی تفسیر میں ہے:

"نهی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن کلامی وکلام صاحبیّ، فاجتنبت الناس کلامنا، فلبثت کذلك حتی طال علیّ الأمر، وما من شئ أهمّ إلیّ من أن أموت، فلایصلی علیّ

= عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بنحوه، زاد: "أو لیضربن الله بقلوب بعضکم علی بعض، ثم لیلعننّکم کما لعنهم". (سنن أبی داؤد: ۲/۵۹٦، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، دارالحدیث ملتان)

(۱) (سورة الأنعام :٦٨)

(۲) (التفسیرات الأحمدیه فی بیان الآیات الشرعیة، ص: ۳۸۸، مطبع الکریمی بمبی)

(۳) (سورة الهود : ۱۱۳)

(۴) (روح البیان، (سورة هود: ۱۱۳): ۲/۱۲۹)

(۵) (سورةالتوبة: ۱۱۸)

النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم، أو یموت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فأکون من الناس بتلك المنزلة، فلایکلمنی أحدٌ منهم، فلایصلی أحدٌ علیّ"(۱)۔

اور صحیح بخاری، کتاب الجهاد میں ہے:

"ولا یکلمنی أحد، وآتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم، فأسلّم علیه وهو فی مجلسه بعد الصلوۃ، فأقول فی نفسی: هل حرك شفتیه بردّ السلام علیَّ أم لا .... حتی تسورت جدار حائط أبی قتادہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه –وهو ابن عمی وأحب الناس إلیّ– فسلمت علیه، فواللّٰہ! ما ردّ علیّ السلام، حتی مضت أربعون لیلةً من الخمسین إذا رسول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یأتینی، فقال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یأمرك أن تعتزل امرأتك، وأرسل إلی صاحبیّ مثل ذلك. فقلت لامرأتی: ألحقی بأهلك، فتکونی عندهم حتی یقضی اللّٰہ فی هذا الأمر، الخ"(۲). مشکوۃ شریف، ص: ۲۷۹(۳)۔

"نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم عن إجابة طعام الفاسقین". رواہ البیهقی(٤)۔

مشہور حدیث میں جو دعائے قنوت ہے، اس میں ہم کو تعلیم دی گئی ہے: "ونترك من یفجرك" اور سود خور کا اشد فاسق ہونا آیتِ کریمہ: ﴿فإن لم تفعلوا، فأذنوا بحربٍ من اللّٰہ ورسوله﴾(٥) سے مفہوم ہوتا ہے۔

مشکوۃ شریف، ص: ۲۴۵، "لیأتینّ علی الناس زمانٌ لایبقی أحدٌ إلا أکل الربوٰ، فإن لم یأکل أصابه من بخاره". وفی روایة: "من دخانه"(٦)۔ اس کی شرح مرقاۃ: ۳/۳۱۱، میں مرقوم ہے:

---

(۱) (صحیح البخاری: ۲/۶۷۵، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿وعلی الثلثة الذین خلّفوا﴾، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری: ۲/۶۳۵، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، قدیمی)

(۳) (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الأول: ۲/۲۷۹، قدیمی)

(۴) (مشکوۃ المصابیح: ۲/۲۷۹، کتاب النکاح، باب الولیمة، قدیمی)

(۵) (سورۃ البقرۃ: ۲۷۹)

(٦) (مشکوۃ المصابیح: ۱/۲۴۵، کتاب البیوع، باب الربوٰا، الفصل الثانی، قدیمی)

"أی یصل علیه أثره بأن یکون شاهداً فی عقد الربوا أو کاتباً أو اکلاً من ضیافة أکله وهدیته"(۱).

اس حدیث میں سودخور کی ضیافت قبول کرنے کو سودخوری قرار دی گئی ہے، اور سودخور کا مال مشتبہ ہوتا ہے، مشکوۃ، ص:۲۴۱، میں ہے:

"الحلال بیّنٌ والحرام بیّنٌ، وبینهما مشتبهات، فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه، ومن وقع فیها وقع فی الحرام"(۲).

ان نصوصِ صریحہ سے سود خور، یا فاسق معلن کی ضیافت قبول کرنا ممنوع وناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

عالم گیری، مطبوعہ مصر:۳۷۹/۵، میں ہے:

"ولایجب دعوة الفاسق المعلن، لیعلم أنك غیر راض بفسقه، وکذا دعوة من کان غالب ماله من حرام مالم یخبر أنه حلال، وبالعکس یجیب مالم یتبین عنه أنه حرام، کذا فی التمرتاشی"(۳).

الأشباه والنظائر کے حاشیہ میں ہے:

"فی التمرتاشی فی باب المسائل المتفرقة من کتاب الکراهیة: رجل له مالٌ حرام اختلطه بمال من الربا أوالرشاء أو الغلول أوالسحت أومن مال الغصب أوالسرقة أوالخیانة أومن مال الیتیم، فصار مالُه کله شبهةً، لیس لأحد أن یشارکه .... أویقبل هدیته أو یأکل فی بیته"(٤).

(۱) (مرقاة المفاتیح، کتاب البیوع، باب الربا، الفصل الثانی: ۶۰/۶، رشیدیه)

(۲) (مشکوة المصابیح: ۲۴۱/۱، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الأول، قدیمی)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۴۳/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، رشیدیه)

(۴) (الأشباه والنظائر: ۳۱۰/۱، القاعدة الثانیة: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، إدارة القران کراچی)

ان روایات سے فاسق معلن اور سود خور کی ضیافت قبول کرنا ناجائز ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف عالم گیری کی دوسری روایت اور الأشباہ والنظائر کی روایت سے فاسق معلن اور سود خور کی ضیافت کا قبول کرنا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے:

"وفي الروضة: يجيب دعوة الفاسق، والورعُ أن لايجيبه، كذا في الوجيز للكردري. اكل الربوٰ وكاسب الحرام لوأهدى إليه أو أضافه، وغالب ماله حرامٌ، لايقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلالٌ وَرِثَه أو استقرضه. وإن كا ن غالب ماله حلالاً، لابأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط"(۱)۔

الأشباه والنظائر، ص:۱۳۵ میں ہے:

"إذاكان غالب مال المهدى حلالاً، فلابأس بقبول هديته أو أكل ماله مالم يتبين أنه حرام. وإن كان غالب ماله الحرام، لايقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه"(۲)۔

اب جواب طلب یہ امر ہے کہ جو روایاتِ فقہیہ سود خوار فاسق معلن کی ضیافت قبول کرنے کے جائز ہونے پر دال ہیں، نصوصِ قرآن وحدیث کے مخالف ہیں، وہ روایات مقبول وقابلِ عمل ہوں گی یا نہیں؟

دوم: الأشباه والنظائر میں ہے: "إذاتعارضا دليلان أحدهما يقتضى التحريم والاٰخر الإباحة، قدّم التحريم"(۳)۔ اس وجہ سے روایتِ عدمِ جواز مقدم ہوگی یا نہیں؟

سوم: اگر روایاتِ جواز کے یہ معنی لئے جائیں کہ سود خور، سود خوری ترک کرنے کے بعد اور کاسبِ حرام کسبِ حرام ترک کرنے کے بعد ضیافت کرے تب یہ حکم ہوگا تو اس صورت میں دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تنازع باقی نہیں رہے گا۔ اگر یہ معنی نہ ہوں تو اس کا یہ قول: "میرا غالب مال حلال ہے، یا مالِ موروثہ، یا مقروضہ"

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۴۳/۵، کتاب الکراهية، الباب الثاني عشر، رشيديه)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۳۰۹/۱، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (الأشباه والنظائر: ۳۰۲/۱، الفن الأول في القواعد الکلية، القاعدةالثانية، إدارة القرآن کراچی)

کس طرح قابلِ قبول ہوگا؟ درمختار میں ہے:"لایقبل شهادة من یأکل الربوٰا"(۱)۔ حاصل کلام اس روایت کے صحیح ہونے کی تقدیر پراس پرعمل کیسے ہوسکتا ہے؟

روح الامین،۴۲،مرزاپوراسٹریٹ،کلکتہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من دُعی فلم یُجب، فقد عصی الله ورسوله". رواه أبوداؤد۔ "وعنه رضی الله تعالیٰ عنهما: "إذا دعی أحدکم إلی الولیمة، فلیأتها". أبوداؤد۔ "وعنه رضی الله تعالیٰ عنه: "إذا دعی أحدکم أخاه، فلیجب، عرساً کان أو نحوه" أبو داؤد(۲)۔

قال الشیخ عبدالحق محدث الدهلوی قدس الله سره: "إجابة الولیمة مستحبةٌ، وقیل: واجبةٌ، وقیل: فرض کفایةٍ؛ لأنها إکرام الموالاة أشبه بردّ السلام. وهذا إذا عیّن الداعی المدعوّ بالدعوة، فإذا لم یعینه، لم یَجِب الإجابة، بل لایستحب؛ لأن الإجابة معلل بما فیها من کسر قلب الداعی، وإذا عمّم فلا کسر. ویسقط الإجابة بأعذار، نحو: کون الشبهة فی الطعام، أوحضور الأغنیاء فقط، أومن لایلیق مجالسته، أویدعو لجاهه، أولتعاونه علی باطل، أو کون المنکر هناك مثل الغناء وفرش الحریر". هامش مشکوة(۳)۔

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "المتباریان لایجابان، ولایوکل طعامهما"۔ قال الإمام أحمد رحمه الله تعالیٰ: یعنی المتعارضین بالضیافة فخراً ورياءً"۔

"عن عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه قال: نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه

---

(۱) (الدرالمختار: ۴۸۳/۵، کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه، سعید)

(۲) (سنن أبی داؤد: ۵۲۵/۲، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی إجابة الدعوة، دارالحدیث)

(۳) (لمعات علی هامش المشکوٰة: ۲۷۸/۲، باب الولیمة، الفصل الأول، حاشیة: ۲)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح: ۳۷۰/۶، ۳۷۱، مکتبه حقانیه پشاور)

وسلم عن إجابة طعام الفاسقين"۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فليأكل من طعامه ولا يسأل، ويشرب من شرابه ولايسأل". روى الأحاديث الثلثة البيهقي في شعب الإيمان، وقال: هذا إن صح، فلأن الظاهر أن المسلم لايطعمه ولا يسقيه إلا ما هو حلال عنده". مشكوة(۱)۔

"قوله: "ولايسأل" بحيث يفضي إلى سوء الظن وإيذائه، ويستكشف حقيقة الحال من غير سؤال وإيذاء، وذلك إذا لم يعلم فسقه وظلمه وتجاوُزه عن الحدّ. وبالجملة إذا علم بيقين أو غلبة الظن أنه محتاط في أمر طعامه، فذلك وإن تساويا فالاحتياط في الترك. وإن كان له وجوه متعددة في الرزق: بعضها طيبٌ وبعضها خبيث، وأحسن الظن باحتمال أنه يأكل من الوجوه الطيبة، فله وجه الجواز. وإن تعين أنه لايحتاط، أو تعين أنه يأكل الحرام وليس له إلامدخل سوء، فكلّا". لمعات على هامش مشكوة، ص: ۲۷۹(۲)۔

یہ تین نوع کی روایتیں ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا رد کرنا معصیت ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنا کہ یہ مال حلال ہے یا حرام درست نہیں، بعض میں دعوت کے قبول کرنے کو منع کیا گیا ہے(۳)۔ تطبیق کیلئے ہر ایک کا محمل الگ الگ قرار دیا جائے گا، نوع اول کا محل یہ ہے کہ اگر کوئی مخلص حلال مال

---

(۱) (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۹، باب الوليمة، الفصل الثالث، قديمي)

(۲) (لمعات على هامش مشكوة المصابيح: ۲/ ۲۷۹، الفصل الثالث، حاشيه: ۳)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۶/۲۷۷، مكتبه حقانيه پشاور)

(۳) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلابأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلالٌ ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع.......... ولودعى إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصيةٌ ولابدعةٌ، وإن لم يجبه كان عاصياً. والامتناع أسلم في زماننا، إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولامعصية، كذا في الينابيع". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۲، ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، سعيد)

سے دعوت کرے اور وہ منکرات سے خالی ہو اور رد کرنے میں دل شکنی ہوتی ہو اور قبول کرنے میں کوئی عذر بھی نہ ہوتو اس کا رد کرنا بُرا ہے، بلکہ خوشی سے اس کو قبول کرنا چاہیے (۱)۔ اگر ان امور میں سے کوئی امر مفقود ہوتو حکم بدل جائے گا جیسا کہ شیخ عبدالحقؒ کی عبارت اس پر شاہد ہے۔

نوعِ ثانی کا محمل یہ ہے کہ اگر کسی کے متعلق یقین یا غلبۂ ظن ہو کہ یہ امورِ معاش میں محتاط ہے تو پھر خواہ مخواہ محض احتمالِ عقلی کی بناء پر کج وکاؤ کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ بدظنی ہے جو کہ مسلم کی دل آزاری کا سبب ہے:

قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم، ولا تجسسوا﴾ (۲)۔

نوع ثالث کا محمل یہ ہے کہ جس کے متعلق یقین یا قرائن سے ظن غالب ہو کہ اس کا تمام یا اکثر مال حرام ہے، اس سے دعوت کرتا ہے، یا وہ مجلس دعوتِ منکرات پر مشتمل ہے (۳)، یا اس کی نیت فاسد اور غیر

---

(۱) قال القاري رحمه الله تعالىٰ: "ومن ترك الدعوة: أي إجابتها من غير معذرة، فقد عصى الله ورسوله، وإنما عصى الله؛ لأن من خالف أمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقد خالف أمر الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ۳۷۲/۶، باب الوليمة، الفصل الأول، رشيديه)

(۲) (سورة الحجرات: ۱۲)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالىٰ: "وكذلك سوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظورٌ مزجورعنه، وهومن الظن المحظورالمنهيّ عنه.......... وقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إيّاكم والظنّ، فإن الظن أكذب الحديث". فهذا من الظن المحظور، وهو ظنه بالمسلم سوءاً من غيرسبب يوجبه، وكل ظن فيما له سبيل إلى معرفته مما تعبّد بعلمه، فهو محظور .... قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا ظننتم، فلا تحققوا". فهذا من الظن الذي يعرض بقلب الإنسان في أخيه مما يوجب الريبة، فلاينبغي أن يحققه .... فنهى الله تعالىٰ في هذه الآيات عن سوء الظن بالمسلم الذي ظاهره العدالة والستر". (أحكام القرآن للجصاص: ۶۰۴/۳، ۶۰۵، ۶۰۶، قديمي)

(۳) "ولايجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثرماله من حل بأن يكون صاحب تجارة أوزرع، فلا بأس به. وفي البزازية: غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لابأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتبيّن أنه من حرام؛ لأن أموال الناس لايخلوا من حرام، فيعتبر الغالب. وإن غالب ماله الحرام، لايقبلها ولايأكل، إلا إذا قال: إنه حلال". (مجمع الأنهر: ۵۲۹/۲، كتاب الكراهية، =

مشروع ہے(۱) تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں، قبول کرنے سے گناہ ہوگا، کہیں کم کہیں زیادہ، یعنی کہیں کراہتِ تنزیہی کہیں تحریمی، کہیں بالکل حرام، علی حسبِ اختلاف الداعی والمدعوّ والدعوۃ۔

اس تفصیل کے بعد عباراتِ فقہ، تفسیر، حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ تفسیر کے سوال میں جس قدر حوالے دیئے ہیں وہ بھی اس جواب کے مخالف نہیں، کیونکہ ''قعود مع الفساق'' کی جس جگہ ممانعت آئی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ فسق غالب ہے، ورنہ بڑی دقّت پیش آئے گی، کیونکہ مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سود سے بچا ہوا نہیں (۲)۔ اسی طرح الزواجر ابن حجر کی اور رسالہ ''معاصی'' مصنفہ ابن نجیم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص عادۃً ملنا دشوار ہے جو اس قسم کے امور سے قطعاً محفوظ ہو(۳)۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ

= فصل فی الأكل، دارإحياء التراث العربی بيروت)

"ومن الأعذار المسقطة للوجوب أوالندب أن يكون فی الطعام شبهةٌ، أويخص بها الأغنياء، أوهناك مَن يتأذى بحضوره، أولاتليق به مجالسته، أويدعی لدفع شره، أو لطمعه فی جاهه، أوليعاونه علی باطل، أوهناك منهيّ كالخمر أواللهو أوفرش الحريروغيرذلك، الخ". (مرقاة المفاتيح: ۳۷۱/۶، كتاب النكاح، باب الوليمة، رشيديه)

(وكذا فی شرح النووی علی الصحيح لمسلم: ۴۶۲/۱، باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة، قديمی)

(۱) "يدخل فی هذه القاعدة ما إذاجمع بين حلال وحرام فی عقد أونية". (الأشباه والنظائر: ۳۱۰/۱، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عن أبی هريرة عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "ليأتين علی الناس زمان لايبقی أحدٌ إلا أكل الربوا، فإن لم يأكله أصابه من بخاره". ويروی: "من غباره". رواه أحمد وأبو داؤد والنسائی وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا، ص: ۲۴۵، قديمی)

قال الملا القاری رحمه الله: "فإن لم يأكله أصابه من بخاره". "ويروی: "من غباره" أی: يصل إليه أثره بأن يكون شاهداً فی عقد الربا أو كاتباً أو آكلاً من ضيافة أكله أو هديته، والمعنی: أنه لوفرض أن أحداً سَلِمَ من حقيقته لم يسلم من أثاره وإن قلّت جداً" (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الربا: ۶۰/۶، رشيديه)

(۳) یعنی اگر ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو مجموعی مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا شخص جو کہ معاصی سے بالکل پاک ہو بظاہر ناپید ہے۔

معصومیت تو نبی کی صفت ہے، ہر شخص سے عمر میں کوئی نہ کوئی ایسا امر ضرور صادر ہوتا ہے جو عصمت کے خلاف ہو، پھر اس قدر عموم کیسے باقی رہ سکتا ہے، لامحالہ کہا جائے گا کہ غلبہ کا اعتبار ہے۔

دوسرے ایسے تعلق یا قعود کی زیادہ مخالفت ہے جس سے رضا بالفسق ظاہر ہو، جیسا کہ تفسیر روح البیان کی عبارتِ مذکورہ فی السوال سے معلوم ہوتا ہے: "والرضاء بأقوالهم وأفعالهم"۔

آیت: ﴿وعلى الثلثة الذين خلفوا﴾ الخ. اس تفسیر کے نقل کرنے سے معلوم نہ ہوسکا کہ ان صحابہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- کی تفسیق مقصود ہے (نعوذ باللہ) یا اَور کچھ، کیونکہ ان کا سودخوار وکاسبِ حرام ہونا تو کسی روایت سے ثابت نہیں۔

دعائے قنوت میں: "ونترك من يفجرك" سے یہ مراد ہے کہ جس شخص پر فسق غالب ہو، اس سے ہم کو قلبی تعلق نہیں۔ فاسق کا اطلاق جیسے عاصی پر ہوتا ہے، اسی طرح منافق پر بھی ہوتا ہے:

"مثل الفاجر يقرأ القرآن المنافق؛ لأنه قسم للمؤمن، فعطف المنافق على الفاجر". تفسیر مجمع البحار: ۳/ ۶۰۔

مشکوۃ شریف کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مشتبہ مال سے بھی احتیاطاً بچنا چاہیئے، ورنہ انجام یہ ہوگا کہ حرام تک نوبت پہنچ جائے گی، جیسا کے حدیث کے آئندہ ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے جس کو زائد از ضرورت سمجھ کر یا کسی اَور مصلحت سے نقل نہیں کیا گیا۔ پوری حدیث ملاحظہ فرمائیے تو مطلب واضح ہو جائے گا (۱)۔

عالمگیری کی بھی عبارت کا مطلب صاف ہے، وہ یہ کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اگر رضا بالفسق ظاہر ہو تو اس کو قبول کرنا درست نہیں، کما مر في تفسير روح البيان۔ اور حرام مال سے بھی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، کما تقدم مفصلاً۔

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الحلال بيّن والحرام بين، وبينهما مشتبهاتٌ لايعلمهن كثيرٌ من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمىٰ يوشك أن يوقع فيه، اهـ". (مشكوة المصابيح: ۱/ ۲۴۱، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الاول، قديمي)

حاشیۂ اشباہ کی عبارت غلط نقل کی گئی لفظ "حلال" کی جگہ "حرام" نقل ہوگیا، صحیح یہ ہے: "وفي التمرتاشي: لرجل مال حلال اختلطه مال من الربوا" (١)۔ اگر بغور عبارت کو ملاحظہ فرما لیتے تو خلجان پیدا نہ ہوتا، بلکہ معلوم ہوجاتا کہ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ احتیاطی ہے، کیونکہ اسی عبارت میں مذکور ہے "فصار كله شبهةً" (٢). اور متعین ہے کہ حرام سے بچنا واجب ہے اور مال مشتبہ سے بچنا احتیاط اور ورع ہے، واجب نہیں، جیسا کہ عالمگیری کی دوسری روایت میں روضہ سے منقول ہے (۳)، اور اشباہ شروع کتاب الحظر والإباحۃ میں ہے: "وليس زماننا زمان اجتناب الشبهات، كما فيه من الخانية والتجنيس" (٤)، پھر اس حکم کو وجوبی کیسے کہا جاسکتا ہے۔ عالمگیری کی ملتقط والی عبارت میں کسی کا کوئی خدشہ نہیں۔

اشباہ کا یہ قاعدہ: "إذا تعارضا دليلان، الخ (٥) اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو اس صفحہ کے شروع میں ذکر کیا ہے اور اس پر کلام بھی کیا ہے (٦) اور اس پر چند فروع ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "وخرجت من هذه القاعدة عدةُ مسائل" (٧)۔ یعنی اس قاعدہ سے چند مسائل مستثنیٰ ہیں: آٹھواں مسئلہ وہ ہے جس کو آپ

---

(١) (الأشباه والنظائر: ١/ ٣١٠، القاعدة الثانية، إدارة القرآن كراچی)

(٢) (الأشباه والنظائر، المصدر السابق)

(٣) (الفتاویٰ العالمكيرية: ٥/٣٤٣، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، رشيديه)

(٤) (الأشباه والنظائر: ٢/ ٤٦١، كتاب الحظر والإباحة، الفن الثانی، الفوائد (رقم القاعدة: ١٤٢٧)، إدارة القران كراچی)

(٥) "إذا تعارضا دليلان، أحدهما يقتضي التحريم والآخر الإباحة، قدّم التحريم". (الأشباه النظائر: ١/ ٣٠٢، إدارة القران كراچی)

(٦) "أورده جماعة: "ما اجتمع الحلال والحرام إلا غلب الحرامُ الحلالَ". قال العراقی: لا أصل له، وضعّفه البيهقی، وأخرجه عبد الرزاق موقوفاً علی ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، وذكره الزيلعی شارح الكنز فی كتاب الصيد مرفوعاً". (الأشباه والنظائر: ١/ ٣٠٢، القاعدةالثانية، إدارة القرآن كراچی)

(٧) (الأشباه والنظائر، الفن الأول فی القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ١٤٤٧): ١/ ٣٠٦، إدارة القرآن كراچی)

اس کے معارض سمجھ رہے:"الثامنة: إذا كان غالب مال المُهدىٰ حلالاً، فلا بأس بقبول هديته، الخ"(١)۔ حالانکہ یہ مسئلہ اس قاعدہ کے معارض نہیں بلکہ مستثنیٰ ہے۔

غرض کہ جس قدر شبہات تعارض وغیرہ کے پیدا ہوئے، وہ سب قلتِ تدبر سے پیدا ہوئے۔ اگر عباراتِ مذکورہ فی السوال کو بنظرِ غائر دیکھا جاتا تو شبہات پیدا ہی نہ ہوتے۔ رہا یہ سوال کہ سودخور کا قول حلّت وحرمت کے بارے میں کیسے قبول کیا جائے، جب کہ وہ فاسق ہے؟ تو ایک احتمال جواب میں وہ بھی ہے جو آپ نے ذکر کیا۔ دوسری صورت خود ہدایہ سے نکلتی ہے:

"وشرط فى الأصل أن يكون آكل الربوا مشهوراً به؛ لأن الإنسان قلّما ينجوعن مباشرة العقود الفاسدة، وكل ذلك ربوا، الخ".(٢)۔ والتفصيل فى فتح القدير: ٣٨/٢(٣)، ويؤيده أيضاً

---

(١) "الثامنة: إذا كان غالب مال المُهدى حلالاً، فلا بأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتبين أنه من حرام. وإن كان غالب ماله الحرام، لايقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلالٌ ورثه أو استقرضه". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الفن الأول فى القواعد الكلية (رقم القاعدة: ٧٥٥): ٣٠٩/١، إدارة القران كراچى)

(٢) (الهداية: ١٦١/٣، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل، مكتبه شركت علميه ملتان)

(٣) "أما آكل الربو، فكثيرٌ أطلقوه، وقيده فى الأصل بأن يكون مشهوراً به، فقيل: لأن مطلقه لو اعتبر مانعاً لم يقبل شاهد؛ لأن العقود الفاسدة كلها فى معنى الربوٰ، وقلّ من يباشر عقود البياعات ويَسلَم دائماً منه. وقيل: لأن الربا ليس بحرام محض؛ لأنه يفيد الملك بالقبض كسائر البياعات الفاسدة وإن كان عاصياً مع ذلك، فكان ناقصاً فى كونه كبيرةً. والما نع فى الحقيقة هو ما يكون دليلاً على إمكان ارتكاب شهادة الزور وشهادة الزور حرام محض، فالدال عليها لابدّ من كونه كذلك، بخلاف أكل مال اليتيم حيث تردّ شهادته بمرة.

وقيل: لأنه إذا لم يشتهربه، كان الواقع ليس إلا تهمة آكل الربوٰ، ولا تسقط العدالة به، وهذا أقرب، ومرجعه إلى ما ذكر فى وجه تقييد شرب الخمر بالإدمان .... وأما قوله: ليس بحرام، فلا تعويل عليه، والدال على تجويز شهادة الزور منه يكفى كونه مرتكباً محظوردينه، ألا ترى إلى ماقال أبويوسف: إذاكان الفاسق وجيهاً تقبل شهادته، لبُعد أن يشهد بالزور، لِوَجاهته على ما تقدم، ثم لم يرتض ذلك؛ لأنه مخالفٌ لنص الكتاب قوله تعالى: ﴿إن جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا﴾. وأما الأول، فالربا =

ما فی المرقاة:۳/۳۱۱(۱)۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ دراصل محض قولِ فاسق کی وجہ سے یہ حکم نہیں بدلتا، بلکہ اپنا بھی اس مال کے متعلق ظن حلّت کا ہو جائے تب یہ حکم ہے، اور اگر اپنا ظن حلّت کا نہیں ہوا، بلکہ حرمت ہی کا ہے، تب قولِ فاسق معتبر نہیں:

"وإنما اعتُبر خبر الفاسق فی حل الطعام وحرمته وطهارة الماء ونجاسته إذا تأید بأکبر الرأی؛ لأن ذلك أمر خاص لایستقیم تلقیه جهة من العدول، فوجب التحری فی خبره للضرورة، وکونه أهلاً للشهادة وانتفاء التهمة عنه مالم یلزمه غیره مسلماً"(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

= لم یختص بعقد علی الأموال الربویة فیه تفاضل أونسیئة .... والحاصل أن الفسق فی نفس الأمر مانع شرعاً، غیر أن القاضی لایرتب ذلک إلا بعد ظهوره له، فالکل سواء فی ذلک". (فتح القدیر، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۴۱۳/۷، مصطفی البابی الحلبی مصر)

"وشرط أن یکون اٰکل الربوٰ مشهوراً به؛ لأن الإنسان قلّما ینجوا عن مباشرة العقود الفاسدة، وکل ذلک ربا، فلو رُدّت شهادته إذا ابتلی به، لم یبق أحدٌ مقبول الشهادة غالباً". (العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر: ۴۱۳/۷، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۱) قال علیّ القاری رحمه الله تعالیٰ: "ولایبقی أحدٌ منهم له وصف إلا وصف کونه اٰکل الربا، فهو کنایة عن انتشاره فی الناس بحیث أنه یأکله کل أحد "فإن لم یأکله أصابه من بخاره" ویروی: "من غباره": أی یصل إلیه أثره بأن یکون شاهداً فی عقد الربا أو کاتباً أو اٰکلاً من ضیافة اٰکله أوهدیته. والمعنی أنه لو فرض أن أحداً سلِم من حقیقته لم یسلم من اٰثاره وإن قلّت جداً. قال الطیبی رحمه الله تعالیٰ: المستثنی منه أعمّ عام الأوصاف نفی جمیع الأوصاف إلا الأکل، ونحن نری کثیراً من الناس لم یأکله حقیقةً، فینبغی أن یجری علی عموم المجاز، فیشمل الحقیقة والمجاز، ولذلک اتبعه بقوله التفصیلی: فإن لم یأکله حقیقةً یأکله مجازاً، والبخار والغبار مستعاران بما یشبه الربا من النار والتراب".

(مرقاة المفاتیح: ۶۰/۶، کتاب البیوع، باب الربا، الفصل الثانی، رشیدیه)

(۲) (فتح القدیر، کتاب الکراهیة: ۱۰/۱۰، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الهدایة: ۴۵۲/۴، کتاب الکراهیة، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۴۳/۸، کتاب الکراهیة، باب الأکل والشرب، رشیدیه) =

اعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۱/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۴/صفر/۵۳ھ، صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ۔

= **عربی عبارت کا ترجمہ:**

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا: ''جس شخص کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی'' (ابوداود)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: ''جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آجانا چاہئے'' (ابوداود)۔

تیسری روایت بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب تمہیں کوئی دعوت دے تو اسے قبول کرلینا چاہئے، چاہے وہ دعوتِ ولیمہ ہو یا اسی جیسی کوئی دوسری دعوت'' (ابوداود)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے، واجب بھی کہا گیا ہے اور فرضِ کفایہ کا بھی قول ہے، اس لئے کہ دعوت کا قبول کرنا اکرام متعلقین ہے جو سلام کا جواب دینے کے مشابہ ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ دعوت دینے والے نے مدعو کو متعین کر کے دعوت دی ہو، لیکن اگر تعیین نہ کی ہو تو قبول کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب بھی نہیں، چونکہ اجابت تو اس لئے ہے کہ داعی کا دل نہ ٹوٹے اور جب دعوت میں عمومیت رہی تو دعوت قبول نہ کرنے میں دل شکنی بھی نہیں۔

اور اجابت (دعوت قبول کرنا) بوقتِ اعذار ساقط ہو جاتی ہے، مثلاً: یہ عذر کہ کھانا مشتبہ ہے، یا صرف مالداروں کی حاضری ہے، یا ایسے شخص کی دعوت ہے کہ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا مناسب نہیں ہے، یا دعوت اپنی وجاہت (بڑے پن) کی وجہ سے کررہا ہو، یا کسی باطل پر تعاون حاصل کرنے کی غرض سے کی گئی ہے، یا دعوت کی مجلس میں منکر (خلاف شرع) مثل گانے اور ریشمی فرشوں کا ہونا، ان تمام صورتوں میں وہ معذور ہے اور بر بنائے عذر قبولیت سے انکار کرسکتا ہے''۔

ریا اور فخر کی دعوت کا حکم

سوال[۸۶۴۴]: جو شخص فخر ونام آوری کی نیت سے برادری کو پلاؤ، زردہ وغیرہ کھلائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ کھانا ریا کاری ہے اور فخر ہے، لہذا سخت گناہ ہے، اس سے توبہ لازم ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یا أیها

= حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو باہم مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے''۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المتباریان'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ دو شخص جو فخر وریا کے ساتھ میزبانی میں مقابلہ کرنے والے ہوں''۔

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''تم میں سے جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس آئے تو اس سے کچھ سوال کئے بغیر (کہ یہ حلال ہے یا حرام) اس کے کھانے پینے کی چیزیں کھائے پیئے''۔

ان تینوں روایتوں کو بیہقی نے ,,شعب الایمان،، میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اگر صحیح ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر مسلمان اپنے بھائی کو وہی چیز کھلاتا پلاتا ہے جو اس کے نزدیک جائز ہوتی ہے''۔ مشکوۃ شریف۔

''اور حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ''لا یسئل''، یعنی اس طرح پوچھ گچھ نہ کرے جس سے بدظنی ہو یا اس کو تکلیف ہو بغیر پوچھے، اور بغیر تکلیف دیئے حقیقتِ حال معلوم کر سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا فسق اور ظلم حد سے تجاوز کرنا معلوم نہ ہو''۔

''خلاصہ یہ کہ جب یقین یا غلبۂ ظن سے معلوم ہو کہ یہ کھلانے میں احتیاط برتنے والا ہے، اس وقت یہ حکم ہے۔ اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو احتیاط نہ کھانے میں ہے۔ اور اگر اس کی کمائی کے ذرائع مختلف ہیں، بعض جائز بعض ناجائز اور حسنِ ظن یہ ہے کہ وہ جائز ذریعہ سے حاصل کئے ہوئے سے کھاتا ہے تو پھر کھانا جائز ہے۔ اور اگر یقین ہے کہ وہ احتیاط نہیں کرتا، یا یہ کہ حرام کھاتا ہے، یا اس کے پاس صرف حرام ذریعہ ہے تو پھر ہرگز نہیں کھانا چاہیے''۔

الـذیـن امـنـو لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والأذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یؤمن باللّٰه والیوم الأخر﴾ الآیة(۱)۔

''اے ایمان والو! تم احسان جتلاکر، یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر'' (بیان القران)۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دعوت کے لئے پیسے کی شرط

سوال [۸۶۴۵]: بعض جگہ ایسا رواج ہے کہ مولویوں اور طلبہ کو دعوت کھلانے کے بعد پیسہ دیا جاتا ہے، کیا پیسہ لینا دعوت کھا کر شرعاً جائز ہے۔ نیز پیسہ نہ دینے پر دعوت قبول نہ کرنا ان لوگوں کے متعلق شریعت میں کسی قسم کی مذمت آئی ہے یا نہیں؟ بصورت عدم جواز آخذ کے لئے یہ پیسہ اپنے کام میں لگانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس قسم کا اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا اور دینے کا کیا حکم ہے؟ ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ ہر مسئلہ مندرجہ بالا کو مع دلائل عقلیہ نقلیہ وحوالہ کتب کے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایصال ثواب جس طرح کھانا کھلا کر کرتے ہیں اسی طرح پیسے دے کر بھی کرتے ہیں تو اس میں کوئی

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۶۴)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "المتباریان لایُجابان، ولایؤکل طعامهما". قال الإمام أحمد: یعنی المتعارضین بالضیافة فخراً ورياءً". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قدیمی)

"عن أبی سعید ابن أبی فضالة رضی الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا جمع الله الناس یوم القیمة لیوم لا ریب فیه، نادی مناد: من کان أشرک فی عمل عمله لله أحداً، فلیطلب ثوابه من عند غیر الله، فإن الله أغنی الشرکاء عن الشرک". (مشکوة المصابیح، باب الریاء والسمعة، ص: ۴۵۴، قدیمی)

مضائقہ نہیں، مستحق کو جس طرح کھانا کھانا درست ہے، اسی طرح سے پیسے لینا بھی درست ہے(۱)۔ اور اگر وہ کھانا اس شرط پر کھاتا ہے کہ اگر پیسے بھی مجھے ہی دو تو میں کھانا کھاتا ہوں، ورنہ میں نہیں کھاتا تو اس میں کوئی جبر اور تلازم نہیں، دینے والے کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے کھانا کھلائے، جس کو چاہے پیسے دے۔ اور اس کو بھی اختیار ہے، دل چاہے کھانا کھائے، نہ دل چاہے نہ کھائے۔ یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ وہ کھانا جائز طریقہ پر کھلائے، اگر نا جائز طریقہ پر کھلائے تو نہ کھلانا جائز ہے نہ کھانا جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ ذی الحجہ۔

کافر کی دعوت کا حکم

سوال [۸۶۴۶]: مسلمان کو مسلمان کی دعوت قبول کرنے کا کیا حکم ہے، یعنی وجوب کا درجہ رکھتا ہے، یا سنت موکدہ کا، یا سنت غیر موکدہ کا، یا استحباب کا؟ دعوت کا رد کرنا بلا عذر گناہ ہے یا نہیں؟ اور عذر میں کوئی تفصیل ہے یا نہیں یعنی عذرِ قوی اور عذرِ ضعیف؟ اور برائے مہربانی اس سے مطلع فرمائیں کہ مسلمان کو کسی کافر کی دعوت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ اور کافر کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی دعوت کا قبول کرنا سنت موکدہ ہے، بلا عذر اس کا رد کرنا ترکِ سنت ہے(۳)۔ اور قوت وضعف

---

(۱) "وفدى لزوماً منه: أى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدراً". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: قدراً): أى التشبيه بالفطرة من حيث القدر؛ إذ لا يشترط التمليك هنا بل تكفى الإباحة، بخلاف الفطرة، وكذا هى مثل الفطرة من حيث الجنس وجواز أداء القيمة". (ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل فى العوارض: ۲/۴۲۴، سعيد)

(۲) "ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع فى السرور لا فى الشرور، وهى بدعة مستقبحة .... والحاصل أن اتخاذ الطعام عن قراءة القرآن لأجل الأكل يكره". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلوة الجنازة، مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

(۳) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "حق المسلم =

عذر پر ہی حیثیت مترتب ہے(۱)۔میلانِ قلبی کے ماتحت دعوتِ کافر اوراس کا قبول ممنوع ہے،مصالحِ شرعیہ کے پیشِ نظر حسب المصالح مشروع ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/صفر/۵۹ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف، ۳/صفر/۱۳۵۹ھ۔

= على المسلم خمس: ردّ السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض: ۱۳۳، قديمى)

(وصحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۵، قديمى)

(والصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ۲/۲۱۳، قديمى)

(۱) قال الملا على القارى: "قال المظهر: إذا دعا المسلم المسلم إلى الضيافة والمعاونة، يجب عليه طاعته إذا لم يكن ثمه ما يتضرر به فى دينه من الملاهى". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۵۲۴): ۴/۶، رشيديه)

"لاينبغى التخلف عن إجابة الدعوة العامة كدعوة العرس والختان ونحوها. وإذا أجاب، فقد فعل ما عليه، أكل أو لم يأكل، بخلاف ما إذا هجم عليه؛ لأنه قد لزمه". (تكملة فتح الملهم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردالسلام: ۴/۲۴۸، مكتبه دار العلوم كراچى)

"واختلف فى إجابة الدعوة، قال بعضهم: واجبةٌ لا يسع تركها. وقالت العامة: هى سنة، والأفضل أن يجيب إذا كانت وليمةً، وإلافهو مخير، والإجابة أفضل؛ لأنه فيها إدخال السرور فى قلب المؤمن .... لا ينبغى التخلف عن إجابة الدعوة العامة .... وإذا أجاب، فقد فعل ما عليه، أكَلَ أولم يأكل، والأفضل أن يأكل إذا كان غير صائم". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا فى خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۵۸، رشيديه)

(۲) "المجوس أو النصرانى إذا دعا رجلاً إلى طعامه، تكره الإجابة. وإن قال: اشتريتُ اللحم من السوق، فإن كان الداعى نصرانياً، فلا بأس به". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى أهل الذمة والأحكام التى تعود إليهم: ۵/۳۴۷، رشيديه)

"لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أر لحاجة، و لا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة". =

غیر مسلم کی دعوت

سوال[۸۶۴۷]: اگر ہنود شادی، غمی کے کھانوں میں دعوت کریں تو ان کے وہاں دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے ہی مسلمانوں کو ہنود کی شادی غمی میں دعوت کرنا جائز ہیں یا نہیں؟ مکمل مدلل تحریر فرمائیں۔

شیخ محمد ساجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ معاملات کے قبیل سے ہے، جیسا کہ بیع وشراء، لین دین درست ہے، یہ دعوت کرنا اور کھانا بھی درست ہے جبکہ کوئی حاجت داعی ہو (یعنی بلا ضرورت ان لوگوں سے اختلاط وتعلقات مکروہ ہیں) اور وہ کھانا پاک ہو: "أمّا من حاجة داعية، فينبغي الاحتراز عنه"۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:" ولا بأس بضيافة الذمی وإن لم يكن بينهما إلا معرفة، كذا فی الملتقط. وفی التفاريق: لابأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو حاجة، كذا فی التمرتاشی"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم الحرام/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم الحرام/ ۶۸ھ۔

= (الفتاویٰ العالمكيرية، المصدر السابق)
(وكذا فی الملتقط فی الفتاوی الحنفية، ص: ۲۷۷، مكتبه حقانيه كوئٹه)
(وأيضا الفتاوى الكاملية، ص: ۲۶۷، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر: ۳۴۷/۵، رشيديه)

"لا بأس بضيافة الذمی وإن لم يكن بينهما إلا معرفة". (الملتقط فی الفتاوی الحنفية، ص: ۲۷۷، حقانيه كوئٹه)

"فی الواقعات: مسلم دعاه نصرانيٌّ إلى ضيافته وليس بينهما صداقة و لا مخالطة غيرها بينهما فی التجارة، حل له الذهاب؛ لأنّ فيه ضرباً من البر، وقد ندبنا إليه فی حق من لم يقاتلنا فی الدين، قال تعالیٰ: ﴿لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فی الدين و لم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم و تقسطوا =

ہندوؤں کی دعوت کا حکم

سوال[۸۶۴۸]: ہندوؤں کے یہاں جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے ۱۲/ دن کے بعد بھوج یعنی دعوت ہوتی ہے جس میں ہر قسم کے کھانے تیار ہوتے ہیں اور تمام وہ لوگ جن کو دعوت دی جاتی ہے شریک ہو کر کھانا کھاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہندوؤں کے یہاں (سرادھ) یعنی مردہ بھوج مسلمانوں کو کھانا کیسا ہے؟ اس دعوت میں شریک ہو کر کھانا کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی بالکل اجازت نہیں، اس میں ہرگز شریک نہ ہوں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

فاسق کی دعوت، عوام کا چندہ اور ہدیہ

سوال[۸۶۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں:

"عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين"۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف، کتاب النکاح، باب الولیمۃ، ص: ۲۷۹، فصل ثالث میں لکھی ہوئی ہے (۲)۔

= إليهم، إن الله يحب المقسطين﴾ ومعنى الإقساط الإحسان إليهم". (الفتاوى الكاملية في الحوادث الطرابلسية، ص: ۲۶۷، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) فقہائے کرام نے کفار کے مذہبی میلوں میں شرکت پر بہت سخت حکم لگایا ہے، اسی طرح ان کی ہر مذہبی رسم اور ہر مذہبی اجتماع سے بھی ممانعت ہے، اس سے بچنا ضروری ہے:

"ومن خرج إلى السدة: أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز، كفر؛ لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه، وعلى قياس مسئلة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم يوجب الكفر". (شرح الفقه الأكبر لملا على القاري، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۶، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث: ۲/۲۷۹، قديمي)

ایک مرتبہ سہارنپور میں استفتاء کیا گیا تھا کہ فاسق کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب آیا تھا کہ فاسق معلن کی دعوت قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس سے اس حدیث کی نہی کو میں تحریمی سمجھا۔ ایک مولوی صاحب نے - جو کہ مجاز حضرت تھانوی مدظلہ کے ہیں - مجھ کو شبہ میں ڈال دیا، وہ کہتے ہیں فاسق اگر وارثوں کے حقوق نہ دیتا ہو وغیرہ۔ غرض حدیث کو مقید کردینے سے میں نے سمجھا کہ یہ محض تاویل ہے، جیسا کہ بعضوں کی عادت ہے کہ قرآن وحدیث میں تاویل کرتے ہیں اور اپنے عمل کے مطابق معنی بیان کرتے ہیں، جس سے ہم جیسوں کو حق سمجھنے میں التباس ہوجاتا ہے۔

پھر بعض اتقیاء کا گمان ہے کہ اس حدیث پر عمل بہت دشوار ہے، کیونکہ عوام تو قریب قریب سب ہی بدعتی ہیں کیونکہ عالم میں پردہ کا وجود عنقاء ہے مگر ہمارے یہاں تو شاذ ونادر مستورات میں پردہ ہے اور وارثوں کے حقوق کوئی نہیں دیتا، الاشاذ ونادر۔ پھر ضروریات دینی کا علم جو عورت اور مرد سب پر فرض ہے اس سے عوام بالکل غافل ہیں۔ پھر ہمارے اکابر دیوبند وسہارنپور حتی کہ حضرت تھانوی بھی فاسق کی دعوت قبول کرلیتے ہیں۔

اب یہ بدتمیز شاگرد نالائق ونابکار حضرت والا کی خدمت شریف میں دست بستہ عرض پرداز ہے کہ اولاً حدیث کی شرح بیان کی جائے کہ نہی اس میں مطلقاً تحریمی مراد ہے یا نہیں؟ پھر اکابر پر جو اعتراض ہے کہ فاسقوں کے چندہ ہدیہ سے اپنی اوقات بسری کرتے ہیں، ان کا جواب عنایت فرمائیں، آیا مدرسہ کی مصلحت پر ان کا مدار ہوجائے گا یا نہیں؟

۲...... بیان القرآن چوتھا سیپارہ دوسرا رکوع ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير﴾ الخ(۱)۔ آیت شریفہ کے تحت میں لکھا ہے کہ: دستی قدرت میں تو کبھی اس امر ونہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے، لیکن مودّت اور مخالطت کا بھی ترک واجب ہے، مگر بضرورۃ شدیدہ (۲)۔

اس بیان کی وجہ سے میں نے اپنے خویش واقارب کو امر بالمعروف کرکے نفع سے مایوس ہوکر مودت ومخالطت ترک کردیا تھا، اب ایک مجبوری سے یعنی بچوں کی تعلیم گھر میں نہیں ہوسکتی تھی، اکثر اوقات میں کھیل کود میں رہتے ہیں، پابندی کے ساتھ دو دن بھی نہیں پڑھتے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم گھر میں نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے

(۱) (سورة آل عمران: ۱۰۴)

(۲) (بيان القرآن، (سورة آل عمران: ۱۰۴)، ص: ۲۶۰، إدارة تاليفات اشرفيه)

ان کی تعلیم کے واسطے چلا گیا تھا۔ اب جس کے گھر رہتا ہوں، وہاں پر مستورات میں پردہ نہیں اور اس شخص کے ذمہ دوسروں کے مالی حقوق بھی ہیں۔ امر بالمعروف بہت کیا ہے، لیکن اب نفع سے مایوسی کا وقت ہے۔

اب گزارش ہے کہ محض اس مصلحت سے بچوں کی تعلیم ہو رہی ہے، یہاں رہوں یا اس حالت میں ترک موڈّت ومخالطت جو واجب ہے اس پر عمل کروں اور گھر چلا جاؤں تو اس صورت میں بچوں کو کیا کروں؟

حضرت تھانوی مدظلہ العالی کے پاس لکھنے سے فرماتے ہیں: دیوبند سہارنپور لکھو، مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اور ہر جگہ سے شفقت ومحبت کے ساتھ جواب ملے گا۔ مجھے امید نہیں، لہٰذا حضرت والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ از روئے مہربانی دونوں سوالوں کا جواب ارشاد فرما کر نیک مشورہ سے مشرف فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... قال الفقيه (أبوليث): "إذا دعيتَ إلى وليمة إن لم يكن ماله حراماً ولم يكن فيها فسق، فلا بأس بالإجابة. وإن كان ماله حراماً، فلا تُجبه. وكذلك إن كان فاسقاً معلناً، فلا تجبه، ليعلم أنك غير راضٍ بفسقه. وإذا أتيت وليمةً فرأيت فيها منكراً فانههم عن ذلك، فإن لم يمتنعوا عن ذلك، فارجع؛ لأنك لوجالستهم يظنون أنك راضٍ بفعلهم، الخ". بستان العارفين، ص: ۸۰(۱)۔

"وفي الروضة: يجيب دعوة الفاسق، والورعُ أن لايجيبه. آكل الربوا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه، وغالب ماله حرام، لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، فلا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط". فتاویٰ عالمگیری: ۳٤۳/۵(۲)۔

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ دعوت میں خرابی تین قسم کی ہوتی ہے: اول یہ کہ نفسِ مال ہی حرام ہو، دوم

---

(۱) (بستان فقيه أبي الليث السمرقندي رحمه الله تعالىٰ، باب إجابة الدعوة، ص: ۱۸۸، مطبع فاروقي هند)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۵۲۹/۲، بيروت)

یہ کہ صاحبِ مال فاسق ہو، اور مال حلال ہو۔ سوم یہ کہ مجلسِ دعوت میں منکرات ہوں۔

اول کا حکم یہ ہے کہ جب یقین یا ظن غالب سے اس مال کی حرمت کا علم ہوجائے تو اس کا کھانا حرام ہے اور ایسی دعوت کا رد کرنا واجب ہے، قبول کرنا جائز نہیں۔

دوم کا حکم یہ ہے کہ اگر فاسق معلناً یعنی کھلم کھلا ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے خیال یہ ہے کہ اس کو تنبیہ ہوگی اور وہ اپنی حرکات سے باز آئے گا تو ہرگز اس کی دعوت قبول نہ کرے۔ اور اگر یہ ہے کہ اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے اس کو تنبیہ نہ ہوگی، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو دفعِ فتنہ کے لئے قبول کرلے۔ اور قبول کرنے اور نہ کرنے میں کوئی اصلاح کی امید ہے، نہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو ورع وتقویٰ یہ ہے کہ قبول نہ کرے بلکہ انکار کردے، تاہم اگر قبول کرلے تب بھی حرام نہیں۔

سوم کا یہ حکم ہے کہ اگر پہلے سے علم ہو کہ فلاں مجلسِ دعوت میں منکرات ہیں اور یہ بھی خیال ہو کہ منع کرنے سے ان منکرات کا انسداد نہ ہوگا تو قبول نہ کرے۔ اگر خیال ہو کہ انسداد ہوجائے گا تو قبول کرے اور جا کر انسدادِ منکرات کرے۔ اگر پہلے ان منکرات کا علم نہیں تھا، وہاں پہنچ کر علم ہوا تو اگر یہ شخص مقتدیٰ ہے کہ اس کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اٹھ کر چلا جائے، وہاں نہ ٹھہرے اور دعوت میں شریک نہ ہو۔ اور مقتدیٰ نہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ دسترخوان پر اس کے سامنے وہ منکرات ہیں، یا کسی دوسری جگہ اس تقریب میں ہیں، اگر دسترخوان پر ہیں تب بھی چلا جائے اگر دوسری جگہ ہوں تو پھر اس کو شرکت میں مضائقہ نہیں۔

یہ تو اصل مسئلہ کی تفصیل ہے، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات کو دیکھنے سے یہ تفصیل پورے طور پر حل ہوجاتی ہے (۱)۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا في الينابيع .... ولو دعي إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك. وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولابدعة، وإن لم يجبه كان عاصياً، والامتناع أسلم في زماننا، إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية، كذا في الينابيع .... ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أوغناء، فلابأس أن يقعد ويأكل، فان قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر. وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد. ولو كان ذلك على المائدة،=

مدارس میں اگر کسی نے کوئی ایسا مال بھی دیا ہو جو کہ حرام طریقے سے کمایا تھا تو چونکہ ایسے مال کا صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے(۱) اور مدارس میں ایسے مال کے مستحق لوگ فقراء ومساکین موجود ہیں، لہٰذا ایسے مال کو

= لاينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به، وهذا كله بعد الحضور. وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لأنه لايلزمه حق الدعوة بخلاف ما إذا هجم عليه؛ لأنه قد لزمه، كذا في السراج الوهاج.......... وإن علم المتقدى به بذلک قبل الدخول، وهو محترم يعلم أنه لو دخل يتركون ذلک، فعليه أن يدخل، وإلا لم يدخل، كذا في التمرتاشي. رجل اتخذ ضيافةً للقرابة أو وليمةً واتخذ مجلساً لأهل الفساد، فدعا رجلاً صالحاً إلى الوليمة، قالوا: إن كان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة، منعهم عن فسقهم" لاتباح له الإجابة، بل يجب عليه أن لايجيب؛ لأنه نهي عن المنكر. وإن لم يكن الرجل بحال لولم يجب لايمنعهم عن الفسق، لابأس أن يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم؛ لأنه إجابة الدعوة وإجابة الدعوة واجبة أو مندوبة، فلا يمتنع بمعصية اقترنت بها". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، ۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظروالإباحة: ۳۴۸/۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۲۹/۷، ۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ۵۱۲/۶، ۵۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۵۵۰/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۵/۸، رشيديه)

(۱) "وتصدق بما بقي من الغلة والأجرة، خلافاً لأبي يوسف، كذا في الملتقى. لكن نقل المصنف عن البزازية أن الغني يتصدق بكل الغلة في الصحيح، كما لوتصرف في المغصوب والوديعة بأن باعه وربح فيه إذا كان ذلک متعيناً بالإشارة أو بالشراء بدراهم الوديعة أو الغصب ونقدها، يعني يتصدق بربح حصل فيهما إذ كانا مما يتعين بالإشارة. وإن كان ممالا يتعين، فعلى أربعة أوجه: فإن أشار إليها ونقدها فكذلک يتصدق بربح حصل فيهما". (الدرالمختار).

"(قوله: وتصدق الخ) أصله أن الغلة للغاصب عندنا؛ لأن المنافع لاتتقوم إلا بالعقد والعاقد هو الغاصب، فهو الذي جعل منافع العبد مالاً بعقده، فكان هو أولیٰ ببدلها. ويؤمر أن يتصدق بها لاستفادتها ببدل خبيث وهو التصرف في مال الغير، درر. (قوله: بما بقي) أخرج به عبارة المتن كالكنز عن ظاهرها =

لے کر مصرف پہ صرف کر دینے میں کیا اشکال ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب کہ اس مال کی حرمت ثابت ہو، یا وہ ظاہر کر کے دے کہ یہ مال حرام ہے، اگر ایسا نہ ہو تو بلا وجہ شرعی کسی کے مال کو حرام کہنا یا سمجھنا ناجائز ہے۔

اگر مدارس کے طلباء کی کوئی شخص دعوت کرے، اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر اس کی حرمت ثابت ہو جائے تب تو یہ لوگ اس کے مصرف ہیں، اگر ثابت نہ ہو تو پھر حرام کیوں کہا جائے۔

آپ کی نقل کردہ حدیث سے آگے متصل وہ دوسری حدیث یہ ہے:

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا دخل أحدکم علی أخیه المسلم، فلیأکل من طعامه ولایسئل، ویشرب من شرابه ولایسئل" الخ(۱)۔

= لما قال الزیلعی: کان ینبغی أن یتصدق بمازاد علی ما ضمن عندهما لابالغلة کلها، اهـ ....

(قوله: لکن نقل المصنف) استدراک علی إطلاق قوله: (وتصدق بما بقی): أی فإنه مقید: بالفقیر لما فی البزازیة: الغاصب إذا آجر المغصوب فالأجر له، فإن تلف المغصوب من هذا العمل أو تلف لا منه وضمنه الغاصب، له الاستعانة بالأجر فی أداء الضمان، وتصدق بالباقی إذا کان فقیراً، فإذا کان غنیاً لیس له أن یستعین بالغلة فی أداء الضمان فی الصحیح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الغصب، مطلب: شری داراً أو سکنها: ۱۸۹/۶، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۶/۶، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۳۵/۵، کتاب البیوع، باب المتفرقات، سعید)

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثالث: ۲۷۹/۲، قدیمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ: "إذا دخل أحدکم علی أخیه المسلم، فلیأکل من طعامه ولایسأل": أی من أین هذا الطعام لیتبین أنه حلال أم حرام. "ویشرب" بالجزم "من شرابه ولایسأل" فإنه قد یتأذی بالسوال، وذلک إذا لم یعلم فسقه کما ینبئی عنه قوله: "أخیه المسلم". قال الطیبی رحمه الله: .... وخص فی حدیث أبی هریرة بلفظ "أخیه" ووصفه بالإسلام، والظاهر من حال المسلم أن یجتنب الحرام، فأمر بحسن الظن به، وسلوک طریق التحابب والتوادّ، فیجتنب عن إیذائه بسؤاله الحرام". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثالث: ۳۷۷/۶، رشیدیه)

یہاں تحقیق ودریافت کرنے سے بھی منع کردیا گیا چہ جائیکہ اس کو حرام سمجھنا۔ یہ تو جواب ہے اس صورت کا کہ نفس مال حرام ہو۔

دوسری صورت کی تفصیل معلوم ہوچکی کہ نفس مال میں تو حرمت ہے ہی نہیں، بلکہ داعی کے فسق کی وجہ سے ہے تو مدارس میں حتی الوسع اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اگر اس کی دعوت قبول کرنے میں کوئی مضرت ہوتی ہے تو انکار کردیا جاتا ہے، اگر قبول نہ کرنے میں فتنہ ہو تو دعوت قبول کرلی جاتی ہے، اگر دونوں جانب مساوی ہوں، غریب ومستحق طلباء کو بھیج دیا جاتا ہے۔

تیسری صورت میں ایسی جگہ ہرگز دعوت قبول نہیں کی جاتی ہے کہ جہاں مجلسِ دعوت میں منکرات ہوں، اگر پہلے سے علم نہ ہو بلکہ وہاں پہنچ کر علم ہو تو دعوت میں شرکت نہیں کرتے، بلکہ واپس چلے آتے ہیں، مگر ایسی صورت میں جب کہ ان کے منع کرنے سے منکرات کا انسداد ہوجائے۔

رہی یہ بات کہ ''تمام دنیا فاسق معلن ہے'' یہ غلط ہے۔ اگر کوئی شخص اکابر کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہے اور ان کو ظنِ غالب ہوجاتا ہے کہ یہ ناجائز ہے تو اس کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کا کس قدر سخت قانون ہے۔

۲...... اصل یہ ہے کہ جو شخص نافرمان اور فاسق معلن ہے، اس سے قلبی تعلق اور محبت کرنا فسق کی وجہ سے جائز نہیں: ''المرء مع من أحب''. الحدیث(۱)۔ لیکن دنیاوی معاملات کفار کے ساتھ بھی جائز ہیں (۲)، پس آپ ان سے اصلاح ونفع رسانی کی نیت سے تعلقات رکھئے، کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل

---

(۱) ''عن أبي وائل عن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: ''المرء مع من أحبّ''. (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب علامة الحب في الله: ۲/۹۱۱، قدیمي)

(والصحیح لمسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب: ۲/۳۳۲، قدیمي)

قال القاري رحمه الله الباري تحت هذا الحدیث: ''المرء مع من أحب'': أي یحشر مع محبوبه، ویکون رفیقا لمطلوبه. قال الله تعالیٰ: ﴿ومن یطع الله والرسول، فأولئک مع الذین أنعم الله علیهم﴾. وظاهر الحدیث العموم الشامل للصالح والطالح، ویؤیده حدیث: ''المرء علی دین خلیله''. (مرقاة المفاتیح، کتاب الأدب، باب الحب في الله ومن الله، الفصل الأول: ۸/۷۴۰، رشیدیه)

(۲) ''لابأس بأن یکون بین المسلم والذمي معاملة إذا کان مما لابد منه، کذا في السراجیة''. (الفتاویٰ=

پراثر ڈال دیں اوران کی اصلاح ہوجائے، جس طرح اصلاح قولاً اور تشدداً سے کی جاتی ہے، اسی طرح عملاً اور نرمی، ہنسی، خوش اخلاقی سے بھی کی جاتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رجب/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

فاسق کی دعوت قبول کرنا اوراس کو سلام کرنا

سوال[۸۶۵۰]: کوئی فاسق مبتلائے فسق ہو، مثلاً: ریش تراشتا ہو، یا دیگر فسق کے اندر مبتلا ہو تو اس کی دعوت کھانا، یا اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں مولوی صاحب مکروہ تحریمی بتلاتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے، عام طور سے گشتوں میں متکلم صاحب کو اس سلسلے میں پیش قدمی کرنا پڑتی ہے۔ لہذا کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص مبتلائے فسق ہو اور اس کو سلام کرنے، یا اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو

= العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم: ۳۴۸/۵، رشيديه)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت و حرفت کے معاملات کئے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو"۔ (معارف القرآن: ۵۱/۲، ادارة المعارف كراچی)

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ اچھا سلوک کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر کفار نے اسلام قبول کیا:

"حدثني سعيد بن أبي سعيد أنه سمع أباهريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: بعث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خيلاً قبل نجد، فجاءت برجل من بني حنيفة يقال له: ثمامة بن أثال، فربطوه بسارية من سواري المسجد، فخرج إليه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "أطلقوا ثمامة". فانطلق إلى نخل قريب من المسجد، فاغتسل ثم دخل المسجد، فقال: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله".

(صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب الاغتسال إذا أسلم وربط الأسير في المسجد: ۶۶/۱، قديمي)

تو اس کو سلام بھی کیا جائے اور دعوت بھی قبول کی جائے، بشرطیکہ وہ حرام مال سے نہ کھلائے (۱)۔ اگر ترکِ سلام یا ترکِ دعوت سے اصلاح کی توقع ہو تو ترک کر دیں (۲)۔ بقصدِ تعظیمِ فسق سلام کرنا جائز نہیں (۳)، لیکن جب اس میں ایمان بھی موجود ہے تو اکرام مسلم لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۹۰/۳/۲۱ھ۔

فاسق کی دعوت قبول کرنا

سوال [۸۶۵۱]: میں نے ایک کتاب میں دیکھا کہ حضور نے فاسق کی دعوت قبول کرنے سے منع

---

(۱) "وفی الروضة: يجيب دعوة الفاسق، والورعُ أن لايجيبه. ودعوة الذی أخذ الأرض مزارعةً أو يدفعها على هذا، كذا فی الوجيز للكروری. آكل الربا و كاسب الحرام أهدى إليه وأضافه وغالب ماله حرام، لايقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، فلا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا فی الملتقط". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(۲) قال القاری رحمه الله تحت حديث: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". "قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فی حقٍ من حقوق الله تعالىٰ، فيحوز فوق ذلک .... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصِلَته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً فی دنياه، يجوزله مجانبته وبُعده، ورب صرمٍ جميلٍ خيرٌ من مخالفة تؤذيه .... فإن هجرة أهل الأهوا والبدع واجبةٌ على مرّ الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح: ۷۵۹/۸، كتاب الآداب، باب ماينهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيديه)

(۳) قال الحصكفی رحمه الله: "ويكره السلام على الفاسق لو معلناً، وإلالا، كما يكره على عاجز عن الرد حقيقة كآكل، أو شرعاً كمصل". (الدر المختار). "(قوله: لومعلناً) تخصيص لما قدمه عن العينی. وفی فصول العلامی: ولا يسلم على الشيخ المازح الكذاب واللاغی، ولا على من يسب الناس أوينظر وجوه الأجنبيات، ولا على الفاسق المعلن". (ردالمحتار: ۴۱۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

فرمایا ہے(۱)۔ پھر دیکھا ریاکار اور شیخی خور کا کھانا کھانا جائز نہیں، ابوداؤد(۲)۔

پھر دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جن کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہیں کی تو خدا اور رسول کی نافرمانی کی'' (۳)۔ اس لئے میں فاسق جن کو میں جانتا ہوں، جیسے تاڑی پینے والا، شراب پینے والا، رشوت لینے والا، داڑھی کاٹنے والا، نماز نہ پڑھنے والا، ان کی دعوت کو قبول نہیں کرتا۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ سبھوں کا کھانا کھانا جائز ہے۔ لیکن ان کی بات مجھے اس لئے سمجھ میں نہیں آئی کہ میں نے مولانا زکریا صاحب کی لکھی ہوئی کتاب تبلیغی نصاب میں پڑھا کہ:

> ''مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا، اس کے لئے بددعاء کرتے، وہ ہلاک ہوجاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جن میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا، اور جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعاء سے محفوظ ہوگیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہوگئی'' (۴)۔

اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر مجھے بھی حرام کا کھانا کھلا دیا گیا تو میری بھی شاید دعاء اور عبادت قبول

---

(۱) ''عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين''. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة: ۲/۲۷۹، قديمى)

(۲) ''عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''المتباريان لايجابان ولايؤكل طعامهما''. قال الإمام أحمد رحمه الله: يعنى المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً''.

''عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''نهى عن طعام المتبارئين أن يؤكل''. رواه أبوداؤد''. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثانى والثالث: ۲/۲۷۹، قديمى)

(۳) ''عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''من دُعى فلم يجب، فقد عصى الله ورسوله''. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثانى: ۲/۲۷۸، قديمى)

(۴) (فضائل أعمال، ص: ۳۲۱، باب: فضائل رمضان، فصل أول، ص: ۲۵، كتب خانه فيضى لاهور)

نہیں ہوگی۔ پھرانہیں کی کتاب میں میں نے یہ حدیث پڑھی کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:''بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ! اللہ سے ڈر، ایسا نہ کر، لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست وبرخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے کرتا تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب بھی ویسے ہی کردیئے۔ پھر اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کی آیت ﴿لعن الذین کفروا﴾ سے ﴿فاسقون﴾ تک پڑھیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو، اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کرلاتے رہو''(۱)۔ ترمذی، ابوداؤد(۲)۔

پھر ہم دعائے قنوت میں اللہ کو جو یہ کہتے ہیں:''ونخلع ونترك من یفجرك''. ان سب باتوں سے بھی یہ اخذ کرتا ہوں کہ جو لوگ دین کے خلاف کام کرتے ہیں ان کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے۔ پھر میں آپ لوگوں کو سب لوگوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، چاہے وہ نماز کیوں نہ پڑھتا ہو اور داڑھی بھی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس میں کیا مصلحت ہے، میں آپ سے جاننا چاہتا ہوں؟ اور کیا میں بھی سبھوں کی دعوت قبول کروں؟

---

(۱) (فضائل أعمال، ص: ۶۷۳، فضائل تبلیغ، فصل ثانی، فیضی کتب خانه لاهور)

(۲) ''عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ''أول مادخل النقص علی بنی إسرائیل أنه کان الرجل یلقی الرجل فیقول: یاهذا! اتق الله ودع ماتصنع به، فإنک لایحل لک، ثم یلقاه من الغد وهو علی حاله، فلا یمنعه ذلک أن یکون أکیله وشریبه وقعیده. فلما فعلوا ذلک، ضرب الله قلوب بعضهم ببعض، ثم قال: ﴿لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل .... فاسقون﴾. ثم قال: ''کلا والله لتأمرنّ بالمعروف ولتنهونّ عن المنکر ولتأخذنّ علی ید الظالم ولتأطرنه علی الحق أطراً، أو لتقصرنه علی الحق قصراً''. (سنن أبی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی: ۲/۵۹۶، دار الحدیث ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص علی الاعلان فاسق ہو اس کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جو شخص حرام مال کھلائے، اس کی دعوت قبول کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلا وجہ کسی کے متعلق تجویز کرلینے کا حق نہیں کہ اس کا مال حرام ہے، بلا وجہ تفتیش کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کا مال حلال ہے یا حرام ہے۔ اگر کسی سے ایسا تعلق ہو کہ اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی امید ہو، یعنی یہ کہ وہ اپنے فسق سے توبہ کرے گا تو اس نیت سے اس کی دعوت قبول کرلی جائے کہ اس میں خیر ہے۔ اگر دعوت قبول نہ کرنے سے اصلاح کی امید ہو تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے، کہ اس میں خیر ہے۔

اگر فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اپنے متعلق فسق میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اس کی اصلاح کی امید نہیں تب بھی قبول نہ کی جائے۔ اگر دعوت کا انکار کرنے میں مفسدہ ہو مثلاً یہ کہ وہ آمادۂ مخالفت ہو کر اذیت پہونچائے گا تو مفسدہ سے تحفظ کے لئے بھی قبول کرلینے کی گنجائش ہے۔ غرض بہت مختلف احوال ہیں سب کا ایک حکم نہیں۔ حرام مال کھانے (۱) اور فسق میں شریک ہونے سے بہر صورت اجتناب لازم ہے (۲)۔

---

(۱) (سورة الحجرات: ۱۲)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالیٰ: "وكذلك سوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظورٌ مزجورعنه، وهو من الظن المحظور المنهيّ عنه.......... وقال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "إيّاكم والظنّ، فإن الظن أكذب الحديث". فهذا من الظن المحظور، وهو ظنه بالمسلم سوءاً من غيرسبب يوجبه، وكل ظن فيما له سبيل إلى معرفته مما تعبّد بعلمه، فهو محظور .... قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "إذا ظننتم، فلا تحققوا". فهذا من الظن الذى يعرض بقلب الإنسان فى أخيه مما يوجب الريبة، فلاينبغى أن يحققه .... فنهى الله تعالیٰ فى هذه الآيات عن سوء الظن بالمسلم الذى ظاهره العدالة والستر". (أحكام القرآن للجصاص: ۶۰۴/۳، ۶۰۵، ۶۰۶، قديمى)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغى أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا فى الينابيع .... ولودعى إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك. وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولابدعة، وإن لم يجبه كان عاصياً، والامتناع أسلم فى =

تنبیہ: استدلال کے قابل چار چیزیں ہیں: قرآن پاک، حدیث پاک، اجماع، قیاسِ مجتہد(۱)۔ میرا، یا میرے مثل کا عمل استدلال کے قابل نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۵/ ۸۹ھ۔

= زمانـنا، إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية، كذا في الينابيع.......... ومن دعى إلى وليمة فـوجد ثمة لعباً أوغناء، فلابأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر. وهذا إذا لـم يـكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد. ولوكان ذلک على المائدة، لاينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به. وهـذا كـله بعد الحضور. وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لأنه لايلزمه حق الدعوة بخلاف ما إذا هجم عليه؛ لأنه قد لزمه، كذا في السراج الوهاج.......... وإن علم الـمتـقـدى به بذلک قبل الدخول، وهو محترم يعلم أنه لودخل يتركون ذلک، فعليه أن يدخل، وإلا لم يـدخل، كذا في التمرتاشي. رجل اتخذ ضيافةً للقرابة أو وليمةً واتخذ مجلساً لأهل الفساد، فدعا رجلاً صـالـحـاً إلـى الـوليمة، قالوا: إن كان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة منعهم عن فسقهم، لاتباح له الإجابة، بل يجب عليه أن لايجيب؛ لأنه نهي عن المنكر. وإن لم يكن الرجل بحال لولم يجب لايمنعهم عـن الفسق، لابأس أن يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم؛ لأنه إجابة الدعوة، وإجابة الدعوة واجبة أو مـنـدوبة، فـلا يمتنع بمعصية اقترنت بها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۲، ۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظروالإباحة: ۶/ ۳۴۸، سعيد)

(وكـذا فـي تبيين الـحـقـائق، كـتـاب الـكـراهية، فصل في الأكل والشرب: ۷/ ۲۹، ۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ۶/ ۵۱۲، ۵۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكـذا فـي مـجـمـع الأنهـر، كتــاب الـكـراهية، فـصـل فـي الـمتفرقـات: ۲/ ۵۵۰، دارإحيـاء التراث العربي،بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/ ۳۴۵، رشيديه)

(۱) "اعـلـم أن أصـول الشـرائـع ثـلـثة: الـكـتـاب والسـنة وإجمـاع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۵۱۴، سعيد)

جس تقریب میں باجا ہو اس کی دعوت میں شرکت

سوال[۸۶۵۲]: اگر کسی شادی یا تقریب میں انگریزی باجہ یا کھیل تماشہ ہو تو وہاں کی دعوت قبول کرنا یا خود وہ طعام جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہئے، دعوت بھی قبول نہ کی جائے، مگر اس طعام کو حرام نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس کا مدار اصل مال کی حرمت پر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

فسق کی مجلس میں شرکت

سوال[۸۶۵۳]: زید تمام جگہ فسق فجور سے پرہیز کرتا ہے اور جہاں گانا وغیرہ ہوتا ہے اس دعوت میں شرکت وغیرہ بھی نہیں کرتا ہے۔ تو اگر کہیں کھانا کھاتے وقت وہ فسق وفجور نہ ہو اور دعوت والے یہ کہتے ہیں

---

(۱) "وعن سفينة أن رجلاً ضاف عليّ ابن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة: لو دعونا رسول صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوا، فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها: فتبعته، فقلت: يا رسول الله! ماردّک قال: "إنه ليس لي –أو– لنبي أن يدخل بيتاً مزوقاً". رواه أحمد و ابن ماجه".

قال القاري رحمه الله: "وفيه تصريح بأنه لا يُجاب دعوةٌ فيها منكر. وفيه أنه لوكان منكراً إلا نكر عليها، ولكن نبّه بالرجوع إلى أنه ترک الأولى. فإنه من زينة الدنيا وهي موجبة لنقصان الأخرىٰ، ".
(مرقاة المفاتيح: ۶/۳۷۴، الفصل الثاني، کتاب النکاح، باب الوليمة)

"وإن كان هناک لعب وغنا قبل أن يحضرها، فلايحضرها؛ لأنه لا يلزمه إجابة الدعوة إذاكان هناک منكر. وقال علي رضي الله عنه: صنعت طعاماً فدعوت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع". رواه ابن ماجه في الأطعمة. وعن ابن عمر رضي الله عنهما أنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مطعمين عن الجلوس على مائدة يشرب عليها الخمر، وأن يأكل وهو منبطح". أخرجه أبو داؤد في الأطعمة". (تبيين الحقائق: ۷/۲۹، ۳۰، کتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، دارالكتب العلمية بيروت)

کہ ہم بعد میں گانا بجانا کریں گے، یا کوئی نہ کہے بلکہ مکمل یقین ہو جائے تو کیا ایسے شخص کو وہاں دعوت کھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید اگر مقتدیٰ ہے تو اس کو ایسی دعوت سے احتراز چاہیے، اگر عامی ہے تو گنجائش ہے، لیکن اگر یہ خیال ہو کہ اس کی شرکت کے لیے وہ لوگ فسق وفجور ترک کر دیں گے تو زید کو حدرجہ اس کا اہتمام چاہیے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "هـذا إذا لم يكن مقتدى، فإن كان ولم يقدر على منعهم، يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذلک شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين". (الهداية، كتاب الكراهية: ۴/۴۵۵، مكتبه شركة علميه)

"أهـدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كـان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجـل، كـذا فـي الينابيع .... ولودعي إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلک. وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لـم يـكـن هـناک معصية ولابدعة، وإن لم يجبه كان عاصياً، والامتناع أسلم في زماننا، إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيهـا بـدعة ولا مـعـصية، كذا في الينابيع......... ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أوغناء، فلابأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر. وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر عـلـى منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد. ولوكان ذلک على المائدة، لاينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به. وهذا كله بعد الحضور. وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لأنه لايلزمه حق الدعوة بخلاف ما إذا هجم عليه؛ لأنه قـد لـزمـه، كـذا فـي الـسـراج الـوهاج......... وإن علم المقتدى به بذلک قبل الدخول، وهو محترم يعلم أنه لـودخـل يتـركـون ذلک، فـعـليـه أن يدخل، وإلا لم يدخل، كذا في التمرتاشي. رجل اتخذ ضيافةً للقرابة أو وليـمةً واتـخـذ مـجلساً لأهل الفساد، فدعا رجلاً صالحاً إلى الوليمة، قالوا: إن كان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة منعهم عن فسقهم، لاتباح له الإجابة، بل يجب عليه أن لايجيب؛ لأنه نهي عن المنكر. وإن لم يكن الـرجـل بـحال لولم يجب لايمنعهم عن الفسق، لابأس أن يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم؛ لأنه إجابة الدعوة، وإجابة الدعوة واجبة أو مـنـدوبة، فـلا يـمتـنـع بـمعصية اقترنت بها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، ۳۴۳، رشيديه) .... =

زانیہ کے حرام مال سے دعوت قبول کرنا

سوال[۸۶۵۴]: زانیہ نے نقد زنا سے زمین وغیرہ رہن رکھی، اس زمین میں گیہوں، جو، چنا وغیرہ پیدا کیا۔ یہ سب چیز اگر کسی عالم کو خیرات کرے تو لینا جائز ہو جائز ہوگا یا نہیں؟ اور زانیہ کی دعوت قبول کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کا صدقہ کرنا واجب ہے، مالدار کو اس کا لینا درست نہیں (۱)، عالم کو خصوصاً ایسی چیزوں سے اجتناب چاہیے۔ اسی طرح سے جس کا پیشہ اور مال صرف حرام ہو، اس کی دعوت سے عالم کو بچنا نہایت اہم ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ذیقعدہ/ ۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ذیقعدہ/ ۵۸ھ۔

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۸/۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۲۹/۷، ۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ۵۱۲/۶، ۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۵۵۰/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۵/۸، رشيديه)

(۱) حرام مال ہاتھ لگ جانے سے اس پر مِلک نہیں آتی، لہذا نہ تو وہ خود استعمال کیا جاسکتا ہے نہ بطورِ مِلک کسی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے، چاہے دعوت یا ہبہ کی شکل میں ہو، یا دوسرے طریقہ سے ہو، بلکہ وہ مال واجب التصدق ہوتا ہے:

"وعلىٰ هذا قالوا: لو مات الرجل وكسبه من بيع البازق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذّر الرد على صاحبه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(۲) اگر مال حرام ہو تو صرف عالم ہی کو نہیں بلکہ ہر مسلمان کو ایسی دعوت سے پرہیز کرنا چاہئے، فليراجع للتخريج، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۲)

حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا

سوال[۸۶۵۵]: ا......اگر کسی آدمی کے پاس دو حصے مال حلال ہے اور ایک حصہ مال حرام ہے تو ایسے آدمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......اگر کسی آدمی کے پاس ایک حصہ مال حلال ہے اور دو حصے مال حرام ہے تو ایسے شخص کی دعوت قبول درست ہے یا نہیں؟

ہدیہ دینے والے کے مال کی تفتیش کہ مال حرام ہے یا حلال

سوال[۸۶۵۶]: ۳......اگر کوئی آدمی کچھ چیز ہدیہ کے طور پر دے تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ چیز حرام ہے یا حلال یعنی اس چیز کا دریافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا

سوال[۸۶۵۷]: ۴......اگر کسی آدمی کے پاس آدھا مال حلال ہے اور آدھا مال حرام ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ا......دعوت قبول کرنے میں گنجائش ہے، تنبیہاً یا احتیاطاً انکار کی بھی گنجائش ہے(۱)۔

۲......ایسی دعوت قبول کرنا منع ہے، ہاں! اگر ایسا آدمی حلال مال سے دعوت کرے تو اس کا قبول

---

(۱) "غالب مال المهدی إن حلالاً، لا بأس بقبول هدیته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام". (مجمع الأنهر: ۵۲۹/۲، كتاب الكراهية، فصل فی الأكل، دارإحيا التراث العربی بيروت)

(وكذا فی البزازية علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۶۰/۶، كتاب الكراهية، الرابع فی الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۰۰/۳، كتاب الحظر والإباحة، مايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۴۳/۵، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، رشيديه)

کرنا درست ہے (۱)۔

۳......اگر حرام وحلال میں شبہ ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے دریافت کرنا درست ہے اور بلا وجہ دریافت کرنا کہ اس کو اذیت ہو، نہیں چاہیے (۲)۔

۴......ایسی دعوت سے اجتناب چاہیے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۸/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

تارکِ زکوۃ کی دعوت قبول کرنا

سوال [۸۶۵۸] : اگر کوئی آدمی زکوۃ نہ دے تو اس آدمی کی دعوت قبول کرنا، یا روپے کپڑے لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سيأتي في رقم: ۳)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فليأكل من طعامه و لا يسأل، ويشرب من شرابه و لا يسأل". (مشكوة المصابيح: ۲/ ۲۷۹، كتاب النكاح، باب الوليمة، قديمی)

قال القاري رحمه الله تعالىٰ: "فليأكل من طعامه و لا يسأل": أى من أين هذا الطعام؟ ليتبيّن أنه حلال أم حرام. "ويشرب" بالجزم "من شرابه و لا يسأل" فإنه قد يتأذى بالسؤال، و ذلك إذا لم يعلم فسقه كما ينبئ عنه قوله: "على أخيه المسلم". (مرقاة المفاتيح: ۶/ ۳۷۷، كتاب النكاح، باب الوليمة، قديمی)

(۳) "آكل الربا و كاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه و غالب ماله حرام، لا يقبل و لا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلالٌ ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/ ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے بشرطیکہ حلال مال سے دے(۱)، اگر کوئی بڑا آدمی اس غرض سے انکار کردے کہ وہ متاثر ہوکر زکوۃ ادا کردے تو بہتر ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۷/ربیع الاول/۵۶ھ۔

باتصویر کمرہ میں علماء کی دعوت

سوال[۸۶۵۹]: اگر کسی کے ہاں تصویریں ٹنگی ہیں(۳)، اس کے یہاں کیا علماء کا جانا اس کمرہ میں بیٹھ کر ناشتہ اور کھانا کھانا اور منع نہ کرنا گناہ نہ ہوگا؟ اگر تصویریں الٹ دی جائیں تو کیا قباحت دور ہوجائے گی؟

---

(۱) "غالب مال المُهدى إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام". (مجمع الأنهر: ۲/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل فى الأكل، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع فى الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۰۰، كتاب الحظر والإباحة، مايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، رشيديه)

(۲) "لايجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راض بفسقه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشرفى الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، رشيديه)

"المستقرض إذا أهدى إلى المقرض شيئاً، ذكر فى الكتاب أنه لا بأس بقبول هديته .... وإن تورع ولم يقبل، كان أفضل". (فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۰۴، كتاب الحظر والإباحة مايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(۳) "ٹنگنا: لٹکنا، لٹکایا جانا"۔(فيروز اللغات، ص: ۴۲، فيروز سنز، لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء کے ذمہ اپنی حیثیت کے مطابق نہی عن المنکر لازم ہے، اس کا ترک کرنا گناہ ہے (۱)۔ تصویریں الٹنے سے قباحت دور نہ ہوگی، البتہ کچھ مستور ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بے نمازی اور سودخور کی دعوت

سوال [۸۶۶۰]: ہم کو معلوم ہے کہ زید نماز نہیں پڑھتا اور عمر سود کھاتا ہے۔ کیا علم ہونے کے باوجود زید وعمر کے گھر کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر یہ معلوم ہے کہ عمر سود حرام کا کھانا کھلاتا ہے تو اس کا کھانا حرام ہے، اگر یہ معلوم ہے کہ یہ کھانا کسی جائز آمدنی کا ہے تو اس کا کھانا درست ہے، اگر مخلوط آمدنی کا ہے تو غلبہ کا اعتبار ہے (۲)۔ یہ تو نفس کھانے کا حکم

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضی الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من رای منکم منکراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان".

(مشکوة المصابیح: ۲/۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، قدیمی)

"وعن سفينة أن رجلاً ضاف علیّ ابن أبي طالب رضی الله تعالیٰ عنه فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها: لو دعونا رسو ل صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرای القرام قد ضرب فی ناحية البيت فرجع، قالت: فاطمة: فتبعته، فقلت: يارسول الله! ماردّک قال: "إنه ليس لي -أو- لنبي أن يدخل بيتاً مزوقا". رواه أحمد و ابن ماجة".

(مشکوة المصابیح: ۲/۲۷۸، کتاب النکاح، باب الولیمة، قدیمی)

(۲) "و لا يجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله من حل بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به. وفي البزازية: غالب مال المُهدی إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام؛ لأن أموال الناس لا يخلو عن حرام، فيعتبر الغالب. وإن غالب ماله الحرام، لا يقبلها و لا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثته أو استقرضته. ولهذا قال أصحابنا: لو أخذ مورثه رشوةً أو ظلماً إن علم وارثه ذلک بعينه، لا يحل له أخذه. وإن لم يعلمه بعينه، له أخذه حكماً لا =

ہے۔اب رہا یہ سوال کہ بے نمازی اور سودخور کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر یہ ظن غالب ہو کہ دعوت قبول نہ کرنے سے بے نماز اور سودخور کی اصلاح ہوجائے گی تو ہرگز قبول نہ کرے، اگر یہ خیال ہے کہ قبول نہ کرنے سے اصلاح نہ ہوگی، بلکہ فتنہ پیدا ہوجائے گا تو قبول کرلے:

"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلابأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلالٌ ورثته أو استقرضته من رجل، اهـ. كذا في الينا بيع". هنديه: ۵/۳۴۲(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہذا، ۱۰/۱۱/۵۹ھ۔

منہار اور قصاب کی دعوت قبول کرنا

سوال[۸۶۶۱]: ایک عالم صاحب نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ میں منہار (۲) اور قصابوں کی دعوت منظور نہیں کرتا، اس لئے کہ وہ چوڑی پہناتے وقت غیر محرم عورتوں کے ہاتھوں پر نظر ڈالتا ہے، اور قصاب بات بات پر جھوٹ بولتا ہے۔تو کیا ان شخصوں کے ہاں دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

= ديانة، فيتصدق به بنية الخصماء". (مجمع الأنهر: ۲/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل في الأكل، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۰۰، كتاب الحظر والإباحة، مايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(۲) "منہار: چوڑیاں بنانے اور بیچنے والا"۔(فيروز اللغات، ص: ۱۳۰۷، فيروز سنز لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

نامحرم پر غلط نظر ڈالنا، یا چوڑیاں پہناتے وقت اس کو ہاتھ لگانا درست نہیں، منع ہے(۱)، مگر اس کی وجہ سے چوڑیوں کی قیمت حرام نہیں، اس لئے اس کے کھانے کو حرام کہنا درست نہیں۔ جھوٹ بولنا وہ بھی بات بات پر سخت گناہ ہے(۲)، اس کے باوجود گوشت کی قیمت حرام نہیں (۳)۔ منہاراور قصاب کو نصیحت کی جائے کہ وہ دونوں اپنی اصلاح کرلیں (۴)۔ اگر کوئی مقتدا ان کی دعوت کو اس بنا پر رد کردے کہ یہ لوگ اپنی غلطی کی اصلاح کرلیں تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۱۰ھ۔

---

(۱) وقال تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ الاية. (سورة النور: ۳۰)

"وعن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولا المرأة إلى عورة المرأة". (مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲/۲۶۸، كتاب النكاح، قديمى)

'وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال، لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة كمسه وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ، ولذا ثبت به حرمة المصاهرة". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۶، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب". الحديث. (مشكوة المصابيح: ۱/۱۷، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، قديمى)

(۳) "غالب مال المهدى إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتبين أنه حرام". (مجمع الأنهر: ۲/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل فى الأكل، داراحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع فى الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا، رشيديه)

(۴) "عن تميم الدارى رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدين النصيحة". (الصحيح لمسلم: ۱/۵۴، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، قديمى) .... =

رہن کی آمدنی سے دعوت

سوال[۸۶۶۲]: اگرکسی آدمی کے پاس ساری زمین رہن ہواوروہ شخص اس زمین کا منافع کھاتا ہے تواس آدمی کی دعوت قبول کرنا، روپے، کپڑالینا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگروہ رہن کی آمدنی سے دےتولینا ناجائز ہے، اگرجائز آمدنی سے دےتولینا درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم،۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ، الجواب صحیح:عبداللطیف،۷/ربیع الاول/۵۶ھ۔

تقسیمِ ترکہ سے پہلے دعوت کھانا

سوال[۸۶۶۳]: خالدچاراولاد:دوبالغ دونابالغ چھوڑکردنیاسے رخصت ہوگیا،متروکۂ خالدتقسیم ہونے سے پہلے مولوی اوردوسرےحضرات کوخالدکےگھرمیں کھاناوغیرہ کھاناجائزہےیانہیں؟

= قال النووی رحمه الله تحته: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عدا وُلاة الأمر، فإرشادهم لمصالحم فی آخرتهم ودنياهم وكفّ الأذى عنهم، فيعلّمهم ما يجهلونه من دينهم ودنياهم. ويعينهم عليه بالقول والفعل، وستر عوراتهم، وسدّ خللاتهم، ودفع المضار عنهم، وجلب المنافع لهم، وأمرهم بالمعروف، و نهيهم عن المنكر برفق وإخلاص، والشفقة عليهم، وتوقير كبيرهم، ورحمة صغيرهم، وتخولهم بالموعظة الحسنة، وترك غشهم". (شرح النووی على الصحيح لمسلم: ۱/۵۴، كتاب الإيمان، قديمی)

(۱) "الانتفاع به (أی بالمرهون) مطلقاً لا باستخدام، و لا سكنى و لا لبس و لا إجارة و لا إعارة، سواء كان من مرتهن أو راهن، إلا بإذن كل للآخر". (الدرالمختار).

قال الشامی رحمه الله تعالىٰ عنه: "(قوله: سواء كان): أی الانتفاع. (قوله: من مرتهن أو راهن) الأول مصرح به فی عامة المتون، والثانی صرح به فی درر البحار و شرح مختصر الكرخی و شرح الزاهدی. وفيه خلاف الشافعی، فعنده يجوز له الانتفاع بغير الوطء، و الأول لا خلاف فيه كما فی غرر الأفكار...... اهـ". (ردالمحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے، ہاں! اگر بالغین اپنے پاس سے یا اپنے حصہ میں سے کھلائیں تو جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۸/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

نابالغ کے مال سے تربیت کے لئے کچھ کھانا

سوال[۸۶۶۴]: باپ نے اپنے بچہ کو چار آنہ دیئے۔ بچہ بازار سے کوئی چیز کھانے پینے کی لے آیا تو ماں، باپ، بھائی وغیرہ اس چیز میں سے کچھ لے کر کھالیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب نابالغ بچہ کو پیسہ دیئے اور وہ کوئی چیز بازار سے خرید کر لایا تو ماں باپ بھائی بہن کو اس سے محض اپنی خواہش پر لے کر کھانا نہیں چاہئے (۲)۔ البتہ اس کی تربیت کی نیت سے اس کی عادت ہوجائے کہ وہ تنہا نہ کھائے بلکہ سب کو کھلایا بھی کرے، اس کو نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ سب کو تقسیم کر کے خود بھی کھائے۔ پھر جتنی

---

(۱) "ويكره اتخاذ الضيافة في أيام المصيبة .... فإن كان في الورثة صغيرٌ لم يتخذوا ذلك من التركة". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۰۵/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب مايكره أكله وما لايكره ومايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(۲) "وإذا أهدى للصبي شيء، وعلم أن له، فليس للوالدين الأكل منه بغير حاجة، كما في الملتقط". (الأشباه والنظائر). "(وإذا أهدى للصبي شيء ،الخ). في جامع أحكام الصغار: إذا أهدى الفواكه إلى الصبي الصغير، يحل لوالديه الأكل إذا أريد بذلك بر الوالدين، ولكن أهدى إلى الصغير استصغاراً للهدية. وفي فتاویٰ ظهير الدين: إذا أهدى للصغير شيء من المأكولات، روى عن محمد رحمه الله أنه يباح لوالديه، وشبّه ذلك بالضيافة. وأكثر مشايخ بخارى على أنه لايباح بغير حاجة. أقول: قيد به؛ لأنه لوكان لحاجة يبيح، وذلك على وجهين: إما إن كان في المصر واحتاج لفقره، أو كان في المفازة، واحتاج لعدم الطعام معه، وله مال، ففي الوجه الأول أكل بغير شيء، وفي الوجه الثاني أكل بالقيمة، كذا في جامع أحكام الصغار". (الأشباه والنظائر مع حاشيته: ۲۶/۳، أحكام الصبيان، إدارة القرآن كراچی)

"وعللوه بأن الغالب من شفقة الوالدين الإنفاق على الأولاد للبر والصلة لاللرجوع". (ردالمحتار، فصل في شهادة الأوصياء: ۷/۶، ۱۷، سعيد)

مقدار اس نے جس کو دی ہے دوسرے وقت اندازے سے وہ بھی اس کو دے دیا اور کھلا دیا کریں، اس طرح نابالغ کے مال میں تصرف کا اشکال بھی نہیں رہے گا اور اس کی تربیت بھی اچھی ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۷ھ۔

دعوت میں عام وخاص کا انتظام

سوال[۸۶۶۵]: جمعیۃ الراعین میں یہ رسم عرصۂ دراز سے قائم ہے، جس رسم کو بوجھ کے نام سے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی شادی وغیرہ کی تقریب میں دعوتِ طعام میں، یا کوئی شرینی وغیرہ کی تقسیم کے وقت باہر سے آنے والوں کو پانچ حصے یا دو حصے دیئے جاتے ہیں۔ اور دعوتِ طعام میں باہر سے آنے والے مہمانوں کے پہلے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں اور کھانا بھی سب۔ سے پہلے ہی پیش کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس رسم کی ادائیگی میں کوئی لغزش ہوجائے تو پنچایتی نظام شروع ہوجاتا ہے اور جھگڑے فساد برپا ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا کوئی اہل علم حضرات کا یہ کہنا ہے کہ دسترخوان پر سب کو برابر سمجھا جائے۔ اور سب کو برابر حصے تقسیم کئے جائیں۔ تو وہ لوگ جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ رسم عربوں کی ہے اور یہ رسم اسلامی اصول کے مطابق ہے۔ لہٰذا آپ قرآن اور سیرتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں جواب سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام دعوت میں ایک دسترخوان پر یہ تفریق مناسب طریقہ نہیں، دسترخوان اگر جداگانہ ہوں مثلاً ایک کمرہ میں مخصوص لوگوں کو بلا کر علیحدہ مخصوص کھانا کھلا دیا جائے اور عام دسترخوان پر دوسری قسم کا کھانا ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۸ھ۔

برادرانہ دعوت میں کسی فرد کا بکرے کے گوشت کا مطالبہ کرنا

سوال[۸۶۶۶]: زید ایک منظم برادری کا ایک فرد ہے، زید کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے یہاں ہر

(۱) وقد دعا ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما في دعوته الأغنياء والفقراء فجاء ت قريش والمساكين معهم، فقال ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: ههنا اجلسوا لاتفسدوا عليهم ثيابهم، فإنا سنطعمكم مما يأكلون". (عمدة القاري، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله: ۲۰/۲۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله: ۷/۲۸۹، مكتبة الرشد)

تقریب کے موقع پر اہلِ برادری کو بکرے کا گوشت کھلایا ہے، اس لئے میں جہاں بھی برادرانہ دعوت میں شریک ہوں گا تو بکرے ہی کا گوشت کھاؤں گا۔ زید کی دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اگر ہمارے جوار کے کسی فرد نے کسی برادرانہ دعوت میں شرکت کی اور بڑے گوشت کا استعمال کیا تو اس کو بطورِ جرمانہ چالیس کلو گوشت بکرے کا مع اس کے تمام لوازمات، مثلاً: آٹا، چاول ادا کرنا ہوگا۔

زید کی اس بے جا ضد سے اتباعِ سنت پر کیا ضرب لگتی ہے؟ اور ایسے خیال کے تمام لوگوں کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ مطالبہ غلط اور خلافِ شرع ہے، اس نے اگر چھوٹا گوشت کھلایا ہے تو وہ قرض نہیں تھا کہ اس کا مطالبہ کیا جائے، یہ جرمانہ شرعاً جائز نہیں (۱)، حدیث پاک میں ارشاد ہے: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". الحدیث (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۵/۹۶ھ۔

---

(۱) "عند أبي یوسف رحمه الله تعالیٰ یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وغیرهما، وباقی الأئمة الثلاثة لایجوز، كذا فی فتح القدیر". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیه)

(۲) (السنن الکبریٰ للبیهقی: ۳۸۷/۴، (رقم الحدیث: ۵۴۹۲)، باب شعب الإیمان، دار الکتب العلمیة بیروت)

(ومشکوة المصابیح: ۲۵۵/۱، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

قال العلامة الجصاص تحت آیة: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾: "قدانتظم هذا العموم النهی عن أکل مال الغیر بالباطل و أکل نفسه بالباطل، وذلک لأن قوله تعالیٰ: ﴿أموالکم﴾ یقع علی مال الغیر و مال نفسه، فکذلک قوله تعالیٰ: ﴿لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ نهی لکل أحد عن أکل مال نفسه و مال غیره بالباطل .... وأکل مال الغیر قد قیل: فیه وجهان: أحدهما: ما قال السدی: و هو أن یأکل بالربا والقمار والنجس و الظلم. وقال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما والحسن: أن یأکله بغیرعوض .... اللهم! إلا أن یکون المراد الأکل عنده بغیر إذنه". (أحکام القرآن للجصاص: ۲۴۴/۲، باب التجارات و خیار البیع، قدیمی)

متمول آدمی کا نیاز کے کھانے میں شریک ہونا

سوال[۸۶۶۷] : ۱......اس اطراف وجوانب میں دستور ہے، بلفظ ''یااللہ نام'' کا اکثر بیشتر گاؤں میں دعوت کی شکل میں لوگ غلہ وغیرہ جمع کر کے امیر وغریب کھانا کھاتے ہیں۔کیا متمول لوگوں کا ایسی چیزوں میں شریک ہونا درست ہے؟

اللہ کے نام کھانے میں مالدار کی شرکت

سوال[۸۶۶۸] : ۲......زید بکرا ذبح کرتا ہے اور مالداروں کی دعوت کرتا ہے، جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے: یہ چیز صدقہ یا خیرات کی ہے، یا کسی اَور چیز کی؟ تو بتاتے ہیں صرف اللہ نام کا۔اس ''اللہ نام'' کی تفسیر کیا ہے اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟ شرح وبسط کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلياً:

۱......متمول آدمی کو ایسے کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے(۱)۔

۲......عامۃً یہ کام رفع بلا کے لئے، یا کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے کیا جاتا ہے، اگر زید کا مقصد بھی یہی ہے تو مالداروں کو اس سے بھی بچنا چاہیے(۲)۔دوست واحباب کو بھی کھلانا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ذریعہ ہے، اگر یہ مقصود ہے تو امیر وغریب کسی کو اس سے پرہیز کی ضرورت نہیں ہے(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۶ھ۔

---

(۱) اس میں صدقۂ نافلہ اور صدقۂ واجبہ دونوں کے ہونے کا امکان ہے، لہذا اس سے مشکوک ہونے کی بناء پر بچنا ضروری ہے، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "دع ما يريبك إلىٰ مالا يريبك". رواه أحمد". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۴۲، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، قديمي)

(۲) اس قسم کے صدقات بعض اوقات بطورِ نذر کے دیئے جاتے ہیں، اور نذر واجب ہوتی ہے، اور واجب التصدق صدقات کا مالداروں کے لئے دینا اور کھانا جائز نہیں:

"ولا تدفع إلى غني لقوله عليه السلام: "لاتحل الصدقة لغني". (الهداية، كتاب الزكوة، باب في المصارف: /۲۰۶، مكتبه شركة علميه)

(۳) "تهادوا الطعام بينكم، فإن ذالك توسعة لأرزاقكم". رواه الطبراني عن أمّ حكيم بنت رداع: =

کھیت پر خوشی میں دعوت کرنا

سوال[۸۶۶۹] : ۱...... میں ایک کاشتکار ہوں، اراضی دیہات میں ہے۔اس مرتبہ فصل اچھی ہوئی ہے، میں اس شکرانے میں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے'' اپنے کھیت میں مقامی اور غیر مقامی احباب کو کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔ایک صاحب نے مجھ پر اعتراض کر دیا کہ تمہارا فعل مماثلِ مشرکین ہے، کیونکہ مشرکین بھی فصل کاٹتے وقت بکرا کاٹ کر فصل کی پیداواری پوجا کرتے ہیں۔لہذا وہ صاحب دعوت قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ میرے اس فعل کا تعلق مشرکین کے عمل سے نہیں ہے، حقائق سے خلاف صرف ظن پر چل رہے ہیں اور تقویٰ کی آڑ لے رہے ہیں اور اس پر مصر ہیں کہ کھیت میں کھانا نہ کھلایا جائے۔

نیز انہوں نے اپنی ذہنی مفروضات کو بھی قلمبند کیا ہے جو اس کے ساتھ منسلک ہیں، براہ کرم ان کو بھی ملاحظہ فرما کر رہبری فرمائیں۔میری نیت وعمل ان تمام افعال مشرکانہ سے بری اور صاف ہے۔

۲......مکرمی ومحترم! عرض تحریر ہے کہ احقر کے اور احقر کے ایک عزیز ومحسن کے درمیان ایک طعام کے سلسلے میں اختلاف را ئے ہے، جس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے، جناب والا سے درخواست ہے کہ از روئے شرع اس مسئلہ میں صحیح رہبری فرمائیں:

یہاں پر بروقتِ تیاریٔ فصل جس کو ''کھلے'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس وقت کھلا کیا جاتا ہے اس وقت مشرکین بکرا ذبح کرتے ہیں۔جس کی عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی، اور اس کو پکا کر کھیت میں کھانا کھلاتے ہیں۔مشرکین کا یہ عقیدہ ہے کہ جس زمین سے فصل حاصل کی گئی ہے، اس زمین میں بکرا ذبح کرنا اور کھلانا ضروری

= ''تهادوا فإن الهدية تضعف الحُبّ وتذهب بغوائل الصدور''. (مرقاة المفاتيح: ۸/ ۱۷۴، ۴۷۲، رشيديه)

''فأما الدعوة في حق فاعلها، فليست لها فضيلةٌ تختص بها، لعدم وُرود الشرع بها، ولكن هي بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث، فإذا قصد فاعلُها شكر نعمة الله عليه وطعام إخوانه وبذل طعامه، فله أجر ذلك إنشاء الله تعالى''. (المغني لابن قدامة، كتاب الوليمة، مسئلة: حكم الدعوة إلى الختان والإجابة إليها: ۸/ ۱۱۸، دار الفكر بيروت)

ہے، ورنہ آئندہ فصل کم ہوگی یا دیگر نقصان ہوگا۔ بروقت نہ کرسکیں تو جب بھی موقع ہو، بہر حال کرنا ضروری ہے اور اس پر عمل ہوتا ہے۔

اکثر مسلمان زمیندار بھی اس کی نقل میں بکرا کھیت میں ذبح کرتے ہیں اور وہیں پکا کر کھانا کھلاتے ہیں، البتہ پوجا نہیں کرتے۔ اور ان کے عقائد کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، مگر وہ اس بات پر آمادہ نہیں ہوتے کہ بکرا ذبح کرنے کے بجائے گوشت بازار سے خرید کر پکائیں اور نہ اس بات پر کہ گھر پر پکا کر کھلائیں، بلکہ وہ قربانی کا نام دیکر بکرا ذبح کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور کھیت ہی میں کھلانا ضروری سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں، اس کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

مذکورہ بالا صورت مشابہت بالمشرکین ہے یا نہیں اور ایسے طعام سے پرہیز کرنا چاہیے یا نہیں؟

صورت حال یہ ہے کہ احقر کے عزیز ومحسن جناب محمد مصطفیٰ خان صاحب- جو مسلم لیڈر بھی رہ چکے ہیں اور وکیل بھی ہیں- دین کا علم بھی رکھتے ہیں، پابند صوم وصلوۃ بھی ہیں اور زمیندار بھی ہیں، اور جس موضع میں ان کی زمین ہے وہاں پر مقتدا بھی ہیں، عقائد بھی درست ہیں، لیکن اس کے باوجود پھر بھی اسی طریقۂ مذکورہ پر کھانا کھلانا چاہتے ہیں اور طریقۂ مذکورہ کو اپنی خواہش ظاہر کرتے ہیں اور یہ استدلال کرتے ہیں کہ میرے عقائد درست ہیں اور طریقہ مذکورہ پر کھانا کھلانا میری خواہش ہے اور اس خواہش پر کوئی شرعی پابندی نہیں ہے۔

اور مجھ کو ان کے اس استدلال سے اختلاف ہے، میرے خیال میں طریقۂ مذکورہ پر کھانا کھلانا ضرور مشابہت رکھتا ہے، معمولی تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے میں اس طعام سے پرہیز کرتا رہا ہوں۔ ایسے طعام سے پرہیز کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور میرا یہ خیال کہ ''مذکورہ طریقہ پر طعام مشابہت بالمشرکین ہے'' صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......شکرانہ میں فقراء کو صدقہ دینا اور احباب کو کھانا سب کچھ درست اور باعثِ خیر و برکت ہے، خواہ کھیت میں ہو خواہ مکان پر ہو، بکرا ذبح کرکے ہو یا گوشت خرید کر ہو(۱) لیکن جہاں پر مشرکین کا ایک عمل جاری ہ

(۱) ''عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''إن =

شائع ہو، ایک مسلم کو عقیدہ صحیح ہونے کے باوجود شرک سے بچ بچ کر بھی ان کا طرز اختیار نہیں کرنا چاہیے(۱)۔ کھیت میں کھانا پکنے اور کھلانے پر ہی اصرار کیوں ہے، آپ مکان پر پکوا کر بھی کھلا سکتے ہیں۔ شادی وغیرہ کی تقریبات میں مکان پر ہی پکواتے اور کھلاتے ہیں، اس لئے کھیت پر نہ پکوائیں نہ کھلائیں۔ دوسرے ہمراہ والے فتوے میں صدقے کے کچھ طرق لکھ دیئے گیے ہیں ان کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس طرح لوگوں کے سوئے ظن اور اعتراضات سے بھی امن ہوجائے گا اور مقصد بھی حاصل ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۹۵ھ۔

۲......اس طریقہ کا اختیار کرنا مشرکین کے اتباع میں ہے اگرچہ جزئی فرق کرلیا جائے۔ جس چیز کو شریعت نے لازم قرار نہیں دیا، اس کو لازم سمجھنا، یالازم کی طرح اس پر عمل کرنا شرعاً درست نہیں، اس سے پرہیز لازم ہے(۲)۔ صدقہ کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ غریبوں، بیواؤں، یتیموں کی ضروریات پوری کردی

= الصدقه لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء". (جامع الترمذی، أبواب الزكوة، باب فضل الصدقة: ۱/۱۴۴، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۳۳، قديمی)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۷، قديمی)

(۱) "عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقوم فی الجنازة حتى توضع فی اللحد، فمرّ به حبر من اليهود، فقال: هكذا نفعل، فجلس النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقال: "اجلسوا، خالفوهم". (سنن أبی داؤد، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة: ۲/۹۶، إمداديه)

"عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أوفروا اللُحى، وأحفوا الشوارب". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمی)

(ومرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۰، رشيديه)

(۲) "الإصرار على المندوب يُبلغه إلى حدّ الكراهة". (السعاية فی كشف مافی شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبيل فصل فی القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور) =

جائیں، کھانے کپڑے وغیرہ جس چیز کی ان کو ضرورت ہو وہ اُن کو دی جائے، بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

ضعیفوں، اپاہجوں کے لئے مستقل وظیفہ مقرر کردیا جائے۔ صدقہ جاریہ ہوتو اَور بہتر ہے، مثلاً: جہاں پانی کی ضرورت ہو وہاں کنواں بنوادیا جائے، یا نل لگوادیا جائے، مسجد میں صفوں کا انتظام کردیا جائے، دینی مدارس میں قرآن کریم، دینی کتب خرید کر وقف کردیں، یہ صورتیں مشابہت سے بھی پاک صاف ہے اور التزام مالایلزم بھی ان میں نہیں اور اجر ثواب کی بھی مستوجب ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۹۵ھ۔

بھینس کے بچہ دینے اور ختنہ کی دعوت مدرس کے لئے

سوال [۸۶۷۰]: زید ایک سو دس روپے کی تنخواہ پر ایک مدرسہ میں مدرس ہے اور زید کے گھریلو حالات بھی بفضلہ تعالیٰ بہت اچھے ہیں۔ اب جس گاؤں میں زید پڑھاتا ہے، اس گاؤں میں یہ دستور ہے کہ اگر کسی کی بھینس نے بچہ جنا، یا کسی نے اپنے لڑکے کا ختنہ کیا، پھر اس کے اچھے ہونے کے بعد مصلی کی دعوت کرتا ہے۔ آیا زید بھی اس دعوت کو مصلی بن کر کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دعوت اظہارِ مسرت اور شکرانے کے طور پر ہے، امام اور غیر امام، امیر وغریب سب کے لئے اس کا

= "ويمكن أن تحمل الكراهة على الإطلاق حسماً للمادة؛ لأن الشئ إذا شرع لكونه مظنة قد يستمر، فيصير مئنة". (فتح البارى، كتاب مواقيت الصلوة، باب مايكره فى السمر بعد العشاء: ۹۳/۲، قديمى)

(و مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء فى التشهد: ۳۱/۳، رشيديه)

(۱) قال العلامة آلوسى رحمه الله: ﴿وفى سبيل الله﴾ قيل: المراد طلبة العلم .... وفسره فى البدائع بجميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى فى طاعة الله تعالىٰ وسُبُل الخيرات. قال فى البحر: ولا يخفى أن قيد الفقر لابد منه على الوجوه كلها، فحينئذ لاتظهر فى الزكوة، وإنما تظهر فى الوصايا والأوقاف".

(روح المعانى، (سورة التوبة: ٦٠): ۱۲۳/۱۰، دارإحياء التراث العربى بيروت)

کھانا درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) بشرطیکہ اس کولازمی اور ضروری نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی خاص وقت اور دن متعین کیا جائے:

"عن أيوب عن نافع أن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما يقول: عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا دعا أحدكم أخاه، فليجب، عرساً كان أو نحوه". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۴۶۲، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعى إلى دعوة، قديمى)

قال النووى رحمه الله: "والثالث مندوب. هذا مذهبنا فى وليمة العرس، وأما غيرها، ففيها وجهان لأصحابنا: أحدهما أنها كوليمة العرس. والثانى أن الإجابة إليها ندب وإن كانت فى العرس واجبةً .... وقوله قبل هذا: (وكان عبد الله) يعنى ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما يأتى الدعوة فى العرس وغير العرس وهو صائم". (شرح النووى على الصحيح لمسلم: ۱/ ۴۶۲، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعى إلى دعوة، قديمى)

قال المحدث السهارنفورى فى حاشية صحيح البخارى: "قال الكرمانى: قالوا: الضيافة ثمانية أنواع: الوليمة للعرس. والخُرس بضم المعجمة وسكون الراء، وبالمهملة للولادة. والإعذار بكسر الهمزة وبالمهملة، ثم المعجمة للختان، والوكيرة بفتح الواو لبناء. والنقيعة لقدوم المسافر، من النقع وهو الغبار. والوضيمة بكسر المعجمة المصيبة. والعقيقة تسمية الولد يوم السابع من ولادته. والمأدبة بضم الدال وفتحها، الطعامُ المتخذ للضيافة بلا سبب. وكلها مستحبة إلا الوليمة، فإنها تجب عند قوم، كذا فى المجمع". (حاشية صحيح البخارى: ۲/ ۷۷۶، كتاب النكاح، باب الوليمة، (رقم الحاشية: ۵)، قديمى)

''دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، نہ تو نصاً اس کا کہیں ذکر ہے اور نہ ہی مشروعیت۔ دعوت ضابطہ "الدعوة فى السرور" میں داخل ہے، اس لئے یہ دعوت جائز نہیں، پھر اس کو سنت سمجھنے میں بدعت ہونے کی قباحتِ شنیعہ مزید، تبدیع کے لئے عدم ثبوت ہی کافی تھا اور یہاں تو قرون مشہود لہا بالخیر میں اس پر نکیر موجود ہے''۔ (أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحه، دعوت ختنه: ۸/ ۱۵۵، سعيد)

نئے مکان میں وعظ اور شیرینی تقسیم کرنا

سوال[۸۶۷۱]: نیا مکان بنوا کر اس میں وعظ کہلانا اور شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر برکت کے لئے شکریہ کے طور پر بغیر کسی غیر ثابت التزام کے ایسا کرے تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

نئے مکان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنا

سوال[۸۶۷۲]: نیا مکان تعمیر کرنے کے بعد دعائے خیر اور شیرینی وغیرہ برکت کی نیت سے تقسیم کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "ان عتبان بن مالک رضی اللہ تعالی عنه .... قال: .... وددتُ -یارسول- أنک تأتینی فتصلی فی بیتی فأتّخِذُه مصلی، قال: فقال رسول اللہ علیه وسلم: "سأفعل إنشاء اللہ". قال: .... وحبسناه علی خزیرة صنعناها له". (صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد فی البیوت: ۱/۶۰، قدیمی)

"کل مباح یؤدی إلی زعم الجهال سنیة أمر أو وجوبه، فهو مکروه". (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، مسائل وفوائد شتی من الحظر والإباحة، مطلب کل مباح یؤدی إلی زعم الجهال، الخ: ۲/۳۶۷، المکتبة المیمنیة مصر)

"أو لوحظت فیه خصوصیات غیر مشروعة، أو التزم کالتزام الملتمات، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم، والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً، کما صرح به علی القاری فی شرح مشکوة المصابیح، والحصکفی فی الدرالمختار، الخ". (سباحة الفکر، الباب فی حکم الجهر بالذکر الخ، تحت الثانی والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللکنوی: ۳/۴۹۰، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداًومصلياً:

کوئی مضائقہ نہیں (۱) مگر شیرینی وغیرہ میں کچھ تفاخر ونمائش کا رنگ نہ آنے پائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۷ھ۔

کھانے پر بلانے پر "بارك الله" کہنا

سوال [۸۶۷۳]: کھانا کھانے والے کو "بارك الله" کہہ کر جواب دینا جو متعارف ہے، اس کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

"عن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا دعى أحدكم، فليجب، فإن كان مفطراً فليأكل، وإن كان صائماً دعا له بالبركة". عمل

(۱) "عن أنس بن مالک رضى الله تعالى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الصدقة لتطفئ غضب الرب، وتدفع ميتة السوء". (جامع الترمذى، أبواب الزكوٰة، باب فضل الصدقة: ۱/۱۴۴، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۳۲، قديمى)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۷، قديمى)

(۲) "وعن شداد بن أوس رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من صلى يرائى فقد أشرک، ومن صام يرائى فقد أشرک، ومن تصدق يرائى فقد أشرک". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الريا والسمعة، ص: ۴۵۵، قديمى)

"عن محمود بن لبيد رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "إن أخوف ما أخاف عليكم الشرک الأصغر". قالوا: يارسول الله! وما الشرک الأصغر؟ قال: "الريا". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الريا والسمعة، ص: ۴۵۶، قديمى)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبلؒ: ۶/۵۹۶، (رقم الحديث: ۲۳۱۲۴)، دارإحياء التراث العربى بيروت)

الیوم واللیلة، ص: ۱۳۱ (۱)۔

کھانے کے لیے بلانے والے کے جواب میں عدمِ اکل کی صورت میں "بارك الله لنا ولكم" کہنا اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

دوستی میں کھلائے ہوئے کا مطالبہ

سوال [۸۶۷۴]: دو شخص نے آپس میں دوستی کی ایک مدت تک ہر ایک نے دوسرے کو دوستانہ میں کھلایا پلایا اور نقدی بھی دیتے رہے۔ کچھ دنوں بعد ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک نے کہا کہ میرا کھلایا، پلایا ہوا اور نقدی واپس کردو۔ دوسرے نے کہا کہ حساب کرلے، اگرچہ یہ بُرا ہے لیکن میں تیار ہوں، چنانچہ حساب ہوا۔ دوسرے نے کہا کہ میرا بھی حساب کر۔ دونوں کا حساب ہوا، ایک کے ذمہ زائد رقم پائی گئی۔ تو اس قسم کے دوستانہ میں خرچہ کا حساب قرض میں شمار ہوگا، اگر نہ دیا گیا تو کل قیامت میں مواخذہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کھلاتے، پلاتے اور نقد دیتے وقت نہ زبان سے اس کو قرض قرار دیا، نہ ذہنوں میں تھا کہ یہ قرض ہے، بلکہ دوستانہ تعلقات میں یہ سب کچھ ہوا، تو اس کو قرض نہیں کہا جائے گا (۲) اور اس کا مطالبہ درست نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۰/۲۶ھ۔

---

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب مايقول إذا حضر الطعام وهو صائم، (رقم الحديث: ۴۸۹)، ص: ۴۳۸، مكتبه الشيخ كراچي)

(۲) "هو لغة: ماتعطيه لتتقاضاه، وشرعاً: ماتعطيه من مثلي لتتقاضاه، وهو أخصر من قوله: عقد مخصوص: أي بلفظ القرض ونحوه، يرد على دفع مال .... مثلي .... لآخر ليرد مثله". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: عقد مخصوص) الظاهر أن المراد عقد بلفظ مخصوص؛ لأن العقد لفظ، ولذا قال: أي بلفظ القرض ونحوه: أي كالدين، وكقوله: أعطني درهماً لأرد عليك مثله". (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل في القرض: ۵/۱۶۱، سعيد)

(وكذا في القاموس الفقهي، حرف القاف، ص: ۳۰۰، إدارة القرآن كراچي)

الفصل الثانی فی الضیافة

(مہمان نوازی کا بیان)

مہمان کا اکرام

سوال[۸۶۷۵]: شریعت میں مہمان کی کیا تعریف ہے؟ اگر فاسق وفاجر مہمان ہوتو اس کی تعظیم وتکریم کرنے کا حکم ہے؟ پھر فاسق وفاجر سے ترک سلام وکلام کے کیا معنیٰ؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسے مہمان میں جب دو حیثیت ہوں: ایک مہمان ہونے کی، دوسرے فاسق ہونے کی، تو پہلی حیثیت سے حقِ مہمانی ادا کیا جائے اور اکرام کیا جائے (۱)، دوسری حیثیت کو اس اکرام میں ملحوظ نہ رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه".

"وعن أبي شريح الكعبي رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الأخر، فليكرم ضيفه، جائزته يوم وليلة". (مشكوة المصابيح: ۳۶۸/۲، باب الضيافة، الفصل الأول، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ضافه ضيف و هو كافر، فأمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بشاة، فحلبت، فشرب حلابها". (مشكوة المصابيح: ۳۶۴/۲، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، قديمي)

مہمان کا دسترخواں سے کسی کو کچھ دینا

سوال[۸۶۷۶]: مہمان کسی دوسرے کو کھانے کے لئے بلاسکتا ہے یانہیں، اسی طرح کتے بلی وغیرہ کو دے سکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میزبان کی اجازت ہوتو درست ہے، ورنہ نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی۔

مہمان کا کسی دوسرے کی تواضع کرنا

سوال[۸۶۷۷]: مہمان کواختیارنہیں ہے کہ دوسرے کوکھانے پر بلائے، یہ اختیارصرف میزبان کو ہے۔ یہ مسئلہ کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے:

"دعا قوماً إلى طعام و فرّقهم على أخونةٍ، ليس لأهل خوان تناول أهل خوان اخر، ولا إعطاء سائل و خادم وهرة بغير إذن رب المال، ولا لكلب رب المنزل، إلا أن يناول الخبز

---

(۱) "إذا كان الرجل على مائدة فناول غيرَه من طعام المائدة، إن علم أن صاحبه لايرضى به، لايحل له ذلك، وإن علم أنه يرضى، فلا بأس به. وإن اشتبه عليه لا يناول، ولا يعطى سائلاً، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۴، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

"الضيف إذا ناول من المائدة هرةً لصاحب الدار أولغيره شيئاً من الخبز أو قليلاً من اللحم، يجوز استحساناً؛ لأنه إذن عادةً. ولو كان عندهم كلب لصاحب الدارأو لغيره، لا يسعه أن يناوله شيئاً من اللحم أو الخبز، إلا بإذن صاحب البيت؛ لأنه لا إذن فيه عادةً. و لو ناول العظام أو الخبز المحترق، وسعه، كذا في الظهيرية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۴، المصدر السابق)

"والصحيح في هذا أنه ينظر إلى العرف والعادة دون التردد، كذا في الينابيع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۴، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

المحترق، للإذن عادةً، و تمامه فی الجواهر". درمختار علی هامش ردالمحتار: ٧١٩/٤(١)۔

لوگوں کوکھانے کی دعوت دی اوران لوگوں کومختلف دسترخوان پر بانٹ دیا توکسی دسترخوان والے کو یہ حق نہیں کہ دوسرے دسترخوان والے کو دے۔اسی طرح کسی سائل کواور خادم اور میزبان کی بلی کے علاوہ کسی اَور کی بلی اور کتے کو- چاہے وہ میزبان ہی کا ہو-کھلانے کا حق نہیں ہے۔ہاں!اگر جلی ہوئی روٹی اس کتے کو کھلا دے تو جائز ہے،کیونکہ عادۃً اس کی اجازت ہوتی ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مہمان کا نمک وغیرہ میزبان سے مانگنا

سوال[۸۶۷۸] : مہمان کی میزبان سے مندرجہ ذیل چیزوں کی فرمائش درست ہے یانہیں،خواہ بے تکلفی ہو یا نہ ہو:نمک کم ہے تو مانگ لینا بہتر ہے،یا ایسے کھالیوے۔مرچ،گڑ وغیرہ بھی مانگ سکتا ہے یانہیں؟

---

(١) (الدرالمختار: ٥/ ٧١٠، كتاب الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ٥/ ٣٤٤، كتاب الكراهية، الباب الثانی فی الهدايا والضيافات، رشيديه)

"وعن أبی مسعودٍ الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان رجل من الأنصار يكنی أبا شعيب، كان له غلام لحّام، فقال: اصنع لی طعاماً يكفی خمسةً لعلّی ادعو النبی صلی الله تعالی عليه وسلم خامس خمسة، فَصَنَع له طُعيماً، ثم أتاه فدعاه، فتبعهم رجل، فقال النبی صلی الله تعالی عليه وسلم: "يا أبا شعيب! إنّ رجلاً تبعنا، فإن شئت أذنت له، وإن شئت تركته". قال: لا، بل اَذنتُ له". متفق عليه".

(مشكوة المصابيح: ٢/ ٢٧٨، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول، قديمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ تحت قوله: "بل أذنت له": فيه أنه لا يجوز لأحد أن يدخل فی ضيافة قوم بغيرإذن أهلها، و لا يجوز للضيف أن يأذن لأحد فی الإتيان معه إلا بأمر صريح أو إذن عام أو علم برضاه. فی شرح السنة: فيه دليل علی أنه لا يحل طعام الضيافة لمن لم يُدع إليها". (مرقاة المفاتيح: ٦/ ٣٧٢، ٣٧٣، باب الوليمة، الفصل الأول، رشيديه)

"ولو دخل عليه إنسان، لايجوز له أن يعطيه شيئاً، ورفع الذلة حرام بكل حال إلا بإذن".

(البزازية علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ٦/ ٣٦٥، كتاب الكراهية، الخامس فی الأكل، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاوی: ٤/ ٣٥٩، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فی الأكل، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں ان چیزوں کے مانگنے کا عرف ہو وہاں مانگنے میں مضائقہ نہیں۔ اور بے تکلفی میں مانگنے میں بھی حرج نہیں (۱)۔ صبر کرنا اوّل مقام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

نامحرم عورتوں کی ضیافت

سوال [۸۶۷۹]: ایک متقی پرہیزگار کے یہاں کچھ عورتوں نے --جن کا پیشہ کمپنیوں میں ناچنا گانا ہے-- موصوف کی رہائشگاہ پر جانے کی خواہش ظاہر کی، موصوف نے جانے کی اجازت بذریعہ دوسرے بچوں کے دلوادی۔ موصوف نے اپنے متعلقین مستورات کو ہدایت کردی کہ ان عورتوں کی خاطر تواضع ناشتہ چائے وغیرہ سے کریں، اس موقع سے کوئی بھی غیر محرم یا موصوف ان کی خاطر تواضع میں شامل نہیں تھے۔ اس موقع سے ان عورتوں کو احساسِ جرم وکمتری بزبانِ خود ظاہر ہوئی، ان عورتوں نے کہا کہ کیا کریں، پیٹ کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم لوگ اپنی بچیوں اور بچے کی شادیاں اس پیشہ کی وجہ سے جو کسی شریف کے گھر نہیں ہوسکتیں۔ کیا ان عورتوں کا موصوف کے یہاں جانا موصوف کے لئے جرم یا گناہ ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً:

ان متقی صاحب نے ان عورتوں کو اپنے مکان پر بلایا نہیں بلکہ وہ خود گئی ہیں اور ان کی تواضع اس طرح کی گئی کہ وہ خود ان کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، اور کوئی نامحرم شریک نہیں ہوا۔ اس طرز سے ایسا اثر پڑا کہ ان کو اپنے جرم کا احساس ہوا، کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے، اصلاح فرمادے۔ گو اہل دنیا کی نظر میں یہ چیزیں موجبِ اعتراض ہوسکتی ہیں، لیکن ان صاحب کے لئے اس میں کیا گناہ ہے جبکہ اصلاح کے لئے یہ طرز اختیار کیا گیا ہو (۲)، مگر ایسی عورتوں کے مفاسد سے تحفظ بھی لازم ہے۔

---

(۱) "ولاينبغي للضعيف أن يشتهي على رب البيت إلا الملح والماء، ولايعيب طعامه، بل ماوجد، أكل وحمد، وهو الأدب". (بستان العارفين، الباب الخامس والخمسون في آداب الضيافة، ص: ۴۶، رشيديه)

(۲) چونکہ انہیں نہ تو دعوت دی گئی ہے اور نہ انہیں بلایا گیا ہے بلکہ وہ خود آگئیں ہیں اس لئے وہ مہمان ہیں اور مہمان خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا اکرام ضروری ہے: .... =

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں منافقین ومشرکین بھی آتے تھے اور اخلاقِ فاضلہ کا مشاہدہ کرکے بہت متاثر ہوتے تھے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۳ھ۔

کسی معزز مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا

سوال[۸۶۸۰]: اگر کسی مہمان کے قدوم پر کوئی جانور ذبح کیا جاوے تو وہ ﴿ما أحل لغیر اللہ﴾ میں داخل ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب وصفحہ ونام مطبع تحریر فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقصود کھلانا ہو تو درست ہے، اور اگر اعزاز وتعظیم مقصود ہو تو درست نہیں ہے:

= "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "من كان یؤمن بالله والیوم الآخر، فلیكرم ضیفه". (مشكوة المصابیح: ۳۶۸/۲، كتاب الأطعمة، باب الضیافة، الفصل الأول، قدیمی)

(۱) "قال الفقیه رحمه الله: لابأس للمسلم أن یكون بینه وبین أهل الذمی معاملة إذا كان مما لابدّمنه، ولا بأس بأن یعوده وهو مریض ویلقنه كلمة التوحید، وقد عاد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یهودیاً وعرض علیه الإسلام، فأسلم، ومات، فلما خرج، قال: "الحمد لله الذی أعتق بی نسمة من النار". وروی عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "أنه دخل علی نصرانی وهو فی النزع، فقال له: "تب إلی الله تعالیٰ" فلم یعمل لسانه فأومأ بعینیه فتبسم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقیل: یارسول الله! لم تبسمت؟ فقال: "لما أومأ بعینیه، قال الله تعالیٰ: (یاملائكتی أشهدكم أنی قبلته لما أومأ إلیّ ولا أضیع إیمانه". ولابأس للمسلم إذا كانت له قرابة من أهل الذمة أن یهدی إلیهم ویكرمهم وقد أهدی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إلی خاله جاریة وهو كافر بمكة". (بستان العارفین، الباب الحادی والأربعون بعد المأة فی المعاملة مع أهل الكفر، ص: ۱۱۰، رشیدیه)

"ذبح لقدوم الأمير أو غير من العظماء، لا يحل؛ لأنه ذبح تعظيماً له، لا لله تعالىٰ، بخلاف ما إذا ذبح للضيف، فإنه لله تعالىٰ، اھ". مجمع الأنهر: ۲/۵۰۸(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔



(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الذبائح: ۲/۵۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث فی الهدایا
(ہدیہ دینے کا بیان)

کسی کام کے سلسلہ میں بغیر مانگے اور بغیر مطالبہ ملی ہوئی رقم ہدیہ ہے یا رشوت؟

سوال[۸۶۸۱]: میں کھیت اور مکان کی رجسٹری کرتا ہوں، اس سلسلہ میں جو لوگ رجسٹری کرنے کے بعد احقر کو اپنی مرضی سے کچھ رقم دیتے ہیں اور میں لوگوں پر زبردستی نہیں کرتا۔ تو کیا اس رقم کو لینے میں کوئی گناہ ہے؟ اور یہ رقم رشوت ہوگی یا نہیں؟ اور اس رقم کو کسی اچھے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔

جاوید اقبال دیوبندی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ کے ان سے تعلقات ہیں اور ہدیہ لینے دینے کا پہلے سے معمول ہے، نیز اس کے لینے سے ان کی کوئی غلط رعایت نہیں کرتے تو آپ کو اس کا لینا درست ہے، ورنہ اس کے لینے سے پرہیز کریں۔ اگر چہ ان کا کام آپ صحیح کریں، اس میں کوئی غلط رعایت نہ ہو، لیکن ایسی صورت میں بھی رقم لینے سے آئندہ اثر پڑے گا کہ آپ سے غلط کام لیا جائے گا، خواہ غلطی کسی نوع کی ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۴/۵ھ۔

---

(۱) "منها أن لايقبل الهدية من أحدهما إلا إذا كان لايلحقه به تهمة، وجملة الكلام فيه أن المهدى لايخلوا: إما أن يكون رجلاً كان يهدى إليه قبل تقليد القضاء، وإما إن كان لايهدى إليه، فإن كان لايهدى إليه، فإما إن كان قريباً له أو أجنبياً، فإن كان قريباً له، ينظر: إن كان له خصومة فى الحال، فإنه لايقبل؛ لأنه يلحقه التهمة. وإن كان لاخصومة له فى الحال، يقبل؛ لأنه لاتهمة فيه. وإن كان أجنبياً، لايقبل، سواء كان له خصومة فى الحال أو لا؛ لأنه إن كان له خصومة فى الحال، كان بمعنى الرشوة، وإن لم يكن فربما يكون له خصومة فى الحال يأتى بعد ذلک، فلا يقبل، ولو قبل يكون لبيت المال. هذا إذا كان =

الیکشن میں کھڑے ہونے والے کے ہدیہ کا حکم

سوال[۸۶۸۲] : ایک صاحب اہل ہنود میں سے ہیں، وہ اس علاقہ میں الیکشن کے لئے کھڑے ہورہے ہیں، اس علاقہ سے کوئی مسلمان کھڑا نہیں ہورہا ہے، انہوں نے تبلیغی جماعت کو میٹھا دودھ پیش کیا۔ انہوں نے ان کا دل رکھنے کے لئے قبول کرلیا۔ تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح دعوت قبول کرنے میں مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۸۷ھ۔

= الرجل لايهدى إليه قبل تقليد القضاء. فأما إذا كان يهدى إليه، فإن كان له فى الحال خصومة، لاتقبل؛ لأنه يتهم فيه. وإن كان لاخصومة له فى الحال، ينظر: إن كان أهدى مثل ماكان يهدى أو أقل، يقبل؛ لأنه لاتهمة فيه. وإن كان أكثر من ذلك يردّ الزيادة عليه. وإن قبل، كان لبيت المال. وإن لم يقبل للحال حتى انقضت الخصومة ثم قبلها، لابأس به". (بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضى، فصل فى آداب القضاء: ۱۱۹/۹، ۱۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"ولابأس بقبول هدية المستقرض؛ لأنها غير مشروطة فى القرض، فمن جرت عادته بالمهاداة قبل القرض، فالأفضل القبول؛ لأن قبولها من حقوق المسلم على المسلم. وكذا إذا كان المهدى معروفاً بالجود والسخاوة، أو كانت بينهما مودّة". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الرابع فى الهدية والميراث: ۳۲۶/۶، رشيديه)

(۱) "وأما الهدية للمشركين وأهل الكتاب، وقبول هداياهم، فكل ذلك جائز إذا كانوا ذمةً لنا. وكذلك إذا كانوا أهل حرب وطمع فى إسلامهم، فهو مندوب إلى أن يؤلفهم، فيقبل الهدية ويهدى إليهم. وإذا لم يطمع فى إسلامهم، فله أن يظهر معنى الغلظة والشدة عليهم برد الهدية". (إعلاء السنن، كتاب الهبة: ۱۴۶/۱۶، إدارة القرآن كراچى)

"وجمع غيره بأن الامتناع فى حق من يريد بهديته التودّد والموالاة، والقبول فى حق من يرجى بذلك تأنيسه وتأليفه على الإسلام". (فتح البارى، كتاب الهبة وفضلها: ۲۸۸/۵، قديمى)

ہدیہ میں یہ شرط لگانا کہ ''کسی کو نہیں دیں گے''

سوال[۸۶۸۳]: اگر کوئی شخص ہدیہ دے اور یہ پابندی لگادے کہ دوسرے کو دینے کی اجازت نہیں ہے تو کیا اس طرح ہدیہ لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہدیہ لینا تو درست ہے(۱) مگر پابندی کا اقرار نہ کرے، بلکہ تسلیم کرنے سے انکار کردے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کوٹ کے کپڑے کا ہدیہ

سوال[۸۶۸۴]: میرے کچھ عزیز کوٹ، پتلون وغیرہ استعمال کرتے ہیں، اگر میں ان کے لئے پتلون کا کپڑا یا پیٹی (جس سے کمر کسی جاتی ہے) لے جاؤں تو مجھے ثواب ملے گا ہدیہ کا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کوٹ پتلون بنانے کی نیت سے کپڑا نہ لے جایئے، بلکہ ایسا لباس بنانے کے لئے لے جایئے

---

(۱) ''عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ''تهادوا؛ فإن الهدیة تذهب الضغائن''. رواه الترمذی''.

''وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ''تهادوا؛ فإن الهدیة تذهب وحر الصدر''. (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الرجوع فی الهبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۱، قدیمی)

''عن أبی هریرة عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ''لودعیت إلی کراع لأجبت، ولو أهدی إلیّ ذراع لقبلت''. رواه البخاری''. (إعلاء السنن، کتاب الهبة: ۱۶/۶۷، إدارة القرآن کراچی)

(۲) کیونکہ ھدیۃ دیئے ہوئے مال کو ھدیہ کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، البتہ اگر استعمال کی شرط کے ساتھ دیا ہے تو پھر آگے ہدیہ دینا درست نہیں۔ (عمدة القاری: ۱۳/۲۲، بحواله شمائل کبری: ۲/۱۱۴، زمزم پبلشرز)

جس کا استعمال بلا تکلف درست ہے(۱)۔ پٹی کمر پر باندھنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود غفرلہ۔

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال[۸۶۸۵]: مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرید بطیبِ خاطر دیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر جبراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے:"إذ لا یجوز لأحد من

---

(۱) قال علیه السلام: "إنما الأعمال بالنیات". (صحیح البخاری، باب بدء الوحی: ۱/۲، قدیمی)

"ولأن الأمور بمقاصدها". (شرح المجلة: ۱/۱۷، (رقم المادة: ۲)، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) پٹی کی نظیر حدیث میں ملتی ہے:

"عن وهب ابن کیسان قال: کان أهل الشام یعیرون ابن الزبیر، یقولون: یا ابن ذات النطاقین، وقالت له الأسماء: یابُنیّ! إنهم یعیرونک بالنطاقین، هل تدری ماکان النطاقان؟ إنما کان نطاقی شققته نصفین، فأوکیت قربة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بأحدهما، وجعلت فی سفرته اٰخر". الحدیث. (صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأکل علی الخوان والسفرة: ۲/۸۱۱، قدیمی)

قال العینی رحمه الله فی شرحه: "النطاق ماتشدبه المرأة وسطها، ترفع به ثیابها وترسل علیه إزارها. وقال ابن الفارس: هو إزار فیه تکة تلبسه النساء. وقال ابن الأثیر فی تفسیر المنطق فقال: المنطق النطاق، وجمعه مناطق، وهو أن تلبس المرأة ثوبها، ثم تشدوسطها بشیئ، وترفع وسط ثوبها، وترسله علی الأسفل عند معاناة الأشغال فی ذیلها". (عمدة القاری، کتاب الأطعمة، باب الخبز. المرقق والأکل علی الخوان والسفرة: ۲۱/۵۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

"ولابأس بأن یربط الخیط فی إصبعه أو خاتمه لیذکرها الحادثة، ویسمّٰی هذا الخیطة الرتم". (خلاصة الفتاویٰ، کتاب الکراهیة: ۴/۳۷۱)

"(ولا الرتیمه) هی خیط یربط بإصبع أو خاتم لتذکر الشیئ، والحاصل أن کل مافعل تجبراً، کره ومافعل لحاجة، لا، عنایة". (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۶/۳۶۳،سعید)

المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی". عالمگیری: ۲/۷۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۵ھ۔

بہن کے گھر جاکر روپیہ دینا

سوال[۸۶۸۶]: ۱...... عام رواج ہے کہ جب بہن وغیرہ کے یہاں جاتے ہیں تو بہن کو روپے وغیرہ دیتے ہیں، تو یہ روپیہ دینا کیسا ہے؟

سسرال کے گھر کا روپیہ

سوال[۸۶۸۷]: ۲...... جب لڑکا سسرال جاتا ہے تو لڑکے کو اس کی ساس اور سالی وغیرہ روپیہ دیتی ہے۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بہن یا دیگر اقرباء کو دینا صلہ رحمی ہے جو کہ موجبِ اجر وثواب ہے(۲)، لیکن دکھاوا ہرگز

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، باب التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال: ۴/۶۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیه)

(۲) "عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلنی وصله الله، ومن قطعنی قطعه الله". (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قدیمی)

"أی ممسکة بعرش الرحمن متعلقة بذیله، مستجیرة من القطعیة، مخبرة عن حکم الصلة .... "من وصلنی وصله الله": أی بحسن رعایته وبجمیل حمایته". (مرقاة المفاتیح، (رقم الحدیث: ۴۹۲۱): ۸/۶۵۸، رشیدیه)

"وعن سلیمان بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "الصدقة علی المسکین صدقة، وهی علی ذی الرحم، ثنتان: صدقة وصلة". (مشکوة المصابیح، کتاب الزکوة، باب أفضل الصدقة، ص: ۱۷۱، قدیمی)

مقصود نہ ہو(۱)، نہ ان پر احسان جتلایا جائے (۲)، نہ کسی رسم کی پابندی ہو، نہ وہ بات ہو جو غیر مسلموں میں ہوتی ہے یعنی وہ بہن کو میراث نہیں دیتے، اس کے عوض مختلف اوقات میں، تقریبات میں دیا کرتے ہیں (۳)۔

۲......اس کا حال بھی نمبر:ا کی طرح ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۲/۷/۸۹ھ۔

بچوں کا ہدیہ

سوال[۸۶۸۸]: درمختار کتاب المأذون جلد خامس میں یہ عبارت لکھی ہے:

"تصرف الصبی والمعتوه إن كان نافعاً كالإسلام والاتهاب، صح. وإن ضاراً كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض: ۱۱۳۱/۵، خط کشیدہ عبارت سے اور شامی میں:"وكذا الهبة والصدقة وغيرهما". قهستانی:۱۱۳/۵(٤)۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى كالذى ينفق ماله رئاء الناس﴾ (سورة البقرة : ۲۶۴)

"﴿لاتبطلوا﴾: أى لاتبطلوها مشبهين الذى ينفق: أى الذى يبطل إنفاقه بالرياء ....

﴿رئاء﴾ إما على أنه علة لينفق: أى لأجل ريائهم، أو على أنه حال من فاعله: أى ينفق ماله مرائياً". (روح المعانى: ۳۴/۳، ۳۵، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۲) "عن عبدالله بن عمرو رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لايدخل الجنة منان". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الثانى، ص؛ ۴۳، قديمى)

"قيل: هو من المنة: أى من يمن على الناس بما يعطيهم، فذلك مذموم، قال تعالىٰ: ﴿لاتبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى﴾". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، (رقم الحديث: ۴۹۳۳): ۶۶۷/۸، رشيديه)

(۳) "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب للباس: ۳۷۵/۲، قديمى)

(۴) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب المأذون: ۱۷۳/۶، سعيد)

ہبہ کے متعلق بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ہدیہ صبی کا ناجائز ہونا چاہیے، لیکن اکمال الشیم کے مقدمہ میں حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری نے حضرت گنگوہی کا ایک خط نقل کیا ہے، اس میں ہدایا أطفال کو جائز لکھا ہے(۱)۔

ہدیہ کا ہبہ اور صدقہ وغیرہ سے مختلف ہونا اور دونوں کے درمیان فرق سمجھ میں نہیں آیا کہ ہبہ وغیرہ ضرر محض ہو جائیں اور ہدیہ ضرر نہ ہو، اصل کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل مسئلہ تو وہی جو درمختار اور شامی میں ہے، مقدمۂ اکمال الشیم میں جو کچھ مذکور ہے، اس کا مصداق یہ ہے کہ اولیاء اپنے چھوٹے بچوں کو عادی بنانے کے لئے ان کی معرفت اور ان کے ہاتھ سے اور یہ بتا کر کہ چیز بچوں کی ہی ہے، اس کو بچے اپنی طرف سے اپنے استاذ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کردیں، صورۃً تو مہدی بچہ ہے، حقیقۃً اس کا ولی مہدی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

بچوں کا ہدیہ استاد کو دینا

سوال[۸۶۸۹]: ا......انفاسِ عیسیٰ، ص:۳۷۸، میں ایک مسئلہ نظر پڑا، عبارت تو سامنے نہیں کہ:

---

(۱) ''اکمال الشیم کے مقدمہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے حالالت تذکرہ الخلیل سے نقل کئے ہیں اور وہاں حضرت گنگوہی کے اس خط کو بھی نقل کیا ہے جو تذکرۃ الخلیل میں ''سفر حج و زیارتِ بلدۃ الرسول'' کے عنوان کے تحت مذکور تھا''۔(إكمال الشيم، مقدمة، حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے اسفار حج، ص: ۴۲، ادارہ اسلامیات)

(وتذكره الخليل، سفر حج و زيارتِ بلدة الرسول، ص: ۱۲۰، مكتبه الشيخ بهادر آباد كراچی)

(۲) "قال الإمام أبو منصور: يجب على المؤمن أن يعلّم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۶۸۷/۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳۵۳/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

''بچوں کے ہاتھ سے خرچ کرادیا کرے، لیکن بچوں کو اباحت کے طور پر دے، ان کی مِلک نہ بنائے، ورنہ ناجائز ہوگا، کیونکہ بچہ اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا''۔ پھر تذکرۃ الخلیل، ص: ۱۲۰، پر مکتوب حضرت گنگوہیؒ میں یہ مسئلہ درج ہے: ''ہدیۂ اطفال اور ہدیۂ ورثۂ اطفال کا لینا جائز ہے''(۱)۔

میرے ناقص علم میں دونوں مسئلوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ جب بچہ کی مِلک بنادی گئی تو اپنے مال سے ہدیہ کسی کو دے تو کس صورت سے جائز ہوسکتا ہے کہ ہدیہ اور ہبہ وغیرہ میں فرق ہو۔ حضرت تھانویؒ نے ہدیۂ صبی ناجائز لکھا ہے(۲)۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہدیۂ اطفال جائز لکھا ہے۔

۲...... ہمارے مکتب میں بچے بعض اوقات پیسہ لاتے ہیں کہ اس کی شیرینی خرید کر بچوں میں تقسیم کردو، بسا اوقات والدین بچوں کی مِلک بنادیتے ہیں اور بچے اپنی خوشی سے لاکر دیتے ہیں کہ شرینی تقسیم کردو۔ بعض اوقات والدین ہی اس نیت سے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو دے دو، شرینی تقسیم کردیں۔

صورتِ اولیٰ میں کیا مسئلہ ہوگا؟ جب اس کی مِلک ہوگئی تو معلم کو بھی شیرینی کھانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ہمارے اطراف میں یہ دستور ہے کہ ماں باپ بچوں کو کبھی نقد اور کبھی کوئی چیز دیتے ہیں کہ اپنے استاد کی خدمت میں پیش کردینا۔ تو درحقیقت معطی، مہدی، واہب والدین ہوتے ہیں، ہاں بچوں کی معرفت

---

(۱) ''ارشاد: باپ کو مناسب ہے کہ بچہ کے ہاتھ سے بھی کبھی کبھی خرچ کرایا کرے، کبھی اس کے ہاتھ سے فقیر کو دلوادیا، کبھی مدرسہ میں دلوادیا، تاکہ اس کا حوصلہ بڑھے اور مال کی حرص نہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ جب بچوں کے ہاتھ سے کسی دوسرے کو رقم دلواؤ، خواہ فقیر کو یا مدرسہ کو تو اس وقت یہ رقم بچہ کو ہبہ نہ کرو، بلکہ اباحت کے طور پر دو، ورنہ وہ اس کی ملک ہوجائے گی، پھر ہبہ صبی حرام ہوگا اور اگر غلطی سے ایسا ہوجاوے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے یہ رقم واپس نہ لو، بلکہ خود بچہ کو اس کے عوض رقم دے دو جس میں نیت عوض کی قید ضروری ہے، ورنہ یہ مستقل ہبہ ہوگا، پہلے کا عوض نہ ہوگا''۔ (أنفاس عیسیٰ، باب چهارم، ارشادات، بچہ کے ہاتھ سے خرچ کراوے مگر خرچ کو اباحتاً دے: ۱/۳۴۳، سعید)

(تذکرۃ الخلیل، سفرِ حج وزیارتِ بلدہ الرسول، ص: ۱۷۰، مکتبة الشیخ بهادر آباد کراچی)

(۲) (بهشتی زیور، پانچواں حصه، بچوں کو دینے کا بیان، ص: ۴۶، المکتبة المدنیة)

دیتے ہیں تاکہ بچوں کو بھی اس کی عادت ہو(۱)، اس کو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ جیسا کہ تذکرۃ الخلیل میں ہے، اور حضرت تھانویؒ کی تحریر کے خلاف بھی نہیں ہے۔

۲...... یہی حال اس شیرینی کا ہے جو بچے تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں، یا نقد دیتے ہیں، کہ شیرینی منگا کر تقسیم کردو۔ آپ کے یہاں جو حال ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

نابالغ بچوں کا ہدیہ قبول کرنا

سوال[۸۶۹۰]: نابالغ کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تذکرۃ الخلیل بیان سفرحج وزیارت بلدۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز لکھا ہے(۲)۔ اور بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ماں کو اپنی نابالغ لڑکی سے تھوڑی دیر کے لئے مستعار اوڑھنی لے کر کہیں جانا جائز نہیں ہے(۳)۔ بہشتی زیور سے یہ معلوم ہوا کہ نابالغ کے مال میں سے کسی کو اپنی ذات کے لئے کوئی تصرف جائز نہیں، حتی کہ والدین کو بھی (۴)۔ اور مولوی مسعود صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی یہی بتلایا کہ نابالغ سے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، مگر تذکرۃ الخلیل میں جائز لکھا ہے۔ اس لئے شبہ واقع ہوا کہ آیا مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہے، یا تذکرۃ الخلیل میں غلطی سے یہ مسئلہ لکھا گیا۔ آپ

---

(۱) "قال الإمام أبو منصور: يجب على المؤمن أن يعلّم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۶۸۷/۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳۵۳/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (تذكرة الخليل، سفر حج و زيارت بلدة الرسول، ص: ۱۲۰، مكتبه الشيخ بهادر آباد كراچی)

(۳) (بهشتی زيور، پانچواں حصہ، بچوں کو دینے کا بیان، ص: ۴۵، المكتبة المدنية)

(۴) "وإذا أهدى للصبي شيء، وعلم أنه له، فليس للوالدين الأكل منه بغير حاجة، كما في الملتقط". (الأشباه والنظائر).

قال الحموي رحمه الله تعالىٰ: "أقول: قيد به؛ لأنه لو كان لحاجة يباح، وذلك على وجهين: إما إن كان في المصر واحتاج لفقره، أو كان في المغازة، واحتاج لعدم الطعام معه وله مال، ففي الوجه الأول أكل بغير شيء، وفي الوجه الثاني أكل بالقيمة، كذا في جامع أحكام الصغار". (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثالث: وهو فن الجمع والفرق: ۲۶/۳، إدارة القرآن كراچی)

کے نزدیک جو مفتیٰ بہ قول ہو، تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ اگر اپنے مال میں سے ہدیہ دے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں، جواز کے لئے بلوغ شرط ہے(۱)۔ والدین اگر اپنا مال دے کر نابالغ سے کہیں کہ یہ ہدیہ فلاں شخص کو دے دو تو اس کا قبول کرنا درست ہے۔ کہ وہ درحقیقت نابالغ کا نہیں، بلکہ والدین کا ہے(۲)۔ اور بچوں کو ہدایا پیش کرنے کا عادی بنانے کے لئے والدین ایسا کرتے ہیں اور یہ چیز کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالۃً، تذکرۃ الخلیل، ص:۶۸، میں جو امام ربانی قدس سرہ کا خط نقل کیا ہے، اس میں جوازِ ہدیہ کا محمل یہی ہے۔ اطفال کے ساتھ ورثۂ اطفال (اولیاء) کو بھی ذکر کیا ہے جس میں غالباً سائل کو بھی شبہ کی بھی گنجائش نہ تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۷/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام وصول کرنا

سوال[۸۶۹۱]: اکثر مدرسین جب بچے اسکول میں پاس ہو جاتے ہیں تو بچوں سے انعام وصول کرتے ہیں، اور کبھی کبھی پہلے ہی وصول کر لیتے ہیں۔ اس انعام کا لینا کسی صورت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طلبہ بطور خوشی کے شکرانہ کے انعام دیں تو لینا درست ہے، انعام ہوتا ہی وہ ہے جو خوش ہو کر دیا

---

(۱) "وشرائط صحتها فی الواهب العقل والبلوغ". (الدرالمختار، کتاب الهبة: ۶۸۷/۵، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الهبة: ۳۵۳/۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

"تصرف الصبی والمعتوه إن کان نافعاً کالإسلام والاتهاب، صح. وإن کان ضاراً کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وإن أذن به ولیهما". (الدرالمختار).

وکذا الهبة والصدقة وغیرها". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب المأذون: ۱۷۳/۶، سعید)

(۲) "وفی خزانة الفتاوی: إذا دفع لابنه مالاً، فتصرف فیه الابن، یکون للأب، إلا إذا دلت دلالة التملیک، بیری". (ردالمحتار، کتاب الهبة: ۶۸۸/۵، سعید)

جائے۔ مدرس کا حق نہیں، زبردستی کرنا درست نہیں (۱)۔ اگر کوئی انعام نہ دے تو اس پر طعن وغیرہ کرنا اور آئندہ اس کو حقیر سمجھنا، ذلیل کرنا، اس کے ساتھ محنت میں کمی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

"لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". الحدیث (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

مخنث پڑوسی کے نل کا پانی اور ہدیہ

سوال [۸۶۹۲]: زید کے پڑوسی میں ایک مخنث ہے جس کے گھر میں پانی کا نل لگا ہوا ہے، زید اس کے نل کا پانی استعمال کرتا ہے۔ آیا زید کے لئے پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ مخنث سود بھی لیتا ہے، گانے بجانے کا کام بھی کرتا ہے، مگر نل سود لینے سے پہلے لگایا تھا، البتہ گانے بجانے کا کام ابتداء سے کرتا ہے۔ مخنث زید کو کبھی کبھی کوئی کھانے پینے کی چیز بھی دے دیتا ہے جو زید کو پڑوسی ہونے کی بناء پر لینی پڑتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کے سود لینے اور مخنث ہونے کی وجہ سے نل کا پانی تو ناپاک و ناجائز نہیں (۳)۔ البتہ جو چیز وہ ناجائز طور پر لا کر دے اس کو نہ لیا جائے، بلکہ اس سے اس قسم کا تعلق نہ رکھا جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

---

(۱) "لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی". (الفتاویٰ العالمکیریة، باب التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(وكذا في ردالمحتار، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وأنزلنا من السماء ماء طهوراً﴾ (سورة الفرقان: ۴۸)

(۴) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولا يأكل الطعام". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، رشيديه) .... =

جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا اس کا ہدیہ قبول کرنا

سوال[۸۶۹۳]: جو لوگ اپنے حلال مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے یہاں دعوت کھانا اور وہ کچھ تحفہ وغیرہ دیں تو قبول کرنا شرعاً کیا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا ہے حالانکہ اس کے ذمہ زکوۃ فرض ہے تو وہ سخت گنہگار ہے(۱)، زکوۃ اس کے ذمہ دَین ہے(۲)، مگر اس کی وجہ سے اس کا اصل مال حرام نہیں ہوا، اس کا ہدیہ، تحفہ، دعوت قبول کرنا درست ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= (وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الرابع في الهدية: ۶/ ۳۶۰، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أتاه الله مالاً فلم يؤدّ زكوته، مثّل له ماله يوم القيامة شجّاعاً أقرع، له زبيبتان يطوّقه يوم القيامة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعني شدقيه، ثم يقول: أنا مالُک أنا كنزک، ثم تلا ﴿ولايحسبنّ الذين يبخلون﴾ الأية". رواه البخاری".

(مشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، الفصل الأول: ۱/ ۱۵۵، قديمي)

(۲) "ومديون للعبد بقدر دينه، فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً، الخ". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ومديون للعبد) الأولىٰ "مديون بدين يطالبه به العبد" يشمل دين الزكاة والخراج؛ لأنه لله تعالىٰ مع أنه يمنع؛ لأن له مطالبا من جهة العباد، كما مر". (ردالمحتار، كتاب الزكوة: ۲/ ۲۶۳، سعيد)

(وكذافي مجمع الأنهر، كتاب الزكوة: ۱/ ۲۸۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الزكوة: ۲/ ۱۶۰، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۳) بشرطیکہ اس کا کل مال یا اکثر حصہ حلال کا ہو:

"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه =

حرام کمائی والے کا ہدیہ

سوال[۸۶۹۴]: ماتقولون فی أكل الطعام فی بیت الذی لايتميز بين كسب الحلال والحرام؟ وأيّ اقوى من الفتوىٰ والتقوىٰ للعلماء الكرام الذين هم مقتداء القوم؟

المستفتی: فدوی محمد بدرالدجی عفی عنہ، ضلع چاٹگام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قال فی الفتاوىٰ الهندية: "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغی أن لايقبل الهدية، ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته، كذا فی الينابيع. لايجيب دعوة الفاسق المعلن، ليعلم أنه غير راض بفسقه. وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر أنه حلال، وبالعكس يجيب مالم يتبين عنده أنه حرام، كذا فی التمرتاشی، اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی بمدرسۃ مظاہر علوم سہارنفور، الہند۔

الجواب صحيح: سعيد أحمد غفرله، المبتلى بأمانة الإفتاء بالمدرسة العلية المشتهر بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور- يوبی، ۷/جمادى الأولى/۶۷ھ۔

= حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغی أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانی عشرفی الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(وكذا فی البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الرابع فی الهدية والميراث: ۳۶۰/۶، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوىٰ قاضی خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۰۰/۳، رشيديه)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، ۳۴۳، رشيديه)

(وكذا فی البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الرابع فی الهدايا والضيافات: ۳۶۰/۶، رشيديه)

سوال: "اس گھر سے کھانا کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے، جو حلال وحرام کمائی میں تمیز نہیں کرتا اور فتویٰ اور تقویٰ میں سے ان علماء کرام کے لئے کیا اقویٰ ہے جو قوم کے مقتداء ہیں؟ .... =

ہدیہ کی تفتیش حلال ہے یا حرام؟

سوال[۸۶۹۵]: اگر کوئی آدمی کچھ چیز ہدیہ کے طور پر دے تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ چیز حرام ہے یا حلال یعنی اس چیز کا دریافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حرام وحلال میں شبہ ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے دریافت کرنا درست ہے اور بلاوجہ دریافت کرنا کہ اس کو اذیت ہو نہیں چاہیے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

جس ہدیہ پر حرام کا شبہ ہو، اس کا حکم

سوال[۸۶۹۶]: ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی، شادی کے موقع پر ہندہ کے خالو نے (جو کہ

= **جواب:** فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو ہدیہ دیا یا اس کی میزبانی کی اگر اس کا اکثر مال حلال ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر یہ کہ جانتا ہو کہ یہ شی حرام سے ہے اور اگر حرام غالب ہو تو ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ ضیافت کا کھانا کھائے، مگر یہ کہ وہ اس کو خبر دے کہ یہ حلال کمائی سے ہے مجھ کو میراث میں ملا ہے یا میں نے اس کو قرض لیا ہے جیسا کہ ینابیع میں ہے: فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ اس کے فسق پر راضی نہیں۔ اسی طرح اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام سے ہو جب تک یہ خبر نہ دے کہ یہ حلال ہے اور اس کے عکس کی صورت میں قبول کرے مگر یہ کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ حرام ہے۔ تمرتاشی میں اسی طرح ہے"۔

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا دخل أحدكم علی أخیه المسلم، فلیأكل من طعامه ولایسئل، ویشرب من شرابه ولایسئل". (مشكوة المصابیح، كتاب النكاح، باب الولمیة: ۲/۲۷۹، قدیمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ: "فلیأكل من طعامه ولایسئل": أی من أین هذا الطعام؛ لیتبین أنه حلال أم حرام (ویشرب) بالجزم (من شرابه، ولایسئل) فإنه قدیتأذی بالسوال، وذلك إذا لم یعلم فسقه كما ینبئ عنه قوله: "علی أخیه المسلم". (مرقاة المفاتیح، كتاب النكاح، باب الولیمة: ۶/۳۷۷، رشیدیه)

شراب کا کاروبار کرتے ہیں) ہندہ کو ایک جوڑا کپڑا اور بکر کو ایک گھڑی دی۔ کچھ عرصہ کے بعد بکر کو معلوم ہوا کہ ہندہ کے خالو شراب کا کاروبار کرتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے دوسرا جائز کام کرتے تھے۔ قیاس یہی ہے کہ انہوں نے کپڑا اور گھڑی حرام کمائی سے خرید کر دی ہوگی، اس لئے بکر چاہتا ہے کہ گھڑی اور ہندہ چاہتی ہے کہ اپنے کپڑے کسی کو صدقہ کر دے۔ ہندہ اور بکر اپنا اپنا سامان اپنے خالو کو بعض دشواریوں کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتے۔

فتاویٰ دار العلوم جلد ہفتم وہشتم ص: ۱۰۵ تا ۱۰۸ بحث "إشباع الكلام في مصرف الصدقة من المال الحرام" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حرام مال جس کا اس کے مالک تک پہونچانا دشوار ہو اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ صدقہ اپنے والدین، بھائی، بہن، بیوی، شوہر کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

اب اس صورت میں دو چیزیں قابلِ دریافت ہیں:

۱.....کیا بکر گھڑی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کر سکتا ہے؟

۲.....کیا بکر اپنی گھڑی یا اس کی قیمت اپنی بیوی کو جو صاحبِ نصاب نہیں ہے، یا والدین یا بھائی بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ یہ بات یقینی نہیں کہ یہ سامان ہندہ کے خالو نے حرام مال سے حاصل کیا ہے تو اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں (۱)، تاہم بکر بطور تقویٰ صدقہ کرنا چاہتا ہے تو بہتر ہے (۲)، گھڑی ہی صدقہ کر دے پھر اگر وہ شخص

---

(۱) "ان اليقين لايزوال بالشک". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱/۱۹۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۱۴۲، (رقم القاعدة: ۴۲۱)، الصدر پبلشرز)

(۲) "عن الحسن بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما قال: حفظت عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "دع مايريبک إلى مالا يريبک".

"والمعنى: اترک ماتشک فيه من الأقوال والأعمال أنه منهي عنه أولا، أو سنة أو بدعة، وأعدل إلى مالاتشک فيه منهما. والمقصود أن يبني المكلف أمره على اليقين البحث والتحقيق الصرف، ويكون على بصيرة في دينه". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، (رقم الحديث: ۲۷۷۳): ۶/۲۴، رشيديه)

"دع مايريبک": أي يوقع في الشک، والأمر للندب، لما أن توقي الشبهات مندوب لاواجب=

گھڑی کو فروخت کرنا چاہے تو کسی اور کے ذریعہ لے کر خرید لے۔اپنا دیا ہوا صدقہ خود نہ خریدے(۱)۔نیز یہ صدقہ اپنی بیوی اور والدین میں سے کسی کو نہ دے تو بہتر ہے۔بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دے دے۔ یہی حکم ہندہ کا ہے کہ وہ اپنے شوہر اور والدین کو نہ دے تو بہتر ہے، بھائی، بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دے دے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۴/۲۶ھ۔

= على الأصح. "إلى مالايريبك": أى أترك ماتشك فيه من الشبهات واعدل إلى مالاتشك فيه من الحلال البين. لما سبق أن "من اتقى الشبهات فقد استبرأ لعرضه ودينه" .... والمعنى أن من أشكل عليه شئ والتبس ولم يتبين أنه من أىّ القبيلين هو، فليتأمل فيه إن كان من أهل الاجتهاد، ويسأل المجتهدين إن كان من المقلدين، فإن وجد مايسكن إليه نفسه ويطمئن به قلبه وينشرح صدره، فليأخذ به، وإلا فليدعه وليأخذ بمالا شبهة فيه، ولاريبة. هذا طريق الورع والاحتياط .... أى اترك ماتشك فى كونه حسناً أو قبيحاً أو حلالاً أو حراماً .... اهـ". (فيض القدير: ۳۲۴۵/۶، ۳۲۴۶، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز رياض)

(۱) "وفى شرح حيل الخصاف لشمس الأئمة رحمه الله تعالىٰ: أن الشيخ أبا القاسم الحكيم كان يأخذ جائزة السلطان، وكان يستقرض لجميع حوائجه، ومايأخذ من الجائزة يقضى بها ديونه. والحيلة فى هذه المسائل أن يشترى نسيئةً، ثم ينقد ثمنه من أىّ مال شاء. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: سألت أبا حنيفة رحمه الله عن الحيلة فى مثل هذا، فأجابنى بماذكرنا، كذا فى الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(۲) "ولا إلى من بينهما ولاد ولومملوكاً لفقير، أو بينهما زوجية ولومبانة، وقالا: تدفع هى لزوجها". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: ولا إلى من بينهما ولاد): أى بينه وبين المدفوع إليه؛ لأن منافع الأملاك بينهم متصلة، فلا يتحقق التمليك على الكمال هداية .... وكذا كل صدقة واجبة كالفطرة والنذر والكفارات، أما التطوع فيجوز بل هو أولىٰ كما فى البدائع .... وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء، بل هم أولىٰ؛ لأنه صلة وصدقة. وفى الظهيرية. ويبدأ فى الصدقات بالأقارب، ثم الموالى، ثم الجيران". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۳۴۶/۲، سعيد) .... =

غیر مسلم کا ہدیہ

سوال[۸۶۹۷]: غیر مسلم سودخور کا ہدیہ لینا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سود مسلم کے لئے حرام ہے وہ غیر مسلم کے لئے بھی حرام ہے، لہذا اگر وہ سود سے ہدیہ دیتا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے(۱) اگر حلال سے دیتا ہے تو کسی ضرورت اور مصلحت کے لئے لینا درست ہے(۲)، لیکن محبت یا اس کی اور اس کے دین کی عظمت کے لئے لینا ناجائز ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۷ھ۔

ایضاً

سوال[۸۶۹۸]: ہندو اگر کوئی چیز ہدیے کے طور پر دے یا دعوت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

= (وكذا في البحرا لرائق، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۴۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكوة: ۲/۲۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلابأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلالٌ ورثه أو استقرضه من رجل". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الرابع فى الهدية والميراث: ۶/۳۶۰، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت المسئلة الآتية)

(۳) "وفي الخلاصة: من أهدى بيضة إلى المجوس يوم النيروز، كفر: أى لأنه أعانه على كفره وإغوائه، أو تشبه بهم فى إهدائه. ومفهومه أنه لو أهدى شيئاً فى يوم النوروز إلى المسلم، لايكفر، وفيه نظر؛ إذ التشبيه موجود، اللهم إلا إن وقع اتفاقياً من غير قصد إلى النيروزية". (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى، فصل فى الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۶، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پاک اورحلال ہو، نیز اس سے کوئی اَور بھی دینی و دنیوی مضرت نہ ہوتو جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۷/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

غیر مسلم کا ہدیہ وتحفہ دینا ولینا

سوال[۸۶۹۹] : ۱...... دیوالی کے موقع پر ہندو گنے کو پوجتے ہیں، کاشتکار مسلمان ہندوؤں کو گنے دیتے ہیں، اگر نہ دیں تو مضرت کا اندیشہ ہےاوروہ کھیل دیتے ہیں۔

۲...... بغیر مضرت کے اندیشہ کے مسلمانوں کا ہندوؤں کو گنے دینا اور ہندوؤں سے کھیل بتاشے وغیرہ لینا کیسا ہے؟

حاجی کرامت علی مالا ہیٹری، سہارنپور، ۳۰/ اکتوبر/ ۳۵ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... کفار سے محبت اور دوستی کا تعلق رکھنا شرعاً ناجائز ہے(۲)، البتہ دنیوی ضروریات کے لئے

(۱) "روی محمد رحمه الله تعالىٰ فی السير الكبير أخباراً متعارضةً، فی بعضها: أن رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قبل هدايا المشرک. وفی بعضها: أنه صلی الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقبل. فلا بد من التوفيق. واختلفت عبارة المشايخ رحمهم الله تعالىٰ فی وجه التوفيق .... ومن المشايخ من وفق من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لو قبل منه يقلّ صلابته وعزته فی حقه ويلين له بسبب قبول الهدية، وقبل من شخص علم أنه لايقلّ صلابته وعزته فی حقه ولايلين بسبب قبول الهدية، كذا فی المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۵/۳۴۷، ۳۴۸، رشيديه)

(وكذا فی المحيط البرهانی، الفصل السادس عشر فی معاملة أهل الذمة: ۶/۱۰۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿لايتخذ المؤمنون الكفرين أولياء من دون المؤمنين، ومن يفعل ذلک، فليس من الله فی شیٔ، إلا أن تتقوا منهم تقةً﴾ (سورة اٰل عمران: ۲۸) .... =

معاملات کا تعلق رکھنا درست ہے(۱)، لہٰذا اگر گنے نہ دینے میں کاشتکار کو مضرت کا اندیشہ ہے تو اس مضرت سے بچنے کے لئے گنے دینا درست ہے، اگر کوئی مضرت کا اندیشہ نہیں تو چونکہ اس سے دوسری محبت کا اظہار ہوتا ہے، اس سے بچنا چاہیے(۲)۔

۲......کھیلیں ہندوؤں سے لینے میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر ہندو اپنا احسان سمجھ کر دیتے ہیں، یا یہ سمجھ کر دیتے ہیں کہ مسلمان ہمارے اس تہوار میں شریک ہوگئے تب تو نہیں لینا چاہیے، ورنہ لے لینے میں گنجائش ہے، هكذا يفهم من الهندية(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ شعبان/ ۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ شعبان/ ۵۴ھ۔

= وقال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا لاتتخذوا عدوى وعدوّكم أولياء تلقون إليهم بالمودة﴾ (سورة الممتحنة: ۱)

(۱) "لابأس بأن يكون بين المسلم والذمى معاملة إذا كان مما لابدمنه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى أهل الذمة، الخ: ۳۴۸/۵، رشيديه)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کئے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو"۔ (معارف القرآن: ۵۰/۲، ۵۱، ادارة المعارف کراچی)

(۲) "ولعل الصحيح أن كل ماعده العرف تعظيماً وحسبه المسلمون موالاةً، فهى منهى عنه ولو مع أهل الذمة". (روح المعانى: ۱۲۰/۳، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۳) "قد روى محمد رحمه الله تعالىٰ فى السير الكبير أخباراً متعارضةً، فى بعضها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم قبل هدايا المشرك. وفى بعضها: أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقبل. فلا بد من التوفيق. واختلف عبارة المشايخ رحمهم الله تعالىٰ فى وجه التوفيق .... ومن المشايخ من وفق من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لوقبل منه يقلّ صلابته وعزته فى حقه ويلين له بسبب قبول الهدية، وقبل من شخصٍ علم أنه لايقل صلابته وعزته فى حقه ولا يلين بسبب قبول الهدية، كذا فى المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع عشر فى أهل الذمة: ۳۴۷/۵، ۳۴۸، رشيديه)

غیر مسلم کا چندہ

سوال[۸۷۰۰]: اگر ایک غیر مسلم ایسی عمارت جو کہ اسلامی مذہبی ضروریات کے لئے بن رہی ہے، کی تعمیر میں چندہ دے تو کیا قبول کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ثواب سمجھ کر دے اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ اس کے نتیجہ میں کوئی غلط مقصد حاصل کرے گا تو لینا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۹۴ھ۔

غیر مذہب والوں سے کاروبار کی بنا پر ہدیہ کا لین دین

سوال[۸۷۰۱]: ۱...... میرا اینٹ کا کاروبار ہونے کی وجہ سے مجھے دوسرے مذاہب کے پیروں کے پاس اینٹ کا آرڈر لینے، یا اینٹ کی رقم لینے کے لئے جانا پڑتا ہے تو ان کو احتراماً کوئی پھل یا مٹھائی لے جانے، یا نمسکار کرنے، یا اس جگہ جہاں وہ بیٹھتے ہیں جہاں پوجا یا شرک ہوتا ہے، ان کے دیوتاؤں یا معبودوں کی تصویریں لگی ہوئی نہ ہوتی ہیں، ایسی جگہ بیٹھنا شرعی طور پر جائز ہے کہ نہیں؟

۲...... دوسرے مذہبی پیرؤں یا سوامی سے پہچان یا ملاقات ہو تو ان کی ملاقات کے لئے جائے اور ساتھ کوئی تحفہ بھی لے جائے (پھل مٹھائی وغیرہ) شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اینٹ کے کاروبار کی وجہ سے ان سے ملنا معاملہ کرنا، ان کو پھل وغیرہ دینا سب درست ہے(۲)، مگر جو چیز ان کے مذہب میں عبادت ہو اس کو ہرگز نہ کریں، نہ ان چیزوں کی تعظیم کریں۔ معاملہ جو کچھ کرنا ہو پوجا

(۱) (راجع، ص: ۱۷۵، رقم الحاشية: ۴)

(۲) "لابأس بأن يكون بين المسلم والذمی معاملة إذا كان مما لابد منه، كذا فی السراجية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة الخ: ۵/۳۴۸، رشيديه)

پاٹ کی جگہ نہ کریں(۱)۔

۲......کاروبار، لین دین کا معاملہ ان سے بھی درست ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۵ھ۔



(۱) لقوله عليه السلام: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس: ۳۷۵/۲، قديمي)

"ومن تزنر بزنار اليهود أو النصارى، وإن لم يدخل كنيستهم، كفر. ومن شد على وسطه حبلاً، وقال: هذا زنار، كفر .... لو أن رجلا عبدالله خمسين عاماً، ثم جاء يوم النوروز، فأهدى إلى بعض المشركين يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر بالله العظيم، وحبط عمله خمسين عاماً". (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۵، ۱۸۶، قديمي)

(۲) ''مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کئے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو''۔(معارف القرآن: ۲، ادارة المعارف کراچی)

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول فى المسكرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

شراب یا افیم بطور دوا انسان، یا جانور کو کھلانا

سوال[۸۷۰۲]: انسان یا جانور کو شراب یا افیم بطور دوا کے استعمال کرانا کیسا ہے؟ کم یا زیادہ کی تفصیل ہو تو لکھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب تھوڑی ہو یا زیادہ ہو وہ حرام ہی ہے(۱) نہ انسان کو استعمال کرائی جائے نہ جانور کو۔ اگر ایسا مرض ہو کہ حاذق دیندار معالج بتائے کہ شراب کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں تو مجبوراً دوا کے طور پر بقدرِ ضرورت اجازت ہے(۲)۔ افیم اتنی مقدار کہ اس سے نشہ ہو استعمال کرنا درست نہیں ہے(۳)۔ اس سے کم مقدار میں

---

(۱) "وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وحرم قليلها): أى شرب قليلها، لئلا يتكرر الآتى من حرمة الانتفاع والتداوى .... واحترز به عما قاله بعض المعتزلة: إن الحرام هو الكثير المسكر لا القليل، قهستانى .... ولأن قليله يدعو إلى كثيره، وهذا من خواص الخمر". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۸، رشيديه)

(۲) "وجوزه فى النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدرالمختار، فصل فى البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا فى ردالمحتار، مطلب فى التداوى بالمحرم: /۲۱۰، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(۳) "حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر. ولوسكر بأكله، لايحدّ، بل يعزر. وفى النهر: التحقيق مافى العناية أن البنج مباح؛ لأنه حشيش، أما السكر منه فحرام". (الدرالمختار).

قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ان البنج مباح) قيل: هذا عندهما، وعند محمد ما أسكر كثيره قليله حرام، وعليه الفتوىٰ. أقول: المراد بما أسكر كثيره الخ، من الأشربة، وبه عبر بعضهم =

دواء گنجائش ہے(۱)، آدمی کے لئے بھی جانور کے لئے بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۵ھ۔

شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا

سوال[۸۷۰۳]: تاڑی (۲) یا شراب کا سرکہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تاڑی یا شراب کو اگر سرکہ بنالیا جائے اور حقیقۃً بدل جائے تو اس کو کھانا درست ہے:

''الخمر إذا خلله بعلاج الملح أو بغيره، يحل عندنا أكله''. عالمگیری: ۲/۲۹۲(۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

فوجی کا شراب فروخت کر کے دوسرے کام میں استعمال کرنا

سوال[۸۷۰۴]: فوج میں رہنے والے حضرات کو شراب، چاول اور آٹا ملتا ہے، وہ اگر اس شراب کو فروخت کر کے اپنے لوگوں کے لئے کوئی کھیل کود کا سامان لینا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ یا اگر اس رقم سے دعوت کریں جس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شریک ہوں تو کیا حکم ہے؟

= .... بخلاف القدر المضر، فإنه حرام، فافهم واغتنم هذا التحرير''. (ردالمحتار: ۴/۴۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۲/۲۰۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ''ويحل القليل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوى ونحوه؛ لأن حرمته ليست لعينه، وإنما لضرره''. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۷/۵۰۵، كوئٹه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۲۴/۹)

(۲) ''تاڑی: تاڑ کا نشہ آور رس''۔ (فيروز اللغات، ص: ۳۳۶، فيروز سنز لاهور)

(۳) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الأشربة: ۵/۴۱۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۶، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

شراب پینا(۱)، فروخت کرنا، خریدنا، پلانا سب ناجائز اور حرام ہے(۲)، موجبِ لعنت ہے(۳)، مسلم کو پلائے یا غیر مسلم کو پلائے، کچھ بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۹ھ۔

کسی کا شراب چھوڑنے کے لئے دوسرے کے وعظ چھوڑنے کی شرط لگانا

سوال[۸۷۰۵]: ایک نوجوان شراب پیتا ہے، کھڑے ہوکر پیشاب کرتا ہے، اس کے عزیز و اقارب کسی سید پیر کامل سے مرید ہیں۔ شیخ جب ان کے گھر آئے تو ان کو اس کا شراب پینا اور نماز نہ پڑھنا معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے مریدین اور اس کے گھر والوں کی موجودگی میں اس کو نصیحت کی اور گھر والوں سے کہا کہ اس کے برتن وغیرہ علیحدہ کردو، تاوقتیکہ اس برے فعل سے باز نہ آئے۔ اس بات پر لڑکا بداخلاقی سے پیش آیا اور پیر صاحب سے کہا کہ اگر آپ اپنا وعظ ونصیحت کا سلسلہ چھوڑ دیں تو میں شراب پینا چھوڑ دوں گا۔ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شراب چھوڑنے کے لئے یہ شرط لگانا کہ پیر صاحب وعظ ونصیحت چھوڑ دیں غلط اور ناقابلِ عمل شرط ہے(۴)،

---

(۱) "وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وحرم قليلها): أي شرب قليلها، لئلا يتكرر الآتي من حرمة الانتفاع والتداوي .... واحترز به عما قاله بعض المعتزلة: إن الحرام هو الكثير المسكر لا القليل، قهستاني .... ولأن قليله يدعو إلى كثيره، وهذا من خواص الخمر". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ٦/٤٤٨، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۱۸۱، رقم الحاشية: ۱)

(۳) (راجع، ص: ۱۸۱، رقم الحاشية: ۲)

(۴) کیونکہ یہ شرط نصوص کے خلاف ہے:

قال الله تعالىٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۴) .... =

شراب سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے(۱) اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پینے پر لعنت فرمائی ہے(۲)۔ دینِ اسلام میں اس کی سزا سخت ہے۔ ان سب وعیدوں کو سنایا جائے۔ اس شخص کی خاطر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کیا جائے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

قلبِ ماہیت کے بعد نشہ آور چیز کا استعمال

سوال[۸۷۰۶]: تاڑی کے ہر جز میں نشہ ہے، گاد میں بھی اور غیر گاد میں بھی(۴)۔ تو بسکٹ اور پاؤروٹی وغیرہ بنانے میں اس گادھ کا استعمال کیسا ہے؟

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ چیز جب تندور میں چلی جاتی ہے تو گاد کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا ہے، جل کر بالکل خاکستر ہو جاتی ہے اور اس کی ہیئت بھی بدل جاتی ہے۔ جس طرح سے ہیئت بدل جانے میں سرکہ بالکل جائز ہو جاتا ہے۔ آپ تفصیل سے دلائل کے ساتھ آگاہ فرمائیں، ایسے بسکٹ پاؤروٹی وغیرہ کا کھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے یا مکروہ ہے؟

= وقال الله تعالىٰ: ﴿كانوا لايتناهون عن منكر فعلوه﴾ (سورة المائدة: ۷۹)

قال الفقيه رحمه الله: "قد اشترط النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم القدرة، يعنى إذا كانت الغلبة لأهل الصلاح، فالواجب عليهم أن يمنعوا أهل المعاصى من المعصية إذا أظهروا المعاصى".

(تنبيه الغافلين، باب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، ص: ۴۸، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطن، فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لعنت الخمر على عشرة أوجه: لعنت الخمر بعينها، وشاربها، وساقيها، وبائعها، ومبتاعها، وعاصرها، ومعتصرها". (ابن كثير: ۱۲۹/۲، دار الفيحاء دمشق)

(۳) "وعن النواس بن سمعان رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۳۲۱/۲، قديمى)

(۴) "گاد: تلچھٹ، تیل یا شربت کے نیچے بیٹھا ہوا میل، نیچے کا گدلا اور گاڑھا تیل وغیرہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۷، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلياً:

نشہ والی چیز کا استعمال بالکل نہ کیا جائے، نہ گادھ کا نہ اس کے علاوہ کا، نہ بسکٹ پاؤروٹی میں، نہ کسی اَور چیز میں۔ شراب جب تک شراب ہے اس کا استعمال ناجائز ہے(۱)، اور جب وہ سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے، قلب ماہیت کے بعد حکم بدل جاتا ہے، جیسا کہ حدیث وفقہ سے ثابت ہے (۲)۔ اگر کوئی شراب کو استعمال کرے اور دورانِ استعمال اس کی ہیئت بدل جائے تو اس کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۹۰ھ۔

اسپرٹ کا حکم

سوال[۸۷۰۷]: زید نے انجکشن لگوایا، لگانے والا پہلے اسپرٹ بدن پر لگاتا ہے، کچھ اسپرٹ بدن پر بھی لگ جاتی ہے۔ آیا اس کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ کہتے ہیں کہ اسپرٹ بدن پر لگ کر فوراً جلد میں تحلیل ہو جاتی ہے، یا ہوا لگ کر اڑ جاتی ہے اور بدبو بھی دور ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطن، فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

وقال عليه السلام: "كل شراب أسكر، فهو حرام".

وقال عليه السلام: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (مشكوة المصابيح، باب بيان الخمر ووعيد شاربها: ۲/۳۱۷، قديمى)

(۲) قال الحصكفي: "ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً، ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأة، لانقلاب العين، به يفتى". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "مقتضى مامر ثبوت انقلاب الشئ عن حقيقته كالنحاس إلى الذهب. وقيل: إنه غير ثابت؛ لأن قلب الحقائق محال، والقدرة لاتتعلق بالمحال، والحق الأول".

(الدر المختار مع ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۶، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی البئر، ص: ۱۸۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کپڑے اور بدن کے اس حصہ کو پاک کرلیا جائے جس پر اسپرٹ لگی ہے (اگر چہ وہ لگی ہوئی نظر نہ آتی ہو اور بدبو بھی محسوس نہ ہوتی ہو) تب نماز پڑھی جائے (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،۱۳/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند،۱۶/۹/۸۵ھ۔

بَیَر کا حکم

سوال[۸۷۰۸]: آج کل لوگ بَیَر کو صرف ایک ٹھنڈا مشروب قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں نشہ بالکل نہیں ہوتا، یہ گرمی کے لئے بہترین چیز ہے۔اسی طریقہ سے لوگ پان میں تمبا کو کھاتے ہیں، اگر

---

(۱) "ويطهر محل غيرها: أى غير مرئية بغلبة ظن غاسل لومكلفاً، وإلا فمستعمل (طهارة محلها) بلا عدد، به يفتى". (الدرالمختار، باب الأنجاس: ۱/۳۳۱، سعيد)

(وكذا فى الهداية، باب الأنجاس: ۱/۷۸، مكتبه شركت علميه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب الأنجاس: ۱/۲۰۶، دارالكتب العلمية بيروت)

آج کل ابتلائے عام اور اسپرٹ کی پوری حقیقت بدلنے کی وجہ سے اس پر پاکی کا حکم لگادیا گیا:

"وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Al Cohals) التى عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل فى كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ولايحرم استعماله مركبة مع المواد الأخرى، ولايحكم بنجاستها أخذاً بقول أبى حنيفة رحمه الله. وإن معظم الكحول التى تستعمل اليوم فى الأدوية والعطوروغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا فى باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة فى الأخذ بقول أبى حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم: كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، الخ:۳/۶۰۸، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(وكذا فى نظام الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحة، انگریزی دواؤں کے استعمال کا حکم جن میں شراب، اسپرٹ، افیون وغیرہ شامل ہو: ۱/۳۵۲، مكتبه رحمانيه لاهور)

تھوک نگل جائیں تو اس میں نشہ ہونے لگتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی حقیقت (اجزائے ترکیبیہ) معلوم نہیں۔ چار قسم کی شراب حرام ہے اگر چہ اس کا ایک قطرہ ہو اور اس سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہو، اس کے علاوہ اگر نشہ آور ہو تو ممنوع ہے ورنہ نہیں۔ اس کلیہ کے تحت بئیر کی تحقیق کرلی جائے۔ تمباکو میں حِدّت ہوتی ہے، کبھی یہ حِدّت نشہ کی حد تک پہونچ جاتی ہے تو اس پر ممنوع ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ خواہ یہ نشہ اس کی حِدّت سے پیدا ہو، یا اس میں اجزاء ملانے سے پیدا ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۴ھ۔

بئیر پینا

سوال[۸۷۰۹]: بئیر پینا حرام ہے یا نہیں؟ اصل میں اس جگہ سے مراد ہے جس جگہ درجہ حرارت ۶۰/سینٹی گریڈ سے اوپر ہے اور جو شخص ایسی جگہ نوکری کر رہا ہے وہ کشمیر کا رہنے والا ہے۔ گرمی تو قدرتی بات ہے اس کو محسوس ہوگی۔ تو ایسے شخص کا بئیر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بئیر اگر کوئی نشہ آور چیز ہے تو اس کا استعمال کرنا منع ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) ''بئیر (Beer) ایک قسم کی شراب ہے جو جَو سے بنائی جاتی ہے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۵۴، فیروز سنز لاهور)

اس تعریف کی رو سے بئیر مسکرات کے حکم میں ہے، اس لئے اس کا پینا جائز نہیں:

''الشراب مايسكر والمحرم منها أربعة: الخمر وهي النيئ من ماء العنب إذ غلا واشتدّ .... والطلاء .... والسكر .... ونقيع الزبيب''. (البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۸/۴۴۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۲۴۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

''كل مسكر حرام''. (صحيح البخاري: ۲/۹۰۴، كتاب الأدب، قديمي)

(۲) (راجع للتخريجي المسئلة المتقدمة آنفاً)

تاڑی کی حرمت

سوال[۸۷۱۰]: سرکہ تاڑی کا جو تاڑی کو سکھا کر بنایا جاتا ہے، تو تاڑی کو کیوں حرام کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تاڑی میں نشہ ہو تو ناجائز ہے(۱)، سرکہ بن جانے کے بعد نشہ نہیں رہتا، اس لئے جائز ہے(۲)۔ تاڑی میں نشہ پیدا ہونے سے پہلے اگر استعمال کرلیں تو منع نہیں۔ چار قسم کی شراب ایسی ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے، نشہ ہو یا نہ ہو، تنہا ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ملی ہوئی ہو، سب کا ایک ہی حکم ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر. ولوسكر بأكله، لايحد، بل يعزر. وفى النهر: التحقيق ما فى العناية: أن البنج مباح؛ لأنه حشيش، أما السكر منه فحرام". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم: ۴۲/۴، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۶۰۲/۲، دارإحياء التراث العربى بيروت)

"ولايحرم استعمالها للتداوى أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۶۰۸/۳، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(۲) "ومنها إذا تخللت بنفسها، يحل شرب الخل بلا خلاف، لقوله عليه السلام: "نعم الإدام الخل". (بدائع الصنائع)

وفى تعليقه: "قال النووى فى شرح مسلم: أجمعوا على أن الخمر إذا انقلبت بنفسها خلاً، طهرت". (بدائع الصنائع مع التعليق، كتاب الأشربة: ۴۴۳/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "مايسكر، والمحرم منها أربعة أنواع: الأول الخمر وهى النيئ، وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع .... والثانى الطلاء بالكسر .... والثالث السكر بفتحتين وهو النيئ من ماء الرطب .... والرابع (نقيع الزبيب وهو النيئ من ماء الزبيب) بشرط أن يقذف بالزبد بعد الغليان. والكل: أى الثلاثة المذكورة حرام إذا غلى واشتد". (الدرالمختار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، ۴۵۲، سعيد) =

تاڑ اور کھجور کا رس پینا

سوال[۸۷۱۱]: تاڑ، یا کھجور وغیرہ کا تازہ رس جو کافی میٹھا ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا نشہ نہیں ہوتا، اس کا پینا کیسا ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ اس کا پینا جائز ہے، حالاں کہ حدیثِ پاک میں اشربہ اربعہ کو حرام قرار دیا ہے، مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ رس جب تک نشہ پیدا نہ کرے، حرام نہیں، كذا يفهم من ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۲۵ھ۔

بسکٹ میں تاڑی کا استعمال

سوال[۸۷۱۲]: دوکاندار ایسا بسکٹ فروخت کرتا ہے جس میں تاڑی کی گاد (تلچھٹ) (۲) رکھ کر تنور کی گرمی سے تیار کیا جاتا ہے جس کو کہ لوگ عام طور پر کھاتے ہیں اور کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتے۔ ایک شخص اس سے کہتا ہے کہ جس شئی میں تاڑی ملی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے۔ اس پر وہ دوکاندار یہ دلیل پیش کرتا ہے: نجس چیز جیسے سور یا پاخانہ جب کہ نمک کے کان میں گر کر نمک ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر مٹی

= "وإن هذه الأشربة خمر عند أبي حنيفة في الصحيح، فذلك هي حرام نجسة يحرم شربها، قليلةً كانت أو كثيرةً". (تكملة فتح الملهم، كتاب الاشربة: ۳/۶۰۰، مكتبه دار العلوم كراچی)

"اور تاڑی تھوڑی ہو یا بہت، نشہ کرے یا نہ کرے، مطلقاً اس کا پینا حرام ہے، کیونکہ جس چیز کا کثیر مسکر ہے اس کا قلیل بھی حرام ہے، اور تاڑی نجس بھی ہے"۔ (فتاویٰ مجموعة الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، تاڑ کی تاڑی پی کر مسجد میں جانے اور نشہ کی حالت میں نماز کا حکم: ۲/۲۲۶، ۲۴۹، سعید)

(۱) (مر تخريجه تحت عنوان: "تاڑی کی حرمت"۔)

(۲) "گاد: تلچھٹ، تیل یا شربت کے نیچے بیٹھا ہوا میل، نیچے کا گدلا اور گاڑھا تیل وغیرہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۷، فیروز سنز لاهور)

"تلچھٹ: وہ چیز جو مائع کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۷۲، فیروز سنز لاهور)

ہوجاوے یا جل کر راکھ ہوجاوے تو وہ پاک ہے۔ خلاصہ یہ کہ تبدیلِ حقیقت سے ناپاک پاک ہوجایا کرتی ہے، مثلاً شراب جب کہ سرکہ ہوجاوے پاک ہے۔ لہٰذا یہ تاڑی ملا کر پکا ہوا بسکٹ بھی اسی قبیل سے ہے۔

یہ واضح رہے کہ تاڑی کا جز بسکٹ میں کالملح فی الطعام ہوتا ہے، یا یوں کہیے کہ روپیہ میں آنہ بھر۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نوع کے بسکٹ کا استعمال کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟ نیز اس کی تجارت کا کیا حکم ہے، جب کہ عدمِ تجارت کی صورت میں دکان کی اَور بکری پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اور زید جو کہ دوکاندار ہے اس کا استدلال کہاں تک درست ہے؟ کیا اس صورت کو سور متبدل بہ نمک یا شراب متبدل بسر کہ پر قیاس کر کے قلبِ ماہیت کا حکم لگا سکتے ہیں؟

ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی واضح ہو کہ اس کا ابتلاء عام ہے، عوام کو اس سے روکنا مشکل ہے جب کہ خواص بھی اس میں مبتلا ہوں۔ جملہ امور مسئولہ کا جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تاڑی مسکر ہوتی ہے اور امام محمد کے نزدیک مسکر حرام ہے، خواہ قلیل ہو خواہ کثیر۔ یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ پس زید کا اس کو بسکٹ میں ڈالنا حرام ہے اور فروخت کرنا بقول مفتی بہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور جاننے والوں کو خریدنا اور استعمال کرنا بھی ناجائز و مکروہ تحریمی ہے:

"(وحرمها محمد): أی الأشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما، قاله المصنف (مطلقاً) قليلها وكثيرها (وبه يفتي) ذكره الزيلعي وغيره، واختاره شارح الوهبانية، وذكر أنه مروى عن الكل، ونظمه فقال:

وفی عصرنا فاختير حد وأوقعوا　　طلاقاً لمن من مسكر الحب يسكر

وعن كلهم يروی وأفتی محمد　　بتحريم ماقد قلّ وهو المحرر

قلت: وفی طلاق البزازية: وقال محمد: ماأسكر كثيره فقليله حرام. وهو نجسٌ أيضاً. ولو سكر منها، المختار فی زماننا أنه يحد. زاد فی الملتقی: ووقوع طلاق من سكر منها تابع للحرمة، والكل حرامٌ عند محمدؒ، وبه يفتي. والخلاف إنما هو عند قصد التقوی، أما عند قصد

التلهی فحرامٌ، إجماعاً، اه". درمختار، ص: ۴۰۲(۱)۔

جب ایک شی حرام ونجس ہوتو اس میں قلیل وکثیر کا فرق کرنا ساقط ہوجاتا ہے(۲)، مثلاً: ایک قطرہ شراب یا پیشاب کا کنویں میں گرجائے تو سب پانی ناپاک ہوجائے گا، حالانکہ اس کو کالملح فی الطعام کی بھی نسبت نہیں، اوراس کا لون، طعم، ریح میں کوئی اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو بھی تبدلِ حقیقت سمجھیں کہ پیشاب پانی بن گیا اور تمام پانی کے جواز کا حکم لگائیں۔

تبدلِ حقیقت صورت کے بدلنے سے ہوتا ہے نہ کہ حل ہوجانے سے (۳)، جیسا کہ پیشاب کا قطرہ پانی میں مغلوب اور حل ہوجاتا ہے۔ اور نہ اڑ جانے سے جیسا کہ کپڑے کو شراب میں بھگو کر دھوپ میں ڈال دینے سے شراب اڑ جاتی ہے، کوئی اثر نہیں رہتا ہے، مگر کپڑا ناپاک ہی رہتا ہے۔ اس طرح صورتِ مسئولہ میں تبدل حقیقت نہیں ہوا، بلکہ تاڑی یا مغلوب وحل ہوگئی یا اڑ گئی، پس زید کا استدلال بے محل ہے۔

بعض جگہ ایسا رواج ہے کہ جب تک دوکان پر گراموفون وغیرہ باجہ نہ ہو، یا دوکان تصاویر سے آراستہ نہ

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الأشربة: ۴۵۵/۶، ۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۴۰۲/۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الأشربة: ۱۰۲/۷، ۱۰۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا وقعت نجاسة ليست بحيوان ولو مخففةً أو قطرة بول أودم أو ذنب فأرة، لم يشمع". (الدرالمختار). "(قوله: ولومخففة)؛ لأن أثر التخفيف –وهو العفو عما دون الربع– لايظهر فی الماء، وأفاد ط أنه لو أصاب هذا الماء ثوباً، فالظاهر أنه لاتعتبر هذه النجاسة بالمخففة". (ردالمحتار، فصل فی البئر: ۲۱۱/۱، سعيد)

(۳) قال الحصكفي رحمه الله: "ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً، ولا قذر وقع في بئر، فصار حمأةً، لانقلاب العين، به يفتى". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "مقتضى مامرّ ثبوت انقلاب الشئ عن حقيقته كالنحاس إلى الذهب، وقيل: إنه غير ثابت؛ لأن قلب الحقائق محال، والقدرة لا تتعلق بالمحال، والحق الأول". (ردالمحتار، باب الأنجاس: ۳۲۶/۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في البئر، ص: ۱۸۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

ہوتو بکری بالکل نہیں ہوتی، یا کم ہوتی ہے تو کیا ان چیزوں کو جائز کہلایا جائے گا؟ لہٰذا زید کا بکری کا عذر بھی شرعاً قابلِ التفات نہیں۔ اب رہا عوام وخواص کا ابتلاء، سوعوام تو کالانعام ہیں اور خواص اہلِ تقویٰ بعد علم کے استعمال نہیں کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٧/٦/٦٠ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ٩/ جمادی الثانیہ/ ٦٠ھ۔

شراب والی بوتل کا دھونے کے بعد استعمال

سوال [٨٧١٣]: ہمارے شہر سری نگر میں ایک صاحب جو نہایت دیندار ہیں، عرق کشید کرتے ہیں، جو بہت سی ادویات میں کام آتا ہے، عرق دار چینی، عرق گلاب وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس عرق کو وہ ایسی بوتلوں میں رکھ دیتے ہیں جن میں اکثر باہر سے شراب بھر کر آتی ہے، ان بوتلوں کو خرید کر صاف دھو دھا کر اور ابال لینے کے بعد اس میں عرق رکھتے ہیں۔

چونکہ ان کے ڈھکن مضبوط ہوتے ہیں جن میں عرق کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ شیشہ شراب کو سرایت یا جذب نہیں کرتا، اس لئے دھونے کے بعد یہ بوتلیں پاک ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا شراب کی بوتلیں دھونے اور ابالنے کے بعد پاک ہو سکتی ہیں، اور اس میں رکھے ہوئے عرق وغیرہ بھی پاک ہے؟ اور استعمال کے قابل ہے یا نہیں؟

ان صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے مفتی صاحب سے دریافت کیا ہے کہ ایسی بوتل پاک ہو سکتی ہے، اسی لئے اس میں عرق رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے عرق خاص کر عرق گلاب بڑی بڑی مسجدوں اور مذہبی محفلوں میں بھی چھڑکا جاتا ہے۔ براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

غلام مصطفیٰ وفائی، سرینگر، کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوتل دھونے اور ابال دینے کے بعد بالکل پاک ہو جاتی ہے، اس میں عرق گلاب رکھنا درست ہے، اور

عرق ناپاک نہیں ہوگا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



(۱) "وعن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، قال: إن وفد عبدالقيس لما أتوا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... ونهاهم عن أربع: عن الحنتم، والدباء، والنقير، والمزفت". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ص: ۱۳، قديمى)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "والمراد بالنهى ليس استعمالها مطلقاً بل النقيع فيها، والشرب منها مايسكر، وإضافة الحكم إليها خصوصاً إمالاعتيادهم استعمالها فى المسكرات أو لأنها أوعية تسرع بالاشتداد فيما يستنقع؛ لأنها غليظة لايتشرح منها الماء، ولا ينفذ فيها الهواء، فلعلها تغير النقيع فى زمان قليل، ويتناوله صاحبه على غفلة، بخلاف السقاء فإن التغير فيه يحدث على مهل، والدليل على ذلك ماروى أنه قال: "نهيتكم عن النبيذ إلا فى سقاء، فاشربوا فى الأشربة كلها، ولاتشربو مسكراً". وقيل: هذه الظروف كانت مختصة بالخمر، فلما حرمت الخمر، حرم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استعمال هذه الظروف، إما لأن فى استعمالها تشبيهاً بشرب الخمر، وإما لأن هذه الظروف كانت فيها أثر الخمر، فلما مضت مدة أباح النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استعمال هذه الظروف، فإن أثر الخمر زال عنها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول: ۱/۱۷۲، ۱۷۳، (رقم الحديث: ۱۷)، رشيديه)

الفصل الثانی فی الطِّیب

(خوشبو کا بیان)

عطر کونسا جائز ہے؟

سوال[۸۷۱۴]: عطر اور دیگر خوشبو کا شوقین ہوں، میں نے ابھی عطر خریدا ہے، میں نے سنا ہے کہ اس طرح کی خوشبو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ استعمال سے پہلے اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں، کیونکہ ان ہی کپڑوں سے میں نماز بھی پڑھتا ہوں، اگر یہ ناجائز ہے تو نماز نہیں ہوگی، نہ ہی اللہ کا رحم وکرم ہوگا۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

یہ بات ان لوگوں سے تحقیق کرنے کی ہے جو عطر بناتے ہیں کہ فلاں عطر میں کوئی ناجائز ناپاک چیز تو نہیں ڈالی جاتی ہے، جب تک تحقیق نہ ہو، کسی عطر کو ناپاک ناجائز نہیں کہا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

سینٹ

سوال[۸۷۱۵]: سینٹ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں اسپرٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح اسٹوپ چولہا جو اسپرٹ سے گرم کیا جاتا ہے اس کا پکا ہوا کھانا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، یا مکروہ ہے؟

ماجد حسین امروہوی، صدر بازار میرٹھ۔

---

(۱) "اليقين لايزول بالشک". (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۴۲۱)، ص: ۱۴۲، الصدف)

(وكذا فى الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱/ ۱۹۳، إدارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اسپرٹ ناپاک ہے تو وہ سینٹ جس میں یہ اسپرٹ ہو وہ بھی ناپاک ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے(۱)۔ جس اسٹوپ میں اسپرٹ استعمال ہوتی ہے، اس کا پکا ہوا کھانا درست ہے، وہ ناپاک نہیں، جیسے اُپلوں، سرقینِ یا بُس میں پکا ہوا پاک ہے(۲)۔ ناپاک سینٹ سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ کھانا اسپرٹ جلانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

سینٹ کا استعمال

سوال[۸۷۱۶]: جس طریقہ سے عطر کا استعمال کرنا سنت ہے تو ایسے ہی بجائے عطر کے سینٹ کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور سینٹ کے استعمال کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

---

(۱)"وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Al Cohals)التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ولايحرم استعماله مركبة مع المواد الأخرى ولايحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله . وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطوروغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم: كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، الخ: ۶۰۸/۳، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(وكذ في نظام الفتاوىٰ، كتاب الحظر والإباحة، انگریزی دواؤں کے استعمال کا حکم جن میں شراب، اسپرٹ، افیون وغیرہ شامل ہو: ۳۵۲/۱، مکتبه رحمانیه لاهور)

(۲) "ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع به". (ردالمحتار، مطلب في بطلان البيع: ۶۸/۵، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

سینٹ میں اگر کوئی نجس چیز نہیں تو یہ بھی عطر کے حکم میں ہے(۱)۔ مطلقاً خوشبو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغوب ومحبوب تھی، سینٹ اس زمانہ میں نہیں تھا، اس لئے اس کو سنت تو نہیں کہا جائے گا، سنت تو مخصوص طور پر اس خوشبو کو کہا جائے گا جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۱۲ھ۔

سینٹ وانگریزی تیل

سوال[۸۷۱۷]: عطر، مونڈیا سینٹ ایسے ہی انگریزی تیل وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے، یا محض خلاف اَولیٰ ہے۔

اظہار الدین، فیض آبادی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب تک ان میں ناپاکی کا یقین یاظن غالب نہ ہو، ان کا استعمال جائز ہے اور یقین یاظن غالب ناپاکی کا ہوجائے تو جائز نہ ہوگا (۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۵۳/۳/۲۵ھ۔

---

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها. وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. ولايحرم استعماله للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبةً مع المواد الأخرى، ولايحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله". (تكملة فتح الملهم: ۶۰۸/۳، كتاب الأشربة، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۲) "ان اليقين لايزول بالشك". (قواعد الفقه، ص: ۱۴۲، (رقم القاعده: ۴۲۱)، الصدف پبلشرز)

"وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها، لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره .... وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى، والله سبحانه تعالىٰ أعلم". (تكملة فتح الملهم: ۶۰۸/۳، كتاب الأشربة، مكتبه دارالعلوم كراچی)

الفصل الثالث فی الفضلات

(فضلات کا بیان)

گوبر کے کنڈے

سوال[۸۷۱۸]: گوبر کے کنڈے جلانا اور بیچنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بیچنا اور جلانا سب درست ہے(۱)۔فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

گوبر وغیرہ کی گیس سے کھانا وغیرہ پکانا

سوال[۸۷۱۹]: آج کل کھانا گوبر وغیرہ کی گیس سے بنایا جاتا ہے جس سے بجلی وغیرہ بھی بنتی ہے تو اس گیس سے کھانا پکانا اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

غلیظ سے جو گیس بنائی جائے، اس گیس کو لائٹ اور کھانا پکانے کے لئے استعمال کرنا درست ہے(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع به". (ردالمحتار، مطلب في بطلان بيع الوقف: ۴۸/۵، سعيد)

(۲) "(ويطهر) كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة، وكان فيه بلوى عامة، فيقال كذلك في الدبس .... وعذرة صارت رماداً أو حمأةً، فإن ذلك كله انقلاب حقيقة إلى حقيقة أخرى لا مجرد انقلاب وصف". (ردالمحتار، باب الأنجاس: ۳۱۶/۱، سعيد) .... =

گوبر سے زمین کو لیپنا

سوال[۸۷۲۰]: کیا گوبر گائے بھینس بیل وغیرہ کا لیپنا پاک جان کر باورچی خانہ صحن رنگنائی وغیرہ اس کی نجاست کے لئے کیا حکم ہے، جانور چرند پرند کی نجاست کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گوبر ناپاک ہے، گوبر مٹی گارے میں ملا کر لیپنا درست ہے، جو خشک ہونے کے بعد پاک ہو جائے گا:

"إذا جعل السرقين في الطين فطين به السقف، فيبس فوضع عليه منديل مبلول، لاينتجس، اه". عالمگیری: ۱/۴۷(۱)۔

چرند، پرند کی نجاست کا کیا حکم دریافت کرنا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/شوال/۶۷ھ۔

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/۶۷ھ۔

= (وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۲۶، سعيد)

"رأس شاة متلطخ بدم أحرق رأسه وزال عنه الدم، فاتخذ منه مرقةً، جاز استعمالها، والحرق كالغسل". (الدر المختار).

"(والحرق كالغسل)؛ لأن النار تأكل ما فيه من النجاسة حتى لايبقى فيه شئ أو تحيله، فيصير الدم رماداً فيطهر بالاستحالة، ولهذا لوأحرقت العذرة وصارت رماداً، طهرت للاستحالة". (ردالمحتار، مسائل شتى: ۶/۷۳۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في النجاسة: ۱/۴۴، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل في الآثار: ۱/۲۲، رشيديه)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني: الأعيان النجسة: ۱/۴۷، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، فصل في النجاسة: ۱/۲۴، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الثامن فيما يصيب الثوب: ۴/۲۳، رشيديه)=

گوبر کی راکھ منجن میں استعمال کرنا

سوال[۸۷۲۱]: دانتوں کے منجن میں جلا ہوا گوبر یعنی راکھ ملائی جاتی ہے جس سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ تو کیا اس راکھ کو استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گوبر ناپاک ہے، لیکن جلانے کے بعد جب وہ راکھ بن گیا اور اس کی ماہیت بدل گئی تو اس کا حکم بھی بدل گیا، اب اس راکھ کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، اس لئے منجن میں ملا کر استعمال کرنا بھی درست ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۵/۲۷ھ۔

راکھ کا حکم

سوال[۸۷۲۲]: راکھ کھانے کا حکم خواہ اشیاء حلال کی ہو یا حرام کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

راکھ مٹی کے حکم میں ہے، اور مٹی کے متعلق فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراھیۃ میں ہے:

"أكل الطين مكروه. هكذا ذكر فى فتاوىٰ أبى الليث رحمه الله تعالىٰ، وذكر شمس

= "العذرات إذا دفنت في موضع حتى صارت تراباً، قيل: تطهر كالحمار الميت إذا وقع في المملحة فصار ملحاً يطهر عند محمد". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ١/٣٩٥، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، فصل فى النجاسة: ١/١٩، رشيديه)

(١) "لايكون نجساً رمادقذر، الخ". (الدرالمختار). قال الشامي: "قذر بفتح القاف والذال المعجمة، والمراد به العذرة والروث". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ١/٣٢٦، سعيد)

"والسرقين والعذرة تحترق، فتصير رماداً، تطهر .... وعليه الفتوىٰ". (البحر الرائق، باب الأنجاس: ١/٣٩٤، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ السراجية، كتاب الطهارة، باب تطهير الأنجاس، ص: ٥، سعيد)

الأئمة الحلوانی فی شرح صومه: إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علةً أو آفةً، لايباح له التناول. وكذلك فی كل شیٔ سوى الطين. وإن كان يتناول منه قليلاً، أو كان يفعل ذلك أحياناً، لابأس به، كذا فی المحيط". ص: ١١٠(١)۔

"ويكره أكل الطين؛ لأن ذلك يضره، فيصيره قاتلاً نفسه". خانيه، ص: ٣٧٥(٢)۔

حرام اور نجس شئی جب جل کر خاک بن جائے تو شرعاً وہ راکھ طاہر ہے، اس پر وہی حکم جاری ہوگا جو پاک اشیاء پر جاری ہوتا ہے:

"لايكون نجساً رماد قذر، وإلالزم نجاسة الخبز فی سائر الأمصار، ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً. ولا قذر وقع فی بئر، فصار حمأةً؛ لانقلاب العين، به يفتى". درمختار۔ قال الشامی: "يجوز أكل ذلك الملح، والصلوة على ذلك الرماد كما فی المنية". شامی: ٢١٨/١(٣)۔

خانيه، ص: ٢٨(٤)، دررالحكام، ص: ٢٧، كبيری، ص: ١٨٦(٥)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ١٨/ ذی قعدہ۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(١) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الحادی عشر فی الكراهة فی الأكل ومايتصل به: ٣٤٠/٥، رشيديه)

(٢) (فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ومايكره أكله: ٤٠٣/٣، رشيديه)

"ويكره أكل الطين؛ لأنه تشبه بفرعون". (البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، الخامس فی الأكل: ٣٦٥/٦، رشيديه)

(٣) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الأنجاس: ٣٢٦/١، ٣٢٧، سعيد)

"والسرقين والعذرة تحترق، فتصير رماداً، تطهر عند محمد". (البحر الرائق، باب الأنجاس، كتاب الطهارة: ٣٩٤/١، رشيديه)

(٤) "وكذا العذرة إذا أحرقت وصارت رماداً .... يكون طاهراً". (فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فی النجاسة: ٢٢/١، رشيديه)

(٥) (الحلبی الكبير، فصل فی الآسار، ص: ١٨٩، سهيل اكيڈمی لاهور)

انسان کے پائخانہ کوسکھا کر اُپلوں کے مثل روٹی پکانا

سوال[۸۷۲۳]: انسان کا فضلہ سکھا کر اس سے روٹی پکانا، جیسے دوسرے جانوروں کا سکھا کر پکاتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

انسان کا پائخانہ کھانا پکانے میں استعمال کرنا جائز نہیں:

"(كره بيع العذرة) رجيع الأدمي خالصة .... وفي الملتقى: إن الانتفاع كالبيع: أي في الحكم، فافهم". الدر على الرد: ٥/٢٤٧، ٢٤٦(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

جو شخص پیشاب پلائے اس کا حکم

سوال[۸۷۲۴]: ایک شخص دھوکہ دے کر چند مسلمانوں کو پیشاب پلاتا ہے، اور اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ نہایت خبیث اور گندی حرکت ہے، ایسا شخص اس قابل نہیں کہ اس سے کھانے پینے، رہنے سہنے کا تعلق رکھا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۷ھ۔

---

(١) (الدر المختار مع ردالمحتار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٨٥، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ٨/٣٦٥، رشيديه)

"قوله: (كره بيع العذرة) وهي رجيع الأدمي. قال الشيخ أبو منصور رحمه الله: كل ماانفصل من الآدمي، لايجوز الانتفاع به نحو: الظفر والشعر والعذرة". (العناية على هامش فتح القدير، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ١٠/٥٣، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ٤/٢١١، غفاريه)

(٢) جس شخص سے نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہو اس سے مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیے: .... =

جانور کا دودھ اور مرد کی منی کیا دونوں ایک ہیں؟

سوال[۸۷۲۵]. بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جانور کا دودھ اور مرد کی منی یہ دونوں چیز برابر ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ ہوسکتا ہے کہ مرد کی منی اور کسی جانور کا دودھ ایک شکل میں ہوتا ہو، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہاں فرمایا، مجھے علم نہیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



= "وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصِلَته مايفسد عليه دينه، أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع: ۷۵۹/۸، رشيديه)

الفصل الرابع فی المأکولات وغیرها

(کھانے کی اشیاء کا بیان)

بند ڈبوں میں خشک دودھ کا استعمال

سوال[۸۷۲۶] : بند ڈبوں میں خشک دودھ استعمال کرنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ دودھ کی قلت کی وجہ سے ہم سب تقریباً اہل اسلام کشمیران خشک ڈبوں کا دودھ استعمال کرتے ہیں، تکلیف فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خشک ڈبہ کا دودھ استعمال کرنا شرعاً درست ہے(۱)، لیکن اگر یہ تحقیق ہوجائے کہ یہ ناپاک ہے، یا اس میں کوئی ناپاک چیز شامل کی گئی ہے تو درست نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۴ھ۔

پنیر کے اقسام واحکام

سوال[۸۷۲۷] : ا...... جاپانی رینٹ- جو پنیر میں ڈالتے ہیں- نباتات سے تیار ہوتا ہے، اور یورپ کا بنا ہوا حیوانات سے تیار کرتے ہیں۔ تو یہ درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) واضح رہے کہ بند ڈبوں میں خشک دودھ کے استعمال کے متعلق اردو فتاویٰ میں کوئی صریح تحریر نہیں ملی، البتہ ڈبور، میں پیک گوشت کے متعلق مفتی نظام الدین الاعظمی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: ''تجارت کا یہی اصول مسلم ہے کہ تجارت دھوکہ دہی اور فریب دہی سے کامیاب نہیں ہوتی، اور اس وجہ سے بڑے بڑے تاجر دھوکہ وفریب دہی سے بچتے ہیں، پھر جب حکومت بھی حلال وحرام کا معاملہ سخت پرکھ پر رکھتی ہو تو جن ڈبوں پر لکھا ہوا ہو "مذبوحه علی طریق الشریعة" تو جب تک اس کے خلاف کا ثبوت دلیل شرع سے نہ ہوجائے ازروئے فتویٰ استعمال کی گنجائش رہے گی، باقی ازروئے تقویٰ اجتناب افضل واولیٰ ہے''۔ (نظام الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، بیرونی ممالک سے جو مذبوحہ مرغیاں آتی ہیں، ان کا شرعی حکم: ۱/۳۶۷، مکتبہ رحمانیہ)

۲...... جراثیم جزوِ حیوان نہیں، کیا پھر بھی اس سے پنیر حرام ہوگی؟

۳...... رینٹ ایک چائے کے چمچہ کی مقدار میں سات سیر دودھ میں گرتی ہے اور ایک طرف عمومِ بلویٰ ہے۔ کیا اتنی کم مقدار سے بھی حرام ہوگی؟

۴...... یہودیوں کے مذبوحِ بچھڑے کی رینٹ سے بنی ہوئی پنیر مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... نباتات سے تیار کردہ رینٹ تو ظاہر ہے کہ درست ہے(۱)۔

۲...... جراثیم اجزائے حیوان نہیں تو پھر کیا ہیں؟

۳...... اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچی پیشاب کی، یا شراب کی، یا خون کی ملا دی جائے تو یہ "للأكثر حكم الكل" کے ماتحت اس دودھ کو پینے کی اجازت دے دی جائے گی؟ اگر ناجائز پنیر کو استعمال نہ کیا جاوے تو کیا زندگی کا کوئی اہم شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل رہے گا؟ پھر ابتلائے عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی گنجائش بے محل ہے۔

۴...... جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے اور کسی کتابِ سماوی کے تسلیم کرنے کی مدعی ہو، اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے جب کہ وہ ذبیحہ کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے(۲)۔ اگر ذبیحۂ مسلم میسر آجائے تو وہ بہر حال مقدم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۶/۲۷ھ۔

---

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها. وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل .... وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها، لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البينرول وغيره". (تكملة فتح الملهم: ۳/۶۰۸، كتاب الأشربة، مكتبه دار العلوم كراچى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾. (سورة المائدة: ۵)

"قال في الكفاية: إنما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير أو اسم المسيح، وأما إذا ذكر فلا يحل، كما لايحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالىٰ؛ =

جس کھانے میں جائفل ڈالا گیا، اس کا کھانا

سوال[۸۷۲۸]: ایک دیگ میں تقریباً سو آدمیوں کے لئے گوشت پکتا ہے اس میں دو تین جائفل جس کا وزن ایک تولہ سے کم ہوتا ہے(۱)، بطور مصالحہ ڈال دیا جاتا ہے جس سے قطعاً کوئی نشہ نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ کھانا کیسا ہے؟ کیوں کہ یہاں پر علمائے دیوبند میں ہی دو گروہ ہو گئے ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ حرام ہے اور کچھ کا کہنا ہے کہ صرف دواءً استعمال ہو سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں وہ کھانا حرام نہیں، اس لئے کھانے میں مضرت نہیں اور نشہ بھی نہیں ہوتا(۲) اگرچہ خود جائفل کھانا ممنوع ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۱۵ھ۔

= لقوله تعالىٰ: ﴿وما أهل به لغير الله﴾. فحال الكتابى فى ذلک لايكون أعلى من حال المسلم .... والصحيح المختار عندنا هو القول الأول يعنى ذبائح الكتابى تاركاً التسمية عامداً، أو على غير اسم الله تعالىٰ لايؤكل إن ذلک يقيناً أو كان غالب حالهم ذلک". (التفسير المظهرى، (سورة المائدة: ۵): ۴۰/۳، حافظ كتب خانه)

(۱) "جائفل: جاپھل، جوز، ایک مشہور پھل"۔(فيروز اللغات، ص: ۴۴۸، فيروز سنز لاهور)

(۲) "والرابع المثلث العنبى وإن اشتد، وهو ماطبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثاه، ويبقى ثلثه إذا قصد به استمراء الطعام والتداوى والتقوىٰ على طاعة الله تعالىٰ، وللهو لايحل إجماعاً، حقائق". (الدرالمختار، كتاب الأشربة: ۴۵۳/۶، سعيد)

"وأما ماهو حلال عند عامة العلماء، فهو الطلاء وهو المثلث، ونبيذ التمر، والزبيب، فهو حلال شربه مادون السكر لاستمراء الطعام والتداوى، وللتقوّى على طاعة الله تعالىٰ، لاللتلهى. والمسكر منه حرام، وهو القدر الذى يسكر، وهو قول العامة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأشربة، الباب الأول: ۴۱۲/۵، رشيديه)

(۳) "وكذا تحرم جوزة الطيب لكن دون حرمة الحشيشة، قاله المصنف". (الدرالمختار). قال الشامى =

امریکن گھی

سوال[۸۷۲۹]: امریکن امداد فنڈ سے غریب ملکوں کو کھانے پینے کی چیزیں مفت دی جاتی ہیں، اس میں گھی بھی ہے جس کا رنگ مختلف ہے۔ بعضوں سے سنا ہے کہ سور کی چربی سے بنتا ہے، ذمہ دار لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ ماہو گائے کا گھی ہے، آب وہوا کی تبدیلی سے رنگ میں فرق ہے۔ جو اس پر سیل ہے اس سے بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔ لہٰذا از روئے شرع اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شرعی دلائل سے اس کا نجس وحرام ہونا ثابت نہ ہو جائے، اس پر حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے(۱)، ہاں! اگر کوئی شخص اپنے دل میں شک رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے اس گھی کو استعمال نہ کرے تو مضائقہ نہیں: "دع مايريبك إلى مالايريبك"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۰ھ۔

= رحمه الله تعالىٰ: "فهذه كلها مسكرة .... ومثل الحشيشة فى الحرمة جوزة الطيب، فقد أفتى كثير من العلماء الشافعية بحرمتها .... لكن قال: حرمتها دون حرمة الحشيشة، والله أعلم".

(ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۵۸/۶، سعيد)

(۱) **سوال:** "آج کل عوام میں یہ چرچا ہو رہا ہے کہ ڈالڈا گھی میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے تو اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

حضرت مفتی صاحب مدظلہم! بعد از سلام مسنون، بحمد اللہ تعالیٰ یہاں خیریت سے ہے، خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو، بناسپتی گھی کے متعلق بہت سے سوالات آرہے ہیں، اب تک تو یہی لکھا ہے کہ بلا دلیل شرعی حرمت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جو رائے عالی ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب: "مکرمی ومحترمی زید مجدکم السامی، بعد سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب ہے۔ جب کہ دنیا بھر میں اس کا استعمال بلاتأمل ہو رہا ہے تو جب تک نجس شی ملائے جانے کا شرعی ثبوت نہ ہو، حرام قرار دینا صحیح نہیں، جناب والا کی رائے بالکل صحیح ہے"۔ (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الحظر والإباحة، باب مايجوز أكله ومالايجوز، ڈالڈا گھی میں نجس شی ملائے جانے کا شبہ ہو تو کیا حکم ہے: ۱۳۹/۱۰، ۱۴۰، دار الاشاعت)

"اليقين لايزول بالشک". (شرح المجلة: ۲۰/۱، (رقم المادة: ۴)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۲۴۲/۱، قديمى)

ڈالڈا گھی، انگریزی بسکٹ وغیرہ کا استعمال

سوال[۸۷۳۰]: کیا بناسپتی (مصنوعی گھی) کا کھانا جائز ہے جب کہ چربی اور دوسری چیزوں سے بنتا ہے۔ یہ چربی بکری اور گائے وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے، کچھ چربی آسٹریلیا وغیرہ سے آتی ہے۔ میرے جاننے والے کئی ایسے اصحاب ہیں جو چربی کا کام کرتے ہیں، چربی کو گلا کر بڑی بڑی کمپنی کو فروخت کرتے ہیں، اور وہ بڑی کمپنی ڈالڈا، برطانیہ بسکٹ وغیرہ کو سپلائی کرتی ہیں جب کہ بغیر چربی کے بناسپتی، بسکٹ اور صابن وغیرہ نہیں بن سکتا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ اس میں حرام، ناپاک، مردار چیز شامل ہے اس کا کھانا درست ہے۔ دوسری چیزوں میں بھی استعمال درست ہے(۱)۔ البتہ غیر مسلم کی دوکان سے چربی نہ خریدی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ہلدی کا حکم

سوال[۸۷۳۱]: کیا ہلدی کا کھانا درست نہیں ہے، حالانکہ بڑے بڑے علماء کو دیکھا گیا کہ وہ ایسے سالن کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتے جن میں ہلدی پڑی ہو؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہلدی کو گوبر میں پکایا جاتا ہے اس لئے ناپاک ہے۔ جو حکمِ شرع ہو، ارشاد فرمائیں۔

نعیم الدین، بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ممکن ہے کہ کسی جگہ ایسا ہوتا ہے، میں نے تو ہلدی کی کاشت کرنے والے دیندار مسلمانوں سے

---

(۱) (راجع، ص: ۲۰۳، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "ولايأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولايطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوىٰ، كتاب الجهاد، باب مايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

دریافت کیا، انہوں نے اس کا انکار کیا، اس لئے بلاتحقیق حرام کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صابن میں چربی کی وجہ سے ناپاکی

سوال [۸۷۳۲]: صابن خواہ نہانے کا ہو یا کپڑے دھونے کا، سب کے اندر چربی ڈالی جاتی ہے، یہ بات یقینی ہے، صابن بنانے والے خود ہی بتاتے ہیں۔ چربی تین قسم کی ہوتی ہے: خنزیر کی اور دوسرے مردار جانور کی اور تیسرے زندہ جانوروں کو مشین کے ذریعہ غیر شرعی طور سے کاٹ کران کا گوشت پوست الگ کیا جاتا ہے۔ ہر سہ بہرحال حرام ہے۔ تو گویا کہ صابن جس سے انسان کپڑا یا بدن صاف کرتا ہے، وہ ناپاک چیز ہے۔

اب صابن کے معاملہ میں کیا فیصلہ ہے، کیا یہ چربی دوسری شکل یعنی صابن کی شکل میں متشکل ہو کر پاکی کا حکم اختیار کرے گی؟ اگر نہیں تو پھر کپڑا یا بدن کیسے پاک ہوگا؟ جب کہ دھونے کے بعد کپڑے کے اندر صابن کا جز کچھ نہ کچھ یقینی طور پر رہ جاتا ہے، یا خشک ہونے کے بعد کپڑا پاک ہو جائے گا؟ نیز صابن کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صابن کے دوسرے نسخے بھی ہیں جن میں چربی نہیں پڑتی، لہٰذا ہر صابن کو نجس کہنا درست نہیں۔ یہ بھی غلط ہے کہ بدن یا کپڑے میں صابن کے اجزاء باقی رہ جاتے ہیں۔ دھونے، نچوڑنے، صاف کردینے سے سب اجزاء نکل جاتے ہیں۔ جب نجاست کی بنیاد ہی غلط ہے تو خرید وفروخت کا معاملہ اور استعمال کا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۶ھ۔

---

(۱) "اگر نجاست ہو بھی تو ہیئت تبدیل ہونے کی وجہ سے صابن پاک ہو جائے گا:

"جعل الدهن النجس في صابون، يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى، اهـ". (ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأنجاس، كتاب الطهارة: ۱/۳۹۵، رشيديه)

ناپاک تیل وچربی سے بنے ہوئے صابون کا حکم

سوال[۸۷۳۳]: اگر ناپاک تیل یا چربی سے صابون بنالیا جائے تو اس صابون کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب صابون بنانے سے اصل حقیقت بدل گئی تو وہ پاک ہے، شامی: ۱/ ۲۲۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



(۱) "ويطهر زيت تنجس بجعله صابوناً، به يفتى للبلوى، كتنورٍ رش بماء نجس". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله: " (قوله: ويطهر زيت، الخ) .... ثم هذه المسئلة قد فرّعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذى عليه الفتوىٰ، واختاره أكثر المشايخ، خلافاً لأبى يوسف، كما فى شرح المنية والفتح وغيرهما. وعبارة المجتبى: جعل الدهن النجس فى صابون، يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى، اهـ". (ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۵، ۳۱۶، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب الأنجاس، كتاب الطهارة: ۱/۳۹۵، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فى النجاسة: ۱/۴۵، رشيديه)

باب الانتفاع بالحیوانات

الفصل الأول فی السمک

(مچھلی کے کھانے کا بیان)

مردار مچھلی کھانا کیوں جائز ہے؟

سوال[۸۷۳۴]: مردار مچھلی کا استعمال کیوں صحیح ہے، بقیہ جانور جو حلال ہیں، ان کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردار مچھلی کو حدیث پاک میں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: "أحلت لنا المیتتان: السمك والجراد"(۱)۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصید، باب مایحل أکله و ما یحرم، الفصل الثانی، ص: ۳۶۱، قدیمی)

(و سنن ابن ماجة، أبواب الصید، باب صید الحیتان والجراد: ۲۳۲، قدیمی)

"أی فی حال الاختیار والاضطرار". (مرقاة المفاتیح: ۷/۲۳/۷، رشیدیه)

و قال الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "بخلاف السمک (وأنواع السمک بلا ذکاة) لحدیث: "أحلّت لنا میتتان: السمک والجراد". (الدرالمختار). وقال الشامی رحمه الله تعالیٰ: "وهو مشهور مؤید بالإجماع، فیجوز تخصیص الکتاب به، وهو قوله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم المیتة والدم﴾ علی أن حل السمک ثبت بمطلق قوله تعالیٰ: ﴿و تأکلون منه لحماً طریاً﴾. کفایة. وما عدا أنواع السمک من نحو إنسان الماء و خنزیره خبیث، فبقی داخلاً تحت التحریم، وحدیث: "هو الطهور ماء ه والحل میتته". المراد منه السمک کاٰیة: ﴿أحل لکم صید البحر﴾؛ لأن السمک مراد بالإجماع، وبه تنتفی المعارضة بین الأدلة، فإثبات الحل فیما سواه یحتاج إلی دلیل". (ردالمحتار: =

نیز مچھلی میں خون نہیں اور دیگر جانوروں میں خون ہوتا ہے اور ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے اور خود مر جانے سے بدن ہی میں رہ جاتا ہے اور یہ خون ناپاک ہے۔ اور مچھلی میں جو خون جیسی چیز ہوتی ہے وہ رطوبت ہوتی ہے، خون نہیں ہوتا (۱)۔ اور جو مچھلی پانی ہی میں مر کر الٹی تیرنے لگے، اس کا کھانا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= ۶/۳۰۷، کتاب الذبائح، سعید)

"ویستثنی من ذلک: میتة السمک والجراد، فإنها طاهرة، لحديث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما .... اهـ". (فقه السنة، كتاب الأطعمة: ۳/۲۷۸، دارالكتاب العربی بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق: ۸/۳۱۵، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل، رشيديه)

(۱) "ودم سمک طاهر .... لأنه ليس بدم حقيقةً بدليل أنه يبيضّ فی الشمس، والدم يسودّ بها".
(ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه: ۱/۲۰۷، سعيد)

"وعُفی دم السمک .... أما دم السمک، فلأنه ليس بدم عن التحقيق، وإنما هو دمٌ صورةً؛ لأنه إذا يبس يبيضّ، والدم يسودّ. وأيضاً الحرارة خاصية الدم والبرودة خاصية الماء، فلو كان للسمک دمٌ، لم يدم سكونه فی الماء". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۴۰۸رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۲۰۴ دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ما ألقاه البحر أو جزر عنه الماء، فكلوه. وما مات فيه فطفا، فلا تأكلوه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصيد، باب ما يحل أكله و ما يحرم، الفصل الثانی، ص: ۳۶۱، قديمی)

"ولايحل حيوان مائیّ إلا السمک .... غير الطافی على وجه الماء الذی مات حتف أنفه، وهو ما بطنُه من فوق". (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۶/۳۰۶، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الذبائح: ۶/۴۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

گونچھ مچھلی کا حکم

سوال[۸۷۳۵] : ایک مچھلی جس کو ہماری زبان میں گونچھ کہتے ہیں(۱) اور آپ کی نظروں کے سامنے ہے، اس کے متعلق حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہم نے اس مچھلی کو دیکھا، یہ بلاشبہ مچھلی ہے، کوئی اَور جانور نہیں ہے، یہ شرعاً جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۱۷ھ۔

مچھلی کو بغیر پانی کے رکھنا

سوال[۸۷۳۶] : ۱......مچھلی کو پکڑ کر بغیر پانی کے رکھ دیا جائے گھنٹہ آدھ گھنٹہ، تو کیا اس صورت میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

مچھلی کو پتھر سے رگڑنا

سوال[۸۷۳۷] : ۲......مچھلی کو بغیر سر توڑے پتھر پر رگڑا جائے، تو کھال اتاری جائے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

مچھلی کو بلا آلائش نکالے کھانا

سوال[۸۷۳۸] : ۳......مچھلی بغیر آلائش نکالے ہوئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مچھلی بنانے میں تاخیر کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) ''گونچھ: ایک قسم کی مچھلی''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۶، فیروز سنز، لاهور)

(۲) ''جس سے معلوم ہوا کہ سمندری مچھلیاں خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی ہوں، خواہ کسی وزن کی ہوں کسی شکل کی ہوں، کسی نوعیت کی ہوں، تازی یا زندہ ہوں یا مردہ، وہ حلال اور پاکیزہ ہیں، ان کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے''۔ (جواہر الفتاویٰ، جھینگا مچھلی حلال ہے یا حرام، ایک سوال کا جواب: ۵۹۲/۲، ادارۃ القرآن کراچی)

(۳) ''وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما، قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ینهی أن=

۲......مچھلی اگر پہلے سے مری ہوئی ہوتو بغیر سر توڑے پتھر سے رگڑنے یا کھال اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اوراگر زندہ ہےتوایسانہ کیا جاوے کہ اس میں ایلام وتعذیب بلاضرورت ہے، بلکہ پہلے اس کو ماردیا جائے (۱)۔

۳......مچھلی آلائش نکالنے کے بعد پکائی جائے، اس لئے کہ اس میں بعض اجزاء مضر ہوتے ہیں (۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

= تُصبَر بهيمة أو غيرها للقتل". متفق عليه".

قال الملا على القارى تحت هذا الحديث: "بهيمة أو غيرها": أى من ذوات الروح بلا أكل وشرب حتى تموت". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، الفصل الأول: ۷/۶۸۰، رشيديه)

(۱) "وعن شداد بن أوس رضى الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إنّ الله تعالىٰ كتب الإحسان علىٰ كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القِتلةَ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته و ليرح ذبيحته". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۵۷، كتاب الصيد والذبائح، الفصل الأول، قديمى)

قال الملا على القارى قوله: "كتب الإحسان على كل شئ": أى إلى كل شيء، أوعلىٰ بمعنى "فى": أى أمركم بالإحسان فى كل شئ، و منه قوله تعالىٰ: ﴿ودخل المدينة على حين غفلة﴾. وقال الشارح: أى كتب عليكم أن تحسنوا فى كل شئ، اهـ. والمراد منه العموم الشامل للإنسان والحيوان حياً و ميتاً .... وقد قال علماؤنا: و كره السلخ قبل أن تبرد و كلّ تعذيب بلا فائدة لهذا الحديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد، الفصل الأول: ۷/۶۸۰، ۶۷۹، رشيديه)

"وعن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تتخذوا شيئاً فيه الروح غرضاً". رواه مسلم".

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "قال النووى: هذا النهى للتحريم، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعن الله من فعل هذا". ولأنه تعذيب للحيوان .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد: ۷/۶۸۱، رشيديه)

(۲) اگر مچھلی چھوٹی ہوتو بلا آلائش نکالے کھانا جائز ہے: .... =

مچھلی پکڑنے کے بعد یا لاٹھی سے مرگئی، اس کا کھانا

سوال [۸۷۳۹] : ا......مچھلی پانی سے زندہ پکڑی اور پکڑنے کے بعد پانی سے باہر مرگئی تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

۲......مچھلی کا شکار پانی میں لاٹھی سے کیا، لاٹھی لگ کر مچھلی مرگئی، پھر مچھلی پکڑی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ا...... پانی سے زندہ مچھلی پکڑنے کے بعد اگر مرجائے تو وہ مردار نہیں ہوگی۔ اس کا کھانا شرعاً درست ہے(۱)۔

= "وفی سمک الصغار التی تقلی من غیر أن یشق جوفه، فقال أصحابه (أی أصحاب الشافعی): لایحل أكله؛ لأن رجیعه نجس، وعند سائر الأئمة یحلّ". (ردالمحتار: ۶/۳۰۹، کتاب الذبائح، سعید)

"چھوٹی مچھلی کو اگر بدون آلائش صاف کئے ہوئے بھی پکالیا جائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک آلائش صاف کرنے کے بعد جائز ہے۔ اور صغار کے قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ بڑی مچھلی کی آلائش صاف کرنا سب کے نزدیک واجب ہے۔ بدون صاف کئے کھانا جائز نہ ہوگا"۔(إمداد الأحكام: ۴/۳۰۹ کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱) "قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "بخلاف السمک (وأنواع السمک بلا ذكاة) لحديث: "أحلّت لنا ميتتان: السمک والجراد". (الدرالمختار). وقال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "وهو مشهور مؤيد بالإجماع، فيجوز تخصيص الكتاب به، وهو قوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم﴾، على أن حل السمک ثبت بمطلق قوله تعالىٰ: ﴿و تأكلون منه لحماً طرياً﴾. كفاية. وما عدا أنواع السمک من نحو إنسان الماء و خنزيره خبيث، فبقي داخلاً تحت التحريم، وحديث: "هو الطهور ماء ه والحل ميتته". المراد منه السمک كآية: ﴿أحل لكم صيد البحر﴾؛ لأن السمک مراد بالإجماع، وبه تنتفي المعارضة بين الأدلة، فإثبات الحل فيما سواه يحتاج إلى دليل". (ردالمحتار: ۶/۳۰۷، کتاب الذبائح، سعید)

"ويستثنى من ذلک: ميتة السمک والجراد، فإنها طاهرة، لحديث ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما .... اهـ". (فقه السنة، كتاب الأطعمة: ۳/۲۷۸، دارالكتاب العربي بيروت) =

۲......زندہ مچھلی کے، پانی میں لاٹھی مارنے سے اگر وہ مرجائے تو وہ مردار نہیں ہوگی، اس کا کھانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۹ھ۔

جھینگا

سوال [۸۷۴۰]: مچھلیوں کی قسموں میں ایک معروف مچھلی جھینگا ہوتی ہے، اسے بعض حرام اور بعض مکروہ تحریمی اور بعض علماء مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور بعض بلا کراہت جائز فرماتے ہیں۔ اصل حکم کیا ہے؟ بحوالۂ کتبِ حنفیہ تحریر فرمائیں؟

عبدالستار، برار بمبئی اسٹیٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی جائز ہے، اور کوئی جانور جائز نہیں، جھینگا مچھلی اگر مچھلی ہی کی کوئی قسم ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ علامہ دمیری شافعی نے حیوۃ الحیوان، ص: ۳۷۱، میں لکھا ہے(۱) اور اسی سے تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی، ص: ۵۰، میں نقل کیا ہے(۲)۔ اگر یہ مچھلی کی قسم نہیں، بلکہ کوئی اور

= (وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۳۱۵، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل، رشيديه)

(۱) "الروبيان: هو سمک صغير جداً أحمر". (حيوة الحيوان: ۱/ ۴۷۳، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اس وقت میرے پاس حیاۃ الحیوان دمیری کی۔ جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہے۔ موجود ہے، اس میں تصریح ہے: "الروبيان هو سمک صغير جداً" اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ مقتضی حلت کو ہے۔ مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے اس میں گو اس کو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہیں، مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی میں داخل کیا ہے"۔ (امداد الفتاویٰ، کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، ماہی روبیان کا حکم: ۴/ ۱۰۴، ۱۰۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

"اور جھینگا۔ جس کو "اِربیان" بکسر ہمزہ کہتے ہیں، جیسا صحاح وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حلال ہے، کیونکہ وہ مچھلیوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے، اور مچھلی کے تمام اقسام بالاتفاق حلال ہیں.........حمادیہ میں ہے: "الدود الذي يقال له: جهينگ حرامٌ عند بعض العلماء؛ لأنه لايشبه السمک. فإنه يباح عندنا من صيد البحر أنواع السمک، وهذا لايكون كذلک. وقال بعضهم: حلال يسمّى باسم السمک". (مجموعة الفتاوى: =

جانور ہے اور محض نام ''جھینگا مچھلی'' مشہور ہو گیا ہے تو یہ جائز نہیں، جیسا کہ فتاوی رشیدیہ:۲/۱۲۲، میں ہے۔ مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ:۲/۱۱۰، میں دونوں قول نقل کئے ہیں، حمادیہ کی عبارت نقل کی ہے:

''الدود الذی یقال له ''جھینگا'' حرامٌ عند بعض العلماء؛ لأنه لایشبه السمك، فإنما یباح عندنا من صید البحر أنواع السمك، وهذا لایکون کذلك. وقال بعضهم: حلال؛ لأنه یسمی باسم السمك، اهـ''(۱)۔

۳/۱۰۴، ۱۰۷، میں بھی دونوں قول نقل کئے ہیں (۲)۔

تذکرۃ الخلیل، ص:۲۰۰، میں عدمِ جواز کا فتوی ہے (۳)، یہی راجح ہے۔ نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے، لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ''دع مایریبك إلی مالایریبك''. الحدیث (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= ۲/۲۹۷، کتاب الأکل والشرب، سعید)

''درمختار میں سمک بجمیع أنواعه کو حلال کہا ہے، لیکن جھینگا میں سمک ہونے کی کوئی خاص دلیل سے ثابت نہیں، جیسا دوسری مچھلیوں کو تعامل وتعارف کی بناء پر بحیثیت مچھلی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو عامۃ الناس بحیثیتِ مچھلی استعمال کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ مچھلی کے بہت سارے انواع ہیں جن کے بارے میں کوئی دلیل خصوصی تو مچھلی ہونے پر نہیں، لہٰذا عدمِ دلیلِ خاص عدم سمک کی دلیل نہیں ہے اور اس میں مدار ماہرینِ حیوانات کی تحقیق نہیں بلکہ تعاملِ امت ہے''۔(فتاوی رحیمیه: ٦/٢٥٧، ٢٥٨، کتاب الحظر الإباحة، دارالإشاعت کراچی)

''جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے، اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے، جھینگا میں اختلاف ہے، بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا اور بعض نے کیڑا خیال کر کے منع کیا۔ تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں مچھلی ہونا اصل ہے، کیڑا ہونے کا شبہ ہے، لہٰذا بناء برأصل کے حلال ہے، حرام قرار دینا صحیح نہیں''۔(فتاوی حبیبیه: ۲/۱۷٦، کتاب الحظر والإباحة، جامعه خلیلیه موسیٰ کالونی کراچی)

(۱) (مجموعة الفتاوی: ۲/۲۹۷، کتاب الأکل والشرب، سعید)

(۲) لم أظفر علیه

(۳) ''جھینگا مچھلی کے متعلق بھی آپ کی رائے تھی کہ مچھلی نام پڑ گیا، حقیقت میں وہ مچھلی نہیں کہ اس کے گلپھڑے نہیں ہوتے، لہٰذا آپ اس کو دریائی جانور سمجھتے اور حلت کا فتوی نہ دیتے تھے''۔(تذکرۃ الخلیل، ص: ۲۹۳، مکتبة الشیخ کراچی)

(٤) (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۲۹، (رقم الحدیث: ۱۷۲۵)، دارإحیاء التراث العربی بیروت) =

....

= "وأمّا الروبيان أو الإربيان الذى يسمى فى اللغة المصرية: "جمبرى" وفى اللغة الأردية: "جهينگا" وفى الإنكليزية "shrimp" أو "prawn" فلاشك فى حلّته عند الأئمة الثلاثة؛ لأن جميع حيوانات البحر حلال عندهم. وأماعند الحنفية، فيتوقف جوازه على أنه سمك أولا، فذكر غير واحد من أهل اللغة أنه نوع من السمك، قال ابن دريد فى جمهرة اللغة: ۳/ ۴۱۴: وإربيان ضربٌ من السمك، وأقره فى القاموس وتاج العروس: ۱/ ۱۴۶. وكذلك قال الدميرى فى حياة الحيوان: ۱/۴۷۳: الروبيان هو سمك صغير جداً أحمر. وأفتى غيرواحد من الحنفية بجوازه بناءً على ذلك، مثل صاحب الحمادية.

وقال شيخ مشايخنا التهانوىّ فى إمداد الفتاوى: ۴/ ۱۰۳: لم يثبت بدليل أن للسمك خواصّ لازمةٌ تنتفى السمكيةُ بانتفائها، فالمدار على قول العدول المبصرين .... وإن "حيوة الحيوان" للدميرى الذى يبحث عن ماهيات الحيوان يصرّ بأن الروبيان هو سمك صغير .... فإنى مطمئن إلى الأن بأنه سمك –ولعل الله يحدث بعد ذلك أمراً– .... ولكن خبراء علم الحيوان اليوم لايعتبرونه سمكاً، ويذكرونه كنوع مستقل، ويقولون: إنه من أسرة السرطان دون السمك.

وتعريف السمك عند علماء الحيوان –على ما ذكر فى دائرة المعارف البريطانية: ۹:۳۰۵، طبع ۱۹۵۰م– هو حيوان ذوعمود فقرى، يعيش فى الماء ويسبح بعوّاماته، ويتنفس بغلصمته، وإن الإربيان ليس له عمود فقرى، ولا يتنفس بغلصمته. وإن علم الحيوان اليوم يقسم الحيوانات إلى نوعين كبيرين: الأول: الحيوانات الفقرية (Vertebrate)، وهى التى لها عمود فقرىّ فى الظهر، ولها نظام عصبىّ يعمل بواسطته. والثاني: الحيوانات غير الفقرية (invertebrate) التى ليس لها عمود فقرى، وإن السمك يقع فى النوع الأول، والإربيان فى النوع الثانى.

الذى ذكرفى دائرة المعارف: ۶: ۳۶۳، طبع۱۹۸۸: أن التسعين فى المأة من الحيوانات الحية تتعلق بهذا النوع، وأنه يحتوى على الحيوانات القشرية والحشرات، وكذلك عرّف البستانى السمك فى دائرة المعارف: ۱۰: ۶۰، بقوله: "حيوان من خلق الماء، وآخر رتبة الحيوانات الفقرية، دمه أحمر، يتنفس فى الماء بواسطة خياشيم، وله كسائر الحيوانات الفقرية هيكل عظمى".
وكذلك محمد فريد وجدى عرّفه بقوله: "السمك من الحيوانات البحرية، وهو يكوّن الرتبة =

جھینگا

سوال[۸۷۴۱]: جھینگا مچھلی کا کھانا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بعض حضرات نے اس کو مچھلی کی قسم قرار دے کر مباح فرمایا ہے، مگر بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ یہ

= الخامسة من الحيوانات الفقرية، دمها بارد أحمر، تتنفس من الهواء الذائب فى الماء بواسطة خياشيمها، وهى محلاة بأعضاء تمكنها من المعيشة دائماً فى الماء، وتعوم فيه بواسطة عوّامات، ولبعضها عوامة واحدة.......... اهـ".

وإن هذه التعريفات لا تصدق على الإربيان، وإنه ينفصل عن السمك بأنه ليس من الحيوانات الفقرية، فلو أخذنا بقول خبراء علم الحيوان، فإنه ليس سمكاً، فلايجوز على أصل الحنفية. ولكن السوال هنا: هل معتبر فى هذا الباب التدقيق العلمى فى كونه سمكاً، أويعتبر العرف المتفاهم بين الناس؟ ولا شک أن عند اختلاف العرف يعتبرعرف أهل العرب؛ لأن استثناء السمک من ميتات البحر إنما وقع باللغة العربية، وقد أسلفنا أن أهل اللغة أمثال ابن دريد، والفيروز آبادى، والزبيدى، والدميرى كلهم ذكروا أنه سمک. فمن أخذ بحقيقة الإربيان حسب علم الحيوان، قال بمنع أكله عندالحنفية. ومن أخذ بعرف أهل العرب، قال بجوازه.

وربما يرجع هذا القول بأن المعهود من الشريعة فى أمثال هذه المسائل الرجوع إلى العرف المتفاهم بين الناس، دون التدقيق فى الأبحاث النظرية، فلا ينبغى التشديد فى مسئلة الإربيان عند الإفتاء، ولاسيما فى حالة كون المسئلة مجتهداً فيها من أصلها، ولا شک أنه حلال عند الأئمة الثلاثة، وأن اختلاف الفقهاء يورث التخفيف كما تقرر فى محله، غير أن الاجتناب عن أكله أحوط وأولىٰ وأحرى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم: ۵۱۳/۳، ۵۱۴، كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة ميتات البحر، مكتبه دارالعلوم كراچى)

"جھینگے میں احتیاط یہ ہے کہ نہ کھایا جائے"۔(كفاية المفتى، كتاب الحظروالإباحة: ۱۴۲/۹، دارالإشاعت كراچى)

مچھلی نہیں، بلکہ دوسرا جانور ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دوسرا دریائی جانور جائز نہیں، یہی قول احوط معلوم ہوتا ہے۔ مجموعۂ فتاویٰ میں دونوں قول ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۱۵ھ۔

جھینگا

سوال [۸۷۴۲]: ہمارے یہاں کچھ دنوں سے جھینگا کے بارے میں حلال اور حرام کا بازار گرم تھا۔ ہماری جامع مسجد میں ایک فاضل دیوبند عالم باعمل ہیں، ہم نے ان سے دریافت کیا تو آپ نے حلال بتایا اور فرمایا کہ یہ بھی مچھلی کی ذات ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ ذرا تحقیق کے ساتھ جواب دیں تاکہ ہماری بے چینی دور ہوسکے۔ آیا وہ حرام ہے یا حلال ہے، اگر حلال ہے تو کونسی قسم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن حضرات کے نزدیک یہ مچھلی ہے وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، جن کے نزدیک مچھلی نہیں وہ ناجائز کہتے ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (۲) اور مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے (۳)، یہی احتیاط کا تقاضا ہے:

---

(۱) "اور جھینگا جس کو اربیان بکسر ہمزہ کہتے ہیں، جیسا کہ صحاح وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہے، کیونکہ وہ مچھلی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور مچھلی کے تمام اقسام بالاتفاق حلال ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس کو حرام لکھا ہے، وہ اسے مچھلی کی قسم نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ مچھلی ہی ہے"۔ (مجموعة الفتاویٰ: ۲/۲۹۷، کتاب الأكل والشرب، سعيد)

(۲) "جھینگا خشکی کا حشرات میں ہے، حرام ہے اور دریائی غیر ماہی کا ہے سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں"۔ (فتاوی رشیدیہ، کتاب شکار اور ذبح کے مسائل جھینگوں کا کھانا، ص: ۴۵۰، إدارہ اسلامیات، لاهور)

(۳) "جھینگا مچھلی کے متعلق بھی آپ کی رائے تھی کہ مچھلی نام پڑ گیا، حقیقت میں وہ مچھلی نہیں کہ اس کے گلپھڑے نہیں ہوتے، لہٰذا آپ اس کو دریائی جانور سمجھتے اور حلت کا فتویٰ نہ دیتے تھے"۔ (تذکرة الخليل، (عنوان: جھینگا)، ص: ۲۹۳، جھینگوں کا کھانا، مكتبة الشيخ كراچی)

"الدود الذی یقال له: "جهینگا" حرامٌ عند بعض العلماء؛ لأنه لا یشبه السمك. فإنما یباح عندنا من صید البحر أنواع السمك، وهذا لایکون کذلك. وقال بعضهم: حلالٌ؛ لأنه یسمّٰی باسم السمك، اه". كذافی مجموعة الفتاوی عن الحمادية(۱)۔

"دع مایریبك إلی مالا یریبك". الحدیث(۲)۔ **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود گنگوہی۔



(۱) **(مجموعة الفتاویٰ، کتاب الأکل والشرب: ۲/۲۹۷، سعید)**

"اور جھینگا جس کو "إربیان" بکسر ہمزہ کہتے ہیں، جیسا کہ صحاح وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے حلال ہے، کیونکہ وہ مچھلی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور مچھلی کے تمام اقسام بالاتفاق حلال ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس کو حرام لکھا ہے، وہ اسے مچھلی کی قسم نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ مچھلی ہی ہے"۔ **(مجموعة الفتاوی: ۲/۲۹۷، کتاب الأکل والشرب، سعید)**

(۲) **(مسند الإمام أحمد، (رقم الحدیث: ۱۲۱۴۰): ۱/۳۲۹، دار إحیاء التراث بیروت)**

الفصل الثانی فی الطیور

(پرندوں کا بیان)

کوے کی قسمیں

سوال[۸۷۴۳]: حضرت والاسلام مسنون! آپ کا جواب ب: ۸/۴۱۲۸ملا۔ ہر سہ قسم کوا (زاغ) کی شناخت مع رنگ کے تحریر فرمائیں تاکہ دل کو تسلی ہو۔ فقط۔

الجواب حامداً مصلیاً:

کوا تین قسم کا ہوتا ہے: ایک وہ کوا ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے اور عامۃً آبادی میں نہیں رہتا، جنگل میں رہتا ہے، وہ بالکل حلال ہے جنگلی کبوتر کی طرح۔ دوسرا کوا وہ ہے جو غلیظ اور مردار کھاتا ہے اس کی یہی غذا ہے، وہ حرام ہے گدھ کی طرح۔ تیسرا کوا وہ ہے جو دانہ کھاتا ہے اور کبھی غلیظ مردار بھی کھالیتا ہے، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے مرغی کی طرح۔ یہ تین قسم کتبِ فقہ: عنایہ، فتاویٰ قاضی خان میں موجود ہیں (۱)۔

---

(۱) "والغراب الأسود الذی یأکل الحبّ یقال له: غراب الزرع. وعن أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ أنه قال: سألت أبا حنیفة رحمه الله تعالیٰ عن العقعق، فقال: لابأس به، فقلت: إنه یأکل النجاسات، فقال: إنه یخلط النجاسة بشیء آخر، ثم یأکل. فکان الأصل عنده أن ما یخلط النجاسة بشیء آخر –کالدجاج– لابأس به. وقال أبو یوسف رحمه الله تعالیٰ: یکره العقعق کما یکره الدجاجة المخلاة". (فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۳۵۷، کتاب الصید و الذبائح، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۶/۴۶۶، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل وما لایحل، دارالکتب العلمیة،بیروت)

(وکذا فی نتائج الأفکار، تکملة فتح القدیر: ۹/۴۹۹، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل أکله و ما لا یحل، مصر)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری کے حوالے سے غراب کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں: .... =

مدار غذا پر ہے رنگ پر نہیں ہے، بعض علاقوں میں سفید یا کسی اَور رنگ کا بھی ہوتا ہے، چڑیا گھر میں بعض کوے ایسے موجود ہیں جو سیاہ نہیں۔ کبوتر بھی مختلف رنگ کا ہوتا ہے، مرغی بھی مختلف رنگ کی ہوتی ہے، اس لئے رنگ پر مدار نہیں (۱)۔

عام طور پر جو کوّا غلیظ اور مردار کھاتا ہے وہ بالکل سیاہ ہوتا ہے، جو کوّا دونوں چیزیں کھاتا ہے، اس کی گردن کے بال زیادہ سیاہ نہیں ہوتے، ان میں ہلکی سیاہی ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

= "وأنواع الغراب على ما فی فتح الباری خمسة: العقعق. والأبقع، الذی فی ظهره أو بطنه بياض. والغداف و هو المعروف عند أهل اللغة بالأبقع، و يقال له: غراب البين؛ لأنه بان عن نوح عليه السلام، واشتغل بجيفة حين أرسله ليأتی بخبر الأرض. والأعصم: و هوما فی رجله أو جناحه أو بطنه بياض أو حمرة. والزاغ، ويقال له: غراب الزرع، و هو الغراب الصغير الذی يأكل الحبّ". (ردالمحتار: ۲/۵۷۰، كتاب الحج، باب الجنايات، سعيد)

وقال الدميری رحمه الله تعالىٰ: "ارسطو نے اپنی کتاب نعوت الحیوان میں لکھا ہے کہ کوے چار قسم کے ہوتے ہیں اور یہ قسمیں رنگوں کے اعتبار سے ہیں: بالکل سیاہ، سیاہ وسفیدہ، سر اور دم قدرے سفید اور سیاہ طاؤسی جس کے پروں پر قدرے چمک ہوتی ہے اور ٹانگوں کا رنگ مرجان یعنی مونگے جیسے ہوتا ہے"۔ (حیواۃ الحیوان (اردو)، باب الغین: ۲/۵۲۱، إدارہ اسلامیات لاهور)

(۱) قال العلامة العثمانی رحمه الله تعالىٰ: "والحق أن حرمة الغراب دائرة على أكل الجيف وعدم أكله". (إعلاء السنن: ۱۷/۱۷۵، كتاب الذبائح، باب حكم الغراب، إدارة القرآن كراچی)

"ولما كان مبنی الحل والحرمة على أكل الجيف و عدمه لا على كونه أبقع أوالعقعق، أو كونه فاسقاً أوغيره، فالتعلق بهذه الأمور، و إطالة الكلام فيها من سطحية النظر والخروج عن ربقة التقليد؛ لأن أصحاب المذهب لم يجعلوا هذه الأمور مداراً للحل والحرمة هذا ماعندنا، والله أعلم وعلمه أتم وأحكم". (إعلاء السنن، المصدر السابق)

کوے کا کھانا

سوال[۸۷۴۴]: کوے کا گوشت کھانا کیسا ہے مطلقاً، کیونکہ ''مطلقاً'' کی قید اس لئے لگائی جاتی ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہی فرمایا: ''مطلقا اگر جنگل کا کوا ہے'' (۱) تو ''مطلقاً'' کیوں فرمایا؟ وجہ بیان کیجئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

''کوے کا گوشت مطلقاً کھانا ممنوع نہیں''، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوے کی ہر قسم کو ممنوع کہنا غلط ہے، اس لئے کہ جو کوا صرف دانہ کھاتا ہے وہ بالاتفاق درست ہے۔ اور جو کوا مردار غلاظت ہی کھاتا ہے وہ بالاتفاق درست نہیں۔ اور جو کوا دانہ بھی کھاتا ہے اور کبھی غلاظت بھی یا مردار بھی کھاتا ہے، وہ مرغی کے حکم میں ہے۔ یہ سب تفصیل کتب فقہ: فتاوی عالمگیری، قاضی خاں، شامی، طحطاوی، البحرالرائق وغیرہ میں ہے (۲)۔

اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے ''فصل الخطاب فی تحقیق مسئلة الغراب'' (۳) اس میں بہت علماء کے فتاوی موجود ہیں، مکتبہ نعمانیہ دیوبند سے یہ رسالہ مل جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۳/۲۷ھ۔

---

(۱) لم أجده

(۲) ''والغراب الذی یأکل الحب والزرع، ونحوُها حلال بالإجماع، کذا فی البدائع........ وعن أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ قال: سألت أبا حنیفة رحمه الله تعالیٰ عن العقعق، فقال: لابأس. وقال أبو یوسف رحمه الله تعالیٰ: یکره العقعق کما تکره الدجاجة، کذا فی فتاویٰ قاضی خان''. (الفتاویٰ العالمکیریة: ۲۸۹/۵، ۲۹۰، کتاب الذبائح، الباب الثانی، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۷/۳، کتاب الصید، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳۰۷/۶، ۳۰۸، کتاب الذبائح، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الذبائح: ۱۵۶/۴، دار المعرفة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۱۳/۸، ۴۱۴، کتاب الذبائح، رشیدیه)

(۳) تلاش کے باوجود یہ رسالہ نہیں ملا، البتہ احسن الفتاویٰ میں اسی مسلہ پر ایک رسالہ: ''رفع الحجاب عن حکم الغراب'' ہے۔ (أحسن الفتاویٰ، کتاب الصید والذبائح: ۴۳۹/۷، سعید)

کوّا کھانا

سوال[۸۷۴۵]: کوا کھانا کیسا ہے اور قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس کوّے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حلال ہے(۱)۔ تو کیا وہی کوا ہے جو ہمارے یہاں پایا جاتا ہے؟ اور بدعتی اور شر پسند علماء جو یہ کیچڑ اچھالتے ہیں کہ کوّا کو حلال کہنا صرف مولانا رشید احمد صاحب کی جدت ہے، شریعت میں کوّا کھانا حرام ہے۔ تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ محدثِ اعظم ہند کا فتوی کن دلائل پر مبنی ہے؟ مفصل اور مدلل جواب عنایت کیجئے، عربی عبارت کا ترجمہ بھی ضرور تحریر فرمائیں۔

حافظ محمد حمید اللہ نعمانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ کوّا چند قسم پر ہے: ایک قسم وہ ہے جس کی غذا صرف غلاظت ومردار ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی غذا صرف دانہ وغلہ ہے، غلاظت ومردار بالکل نہیں کھاتا۔ تیسری قسم وہ ہے جو دونوں چیزیں کھاتا ہے، غلاظت ومردار بھی کھاتا ہے اور دانہ وغلہ بھی کھاتا ہے۔

پہلی قسم ممنوع ہے، دوسری قسم حلال ہے، ان دونوں کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں۔ تیسری قسم امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ اس کی غالب غذا غلاظت ہو (اگر اس کی غالب غذا غلاظت نہ ہو، بلکہ غالب غذا دانہ وغلہ ہو اور کبھی غلاظت بھی کھالیتا ہو تو وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مکروہ نہیں، بلکہ بلا کراہت حلال ہے)۔

یہ اقسام واحکام فتاوی عالمگیری (۲)، جامع الرموز (۳)، عنایہ (۴) ردالمحتار (۵)، طحطاوی (۶)، البحر الرائق (۷)، بدائع (۸)، چلپی (۹)، وغیرہ میں مذکور ہیں۔

---

(۱) ”**سوال**: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہیں اور کھانے والے کو برا کہتے ہیں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا، نہ عذاب؟

جواب: ثواب ہوگا“۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب: جواز وحرمت کے مسائل، حلال کوّا کھانا، ص: ۱۹۶، سعید)

(۲) ”والغراب الذی یأکل الحبّ والزرع ونحوها حلالٌ بالإجماع، کذا فی البدائع.......... وعن أبی =

....

= يوسف رحمه الله تعالىٰ قال: سألت أباحنيفة عن العقعق، فقال: لابأس به، فقلت: إنه يأكل النجاسات، فقال: إنه يخلط النجاسة بشئ آخر، ثم يأكل. فكان الأصل عنده أن ما يخلط كالدجاج لابأس. وقال أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: يكره العقعق كما تكره الدجاجة، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/ ۲۸۹، ۲۹۰، كتاب الذبائح، الباب الثاني، رشيديه)

(۳) "(والأبقع) -مجاز مرسل عن الغراب- فإنه ثلثة أنواع: الأبقع ما فيه سواد وبياض، والأسود والزاغ(الذي يأكل الجيف): أي لا يأكل إلا الجيفة وجثة الميت. وفيه إشعار بأنه لو أكل من كل من الثلثة الجيفة والحبّ جميعاً، حل ولم يكره، وقالا: يكره. والأول أصح، كما في الخزانة". (جامع الرموز: ۲/ ۳۵۰، كتاب الذبائح، طبع ايران)

(۴) "وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلثة: نوع يلتقط الحبّ ولايأكل الجيف، وليس بمكروه. ونوع منه لا يأكل إلا الجيف، وهو الذي سماه المصنف الأبقع الذي يأكل الجيف، وإنه مكروه. ونوع يخلط: يأكل الحب مرةً والجيف أخرى، ولم يذكره في الكتاب، وهو غير مكروهٍ عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، مكروهٌ عند أبي يو سف رحمه الله تعالىٰ. (قوله: وكذا الغداف) وهو غراب القيظ لا يؤكل. وأصل ذلك أن ما يأكل الجيف، فلحمه نبت من الحرام، فيكون خبيثاًعادةً، وما يأكل الحبّ لم يوجد ذلك فيه، وما يخلط كالدجاج والعقعق، فلا بأس بأكله عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وهو الأصح". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۹/ ۵۰۰، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله ومالا يحل، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۵)"وحل(غراب الزرع)الذي يأكل الحب (والأرنب والعقعق) وهو غرابٌ يجمع بين أكل جيف وحب، والأصح حله (معها): أي مع الذكاة". (الدرالمختار). "(وحل غراب الزرع) وهو غراب أسود صغيريقال له: الزاغ، وقد يكون محمرّ المنقار والرِّجلين، رملي. قال القهستاني: وأريد به غراب لم يأكل إلا الحبّ، سواء كان أبقع أو أسود أو زاغاً، وتمامه في الذخيرة، اهـ. (قوله: والعقعق) وزان جعفر: طائر نحو الحمامة طويل الذنب فيه بياض وسواد، وهو نوع من الغربان يتشاء م به ويعقعق بصوت يشبه العين والقاف .... عن المكي. (قوله: الأصح حله) الأولى أن يقول: على الأصح، وهو قول الإمام، وقال أبويوسف: يكره، ط. (قوله: معها) متعلق بقوله: (وحل) الذي قدره الشارح. قال ط: والأولى: بها". (ردالمحتار: ۶/ ۳۰۷، ۳۰۸، كتاب الذبائح، سعيد)

....

= (۲) "(قوله: والغراب الأبقع) هو الذى فيه سواد وبياض، اهـ، مكى عن الكشف. وذكر فى الظهيرية أن الغراب الأسود والأبقع ثلثة أنواع: نوع يلتقط الحبّ ولا يأكل الجيف، وهو غير مكروه. ونوع يأكل الجيف، وهو مكروه. ونوع اخر يأكل الحبّ مرةً والجيف أخرى، وإنه غير مكروه عند الإمام، خلافاً لأبى يوسف، الخ، مكى. (قوله: لأنه ملحق بالخبائث) فإن لحمه ينبت من الحرام، عينى وأكمل .... (قوله: النسر) هو خلاف ماقانه مسكين: إنه العقعق. وعن أبى يوسف قال: سألت أباحنيفة رحمه الله تعالىٰ عن العقعق، فقال: لابأس به، فقلت: إنه يأكل النجاسة، فقال: إنه يخلط النجاسة بشئ اخر، ثم يأكل. فالأصل عنده أن ما يخلط كالدجاج، لابأس به. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: يكره العقعق كما تكره الدجاجة، اهـ". (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۱۵۶/۴، دارالمعرفه بيروت)

(۷) "(وحل غراب الزرع)؛ لأنه يأكل الحب، وليس من سباع الطير ولا من الخبائث. قال: لاالأبقع الذى يأكل الجيف والضبع .... أماالغراب الأبقع، فلأنه يأكل الجيف، فصار كسباع الطير. والغراب ثلثة أنواع: نوع يأكل الجيف فحسب، فإنه لايوكل. ونوع يأكل الحب فحسب، فإنه يوكل. ونوع يخلط بينهما وهو أيضاً يوكل عند الإمام، وهو العقعق؛ لأنه يأكل الدجاج. وعن أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه يكره أكله؛ لأنه غالب أكله الجيف، والأول أصح". (البحرالرائق: ۳۱۳/۸، ۳۱۴، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ولا يحل، رشيديه)

(۸) "ويكره غراب (الأبقع، والغداف، وهو الغراب) الأسود الكبير، لما روى عن عروة عن أبيه أنه سئل عن أكل الغراب، فقال: من يأكل بعد ما سماه الله (تبارك وتعالى)فاسقاً؟ عنىٰ بذلك قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خمسٌ من الفواسق يقتلهن المحرم فى الحل والحرم". ولأن غالب أكله الجيف، فيكره أكلها كالجلالة. ولا بأس بغراب الزرع؛ لأنه يأكل الحب والزرع ولا يأكل الجيف.

هكذا روى بشر بن الوليد عن أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ عن أكل الغراب، فرخّص فى غراب الزرع، وكره الغداف. فسألته عن الأبقع، فكره ذلك. وإن كان غراباً يخلط فيأكل الجيف ويأكل الحب لايكره فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ. قال: وإنما يكره من الطير مالا يأكل إلا الجيف. ولا بأس بالعقعق؛ لأنه ليس بذى مخلب ولا من الطير الذى لا يأكل إلا الحبّ، كذا روى أبويوسف أنه قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ فى أكل العقعق، فقال: لابأس به، =

....

=فقلت: إنه يأكل الجيف، فقال: إنه يخلط. فحصل من قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن ما يخلط من الطيور، لايكره أكله كالدجاج. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: يكره؛ لأن غالب أكله الجيف".
(بدائع الصنائع: ۱۹۷/۲، كتاب الذبائح، فصل فيما يكره من الحيوانات، دارالكتب العلمية بيروت)
(وكذا في الهداية مع حاشية العلامة عبدالحي اللكهنويؒ: ۱۳۸/۷، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله ومالايحل، إدارة القرآن كراچی)
(وكذا في الفقه النافع: ۹٦۸/۳/۹٦۹، كتاب الذبائح، مكتبة العبيكان رياض)
(وكذا في التحفة المملول، ص: ۲۱۳، ۳٦۹، كتاب الذبائح، فصل: مايحرم أكله من الحيوانات، دارالبشار بيروت)
(وكذا في تبيين الحقائق: ۴٦٦/٦، ۴٦۷، كتاب الذبائح، دارالكتب العلمية بيروت)
(وكذا في الفتاوى السراجية، ص: ۸۷، كتاب الذبائح، سعيد)

''حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کوے کی جوایک یہ قسم بیان فرمائی ہے کہ وہ نجاست وغیرہ میں خلط کرتا ہو، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱-عقعق جو موذی نہیں۔ ۲- وہ کوا جو خلط کرتا ہے اور موذی ہے۔ ان میں سے پہلی قسم تو حلال ہے، لیکن دوسری قسم حرام ہے''۔(أحسن الفتاوى: ۴۴۱/۷، كتاب الذبائح، رساله: رفع الحجاب عن حكمِ الغراب، سعيد)
(وفتاوی رحیمیه: ۲۲۳/۲، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچی)
(وكذا في كفاية المفتي: ۱۳۸/۹، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچی)
(وكذا مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: ۱٦۲/۴، كتاب الذبائح، مكتبه غفاريه)
(وكذا في إعلاء السنن: ۱٦۷/۱۷، ۱۷۷، كتاب الذبائح، باب حكم الغراب، إدارة القرآن كراچی)
(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۴٦٦/٦، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل، دارالكتب العلمية بيروت)

(۹) "والأبقع بالباء الموحدة والقاف. واعلم أن الغراب أربعة أنواع: نوع يأكل الحبوب فقط، يقال له: غراب الزرع، كما سيأتي، فهو حلال اتفاقاً؛ لأنه ليس من سباع الطيور، ولايأكل الجيف. ونوع يأكل الجيف فحسب، فهو حرام اتفاقاً. ونوع معدود من سباع الطير، فهو حرام اتفاقاً أيضاً. ونوع يجمع بين الحب والجيفة وهو حلال عند الإمام الأعظم رحمه الله، وهو العقعق الذي يقال له بالفارسية: عكة؛ لأنه =

جو کوّا عامۃً ہمارے بستیوں میں پایا جاتا ہے، وہ دانہ غلہ بھی کھاتا ہے اور یہی اس کی غالب غذا ہے اور کبھی غلاظت بھی کھالیتا ہے۔ پس اس کا حکم فقہاء کے نزدیک وہی ہے جو مرغی کا حکم ہے کہ اس کی غالب غذا غلہ ودانہ ہے اور کبھی غلاظت بھی کھالیتی ہے۔ اور مرغی کا نوش فرمانا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اسی کوے کو مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلال بتلایا ہے، پس جو اعتراض ان پر کیا جاتا ہے وہ درحقیقت جملہ اکابر فقہاء پر بلکہ امام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہے، اس لئے کہ مولانا نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں لکھا، بلکہ اتنے فقہاء کی کتب میں مذکور ہے:

"الغراب ثلثة أنواع: نوعٌ يأكل الجيف فحسب، فإنه لا يؤكل. ونوعٌ يأكل الحبّ فحسب، فإنه يؤكل. ونوعٌ يخلط بينهما، وهو أيضاً يؤكل عند الإمام، وهو العقعق؛ لأنه كالدجاجة. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه يكره؛ لأنه غالب أكله الجيف، والأول أصح". البحرالرائق(١).

"قال القدوري في شرحه لمختصر الكرخي: قال أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ عن العقعق فقال: لابأس به، فقلت: إنه يأكل الجيف، فقال: يخلط بشئ اٰخر. فحصل في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن ما يخلط، لايكره أكله". العيني(٢).

ترجمہ: ''اور کوے کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ جو صرف مردار (حرام چیزیں) کھاتا ہے، اس کا کھانا منع ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے جو صرف غلہ (حلال غذا) کھاتا ہے، اس کا کھانا جائز ہے۔ اور ایک قسم کوے کی وہ ہے جو نجاست اور غلہ دونوں کھا

= كالدجاجة، وعن الثاني أنه يكره؛ لأن غالب أكله الجيف، والأول أصح، كذا في التبيين". (شرح وقاية مع حاشية چلپي، كتاب الذبائح، ص: ۳۳۵، نولكشور لكنئو)

(١) (البحر الرائق، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل: ٣١٣/٨، رشيديه)

(٢) (شرح العيني على كنز الدقائق، كتاب الذبائح، هذا فصل فيما يحل الخ: ٣٦٣/٢، إدارة القرآن كراچي)

تا ہے، وہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے، اس لئے کہ وہ مثلِ مرغی کے ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ وہ اکثر مردار ہی کھاتا ہے، لیکن پہلا قول (یعنی ابوحنیفہ کا) اصح ہے۔ البحر الرائق

قدوری نے مختصر کرخی کی شرح میں کہا کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کوا (عقعق) کا کیا حکم ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، پس امام ابو یوسف نے کہا کہ وہ تو مردار کھاتا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا: دوسری حلال غذائیں بھی تو کھاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک جو کوا حلال وحرام دونوں غذائیں کھائے اس کا کھانا مکروہ بھی نہیں ہے'' عینی۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کھیت کا کوّا

سوال[۸۷۴۶]: کوے کو کھانا کیسا ہے؟ جس کوے کے بدن میں سفید اور کالا پن ہو اور یہی کوّا مکئی کے زمانے میں کھیت میں بیٹھتا ہے اور جو دانہ بالی میں ہوتا ہے، اسے کھاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی غذا دانہ ہے تو اس کا کھانا بلاتردد جائز ہے: ''وحل غراب الزرع الذی یأکل الحب، اھ''. درمختار: ۵/۲۲۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

کون سا کوا حلال ہے؟

سوال[۸۷۴۷]: ہمارے زمانے میں جس کو عوام الناس کوا کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الذبائح: ۶/۳۰۷، سعید)

ہدایہ، ج: ٤، کتاب الذبائح، ص: ٤٢٥، مطبع مجتبائی میں ہے: "ولا بأس بغراب الزرع" (١)۔

پھر بعد الدلیل تحریر فرماتے ہیں:

"ولا یؤکل الأبقع الذی یأکل الجیف، وکذا الغداف. قال أبوحنیفة رحمه الله تعالیٰ: ولا بأس بأکل العقعق" (٢)۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ "غراب الزرع" سے کون سا کوا مراد ہے اور "لا یأکل الأبقع" سے کون سا کوا مراد ہے اور عقعق کون سا کوا ہے؟ ہمارے ہندوستان میں دو قسم کے کوے ہوتے ہیں: ایک تو بالکل سیاہ ہوتا ہے اور کچھ سفیدی مائل جس کی گردن پر بدن سے زیادہ سفیدی ہوتی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں فرمایا ہے کہ زاغِ معروفہ کو کھا سکتے ہیں۔ زاغِ معروفہ سے کون سا کوا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوا چند قسم کا ہے، اس کی حلت وحرمت کا مدار غذا پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کی غذا مردار اور غلیظ ہے، وہ حرام ہے چیل اور گدھ کی طرح۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی غذا دانہ اور غلہ پر ہے، وہ حلال ہے کبوتر کی طرح۔ تیسری قسم وہ ہے جو دانہ بھی کھاتا ہے اور غلیظ بھی کھالیتا ہے، اس کو امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ فرماتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ حلال فرماتے ہیں مرغی کی طرح کہ وہ دانہ بھی کھالیتی ہے اور غلیظ بھی کھالیتی ہے، اور بعض بستیوں میں عام طور پر یہی کوا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ عنایہ، فتح القدیر، عالمگیری، البحر الرائق، ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے۔

اس کوے کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے جائز وحلال لکھا ہے (٣)، اس کے متعلق رسالہ بھی ہے جس میں بہت سے علماء کے فتاویٰ درج ہیں۔ اس کا نام ہے "فصل الخطاب فی تحقیق مسئلة الغراب"۔

---

(١) (الهداية، كتاب الذبائح: ٤/٤٣٧، مكتبه شركت علميه ملتان)

(٢) (الهداية، كتاب الذبائح: ٤/٤٣٩، مكتبه شركت علميه ملتان)

(٣) **سوال**: ''جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں، تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب ہوگا، نہ عذاب''؟

جواب: ''ثواب ہوگا''۔ (فتاویٰ رشیدیه، ص: ٤٨٩، إداره إسلاميات لاهور)

یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند نے طبع کرایا ہے، وہاں سے مل جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

بگلہ، گرسل، نیل کنٹ کا حکم

سوال [۸۷۴۸]: بگلہ حلال ہے یا نہیں؟ نیل کنٹ حلال ہے یا نہیں؟ گرسل حلال ہے یا نہیں (۲)؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بگلہ حلال ہے، گرسل اور نیل کنٹ دانا کھانے والی حلال ہے اور جس کی غذا غلاظت ومردار ہے، وہ ناجائز ہے۔ "تمیز الکلام بین الحلال والحرام" میں تفصیل مذکور ہے۔ مدار غذا پر ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

مردار خور گدھ کا کھانا

سوال [۸۷۴۹]: مردار خور، مردار کھانے کے لئے جو اُترتے ہیں جن کو گدھ کہا جاتا ہے، اس کا کھانا

---

(۱) تلاش کے باوجود یہ رسالہ نہیں ملا۔

(۲) "نیل کنٹھ: ایک رنگین پرندہ جس کی گردن اور پَر نیلے ہوتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۹۵، فیروز سنز، لاهور)

"گُرسل: مینا کی قسم کی زرد چونچ والا پرندہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۹۱، فیروز سنز، لاهور)

(۳) "اس واسطے علماء نے لکھا ہے کہ کوا چار قسم پر ہوتا ہے: ایک وہ کہ نرا دانہ چگتا ہے، اس کو فارسی میں "زاغ کشت" عربی میں "غراب الزرع" کہتے ہیں، حلال ہے۔ دوسرا وہ کہ نرا مردار کھاتا ہے، اس کو عربی میں "ابقع" کہتے ہیں، وہ حرام ہے۔ تیسرے وہ کہ پیچھے سے شکار کرتا ہے، اس کو فارسی میں "کلاغ" عربی میں "غداف" کہتے ہیں، وہ حرام ہے۔ چوتھا وہ کہ دانہ بھی کھاتا ہے اور مردار بھی، اس کو "مکۃ" اور "عقعق" کہتے ہیں، حلال ہے نزدیک امام اعظم، اور نزدیک صاحبین کے مکروہ تحریمی ہے، مگر اول مفتی بہ اور صحیح ہے"۔ (تمیز الکلام فی بیان الحلال والحرام، ص: ۷، ۱۱، مطبع مجیدی کانپور)

جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردارخور (گدھ) کا کھانا جائز نہیں (۱)۔فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گدھ کی طرح کے جانور کا کھانا

سوال[۸۷۵۰]: گدھ کی طرح ایک پرندہ لمبی گردن وچونچ بڑے ڈیل ڈول کا ہوتا ہے، گدھ کے ساتھ عموماً وہ بھی مردار ہی کھاتا ہے، ایسے ہی کبھی مچھلی یا دریائی جانور کا شکار بھی چونچ سے کر کے کھاتا ہے، لیکن اکثر گزارا اس کا مردار کے کھانے پر ہوتا ہے۔اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ھ۔

کبوتر کا حکم

سوال[۸۷۵۱]: جنگلی کبوتر اور پلا ہوا کبوتر دونوں قسمیں حلال ہیں یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث﴾ (سورة الأعراف: ۱۵۷)

"ما استخبثه الناس من الحيوانات لا لعلة، ولا لعدم اعتياد، بل لمجرد استخباث، فهو حرام .... و يدخل فى الخبائث كل مستقذر مثل البصاق والمخاط والعرق والمنى والروث والقمل والبراغيث و نحو ذلك". (فقه السنة، كتاب الأطعمة، باب تحريم الخبائث: ۲۸۶/۳، دار الكتب العربى بيروت)

"عن إبراهيم: كانوا يكرهون كل ذى مخلب من الطير وما أكل الجيف". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۰/۵، الباب الثانى فى بيان ما يؤكل من الحيوان، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "کوا کھانا"، رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداًومصلياً:

جنگلی کبوتر اور پلا ہوا دونوں حلال ہیں، کوئی حرام نہیں (۱)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۷ھ۔

کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالنا

سوال[۸۷۵۲]: کبوتر پالنا کیا درجہ رکھتا ہے؟ اگر کوئی شخص کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

کھانے اور تجارت کے لئے کبوتر پالنا درست ہے (۲)، ان کے کھلانے پلانے کا اہتمام کیا جائے، ان

---

(۱) پرندوں میں حلت وحرمت کا مدار غذا پر ہے اور کبوتر کی غذا دانہ، روٹی وغیرہ ہے، اسی طرح یہ غیر ذی ناب وغیر ذی مخلب ہو کر شکار بھی نہیں کرتا ہے:

"عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه: قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل ذى ناب من السباع، فأكله حرام". (مشكوة المصابيح: ۳۵۹/۲، باب مايحل أكله ومايحرم، الفصل الأول، قديمى)

"ومالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركى والغراب الذى يأكل الحب والزرع ونحوها حلالٌ بالإجماع، كذا فى البدائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۹/۵، الباب الثانى فى بيان مايؤكل لحمه ومالايؤكل، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۵۱۲/۲، فصل فيما يحل أكله ومايحرم، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى المحيط البرهانى: ۴۳۱/۶، الفصل الأول فى بيان مايؤكل لحمه، مكتبه غفارية كوئٹه)

(وكذا فى معين الحُكّام، ص: ۳۸۰، نوع فيما يؤكل وفيمالايؤكل، مصر)

(وكذا فى تميز الكلام بين الحلال والحرام، ص: ۱۱، مطبع مجيدى كانپور)

(۲) "وعلم من هذاأنه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير". (ردالمحتار: ۳۹۱/۶، كتاب الحظروالإباحة، فصل فى البيع، سعيد) =

کو بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے، کبوتر بازی نہ کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۴/۳/۲۱ھ۔

کبوتر مکان میں رہنے لگا، کئی بچے بھی ہوگئے اس کا اور بچوں کا حکم

سوال [۸۷۵۳]: ایک کبوتر زید کے گھر میں باہر سے آکر رہ گیا اور مدت تک رہا جس کو زید نے بھگایا، مگر وہ آکر پھر بالاخانہ میں رہنے لگا، اس طرح سے کئی بار کیا گیا، اب اس کے دو چار بچے بھی ہو چکے ہیں اور مزید سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ غالباً یہ کبوتر محلّہ ہی کے کسی ہندو کا ہے۔

= "وكذلك بيع السنور وسباع الوحش والطير جائزٌ عندنا، معلماً كان أولم يكن .... وفيه: وإن باع طيراً له يطير في الهواء، إن ذاجناح يعود إلى بيته ويقدر على أخذه من غير تكلف، جاز بيعه، وإلا فلا". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیرية: ۲/۱۳۳، ۱۵۲، كتاب البيوع، فصل في البيع الباطل والفاسد، رشيديه)

"والحمامة إذا علم عددها وأمكن تسليمها، جاز بيعها، وأما إذا كانت في بروجها ومخارجها مسدودة، فلا إشكال في جواز بيعها. وأما إذا كانت في حالة طيرانها ومعلوم بالعادة أنها تجيىء فكذلك، كذا في فتح القدير". (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۱۱۴، كتاب البيوع، الفصل الرابع في الحيوانات، رشيديه)

(۱) "أن اللعب بالحمام من عمل قوم لوط". (ردالمحتار: ۶/۴۰۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"ولا (أي لايقبل) شهادة من يلعب بالحمام يطيرهن". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳/۴۶۷، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۲/۴۶۰، كتاب الشهادة، باب فيمن لاتجوز شهادتهم، فصل فيمن لاتقبل شهادته لفسقه، رشيديه)

(وكذا في كفاية المفتي: ۹/۱۸۸، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچی)

الجواب حامداً مصلیاً:

اگر وہ کبوتر جنگلی نہیں بلکہ پلا ہوا ہے تو مالک کو تلاش کر کے اس کو واپس کر دیا جائے، پھر اگر وہ مادہ ہے تو اس کے بچے بھی اسی کے مالک کے ہوں گے(۱)۔ جو بچے ذبح کر کے کھائے ہیں، ان کی قیمت مالک کو دیں(۲) اور جو بچے موجود ہیں وہ بھی مالک کو دیں، یا اس سے خرید لیں(۳)۔ اگر وہ نر ہے تو صرف وہی مالک کو دیں اور اس کی وجہ سے جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ اس کے نہیں(۴)، نہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ واپس کرنے کی، كذا في الدر المختار(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۸/۸۹ھ۔

---

(۱) "(محضنة): أي برج حمام اختلط بها أهلي لغيره، لا ينبغي له أن يأخذه وإن أخذه طلَبَ صاحبَه ليرده عليه؛ لأنه كاللقطة، فإن فرخ عنده، فإن كانت الأم غريبةً لايتعرض لفرخها؛ لأنه ملك الغير، وأن الأم لصاحب المحضنة، والغريب ذكر فالفرخ له. وإن لم يعلم أن يبرجه غريباً، لا شيء عليه إن شاء الله". (الدرالمختار). "قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "المراد بالأهلي ماكان مملوكاً". (ردالمحتار: ۲۸۴/۶، كتاب اللقطة، سعيد)

(۲) "وأما طبل الغزاة، زاد في حظر الخلاصة: والصيادين .... فمضمون اتفاقاً .... ككهش نطوح و حمامة طيارة و ديك .... اهـ". (الدرالمختار: ۲۱۲/۶، كتاب الغصب، مطلب في ضمان منافع الغصب، سعيد)

(۳) "(يكره إمساك الحمامات ولو في برجها) إن كان يضر بالناس بنظر أوجلب، والاحتياط أن يتصدق بها، ثم يشتريها أوتوهب له. مجتبى". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: والاحتياط) يعني فيما إذا جلب حماماً ولم يدر صاحبها". (ردالمحتار: ۴۰۱/۶، كتاب الخطر والإباحة، فصل في البيع، سيعد)

(۴) "ولو كان له حمام فجاء حمام آخر فرخ، فالفرخ يكون لصاحب الأنثى؛ لأنه تبع ملكه". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۹۴/۳، كتاب اللقطة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۴/۵، كتاب اللقطة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۳۹۵/۳، كتاب اللقطة، رشيديه)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۱)

طوطے کا کھانا

سوال[۸۷۵۴]: طوطے کھانا کیسا ہے، کہ کونسا طوطا کھانا جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طوطا پھل کھاتا ہے، روٹی کھاتا ہے، اس کی غذا میتہ اور غلاظت نہیں، نہ وہ شکار کرتا ہے، وہ حلال ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

دق کے مریض کے لئے گھونگھا کھانا

سوال[۸۷۵۵]: گھونگھے کا کھانا جائز ہے یا ناجائز (۲)؟ دق کے مریض کو کھلائیں گے تو کس طرح سے کھلائیں گے؟

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل ذي ناب من السباع، فأكله حرام". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۳۵۹/۲، كتاب الصيد والذبائح، باب ما يحل أكله ومايحرم، الفصل الأول، قديمي)

"ومالا مخلب له من الطير، والمستأنس منه كالدجاج والبط، والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلالٌ بالإجماع، كذا في البدائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۹/۵، الباب الثاني في بيان مايؤكل لحمه ومالايؤكل، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۱۲/۲، فصل فيما يحل أكله ومايحرم، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۴۳۱/۶، الفصل الأول في بيان مايؤكل لحمه، مكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا في معين الحُكّام، ص: ۳۸۰، نوع فيما يوكل وفيمالايوكل، مصر)

(۲) "گھونگا: ایک قسم کے دریائی کیڑے کا خول جو ہڈی کی مانند سیپی یا سنکھ کی قسم سے ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۳۴، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداًومصلیاً:

گھونگھے کا کھانا شرعاً جائز نہیں (۱)، لیکن اگر کوئی دیندار تجربہ کار معالج بتائے کہ اس کے سوا دوسرا کوئی علاج نہیں تو پھر بطورِ دوا کے اس کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۱ھ۔

کیا تمام چرند پرند حلال ہیں؟

سوال [۸۷۵۶]: جتنے چرند اور پرند ہیں، وہ کب سے حلال ہوئے ہیں؟ بیان کیا جائے۔

الجواب حامداً مصلیاً:

سارے چرند و پرند حلال نہیں ہیں، بلکہ کچھ حلال ہیں کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں کچھ کا نام صاف صاف موجود ہے (۳) اور کچھ کے لئے قاعدہ کلیہ مذکور ہے جس سے حکم معلوم ہوتا ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولایحل حیوان مائیّ إلاالسمک". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح: ۶/۳۰۶،سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الذبائح، فصل: ۴/۱۶۲، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الذبائح: ۸/۳۱۴، رشیدیه)

(۲) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیبٌ مسلمٌ أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح مایقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشرفی التداوی والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب فی التداوی والعلاج، ص: ۷۶، سعید)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل: ۴/۳۶۲، رشیدیه)

(۳) "عن خالد بن الولید أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نَهَی عن أکل لحوم الخیل والبغال والحمیر". زاد حَیْوَةُ: "وکل ذی ناب من السباع". (سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب أکل لحوم الخیل: ۲/۱۷۵، إمدادیه ملتان)

"عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: کنت غلاماً حزوّراً فأصّدتُ أرنبا فشوّیتُها فبعث معی أبو طلحة بعَجزها إلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فأتیته بها فقبلها". (سنن أبی داؤد، المصدر السابق)

(۴) "وعن أبی هریرةؓ أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حرّم یوم خیبر کل ذی ناب من السباع =

گلہری کھانا

سوال[۸۷۵۷]: گلہری کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گلہری کو فارسی میں ''موش خرما''(۱) اور عربی میں ''فارۃ النخل'' کہتے ہیں۔ حیوۃ الحیوان میں ہے کہ ''فارة بجميع أنواعه بالإجماع حرام''(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے کی مرغی اگر نقصان کرے تو اس کو ذبح کرنا

سوال[۸۷۵۸]: آج کل مرغیاں پالنے کا عام رواج کثرت سے ہے، بعض نہیں پالتے اور پڑوسیوں کی مرغیاں ان کے گھر آنے جانے سے تنگ و پریشان کرتی ہیں۔ مالکِ مرغیاں کہنے سننے پر بھی اپنی مرغیوں کی صحیح نگرانی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں جو مرغیاں اپنے گھر یا جانوروں کے چارہ کا نقصان کرنے میں ملیں تو ان کو مار ڈالنا کیسا ہے، تاوان ہے کہ نہیں؟ شریعت میں کون مجرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرغیوں والے سے کہہ دیا جائے کہ ہمارے گھر آ کر آپ کی مرغیاں نقصان کرتی ہیں، ان کی حفاظت کا

= والمجثمة والحِمار الإنسي". (جامع الترمذي: ۲/۱،۲، كتاب الأطعمة، سعيد)

(ومشكوة المصابيح: ۲/ ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، باب ما يحل أكله وما يحرم، الفصل الأول، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل ذي ناب من السباع، فأكله حرام". رواه مسلم".

"وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن كل ذي ناب من السباع و كل ذي مخلب من الطير". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۵۹، كتاب الذبائح، باب ما يحل أكله و ما لا يحل، الفصل الأول، قديمي)

(۱) ''موش خرما: گلہری، چوہا، راسو''۔ (لغات سعدی، ص: ۷۹۷، سعید)

(۲) (حیات الحیوان (اردو) : ۲/۵۵۲، ادارہ اسلامیات لاہور)

انتظام کیا جائے، ورنہ ہم ذبح کردیں گے۔ اگر وہ پھر بھی انتظام نہ کریں تو جو مرغی مکان میں آکر نقصان کرے اس کو ذبح کرکے مالک کو دے دیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۵/ ۸۸ھ۔

جو مرغی اذان دے اس کا کھانا

سوال [۸۷۵۸]: ہمارے گھر میں ایک مرغی ہے جوکہ اذان دینے لگی ہے تو میں کیا کروں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نحوست کی علامت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی نحوست کی بات نہیں ہے، اس مرغی کو پالنا، اس کا انڈا استعمال کرنا، اس کا گوشت کھانا سب درست ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۱۲/ ۸۹ھ۔

مذبوحہ مرغی کا انڈا

سوال [۸۷۵۹]: مذبوحہ مرغی کے پیٹ کا انڈا کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

---

(۱) "لاضرر ولاضرار فی الإسلام. الهرة إذا كانت موذيةً، لاتعذب ولاتحرک أذنها، بل تذبح بسكين حاد، كذا فی الوجیر الكردری". (الفتاویٰ العالمكیریة، الباب الحادی والعشرون فیما يسع من جراحات بنی آدم والحیوانات: ۵/ ۳۶۱، رشیدیه)

(وكذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمكیریة: ۶/ ۳۷۰، رشیدیه)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يقول: "لاطيرة، وخيرها الفال". قالوا: وما الفال؟ قال: "الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقی، باب الفال والطيرة، ص: ۳۹۱، قديمی)

"وقال الشارح: لايجوز العمل بالطيرة وهی التفاؤل بالطير والتشاؤم بها، كانوا يجعلون العبرة فی ذلک تارةً بالأسماء، وتارةً بالأصوات، وتارةً بالسفوح والبروح. وكانوا يهيجونها من أماكنها لذلک، الخ". (مرقاه المفاتيح، كتاب الطب والرقی، باب الفال والطيرة: ۸/ ۳۴۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



---

(۱) "البیضة إذا خرجت من دجاجة میتة، أکلت". (الفتاویٰ العالمکیریه: ۳۳۹/۵، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر، رشیدیه)

"ولا یلزم علی هذا اللبن والبیضة من الدجاجة المیتة؛ لأن اللبن عندنا طاهر بعد الموت، وکذلک البیضة". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (سورة البقرة: ۱۷۳): ۱۴۶/۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وأحکام القرآن للجصاص: ۱۶۸/۱، باب منفعة المیتة ولبنها، قدیمی)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۶/۶، کتاب الذبائح، فصل فی شرط حل الأکل فی الحیوان المأکول، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۳۶۰/۴، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل، امجد اکیڈمی لاهور)

الفصل الثالث فی المواشی

(مویشیوں کا بیان)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گائے کا گوشت تناول فرمانا

سوال[۸۷۶۰]: الجواب المتین میں تحریر ہے کہ: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ گائے کا گوشت اپنی لونڈی بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں استعمال کیا تھا''۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گوشت کو انگلی میں لپیٹ کر صرف چکھا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوربہ پیا تھا، یا گوشت کی بوٹی بھی استعمال کی تھی؟ مشکوۃ میں قربانی کے باب میں تحریر ہے کہ: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار گائے کی قربانی اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے کی تھی''۔ تو گائے کی قربانی کا گوشت صرف ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے استعمال کیا تھا، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الجواب المتین میرے پاس نہیں، نہ یہ روایت اَور کسی کتاب میں میری نظر سے گذری، البتہ گائے کی قربانی کی روایت صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں ہے(۱)۔ شرح سفر السعادۃ، ص: ٤٤٦، میں دیگر لحوم کے تناول فرمانے کا ذکر ہے، لیکن گائے کا ذکر اثباتاً ونفیاً کچھ نہیں ہے۔ زاد المعاد: ۱۷۲/۲، میں لحم البقر کے خواص اور طریقِ اصلاح کو بیان کیا ہے(۲)، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تناول فرمانے کا اس میں بھی

---

(۱) ''عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عام الحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة''. (الصحيح لمسلم، كتاب الأضاحي، باب جواز الاشتراك في الهدي وأجزاء البدنة والبقر الخ: ۴۲۴/۱، قديمی)

(وكذا في سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب البقر والجزور عن كم تجزی: ۴۰/۱، مكتبه رحمانيه)

(۲) ''لحم البقر: بارد ويابس عسر الانهضام، بطئ الانحدار، يولد دماً سوداويًا، لايصلح إلا لأهل =

ذکر نہیں ہے۔ حاکم کی روایت میں لحم بقر کو داء اور سمن ولبنِ بقر کو دوا وشفا فرمایا گیا ہے(۱)۔ تذکرۃُ الموضوعات میں اس کو خصوصیتِ مقام پر محمول کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۶/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶۱/۶/۲۵ھ۔

بوڑھے بیل کو مالک نے چھوڑ دیا اس کا حکم

سوال[۸۷۶۱]: ہماری بستی کے قریب مواضعات ہندوؤں کے ہیں، وہاں کے لوگ اکثر وبیشتر قصداً ایسے جانور گائے، بیل جو ناکارہ ہوجاتے ہیں اور کسی کام کے نہیں ہوتے چھوڑ جاتے ہیں جس سے کھیتوں کو کافی نقصان ہوتا ہے۔ اگر کانجی ہاؤس میں داخل کیا جاتا ہے تو محرر لینے سے انکار کردیتے ہیں۔ کیا پردھان (۳) وغیرہ کی اجازت سے ذبح کیا جاسکتا ہے؟ قانوناً تو اجازت مل نہیں سکتی۔ ان حالات میں کیا صورت کی جائے؟

= الكدر والتعب الشديد. ويورث إدمانه الأمراض السوداوية: كالبهق والجرب والقوباء والجذام وداء الفيل والسرطان والوسواس وحمىٰ الربع وكثيراً من الأورام. وهذا لمن لم يعتده، أولم يدفع ضرره بالفلفل والثوم والدارصيني والزنجبيل ونحوه. وذَكَرُه أقلّ برودةً، وأنثاه أقلّ يبساً". (زاد المعاد، حرف اللام: لحم، ص: ۸۹۹، دار الفكر بيروت)

(۱) "عن عبدالرحمن ن عبدالله بن مسعود عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ثم عليكم بألبان البقر وسمنانها، وإيّاكم ولحومها، فإن ألبانها وسمنانها دواء وشفاء، ولحومها داء" هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه". (المستدرك للحاكم، كتاب الطلب، (رقم الحديث: ۸۳۳۳): ۴/۴۴۸، دار المعرفة بيروت)

(۲) " فى المقاصد: "عليكم بألبان البقر وسمنانها، و إياكم ولحومها، فإن ألبانها وسمنانها دواء وشفاء، ولحومها داء" الحاكم مرفوعاً "ليبس الحجاز ويبوسة لحم البقر ورطوبة لبنها وسمنها" فكأنه يرى اختصاصه به، ولكن قد صح أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضحى عن نسائه بالبقر". (تذكرة الموضوعات، باب الإدام كاللحم والهريسة والملح واللبن والدهن الخ، ص: ۱۴۶، مجيديه ملتان)

(۳) "پردھان: رہنما، صدر، مکھیا"۔(فيروز اللغات، ص: ۲۸۹، فيروز سنز، لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردھان سے بھی تحریراً اجازت نہیں مل سکتی۔ اگر وہ لوگ تعدی کرتے ہیں اور جانوروں کو باندھ کر نہیں رکھتے اور نقصان کرتے ہیں تو جو صورت حفاظت کی مناسب ہو، وہ اختیار کی جاسکتی ہے۔ ان ہی کے مواضعات کی طرف واپس ہنکایا بھی جاسکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی

سوال[۸۷۶۲]: کسی شخص قصاب نے کسی برہمن کا بیل منڈی میں بکتا ہوا مول لے لیا۔ اب وہ کھانے کے واسطے ذبح کرنا چاہتا ہے اور برہمن وقصاب مسلمان ایک ہی گاؤں کے ہیں۔ اب برہمن واپس مڑوانا چاہتا ہے، وہ نہیں موڑتا، مگر کسی دیگر شخص نے بیل قصاب مذکور سے واپس کر دیا ہے۔ اب وہ برہمن اس کی پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں، کیونکہ ذبح ہونے سے بچ گیا۔ آیا اس کا موڑنا کیسا تھا؟ اور موڑانے والا مسلمان ہوا۔ اس نے اچھا کام کیا، یا شرع شریف کے اندر حرج ہے اور اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندو سے بیل وغیرہ کی خرید وفروخت جائز ہے، جب ناپسند ہو، یا کسی مصلحت کے خلاف ہو تو واپس کرنا بھی درست ہے(۲)۔ مگر خیالِ مذکور سے واپس کرنا بُرا ہے(۳)۔ تاہم اس کی امامت میں اس کی وجہ سے خرابی

---

(۱) "قلت: وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل يضعه في بستانه، فيخرج فيأكل عنب الناس وفواكههم، هل يضمن رب النحل ما أتلفه النحل من العنب ونحوه أم لا؟ وهل يؤمر بتحويله عنهم إلى مكان آخر أم لا؟ .... وأما جواب المشايخ، فينبغي أن يؤمر بتحويله إذا كان الضرر بيّناً على ما عليه الفتویٰ".

(الدرالمختار، كتاب الديات، باب جناية البهيمة، الخ: ۶/۶۱۱، سعيد)

(۲) "(لو قال المشتري: تركت البيع، وقال البائع: رضيت، أوْ أجزتُ، يكون إقالةً، كذا في الخلاصة".

(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الإقالة: ۳/۱۵۷، رشيديه)

(۳) کیونکہ یہ صورۃً اعانت علی المعصیۃ ہے، وقد قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

نہیں آتی۔ پوجا پاٹ کرنا ہندوانہ فعل ہے، یہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے واپس کرایا اس نے بھی برا کیا(۱)، مگر اس سے اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبداللطیف، ۸/ رجب/ ۵۶ھ۔

خرگوش کی حلّت

سوال[۸۷۶۳]: خرگوش کی کوئی قسم حرام ہے یا کل حلال؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وحلّ غراب الزرع الذی یأکل الحبّ والأرنب، اھ". درمختار(۲)۔ اس سے معلوم ہوا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأن لاتزر وازرةٌ وزر أخریٰ، وأن لیس للإنسان إلا ما سعی﴾ (الایة) (سورة النجم: ۳۸، ۳۹)

(۲) (الدرالمختار: ۶/۳۰۸ کتاب الذبائح، سعید)

"عن ہشام بن زید قال: سمعت أنساً رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: انفجنا أرنباً بمرّ الظہران، فسعی أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلفہا، فأدرکتہا فأخذتہا، فأتیت بہا أبا طلحة، فذبحہا بمروة، فبعث معی بفخذہا أو بوَرِکہا إلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فأکلہ، فقلت: أکلہ؟ قال قَبِلہ". (جامع الترمذی: ۲/۱، أبواب الأطعمة، باب ما جاء فی أکل الأرنب، سعید)

قال العلامة العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ: "أقول: فی الحدیثین دلیلٌ علی حل الأرنب من غیر کراہة، و ما روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنہ جیء بہا إلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فلم یأکلہا و لم ینہ عنہا، وزعم أنہا یختص ببر الناقة، فافہم، فلیس فیہ ما یدل علی الکراہة الشرعیة التنزیہیة أو التحریمیة، بل یدل علی الکراہة الطبعیة فقط.

فسقط ما قال الشوکانی: إن القول الراجح ہو الکراہة التنزیہیة، ولم یفصّل بینہا و بین الکراہة الطبعیة مع أن بینہما فرقاً لا یخفی علی طلبة العلم فضلاً عن العلماء والمجتہدین. والدلیل علی ما قلنا أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرہہا لنفسہ و لم یکرہہا لغیرہ، فلو کان الکراہة تنزیہیةً، لم تکن مختصةً بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؛ لأن الکراہة التنزیہیة کراہة شرعیة تعمّ المکلفین، و لا =

کہ خرگوش حلال ہے، فقہاء اتنا ہی ذکر فرماتے ہیں، اگر کوئی خاص نوع مشتبہ ہوتو اس کے معلوم ہونے پر حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور، ۲/۲/۴/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

بیل وغیرہ کو خصی کرنا

سوال[۸۷۶۴]: جانور جیسے: بیل، بھینسا، بکرا، کتا وغیرہ کو لوگ بدھیا کر دیتے ہیں(۱)۔ تو ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ضرورت ہوتو درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲۴/۳/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیو بند، ۲۵/۳/ ۸۹ھ۔

خنثیٰ بکری کا حکم

سوال[۸۷۶۵]: ایک جانور جو کہ بکری کی جنس سے ہے، نہ نر ہے نہ مادہ، اس کا بیع کرنا کیسا ہے؟

= يختص بها شخصٌ دون شخصٍ، بخلاف الكراهية الطبعية، فإنها تحتمل الاختصاص". (إعلاء السنن: ۱۹۳/۱۷، ۱۹۴، كتاب الذبائح، باب حل الأرنب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۷/۳، كتاب الذبائح، رشيديه)

(وكذا في فقه السنة: ۲۳۸/۳، الأطعمة، دار الكتاب العربي بيروت)

(۱) ''بدھیا کرنا: آختہ کرنا، خصی کرنا، نامرد کرنا''۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۸۹، فيروز سنز، لاهور)

(۲) "ويجوز إخصاء البهائم منفعةً للناس؛ لأن لحم الخصي أطيب". (مجمع الأنهر: ۵۵۵/۲، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳۸۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۷۴/۸، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيديه)

اوراس کا دودھ اوراس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ ایسے جانور کو ہماری زبان میں ’’کاں‘‘ کہتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بکری کا بچہ اگر نہ نر ہو نہ مادہ ہو، بلکہ خنثیٰ مشکل ہو تو اس کی بیع درست ہے، اس کا کھانا بھی درست ہے(۱)۔آپ نے اس کے دودھ کے متعلق دریافت کیا تو ذرا یہ بھی لکھئے کہ دودھ کس آلہ سے دیتا ہے، اور کوئی نر اس سے وطی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کے وطی کرنے کا مقام بھی ہے اور دودھ کا بھی تو پھر اس کو یہ کیسے کہا کہ وہ مادہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند،۱/ ۷/ ۹۶ھ۔

جو بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پلے اس کا استعمال

سوال[۸۷۶۶]: اگر بکری کا بچہ خنزیر کا دودھ پی لے تو اس کا گوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟ اوراس کی کھال کا کیا حکم ہے؟

محمد مصطفیٰ ،دارالرشاد بنکی، ضلع بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس بچے کا گوشت بھی حلال ہے اوراس کی کھال بھی قابلِ استعمال ہے، وہ خنزیر کے حکم میں نہیں۔اگر اس دودھ سے مستقل پرورش کی گئی ہو اور دودھ چھوٹنے کے بعد کچھ مدت گھاس وغیرہ سے بھی پرورش کی گئی ہو تو اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔اگر اس کی نوبت نہ آئی ہو یعنی اس نے گھاس وغیرہ نہیں کھایا تو اس کے ذبح کرنے میں جلدی نہ کی جائے، ورنہ مکروہ ہے:

’’کما حل أکل جدیٍ غُذیَ بلبن خنزیر؛ لأنّ لحمه لا یتغیر. وماغذی به، یصیر مستهلکاً لا یبقیٰ له أثرٌ، اهـ‘‘. درمختار۔ ’’معناه: إذا اعتلف أیاماً بعد ذلك کالجلالة. و فی

---

(۱) ’’والصحیح أنه یجوز بیع کل شئ ینتفع به کذا فی التاتارخانیة .... ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر، وهو المختار‘‘. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالایجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات: ۳/ ۱۱۴، رشیدیه)

شرح الوهبانية: أنه يحل إذا ذبح بعد أيام، وإلا لا، اهـ". درمختار(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۵/ ۹۱ھ۔

بھینس سے لاٹھی مارکر دودھ حاصل کرنا

سوال[۸۷۶۷]: اس زمانہ کے گھوسی (۲) جب بھینس دودھ نہیں دیتی تو اس کو لاٹھیوں سے مار کر، یا اَور کسی طرح زبردستی دودھ لیتے ہیں۔ تو کیا اس طرح زبردستی دودھ لینا جائز ہے یا نہیں؟

حافظ اللہ رکھا، محلّہ چھیپیاں، سہارنپور، یکم/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اَور صورت دوا وغیرہ سے دودھ لینے کی نہ ہو تو بقدرِ ضرورت وتحمل سختی درست ہے(۳)، بلاضرورت اور تحمل سے زائد سختی نہیں کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

---

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٣٤١/٦، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٢٩٠/٥، كتاب الذبائح، الباب الثاني في ما يؤكل لحمه ومالا، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٠٢/٦، كتاب الصيد، الفصل الرابع في السمك مايؤكل ومالا يؤكل والجلالة، نوع في الجلالة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ٣٣٥/٨، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، رشيديه)

(۲) "گھوسی: گائے، بھینس چرانے والا، گھاس کاٹنے والا، گھسیارا، گوالا، دودھ بیچنے والا"۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۱۳۳، فيروز سنز، لاهور)

(۳) جب کہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے، قال الله تعالىٰ: ﴿والأنعام خلقها لكم فيهادفء و منافع، ومنها تأكلون﴾ (سورة النحل: ٥)

لہٰذا اس ضرورت کے تحت اگر جانور کو تھوڑی سی تکلیف ہو تب بھی اس سے نفع حاصل کرنا چاہئے۔ جانور کو خصی کرنا گوشت میں زیادتی لذت کے لئے بالاتفاق جائز، بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، حالانکہ خصی کرنے میں =

....

=لاٹھی مارکر دودھ حاصل کرنے سے زیادہ تکلیف ہے،قال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وجاز خصاء البهائم حتى الهرة". (الدرالمختار: ۳۸۸/۶ كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"ويجوز إخصاء البهائم منفعةً للناس؛ لأن لحم الخصي أطيب". (مجمع الأنهر: ۵۵۵/۲، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدرالمختار: ۳۸۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۳۷۴/۸، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيديه)

لہٰذا جب کہ خصی کرنے میں زیادہ تکلیف ہونے کے باوجود نفع کو مدنظر رکھتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے،تو بغرضِ حصولِ نفع اگر بقدرِ تحمل مارا جائے تو بھی بظاہر کوئی حرج نہیں۔

لیکن اس تمام کے باوجود جانوروں کے ساتھ انسان کی طرح احسان کا معاملہ کرنے کا حکم ہے:

"وعن شداد بن أوس رضي الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إنّ الله تعالىٰ كتب الإحسان علىٰ كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القِتلةَ، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته و ليرح ذبيحته". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۵۷، كتاب الصيد والذبائح، الفصل الأول، قديمي)

قال علي القاري: "(كتب الإحسان على كل شئ): أي إلى كل شئ، أوعلىٰ بمعنى "في": أي أمركم بالإحسان في كل شئ، و منه قوله تعالىٰ: ﴿ودخل المدينة على حين غفلة﴾. وقال شارح: أي كتب عليكم أن تحسنوا في كل شئ، اهـ. والمراد منه العموم الشامل للإنسان والحيوان حياً و ميتاً .... وقد قال علماؤنا: و كره السلخ قبل أن تبرد وكلّ تعذيب بلا فائدة لهذا الحديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد، الفصل الأول: ۶۸۰/۷، ۶۷۹، رشيديه)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تتخذوا شيئاً فيه الروح غرضاً". رواه مسلم".

قال الملا على القاري رحمه الله تعالىٰ: "قال النووي: هذا النهي للتحريم، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعن الله من فعل هذا". ولأنه تعذيب للحيوان .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد: ۶۸۱/۷، رشيديه)

دودھ لینے کے لئے بھینس کے سامنے مصنوعی بچہ بنا کر کھڑا کرنا

سوال[۸۷۶۸]: جب کسی دودھ دینے والی بھینس کا بچہ مرجاتا ہے تو وہ دودھ دینے میں پریشان کرنے لگتی ہے، اس کی ترکیب لوگ یہ کرتے ہیں کہ مردہ بچے کی کھال نکلوا کر بھینس کے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں، بھینس اس کو اپنا بچہ سمجھ کر دودھ اتار لیتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ ترکیب اور اس طریقہ سے دودھ نکالنا جائز ہے یا ناجائز؟

ایک اَور ترکیب دودھ نکالنے کی لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایسی بھینس کو بہت زیادہ ڈرایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پیشاب کے راستہ میں ہاتھ ڈالدیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت زیادہ ڈر جاتی ہے اور پھر دودھ دینے لگتی ہے۔ مہربانی فرما کر دونوں صورتوں کو بیان فرمائیے کہ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردہ بچہ کی کھال نکلوا کر اس کے سامنے کرنے سے دودھ دیتی ہے تو اس میں مضائقہ نہیں، اجازت ہے(۱)، اس میں نہ بھینس کی حق تلفی ہے نہ کوئی اَور ناجائز بات ہے، اپنا حق وصول کرنے کی تدبیر ہے۔ جب اس طرح کام چل جاتا ہے تو اس کو بہت ڈرا کر زیادہ تکلیف کیوں دی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۰ھ۔

بھینس میں انجکشن سے مادۂ منویہ پہونچانا

سوال[۸۷۶۹]: آج کل مادہ مویشی مثلاً بھینس، گائے وغیرہ کو حاملہ کرانے کے لئے ایک نیا طریقہ انجکشن کا ایجاد ہوگیا ہے، بجائے نر کو ملانے کے انجکشن کے ذریعہ مادہ جانور کو حاملہ کرادیا جاتا ہے۔ نر سے مادہ کو ملانے اور حاملہ کرانے میں یہ قباحت بھی ہے کہ اس میں حاملہ کرانے کی فیس یا قیمت بھی دینی پڑتی ہے، اس

---

(۱) ''اگر بچے کا چہرہ اور آنکھیں پوری طرح ظاہر نہ ہوں، ایسے ہی ایک شکل بنادی گئی ہو تو جائز ہے''۔ (أحسن الفتاوی: ۱۸۷/۸ کتاب الحظر والإباحة، عنوان: گائے کا مصنوعی بچہ، سعید)

(وکذا فی إمداد الفتاوی: ۱۵۴/۴، کتاب الحظر والإباحة، جائز وناجائز، مکروہ افعال واستعمال، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (راجع للتخریج المسئلة المتقدمة)

کے بغیر جانور نہیں ملتا۔انجکشن کے ذریعہ مادہ کو حاملہ کرانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہوجائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا(۱)۔

لیکن یہ طریقہ خلافِ فطرت ہے، اس میں ایک قباحت سے بچاؤ ہے، لیکن اس انجکشن کی قیمت بھی تو دینی پڑتی ہوگی، کیا منی کی بیع وشراء جائز ہے؟ ایک شخص نے یہاں آکر بیان دیا کہ میری بھینس کے بچہ پیدا ہوا ہے، مگر وہ خنزیر ہے اسے جب ہی فوراً ماردیا، اس بھینس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

انجکشن کے ذریعہ جس جانور کا مادہ جس میں چاہیں پہونچادیں۔دوسرے علاقہ میں کثرت سے بہتوں کے خنزیر پیدا ہورہے ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۵ھ۔

جانور کو مستی کا انجکشن اور فرج میں ہاتھ داخل کرنا

سوال[۸۷۷۰]: ایک شخص جانوروں کا ڈاکٹر ہے، بعض وقت گائے وغیرہ کو مستی کا انجکشن دینا پڑتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انجکشن دینے سے قبل گائے کی فرج میں ہاتھ داخل کیا جاتا ہے جس سے ایک قسم کی گدگدی پیدا ہوتی ہے، پھر انجکشن دیا جاتا ہے۔آیا یہ فعل زنا میں داخل ہے یانہیں؟ ہر دوصورت واضح طور پر تحریر فرماویں۔نیز یہ ملازمت کرنا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فعل زنا میں داخل نہیں، البتہ خلافِ فطرت اور غلط فعل ہے۔ہوسکتا ہے کہ جانور کے لئے باعثِ اذیت بھی ہو(۲)۔ایسی ملازمت سے پرہیز کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۰/۲۰ھ۔

---

(۱) "لبن المأكول حلال". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۵۶/۶، سعيد)

"واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة .... إنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرّمة، فهي على الإباحة". (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة: ۵۶۸/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وكره كل تعذيب بلافائدة". (الدر المختار، كتاب الذبائح: ۲۹۶/۶، سعيد)

جانور کو خریدتے وقت ہاتھ ڈال کر دیکھنا کہ گابھن ہے یا نہیں؟

سوال[۸۷۷۱]: جانور کے بیوپاری یعنی بیع وشراء کرنے والے جانور کے مقامِ مخصوص میں ہاتھ ڈال کر اس کے گابھن ہونے کو دیکھتے ہیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اَور صورت اس کے علم کی نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے، ورنہ اس کا قبیح ہونا ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۱/۳/۱۵ھ۔

جس گائے کا بچہ مرگیا ہو اس کا دودھ

سوال[۸۷۷۲]: جس گائے کا بچہ مرگیا ہو اس کا دودھ پینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

امریکی سانڈ کے نطفہ سے پیدا شدہ گائے اور دودھ کا حکم

سوال[۸۷۷۳]: ایک سانڈ امریکہ سے منگوایا گیا ہے جو گایوں کو گابھن کرتا ہے اور وہ سانڈ بیل اور خنزیر کے نطفہ سے پیدا شدہ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بڑا ہو کر چالیس سیر تک دودھ دیتا ہے، اور اس دودھ کو بازار میں بیچا جاتا ہے اور اس طرح اس دودھ کے مادے کی مٹھائیاں

(۱) "وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال". (ردالمحتار: ۶/۴۵۲، كتاب الأشربة، سعيد)

فروخت کی جاتی ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس کے دودھ سے تیار شدہ مٹھائی کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس کا گوشت بعد از ذبح شرعی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ اس کی بیع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو گائے اس سے گابھن ہو، اس کا دودھ استعمال کرنا درست ہے(۱)، مگر جہاں تک ہو سکے اس سے گابھن نہ کرائیں۔ یہ بھی تحقیق کرلیں کہ وہ سانڈ گائے سے پیدا ہوا ہے، یا مادۂ خنزیر سے پیدا ہوا ہے تو مزید بصیرت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بے بیائی بکری کا دودھ

سوال[۸۷۷۴]: ایک بکری نوعمر پاٹھ بکرے(۲) سے جفتی ہوئی، بعد جفتی ہونے کے وہ بکری گابھن رہی اور نہ بیائی اور دودھ دینے لگ گئی اور دودھ بھی بہت دیتی ہے جیسے بکریاں بیانے پر دیتی ہیں(۳) اس کا دودھ حلال پاک ہے یا حرام؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) "واعلم أن الأصل فی الأشیاء کلها سوی الفروج الإباحةُ، قال الله تعالیٰ: ﴿هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً﴾ وقال: ﴿کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً﴾ وإنما تثبت الحرمة بعارض نصٍ مطلقٍ أو خبرٍ مرویٍّ، فما لم یوجد شیء من الدلائل المحرمة، فهی علی الإباحة". (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر: ۵۶۸/۲، کتاب الأشربة، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(ردالمحتار: ۴۴۹/۴، سعید)

"وفی الخانیة وغیرها: لبن المأکول حلال". (ردالمحتار: ۴۵۶/۶، کتاب الأشربة، سعید)

(۲) "پاٹھ: پاٹھا، جوان، پہلوان"۔(فیروز اللغات، ص: ۲۶۲، فیروز سنز، لاهور)

(۳) "بیانا: جننا، مویشی کا بچہ دینا"۔(فیروز اللغات، ص: ۲۵۱، فیروز سنز، لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کا دودھ پاک اور حلال ہے،قال ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: " اللبن إنما يتصور ممن يتصور منه الولادة". بحر: ٣/٤٤٩(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۹/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/ رمضان المبارک/ ۵۶ھ۔

بے گابھن بکری کے دودھ کا حکم

سوال[۸۷۷۵]: ایک بکری گابھن نہیں ہے، مگر اچانک اس کے تھنوں میں دودھ آ گیا اور ڈیڑھ کلو دودھ دیا۔ تو اس دودھ کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسی بکری کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۵/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/۳۹۹، كتاب الرضاع، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۱۸، باب الرضاع، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۰۵، كتاب الرضاع، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۷۸، كتاب الرضاع، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحةُ، قال الله تعالىٰ: ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾، وقال: ﴿كلوا مما في الأرض حلالاً طيباً﴾، وإنما تثبت الحرمة بعارض نصٍ مطلقٍ أو خبرٍ مرويٍّ، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة، فهي على الإباحة". (مجمع الأنهر: ۲/۵۶۸، كتاب الأشربة، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"لبن المأكول حلال". (ردالمحتار: ۶/۴۵۶، كتاب الأشربة، سعيد)

ناجائز چارہ کھانے والی بکری کا گوشت کھانا

سوال[۸۷۷۶]: ا......جس بکری کو مالک دن میں غیر کی زراعت میں چھوڑ دیتا ہے، اس کو غیر کی زراعت سے نہیں روکتا اور اس کی اکثر غذا غیر کی زراعت ہے۔ایسی بکری کا گوشت کھانا کیسا ہے، حلال ہے یا حرام اور اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......یہ فعل گناہ ہے(۱) اور بکری کا گوشت حلال ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولی/ ۶۷ھ۔



(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾. (سورة النساء: ۲۹)

"وقال ابن عباس والحسن رضى الله تعالىٰ عنهم: أن يأكله بغير عوض .... وكذلك الأكل عند غيره، اللّٰهم! إلا أن يكون المراد الأكل عندغيره بغير إذنه". (أحكام القراٰن للجصاص: ۲/ ۲۴۴، باب التجارات وخيار البيع، قديمى)

"وكونه يتغذى بالنجاسة لايمنع حله .... وأشاربهذا إلى الإبل والبقر الجلالة والدجاجة".

(ردالمحتار: ۶/ ۳۰۶، كتاب الذبائح، سعيد)

الفصل الرابع فی الحیوانات المحرمة وأجزائها

(حرام جانوروں اوران کے اجزاء کا بیان)

خنزیر کی حرمت کی وجہ

سوال[۸۷۷۷]: خنزیر کو باری تعالیٰ نے حرام کیوں فرمایا؟ قرآن پاک میں کئی جگہ اس کا ذکر آیا ہے، لیکن ہم کو اس کی وضاحت معلوم نہیں ہوسکی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنی پیدا کی ہوئی جس چیز کو چاہے حرام قرار دے دے، بے شمار چیزیں حرام ہیں، کسی کو سوال کا اختیار نہیں، ہرگز علت دریافت کرنے کے درپے نہ ہوں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۶ھ۔

خنزیر کا پالنا، چَرانا، بیچنا سب غلط ہے

سوال[۸۷۷۸]: ۱......ایک مسلمان شخص نے کسی اخبار میں، یا کسی تاریخ کی کتاب میں یہ شائع کردیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکری، اونٹ خنزیر پالتے تھے اور چَراتے تھے (العیاذ باللہ)۔ کیا اس بات کا کہیں کسی کتبِ تواریخ یا کتبِ فقہ وغیرہ میں ثبوت ملتا ہے؟ اگر نہیں ملتا ہے تو اس بات پر مکمل تردید مع عبارت وحوالہ کتب وغیرہ ارسال فرمائیں۔

۲......کیا اس نجس العین (خنزیر) کا پالنا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے، یا اس کا خرید وفروخت کرنا، یا اس خنزیر کو کرایہ پر چَرانا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ دونوں سوالوں کا جواب مفصل ومدلل فرمائیں۔

---

(۱) "والجواب أنهم بنوا ذلک علی أصلهم فی تعليل أفعال الله تعالیٰ، ونحن لانقول بذلک. ثم هذا يقتضی أن لايجوز تحريم الخمر والخنزير، ويقال: إنه لايخلو من أن يكون خلقهما ليضر بهما، وهذا لايجوز فی الحكمة بهما". (التبصرة، مسائل الاجتهاد: ۱/۵۳۶، دارالكفر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اونٹ کا چَرانا تو حدیث شریف سے ثابت ہے، بخاری شریف میں موجود ہے(۱)۔خنزیر کا چَرانا خود اس سے دریافت کریں جس نے لکھا ہے، وہی حوالہ دے تو اس کی تردید کی جائے۔ بلاحوالہ بات کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ یہ غلط ہے، بلادلیل ہے۔ نہ خنزیر پالنا ثابت ہے نہ چَرانا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان ہے(۲)۔

۲......خنزیر کا پالنا اس کا چَرانا، اس کو خریدنا، فروخت کرنا سب ناجائز ہے(۳)۔ یہ نجس العین ہے(۴) اس سے انتفاع جائز نہیں۔ درمختار، بحر، فتح القدیر، زیلعی وغیرہ کتبِ فقہ میں تصریح ہے کہ اس کی

---

(۱) "أن أنساً رضی الله تعالیٰ عنه حدّثهم أن ناساً من عكلٍ وعرينة قدموا المدينة علیٰ النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وتكلّموا بالإسلام فقالوا: يا نبی الله! إنا كنا أهل ضرع ولم نكن أهل ريف واستوخموا المدينة، فأمرلهم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بذودٍ وراعٍ، وأمرهم أن يخرجوا فيه فيشربوا من ألبانها وأبوالها، فانطلقوا، حتی إذا كانوا ناحية الحرّة، كفروا بعد إسلامهم وقتلوا راعی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واستاقوا الذودَ، الخ". (صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب قصة عُكل وعُرينة: ۶۰۲/۲، قديمی)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من كذب عليّ متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم، باب تغليظ الكذب علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۷/۱، قديمی)

(۳) قال الله تعالی: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ الخ. (سورة البقرة: ۱۷۳)

"لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر .... اهـ". (تبيين الحقائق، باب البيع الفاسد: ۳۶۲/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) "وأما خنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱۹۱/۱، رشيديه)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فی الدرالمختار، كتاب البيوع، مطلب فی التداوی بلبن: ۷۲/۵، سعيد)

بیع باطل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

خنزیر اور میتۃ کی حرمت برابر ہے یا نہیں؟

سوال[۸۷۷۹]: خنزیر اور مردار کا گوشت دونوں حرمت میں مساوی ہیں یا کچھ تفاوت ہے، مثلاً: ایک مسلم ہے جو خنزیر (سور) کے گوشت کی تجارت کرتا ہے اور دوسرا مردار کے گوشت کی کرتا ہو، گناہ میں دونوں برابر ہیں یا کم وبیش؟ سور اور مردار اور کافر کے ذبیحہ میں حرمت برابر ہے یا کم وبیش؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے، بلکہ ایک ہی آیت میں ایک طریق پر دونوں کی حرمت مذکور ہے:

﴿قل لا أجد فی ما أوحی إلیّ محرماً علی طاعمٍ یطعمه إلا أن یکون میتةً أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزیر﴾. الایة(۲)۔

پس دونوں کے گوشت کی تجارت کرنے والے مساوی درجہ کے گنہگار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ۵/ ۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ۵/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "وبطل بیع مالیس بمال .... اهـ". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب البیع الفاسد: ۵/ ۵۰، سعید)

"لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر .... لانعدام المالیة التی هی رکن البیع .... اهـ".

(البحر الرائق، باب البیع الفاسد: ۶/ ۱۱۵، رشیدیه)

"إذا کان أحد العوضین أو کلاهما محرماً، فالبیع فاسدٌ کالمیتة والدم والخنزیر والخمر .... اهـ". (فتح القدیر، باب البیع الفاسد: ۶/ ۴۰۲، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

قال الزیلعی رحمه الله تعالیٰ: "لم یجز بیع (المیتة) والدم والخنزیر والخمر .... اهـ".

(تبیین الحقائق، باب البیع الفاسد: ۴/ ۳۶۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (سورة الأنعام: ۱۴۵)

وقال الله تعالیٰ ﴿إنما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر﴾ الایة (سورة البقرة: ۱۷۳)

مضطر کے لئے خنزیر کا کھانا

سوال[۸۷۸۰]: کیا حالتِ اضطراری میں اگر کسی نے زبردستی خنزیر کا گوشت کھلا دیا کہ ''اگر نہ کھاؤ گے تو قتل کردیئے جاؤ گے'' تو ایسی صورت میں مسلمان رخصت پر عمل کرسکتا ہے۔عمل رخصت پر افضل ہے یا عزیمت افضل ہے؟ اور آیت ﴿إنما حرم عليكم الميتة﴾ الآية(۱) کا مطلب کیا ہے؟ اور کیا لفظ ''سور'' کہنے سے ایمان چلا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ افسوس ناک صورتِ حال کم علمی وکم فہمی اور دین سے بے تعلقی کی بناء پر ہے، اس لفظ کے کہنے سے ہرگز ایمان ضائع نہیں ہوتا ہے، نہ رزق بند ہوگا، البتہ اس کا کھانا حرام ہے(۲)۔ ہاں! اگر کوئی مضطر ہو کہ اس کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہ ہو اور بغیر اس کے کھائے جان نہ بچتی ہو تو جان بچانے کے لئے اتنی مقدار کی اجازت ہے اور یہ اجازت قرآن پاک سے ثابت ہے:

﴿قل لا أجد فيما أوحي إلى محرماً على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتةً أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزير فإنه رجسٌ، أوفسقاً أهل لغير الله به، فمن اضطر غير باغ ولا عادٍ، فلا إثم عليه، إن الله غفور رحيم﴾ (سورة الأنعام)(۳)۔

ایسی حالت میں اگر کوئی نہ کھائے اور بھوکا مرجائے تو گنہگار ہوگا، فتاویٰ عالمگیری(۴)۔ اگر اس کو

---

(۱) (سورة البقرة: ۱۷۳)

(وسورة الأنعام: ۱۴۵)

(وسورة المائدة: ۳)

(۲) (سورة الأنعام: ۱۴۵)

(۳) (سورة البقره: ۱۷۳)

(۴) "ومن امتنع عن أكل الميتة حالة المخمصة، أو صام ولم يأكل حتى مات، يأثم". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الأكل: ۳۳۸/۵، رشيديه)

(وكذا فى الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع فى التداوى: ۳۶۷/۶، رشيديه) .... =

دشمنوں نے پکڑ لیا اور قتل کرنے پر آمادہ ہیں، اور بغیر اس کے کھلائے نہیں چھوڑیں گے، اگر اس کو ظنِ غالب ہے کہ کھلا کر چھوڑ دیں گے، قتل نہیں کریں گے تو اس کو کھا لینا چاہیے، یہی رخصت ہے۔ لیکن اگر وہ اعداء اللہ کو غیض دلانے کے لئے اور اپنے دین کی پختگی کی خاطر نہ کھائے اور وہ قتل ہو جائے تو اس کے لئے بھی اجرِ عظیم ہے، بلکہ اس کے لئے عزیمت یہی ہے۔ غرض ہر دونوں کو رخصت پر عمل کرنا بھی درست ہے، ردالمحتار (۱)۔

اگر اس نے اس کو مجبور کرنے اور قتل سے جان بچانے کے لئے کھا لیا اور پھر بھی انہوں نے قتل کر دیا، تب بھی مظلوم ہے گنہگار نہیں، بلکہ شہید ہے (۲)۔ آیت ﴿إنما حرم عليكم الميتة﴾ کا مطلب بھی یہی ہے کہ اشیائے مذکورہ جن میں لحمِ خنزیر بھی داخل ہے، حرام ہے۔ ایسی حالتِ اضطرار میں ان کا حکم یہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۹ھ۔

شراب کے نشہ میں خنزیر کا گوشت کھانا

سوال [۸۷۸۱]: زید نے شراب پی، بے ہوشی کے عالم میں غیر مسلموں کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔

= (وكذا في ردالمحتار، كتاب الإكراه: ۱۳۳/٦، ۱۳۴، سعيد)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۲۰٦/۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "فإن أكره على أكل ميتة أو دم أو لحم خنزير أو شرب خمر بإكراه .... بقتل أو قطع عضو أو ضرب مبرح، حل. فإن صبر فقتل، أثم. إلا إذا أراد مغايظة الكفار، فلا بأس به". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الإكراه: ۱۳۴/٦، سعيد)

(وكذا في التفسيرات الأحمديه، (سورة البقرة)، ص: ۴۵، حقانيه پشاور)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۲۰٦/۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "الشهيد هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً، الخ". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الشهيد: ۲۴۷/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلوة الشهيد: ۳۴۳/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الشهيد: ۵۹۰/۱، سعيد)

(۳) (راجع، رقم: ۱)

زید کا کہنا ہے کہ جب کھانا سامنے آیا اور میں نے کھانا شروع کیا، اس میں ہڈی تھی جو میں نے پھینک دی، اس کے بعد نشہ کی حالت میں حواس برقرار نہ رہے۔ عوام کا الزام ہے اور خود زید کو بھی شک ہے کہ وہ ہڈی خنزیر کے گوشت کی تھی۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ زید کے اس گناہ سے پاک ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر بھی نجس اور حرام ہے، شراب بھی نجس اور حرام ہے (۱)، خنزیر کے متعلق تو مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی، مگر شراب کا مسئلہ کیوں نہیں دریافت کیا جاتا، جس کی وجہ سے عقل گئی ہے. بے ہوشی آئی۔ دونوں چیزوں سے سچی پکی توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، پختہ عہد کرے کہ آئندہ زندگی بھر شراب نہیں پیئے گا، غلط صحبت میں نہیں بیٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ سے معافی کی توقع ہے۔

﴿وهو الذی یقبل التوبة عن عباده، ویعفو عن السیئات﴾ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۹۶ھ۔

خنزیر کے بالوں کا برش استعمال کرنا

سوال [۸۷۸۲]: آج کل جوتا، کپڑا صاف کرنے کے جو برش آتے ہیں، ان میں بعض تو ایسے ہیں جن میں خالص خنزیر کے بال ہوتے ہیں اور بعض میں دوسرے بالوں کی بھی ملاوٹ ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان برشوں کا کپڑے، جوتے صاف کرنے کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ ان برشوں میں خالص خنزیر کے بال ہیں، یا غالب خنزیر کے بال ہیں اور

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشیطن فاجتنبوه﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحریم: ۸)

"ثم إذا تاب توبةً صحیحةً، صارت مقبولةً غیر مردودة قطعاً من غیر شک وشبهة بحکم الوعد بالنص". (شرح الفقه الأکبر، مبحث التوبة، ص: ۱۶۰، قدیمی)

دوسرے بال مغلوب تو ان کی بیع وشراء اور استعمال ممنوع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۵ھ۔

برش میں سور کے بال

سوال[۸۷۸۳]: فی زمانہ ہر چیز پر رنگ وروغن ہو رہا ہے، فرنیچر، چینی کی پلیٹ، تانچینی کی پلیٹ وغیرہ، چینی کے دوسرے برتن۔ یہ وارنش (۲) برش سے ہوتی ہے اور برش میں کم وبیش سور کے بال ہوتے ہیں۔ ان برتنوں میں کھانا اور فرنیچر پر رکھی چیزیں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سور کے بال اس میں ملے ہوئے نہیں ہیں، برتن اور فرنیچر صاف ہے تو محض اس وجہ سے کہ سور کے بال کے برش سے رنگ کیا گیا ہے اس کو ناپاک اور ناجائز نہیں کہا جائے گا، خاص کر جب کہ برتن کو پاک صاف کرلیا گیا(۳)۔

---

(۱) "وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسةٌ". (البحر الرائق: ۱/۱۹۱، كتاب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۷۴، باب تحريم الخنزير، (سورة البقرة: ۱۷۳)، قديمى)

(وكذا في الدرالمختار: ۵/۵۲، كتاب البيوع، مطلب في التداوى بلبن البنت، سعيد)

"وشعر الخنزير لنجاسة عينه يبطل بيعه، ابن كمال". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: لنجاسة عينه) : أى عين الخنزير: أى بجميع أجزائه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في التداوى بلبن البنت للرمد قولان: ۵/۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۶/۱۳۲، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، رشيديه)

(۲) "وارنش: رال ملا ہوا تاڑھا سیال مادہ جسے فرنیچر وغیرہ چمکانے کے لئے استعمال کرتے ہیں، روغن، لُک، ملمع، قلعی"۔ (فيروز اللغات، ص: ۱۴۰۲، فيروز سنز، لاهور)

(۳) "ولو موّه الحديد بالماء النجس، يمّوه بالطاهر ثلاثاً، فيطهر، خلافاً لمحمّد، فعنده لايطهر أبداً، وهذا في الحمل في الصلوة. أما لوغسل ثلاثاً، ثم قطع به نحو بطيخ، أو وقع في ماء قليل، لاينجسه، فالغسل يطهر ظاهره إجماعاً". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم: ۱/۳۳۲، سعيد)

یہ علیحدہ بات ہے کہ سور کے بال کا استعمال ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ

سوال[۸۷۸۴]: میرے ایک عزیز کی بہن کا ایک جگہ کان پور میں رشتہ طے ہوگیا ہے، لڑکے والے اورخود لڑکا اشیاء کی درآمد و برآمد کا کام کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پیشتر جب شادی کی تاریخ متعین کرنے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس کہیں باہر سے برش بنوا کر بھیجنے کا آرڈر آیا ہوا ہے اور وہ تیار کرا کر باہر بھیج رہے ہیں، لیکن برش خنزیر کے بالوں کے بنوائے جاتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کر لڑکی والے فکر مند ہیں کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کاروبار درست ہے یا نہیں؟ نیز طے شدہ رشتے کو باقی رکھا جائے یا ختم کردیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قولِ صحیح کے مطابق خنزیر کے بال نجس ہیں (۲)، ان کی بیع بھی ناجائز ہے، جیسا کہ کتبِ فقہ: درمختار،

---

(۱) "وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسةٌ". (البحر الرائق: ۱/۱۹۱، كتاب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۷۴، (سورة البقرة: ۱۷۳)، باب تحريم الخنزير، قديمی)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۴، كتاب الطهارة، فصل في الأنجاس، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "وأما الخنزير، فشعره وعظمه، وجميع أجزائه نجسةٌ، ورخص في شعره للحزازين للضرورة؛ لأن غيره لايقوم مقامه عندهم. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه كره لهم ذلك أيضاً، ولايجوز بيعه في الروايات كلها. وإن وقع شعره في الماء القليل نجسه عند أبي يوسف، وعند محمد لاينجس. وإن صلى معه، جاز عند محمد، وعند أبي يوسف لايجوز إذا كان أكثر من قدر الدرهم. واختلفوا في قدر الدرهم، قيل: وزناً، وقيل بسطاً، كذا في السراج الوهاج .... وذكر السراج الهندي أن قول أبي يوسف بنجاسته هو ظاهر الرواية، وصححه في البدائع، ورجحه في الاختيار". (البحر الرائق: ۱/۱۹۱، كتاب الطهارة، رشيديه) ....=

شامی (۱) بحر (۲) وغیرہ میں موجود ہے۔ لیکن یہ چیز محتاجِ تحقیق ہے کہ برش خنزیر کے بال سے بنتے ہیں، کیونکہ

= (وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۴، فصل في الأنجاس، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۷۲/۵، كتاب البيوع، مطلب في التداوی بلبن، سعيد)

قال الجصاص رحمه الله تعالیٰ: "واللحم وإن كان مخصوصاً بالذكر، فإن المراد جميع أجزائه .... كذلک خُصّ لحم الخنزير بالنهي تاكيداً لحكم تحريمه، وحظراً لسائر أجزائه، فدل على أن المراد بذلک جميع أجزائه وإن كان النص خاصاً في لحمه". (أحكام القرآن للجصاص: ۱۷۴/۱، (سورة البقرة: ۱۷۳)، باب تحريم الخنزير، قديمی)

(۱) "وشعر الخنزير لنجاسة عينه، فيبطل بيعه، ابن كمال". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: لنجاسة عينه): أی عين الخنزير: أی بجميع أجزائه". (ردالمحتار: ۷۱/۵، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، سعيد)

(۲) "و شعر الخنزير: أی لم يجز بيعه إهانةً له، لكونه نجس العين كأصله، فالبيع هنا لو جاز، لكان إكراماً. وفی الخمر والخنزير كذلک لوجاز لكان إعزازاً، و قد أمِرْنا بالإهانة". (البحر الرائق: ۱۳۲/۶، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، رشيديه)

"(وشعر الخنزير ينتفع به للخرز): أی لا يجوز بيع شعره". (تبيين الحقائق: ۳۷۶/۴، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱۷۵/۱، باب تحريم الخنزير، قديمی)

خنزیر کے بالوں سے انتفاع کو ضرورت کی وجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، مگر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدائع اور اختیار کے حوالے سے خنزیر کے بالوں کے نجس ہونے کو اصح قرار دیا ہے:

"هو ظاهر الرواية أن شعره نجس، وصححه في البدائع، ورجحه في الاختيار". (ردالمحتار: ۲۰۶/۱، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

نیز علامہ شامی اور صاحب الدر کی تصریح کے مطابق وہ ضرورتِ مبیحہ نہیں رہی، اس لئے خنزیر کے بالوں سے انتفاع ناجائز ہے:

"قال العلامة المقدسي رحمه الله تعالیٰ: وفي زماننا استغنوا عنه: أی فلا يجوز استعماله، لزوال الضرورة الباعثة للحكم بالطهارة، نوح آفندی". (ردالمحتار: ۲۰۶/۱، كتاب الطهارة، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۷۲/۵، مطلب في التداوی بلبن البنت، سعيد)

مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ تو ایک گھاس ہے اس سے بنتے ہیں، برش میں بال کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں جو متقوّم ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ استخارہ مسنونہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

خنزیر کی چربی سے جانور کا علاج

سوال[۸۷۸۵]: ایک شخص نے اپنے جھوٹے کو بھنگی سے خنزیر کی چربی ملوائی بوجہ چوٹ لگنے کے، لیکن چوٹ ایسی آئی تھی کہ زخم نہیں ہوا تھا اور یہ کام مشورہ سے کیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جھوٹے کا گوشت ذبح کے بعد جائز ہے یا نہیں؟ نیز جس جگہ چربی لگائی گئی تھی، اس پر ہاتھ لگا کر مسلمان جھوٹے کو نہلا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر نجس العین ہے اس کی ہر شئ ناپاک، اس کا استعمال ناجائز ہے(۱)۔ اگر اس جھوٹے کا کوئی اور علاج نہیں، صرف خنزیر کی چربی ہی علاج ہے تو ایسی صورت میں اس کا لگوانا درست ہے(۲)۔ جب اس کو مَل کر نہلایا گیا اور چربی وہاں باقی نہیں رہی تو وہ جگہ بھی پاک ہوگی، اب اس جگہ ہاتھ لگانا درست ہے۔ چربی کی موجودگی میں اس جگہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ کی ناپاکی کا حکم دیا جائے گا(۳)۔ بعد ذبح اس کا گوشت بلاتأمل

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت: ۵/۷۲، سعيد)

(۲) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدرالمختار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(۳) "ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره، تنجس، وإلا لا". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، فصل الاستنجاء: ۱/۳۴۷، سعيد)

حلال ہے، اس میں کوئی تردد نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ۔

کیمیا بنانے کے لئے خنزیر کا دودھ استعمال کرنا

سوال [۸۷۸۶]: ایک صاحب کیمیا بنانا چاہتے ہیں جس میں خنزیر کا دودھ استعمال ہوتا ہے۔ کیا قلبِ ماہیت کرنے کے لئے خنزیر کا دودھ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر خود نہ کرے، بلکہ کسی ہندو سے کرالیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

محمد شعیب اعظمی، دار العلوم احمد نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر نجس العین ہے، اس کے دودھ کا انتفاع جائز نہیں، نہ خود نہ بالواسطہ (۲)۔ کیمیا بنانا واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۲/۹۵ھ۔

خچر کی نسل حاصل کرنا

سوال [۸۷۸۷]: جو لوگ گدھے اور گھوڑی کی جفتی سے خچر کی نسل حاصل کرتے ہیں، اس کا شرعی

---

(۱) "كما حل أكل جدى غذى بلبن خنزير؛ لأن لحمه لايتغير، وماغذى به، يصير مستهلكاً لايبقى له أثر". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۱/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني في بيان مايؤكل لحمه ومالا: ۲۹۰/۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱۹۱/۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت: ۷۲/۵، سعيد)

حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خچر کی نسل حاصل کرنا، شرعاً درست ہے(۱)، مگر اس پر اجرت لینا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

جواب صحیح ہے: اور گدھے و خچر کی جفتی سے جو نسل پیدا ہو، اس کو خریدنا اور بیچنا اور اس کی نسل کی قیمت لینا بھی جائز ہے۔ باقی جفتی کرانے کی اجرت لینا ناجائز ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر: نظام الدین، دار العلوم دیو بند۔

کتا پالنا

سوال[۸۷۸۸]: کتا پالنا کیسا ہے، سنا ہے کہ جہاں کتا ہوتا ہے نیکی کے فرشتے نہیں آتے۔ اور کس نیت سے پالنا چاہئے؟

بشیر احمد، مظفر آباد، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صحیح ہے کہ جہاں پر کتا ہوتا ہے نیکی کے فرشتے نہیں آتے (۴)، لہذا کتا نہیں پالنا چاہئے، لیکن اگر

---

(۱) "وجاز .... إنزاء الحمير على الخيل كعكسه، قهستاني". (الدرالمختار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۳۸۸/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۳۷۷/۸، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة: ۴۷۲/۴، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "لاتصح الإجارة لعسب التيس، وهو نزوه على الإناث". (الدرالمختار). قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "لأنه عمل لايقدر عليه وهو الإحبال". (ردالمحتار، باب الإجارة الفاسد: ۵۵/۶، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب الإجارة الفاسد: ۳۹/۸، مكتبه نوريه رضويه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإجارة الفاسد: ۳۳/۸، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۴) "عن أبي طلحة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاتدخل الملائكة =

مکان، کھیتی، جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے ضرورت ہوتو کتا پالنے میں مضائقہ نہیں:

"و فی الأجناس: لا ینبغی أن یتخذ الکلب إلا خوفاً من اللصوص أوغیرهم. وبعد عبارة یسیرة: ویجب أن یعلم أن اقتناء الکلب لأجل الحرس جائزٌ شرعاً، وکذلك اقتنائه للاصطیاد مباح، وکذلك اقتنائه لحفظ الزرع والماشیة جائز، کذا فی الذخیرة". عالمگیری: ٤/٢٤٢(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۷/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۶/ رجب المرجب/ ۵۲ھ۔

شوقیہ کتا پالنا

سوال [۸۷۸۹]: کتے کو علاوہ شکار یا حفاظتی اغراض کے شوقیہ پالنے کے بارے میں جب کہ:

۱...... کتے سے بالکل اس طرح کھیلا جائے جیسے بلیوں، مرغیوں، کبوتروں سے۔

۲...... کتے کا خشک جسم پالنے والے کے جسم اور کپڑوں سے مس ہو۔

۳...... کتے کا گیلا جسم۔

۴...... کتے کا لعاب دہن۔

بیتاً فیه کلب و لا تصاویر". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، ص: ۳۸۵، باب التصاویر، قدیمی)

"لاتدخل الملائکة": أی ملائکة الرحمة لا الحَفَظَة و ملائکة الموت. وفیه إشارة إلی کراهتهم ذلک أیضاً، لکنهم مأمورون ویفعلون ما یؤمرون". (مرقاة المفاتیح: ۲۶۵/۸، باب التصاویر، رشیدیه)

(١) (الفتاویٰ العالمکیریة: ٣٦١/٥، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فیما یسع من جراحات بنی آدم، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار مع ردالمحتار: ٢٢٧/٥، کتاب البیوع، باب المتفرقات، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ٢٨٣/٦، باب المتفرقات، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ٥١٢/٣، کتاب البیوع، باب المتفرقات فرع من بیوع الأجناس، إمدادیه، ملتان)

۵......کتے کے ساتھ کھیلنے کے بعد-خواہ اس کا جسم گیلا ہو یا سوکھا-نماز پڑھی جائے، یا قرآن مجید کو ہاتھ لگایا جائے۔

۶......کتا فرش، بستر یا کرسی وغیرہ پر بیٹھے۔

مذکورہ بالا چھ صورتوں کو ذہن میں رکھ کر شوقیہ پالنے کے بارے میں فتویٰ اس صورت سے تحریر فرمائیں کہ نمبر وار ان صورتوں کے جواز، عدمِ جواز، یا طاہر وغیر طاہر ہونے کا ذکر ہو اور قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کا حوالہ ضرور بالضرور ہو۔

الجواب حامداًومصلیاً:

"عن علی ابن أبی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة ولا کلب". والمراد منه ما یحرم اقتنائه، وأماما لایحرم من کلب الصید والزرع والماشیة، فلایمنع دخول الملائکة. وقال: والأظهر أنه عامٌّ فی کل کلب، وأنهم یمنعون من الجمیع، لإطلاق الحدیث، الخ". بذل المجهود شرح أبی داود شریف: ۶۸/۵(۱)، ۳۸/۱(۲)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاوہ شکار اور حفاظتی اغراض کے محض شوقیہ کتا پالنا ممنوع ہے، اور ایسے گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے۔

۱......ناجائز ہے، جس کا گھر میں ہونا اس قدر محرومی کا باعث ہے، اس کو گود میں لے کر کھیلنا تو بہت بڑی محرومی ہے(۳)۔

---

(۱) (بذل المجهود: ۶۸/۵، باب فی الصور، کتاب اللباس، معهد الخلیل الإسلامی کراچی)

(۲) (بذل المجهود، کتاب الطهارة، باب الوضوء بسور الکلب: ۳۸/۱، معهد الخلیل الإسلامی، کراچی)

(۳) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من اتخذ کلباً إلا کلب ماشیة أوصید أوزرع، انتقص من أجره کل یوم قیراطٌ". (جامع الترمذی، أبواب الصید، باب من أمسک کلباماینقص من أجره: ۲۷۴/۱)

"عن أبی طلحة رضی الله تعالیٰ عنه: "لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولاتصاویر". متفق علیه". =

۲...... خشک جسم کے مس کرنے سے نجاست کا حکم شریعت نے نہیں لگایا، لیکن بلاضرورتِ معتبرہ عندالشرع مس کرنا ممنوع ہے۔

۳...... "الكلب إذا خرج من الماء وانتفض، فأصاب ثواب إنسان، أفسده، اه". كبيرى، ص: ۱۵٦ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا گیلا جسم جب کہ وہ پانی میں غوطہ لگا کر نکلے، جس چیز کو لگے گا وہ چیز ناپاک ہوگی۔ "وهو اختيار كثيرٍ من المشايخ"۔ مس کی ممانعت مستقل ہے۔

۴...... کتے کا لعابِ دہن بالاتفاق نجس ہے، جو حکم پاخانہ پیشاب کا ہے، وہی لعاب کا ہے (۲)۔

۵...... جسم گیلا ہونے کی صورت میں مس کروانے والے کا جسم یا کپڑا جس کو بھی اس کی تَری لگی ہو، وہ ناپاک ہے، اس سے نماز درست نہیں، جسم اور کپڑا پاک کرنے کے بعد نماز درست ہے، كما مر فى الجواب الثالث۔ ناپاک ہاتھ یا ناپاک کپڑا قرآن مجید کو لگانا بھی جائز نہیں (۳)۔

۶...... خشکی کی حالت میں اشیاء ناپاک نہ ہوں گی، تَری کی حالت میں ناپاک ہوجائیں گی۔ لعاب دہن لگنے سے ناپاک ہوجانا قطعی ہے۔ برکاتِ ملائکہ سے محرومی ہر حال میں ہے۔ کتے جیسی نجس اور ذلیل چیز کو کرسی وغیرہ پر بٹھا کر اعزاز کرنا ناجائز ہے، نیز یہ اہل اسلام کا طریقہ نہیں، بلکہ انگریزوں یا دوسرے کفار کا طریقہ ہے، ان کے ساتھ تشبہ ناجائز ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۶/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/ ۶/ ۵۸ھ۔

= (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمى)

(۱) (الحلبى الكبير، ص: ۱۵۸، فصل فى البئر، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) "فسور خنزير وكلب وسباع بهائم .... نجسٌ مغلظٌ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۲۲، ۲۲۳، سعيد)

(وكذا فى الحلبى الكبير، ص: ۱۹۳، فصل فى الأبار، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لايمسه إلا المطهّرون﴾ الأية (سورة الواقعه: ۷۹)

(۴) "وعنه (ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه =

مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا

سوال[۸۷۹۰]: ایک شخص نے اپنا مکان (کوٹھی) شہر سے باہر بنایا ہے، وہاں پر جان ومال کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں وہ حفاظت کے لئے کتا پالنا چاہتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ کتا مکان کے اندر رکھیں یا باہر؟ اگر نہ پالا جائے تو حفاظت کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی خطرہ کی صورت میں مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا درست ہے، کذا فی عمدة القاری(۱)، پھر مکان کے اندر باہر جہاں فرصت ہو وہاں رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۹۵ھ۔

مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ اور کیکڑہ کا کھانا، فروخت کرنا

سوال[۸۷۹۱]: مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ، یا کیکڑہ وغیرہ احناف کے نزدیک کھانا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں دیگر ائمہ ومجتہدین کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان جانوروں کا کھانا احناف کے نزدیک جائز نہیں (۲)، اگر یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً: دوا کے

= بقوم، فهو منهم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، قديمى)

(۱) "وقال الخطابيؒ: إنما لم يدخل في بيت إذا كان فيه شيء من هذه مما يحرم اقتناء ه من الكلاب والصور، و أما ما ليس بحرام من كلب الصيد أو الزرع أو الماشية .... فلا يمتنع دخول الملائكة بسببه". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۱۵/ ۱۳۹، باب: إذا قال أحدكم: آمين، والملائكة في السماء، إدارة الطباعة المنيرية، بيروت)

(۲) "عن عبدالرحمن ابن شبل رضي الله تعالىٰ عنه: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن أكل الضب". رواه أبو داؤد".

قال العلامة العثماني رحمه الله تعالىٰ: "أقول: الحديث نص في الباب، وما روى في إباحته فمحمول علىٰ أول الأمر. ثم الضب من حشرات الأرض كالفأرة ونحوه، فيكون حكمه حكمها، و هذا =

....

= قیاسٌ مؤیدٌ لما رواه عبد الرحمن بن شبل، فیتقوی به. ثم الاحتیاط فی الأخذ بالکراهة، فهذه أمور ألجأت أباحنیفة بالقول بکراهته، فیکون قوله أولیٰ بالقبول .... اهـ.

"ووجه الاندفاع أن هذا الجمع لیس بمتعین، لاحتمال أن یکون نهی عنها أولاً لاحتمال المسخ، ثم نهی عنها ثانیاً للخبث، فالاحتیاط فی النهی .... وقال: والحق أن الکراهة تحریمیةٌ، وطریق الجمع هو ما قلنا: إن الإباحة محمول علی أول الأمر والنهی محمول علی آخر الأمر.......... اهـ".

وقال العینی فی البنایة بعدما سرد الآثار فی إباحة الضب مانصه: والجواب عن هذا أنه یدل علی الإباحة، وما استدلنا به یدل علی الحرمة، والتاریخ مجهول، فیجعل المحرم مؤخراً عن المبیح، فیکون ناسخاً له تقلیلاً للنسخ". (إعلاء السنن: ۱۵۹/۱۷، ۱۶۰، کتاب الذبائح، باب النهی عن أکل الضب، إدارة القرآن کراچی)

"وعن عبد الرحمن بن عثمانَ رضی الله تعالیٰ عنه: أن طبیباً سأل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن ضفدع یجعلها فی دواء، فنهاه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن قتلها". رواه أبو داؤد".

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "فنهاه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن قتلها". قال الشارح: ولم یکن النهی عن قتلها إبقاءً علیها و تکرمةً لها، بل لأنه لم یر التداوی بها لرجسها و قذارتها. وقال القاضی: و لعل النهی عن قتلها؛ لأنه لم یر التداوی بها إما لنجاستها و حرمتها؛ إذ لم یجز التداوی بالمحرمات، أو لا ستقذار الطبع و تنفره عنها.......... اهـ.

قلتُ: القتل المأمور به إما لکونه من الفواسق و لیس بها، وإما لإباحة الأکل ولیس بذلک، لنجاسته و تنفّر الطبع عنه، وإذا لم یجز القتل لم یجز الانتفاع به". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح: ۳۱۴/۸، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۵۴۵)، رشیدیه)

"وکذلک ما لیس له دم سائل مثل الحیة والوزغ وسام أبرص و جمیع الحشرات و هَوَامّ الأرض من الفار والجراد و القنافذ والضب والیربوع وابن عرس ونحوها، ولا خلاف فی حرمة هذه الأشیاء". (الفتاوی العالمکیریة: ۲۸۹/۵، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان، رشیدیه) .... =

طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں، یا گوہ کی کھال کارآمد ہوتو ان زندہ جانوروں کی بیع وشراء شرعاً درست ہے(۱)۔ دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق ان کے محققین اہلِ فتویٰ سے کی جائے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

مردہ جنین کا گوشت کھانا

سوال[۸۷۹۲]: ذبیحہ بکری وغیرہ کے اندر اس کا مرا ہوا بچہ نکلے تو آیا اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

= "ولا الحشرات هي صغار دواب الأرض، واحدها حشرة .... اهـ". (والضبع والثعلب)؛ لأن لحمها نابا .... اهـ". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدينؒ: "(قوله: لأن لحمها نابا): أي يَصيدَان به، فيدخلان تحت الحديث المارّ، كما في الهداية. وما روى مما يدل على إباحتها، فمحمول على ماقبل التجريم، فإن الأصل: متى تعارض نصان، غلب المحرم على المبيح، كما يذكره الشارح في الضب". (ردالمحتار: ۶/۳۰۴، ۳۰۵، كتاب الذبائح، سعيد)

قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: واحدها حشرة) بالتحريك فيهما، كالفأرة والوزغة وسام أبرص والقنفذة والحية والضفدع والزنبور والبرغوث.......... اهـ". (ردالمحتار، المصدر السابق)

(۱) "الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساغة اللقمة بالخمر، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه". (الأشبار والنظائر).

قال الحمويؒ: "(قوله: ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة) وكذا للتداوى. قال التمرتاشي في شرح الجامع الصغير نقلاً عن التهذيب: يجوز للعليل أكل الميتة وشرب الدم والبول إذا أخبره طبيب مسلم أن شفأه فيه، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه". (غمز عيون البصائر للحموى، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة الخامسة: ۱/۲۷۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچى)

"فإنه مبنى على أن كل ما يمكن الانتفاع بجلده أوعظمه يجوز بيعه.......... وذكر أبو الليث: يجوز بيع الحيات إذا كان ينتفع بها في الأدوية، فإن لم ينتفع بها، لا يجوز". (البحرالرائق: ۶/۲۸۹، كتاب البيع، باب المتفرقات، رشيديه)

الجواب حامداً مصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بچہ کا گوشت کھانا جائز نہیں، کذا فی مجمع الأنہر: ۵۱۲/۲(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شیر کی چربی کا حکم

سوال[۸۷۹۳]: ایک مرہم شیر کی چربی وغیرہ سے بنا ہوا ہے تو اس کو استعمال کرنا کیسا ہے، یا اس کو لگائے ہوئے نماز پڑھنا کیسا ہے، اس کو لگائے ہوئے نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میتہ کی نجس چربی سے بنا ہوا مرہم نجس ہے(۲)۔ اگر حاذق متدین معالج کی تجویز یہ ہے کہ شفاء اس

---

(۱) "ولا يحل الجنين بزكاة أمه، أشعر أولا، حتى لو نحر ناقةً أو ذبح بقرةً أو شاةً فخرج من بطنها جنين ميت، لم تؤكل عند الإمام وزفر وحسن بن زياد؛ لأنه مستقل في حياته، فيشترط فيه زكاة استقلالية".

(مجمع الأنهر، كتاب الذبائح: ۵۱۲/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"ولا يتبع أمه في تذكيتها لو خرج ميتاً، فالشطر الثاني مفسر للأول". (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۳۰۴/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول: ۲۸۷/۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۹/۳، كتاب الذبائح، رشيديه)

(۲) "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنهما أنه سمع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول عام الفتح و هو بمكة: "إن الله و رسوله حرّم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام". فقيل: يا رسول الله! أرأيت شحوم الميتة، فإنه تطلى بها السفن و تدّهن بها الجلود و يستصبح بها الناس؟ فقال: "لا، هو حرام". ثم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عند ذلك: " قاتل الله اليهود، إن الله لما حرّم شحومها، أجملوه، ثم باعوه، فأكلوا ثمنه". (صحيح البخاري: ۲۹۸/۱، كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام، قديمي)

(و الصحيح لمسلم: ۲۳/۲، كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر والميتة والأصنام، قديمي) =

میں منحصر ہے تو اس کے لگے رہنے کی حالت میں مجبوراً نماز درست ہے(۱)۔ چربی کے خواص واثرات اس میں

= قال أبو وقاص ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالیٰ تحت قوله: "أرأیت شحوم المیتة، الخ": "أی فهل یحل بیعها لما ذُکر من المنافع، فإنها مقتضیة لصحة البیع؟ .... قوله: فقال: "لا، هو حرام": أی البیع. هکذا فسره بعض العلماء کالشافعی و من تبعه، ومنهم من حمل قوله: "و هو حرام" علی الانتفاع فقال: یحرم الانتفاع بها، وهو قول أکثر العلماء، فلا ینتفع من المیتة أصلاً عندهم، إلا ماخص بالدلیل وهو الجلد إذا دبغ". (فتح الباری: ۵۳۵/۴، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والأصنام، قدیمی)

(وکذا فی عمدة القاری للعلامة العینی، کتاب البیع، باب بیع المیتة والأصنام: ۵۵/۱۲، إدارة الطباعة المنیریة، بیروت)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۲۳/۲، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة، قدیمی)

(وکذا فی أحکام القرآن للجصاص: ۱۶۵/۱، باب تحریم الانتفاع بدهن المیتة، قدیمی)

"و نجیز بیع الدهن المتنجس والانتفاع به فی غیر الأکل بخلاف الودک". (الدرالمختار).

قال العلامة ابن عابدینؒ: "(قوله: ونجیز بیع الدهن المتنجس) عبارة المجمع: النجس، لکن مراده المتنجس: أی ما عرضت له النجاسة، وأشار بالفعل المضارع المسند لضمیر الجماعة إلی خلاف الشافعی کما هو اصطلاحه. (قوله: فی غیر الأکل) کالاستصباح والدباغة وغیرهما، ابن ملک. وقیدوا الاستصباح بغیر المسجد. (قوله: بخلاف الودک): أی دهن المیتة؛ لأنه جزؤها، فلا یکون مالاً، ابن ملک-: أی فلا یجوز بیعه اتفاقاً، وکذا الانتفاع به، لحدیث البخاری: "إن الله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام". قیل: یارسول الله! أرأیت شحوم المیتة، فإنه یطلی بها السفن و یدهن بها الجلود و یستصبح بها الناس؟ قال: "لاهو حرام". الحدیث. (ردالمحتار: ۷۳/۵، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرعد قولان، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار: ۳۳۰/۱، باب الأنجاس، سعید)

(۱) "(فروع) اختلف فی التداوی بالمحرم، و ظاهر المذهب المنع کما فی رضاع البحر، لکن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوی: وقیل: یرخص إذا علم فیه الشفاء ولم یُعلم دواء آخر، کمارخص =

باقی رہتے ہوئے جب کہ جرم بھی موجود ہے، اس کو پاک کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، یہ صحیح ہے کہ خارجی استعمال میں قدرے توسع ہے بہ نسبت داخلی استعمال کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۹ھ۔

ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی

سوال [۸۷۹۴]: ہاتھی کی سواری جائز ہے یا نہیں، اور ہاتھی جو گرمی کی وجہ سے راستہ چلتے چلتے سونڈ سے پانی پھینکتا ہے، وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھی کی سواری شیخین کے قول کے موافق درست ہے اور یہی مختار ہے (۱)۔ سونڈ سے جو پانی نکلتا ہے

= الخمر للعطشان، وعليه الفتوى". (الدر المختار: ۱/۲۱۰، كتاب الطهارة، باب المياه، سعيد)

"ولو للرجل بطاهر لا بنجس، وكذا كل تداو لا يجوز إلا بطاهر، وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه. (قوله: وجوزه في النهاية، الخ) ونصه في التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه.......... اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۸۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۱) "ركَبَ الخيل والإبل والبغال والحمير، وركب الفرس مسرّجةً تارةً وعرياً أخرىٰ، وكان يجريها في بعض الأحيان، وكان يركب وحده وهو الأكثر". (زاد المعاد، فصل في هدية رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الركوب: ۱/۱۵۹، مكتبه منار الإسلام بيروت)

مجموعہ فتاویٰ میں مولانا عبدالحئ لکھنوی فرماتے ہیں: "شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک درست ہے، منح الغفار میں ہے:" والفيل كالخنزير عند محمد رحمه الله، فيكون حكمه حكمه، وعندهما كسائر السباع نجس السور واللحم لا العين، فيجوز بيع عظمه والانتفاع به في الحمل والمقاتلة".

ہاتھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سور جیسا ہے تو ان کے نزدیک ہاتھی کا حکم بھی وہی ہوگا جو سور کا حکم ہے، اور شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک وہ دوسرے درندوں جیسا ہے کہ اس کا گوشت اور جھوٹا دونوں نجس ہیں اور وہ نجس العین نہیں ہے تو اس کی ہڈی کا =

وہ نجس ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،۵/۲/۸۹ھ۔

بہیمۂ موطوءہ کا حکم

سوال[۸۷۹۵]: ایک شخص نے کسی گائے کے ساتھ زنا کیا، جب ثبوت ملا تو کسی عالم صاحب کے کہنے پر واطی نے گائے کے مالک کو اس کی قیمت ادا کر کے گائے مذکورہ بہت دور دراز راہ پر لے جا کر فروخت کر دی اور اس کی قیمت کو فقرا و غرباء پر صدقہ کر دیا۔ اب گزارش ہے کہ عالم صاحب مذکور کو ایسا حکم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی گائے کو بیچنا اور ذبح کر کے گوشت کھانا مذہبِ حنفیہ میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گائے کو بیچنا اور پالنا اور گوشت کھا لینا ہمارے اماموں کے نزدیک حلال ہے، یا کسی کے نزدیک حرام بھی ہے یا نہیں؟

اور جس عالم صاحب نے اس گائے کو کھانے اور بیچنے اور پالنے کو جائز رکھا ہے، اس کے پیچھے بعض لوگ نہ اقتداء کرتے ہیں اور نہ سلام و کلام، بلکہ ہر قسم کا ظلم و ستم کرتے ہیں۔ ایسے ظالمین پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولایُحد بوطئ بهيمة بل يعزّر، وتذبح ثم تحرق، ويكره الانتفاع بهاحيةً وميةً، مجتبى. وفي النهر: الظاهر أنه يطالب ندباً لقولهم: تضمن بالقيمة". "(قوله: وتذبح وتحرق): أي لقطع امتداد التحدث به كلما رُؤيت، وليس بواجب، كما في الهداية وغيرها. وهذا إذا كانت مما لايوكل، فإن كانت توكل، جاز أكلها عنده، وقالا: تحرق أيضاً، فإن كانت الدابة لغير الواطي، يطالب صاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة، ثم تذبح، هكذا قالوا، ولا يعرف ذلك إلاّ

= بیچنا اور اس سے بار برداری اور جنگ میں نفع اٹھانا جائز ہے، اور مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر میں ہے، "والمختار قولهما" اور "مختار شیخین رحمہما اللہ کا قول ہے"۔(مجموعه فتاوى، كتاب الحظر والإباحة، ہاتھی پر سوار ہونا درست ہے یا نہیں؟: ۲/ ۶۶۹، سعيد)

(۱) "وسور خنزير وكلب وسباع بهائم......... اهـ". (الدر المختار). وقال ابن عابدينؒ: "(وسباع بهائم) هي ما كان يصطاد بنَابه كالأسد والذئب والفهد والنمر والثعلب والفيل والضبع وأشباه ذلك، سراج".

(الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/ ۲۲۳، باب المياه، فصل في البئر، سعيد)

سماعاً، فیحمل علیه. زیلعی ونهر". ردالمحتار:۳/۴۳۹(۱)۔

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ گائے مذکورہ کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوشت کھانا درست ہے اور جو علت عبارتِ مذکورہ میں ''احراق'' کی لکھی گئی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ دور دراز جگہ پر فروخت کردینا بھی درست اور کافی ہے اور اس صورت میں کراہتِ انتفاع واضاعتِ مال سے بھی حفاظت ہوگی۔ صاحبین کے

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴/۲۶، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لایوجبه، مطلب فی وطئ الدابة، سعید)

"وعنه أنه قال: من أتی بهیمةً فلا حدّ علیه". رواه الترمذی، وأبوداود. وقال الترمذی: عن سفیان الثوری أنه قال: وهذا أصح من الحدیث الأول وهو: "من أتی بهیمةً فاقتلوه". والعمل علی هذا عند أهل العلم". (مشکوة المصابیح، ص: ۳۱۳، کتاب الحدود، الفصل الثالث، قدیمی)

"قال: "(وببهیمة): أی لایجب الحد بوطئ بهیمة، وقال الشافعیؒ: یجب؛ لأنه وجد سفح الماء فی محل المشتهی، فیستدعی زاجراً. قلنا: إن وطئ البهیمة لا یمیل إلیه الطبع، فما یستدعی زاجراً لوجود الانزجار بدون الحد، والحامل علیه نهایة السفه وغلبة الشبق کما یکون بالکف، ولهذا لایجب ستر ذلک الموضع، ولو کان مشتهی لَوَجب ستره، کما فی القبل والدبر، إلا أنه یعزر؛ لأنه جنایةٌ لیس فیها حدٌّ مقدرٌ فیعزر. وما روی عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه أنه أتِیَ برجل وقع فی بهیمة، فعزّر الرجل وأمر بالبهیمة فأحرقت، کان لقطع التحدث به؛ لأنه مادامت باقیةً یتحدث الناس به، فیلحقه العاربذلک، لا لأن الإحراق واجب.

ثم إن کانت الدابة ممالا یوکل لحمها، تذبح وتحرق، لما ذکرنا. وإن کانت مما یؤکل لحمها، تذبح وتوکل عند أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ، وقالا: تحرق هذه أیضاً إن کانت البهیمة للفاعل، وإن کانت لغیره یطالب صاحبها أن یدفعها إلیه بقیمتها، ثم تذبح. هکذ ذکروا، ولا یعرف ذلک إلا سماعاً، فیحمل علیه". (تبیین الحقائق: ۳/۵۷۹، ۵۸۰، کتاب الحدود، باب الوطئ الذی یوجب الحد والذی لایوجبه، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق:۳/۱۴۰، کتاب الحدود، باب الوطی، إمداد یه ملتان)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الحدود، باب الوطئ: ۵/۲۸، رشیدیه)

نزدیک احراق متعین ہے، یہ بھی وجوباً نہیں، بلکہ ندباً ہے۔ پس ایسا مسئلہ بتانے کی وجہ سے سلام وکلام ترک کرنا ہر گز درست نہیں (۱) اور ظلم وستم تو ہر حال میں ظلم وستم ہے، کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ ایسے لوگوں کو رجوع اور توبہ لازم ہے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/شوال/۵۷ھ۔



(۱) چونکہ ترک کلام گناہ کبیرہ ہے اور ندب ومستحب امر کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب درست نہیں:

"عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا یحل لرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال، یلتقیان فیعرض هذا ویعرض هذا، وخیرهما الذی یبدأ بالسلام". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۹۷، قدیمی)

"وترک الکلام یفضی إلی التهاجر وهو حرام أو مکروه". (فتح الباری، کتاب الأدب، قبیل باب مایجوز من الهجران لمن عصی، (رقم الحدیث: ۶۰۷۷)

"قوله: (باب مایجوز من الهجران لمن عصی) أراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز؛ لأن عموم النهی مخصوص بمن لم یکن لهجره سبب مشروع، فتبین هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصیة، فیسوغ لمن اطلع علیها منه هجره علیها لیکف عنها". (فتح الباری، کتاب الأدب، باب مایجوز من الهجران لمن عصیٰ، (رقم الحدیث: ۶۰۷۸): ۱۰/۶۰۹، قدیمی)

الفصل الخامس فيما يجوز قتله من الحيوانات ومالايجوز

(جائز القتل اور غیر جائز القتل حیوانات کا بیان)

چھپکلی کا مارنا

سوال[۸۷۹۶]: چھپکلی کا مارنا شرعاً کیسا ہے؟ عوام میں مشہور ہے کہ اس کے مارنے پر ثواب ملتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداًومصلياً:

حدیث شریف میں ''وزغ'' کے مارنے کی اجازت بھی ہے، حکم بھی ہے اور اس پر ثواب بھی بیان فرمایا گیا ہے، یہاں تک کہ اگر پہلی ضرب میں مار دیا جائے تو اس پر ثواب کی بڑی مقدار بیان کی گئی ہے، دوسری ضرب پر مارنے پر اس سے کم ہے، تیسری میں اس سے کم ہے۔ ایسی حدیثیں بخاری شریف، ص:۴۶۶(۱)۔ مسلم شریف:۲/۲۳۶(۲)، نسائی شریف:۲/۲۶(۳)، مؤطا امام محمد، ص:۳۶(۴) وغیرہ کتب میں موجود ہیں۔

---

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال للوزغ: "الفويسق". ولم أسمعه أمر بقتله. وزعم سعد بن أبى وقاص أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بقتله".

"عن سعيد بن المسيب أنّ أمّ شريك رضى الله تعالىٰ عنها أخبرته أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمرها بقتل الأوزاغ". (صحيح البخارى: ۱/۴۶۶، كتاب بدء الخلق، بابٌ: خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال، قديمى)

(۲) "عن عامر بن سعد عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً .... اهـ".

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه: "من قتل وزغةً فى أول ضربة، فله كذا وكذا حسنةً، ومن قتلها فى الثانية فله كذا وكذا حسنةً دون الأولىٰ، ومن قتلها فى الثالثة فله كذا و كذا حسنة دون الثانية". .... =

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک نیزہ مکان میں رکھ چھوڑا تھا، کسی نے پوچھا: یہ کس لئے ہے؟ فرمایا: وزغ کو مارنے کے لئے۔ التعلیق المجد میں ہے:

"الوزغ –بفتحتين جمع وزغة دُوَيبة معروفةٌ– تكون فى السقوف والجدران، وكبارها يقال لها: سام أبرص. وقد ورد الأمر والوعد بالأجر فى قتلها: "عن أمّ شريك أنها استأمرت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى قتل الوزغان، فأمرها بذلك". أخرجه البخارى ومسلم. وفى الصحيحين: أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً، وقال: "كان ينفخ النار علىٰ إبراهيم". وفى الصحيح من حديث أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه: "من قتل وزغةً من أول ضربةٍ، فله كذا و كذا حسنةٌ، و من قتلها فى الثانية فله كذا وكذا حسنةٌ دون الأولىٰ، ومن قتلها فى الثالثة فله كذا و كذا حسنةٌ دون الثانية".

"وعند الطبرانى من حديث ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما مرفوعاً: "اقتلوا الوزغة ولو فى جوف الكعبة". وفى سنده عمر بن قيس المكى ضعيفٌ. وعند ابن ماجة عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أنه كان فى بيتها رمح موضوع، فقيل لها: ما تصنعين بهذا؟ قالت: أقتل

= "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمعنى حديث خالد عن سهيل الاجريرا وحده، فإن فى حديثه: "من قتل وزغة فى أول ضربة كتبت له مأة حسنة، وفى الثانية دون ذلك، وفى الثالثة دون ذلك". (الصحيح لمسلم: ۲۳۶/۲، كتاب قتل الحيات وغيرها، باب استحباب قتل الوزغ، قديمى)

(۳) "عن سعيد بن المسيب أن امرأةً دخلت على عائشة رضى الله تعالىٰ عنها وبيدها عكّاز، فقالت: ما هذا؟ فقالت: لهذه الوزغ؛ لأن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حدثنا أنه لم يكن شىء إلا يطفىء على إبراهيم عليه السلام إلا هذه الدابة، فأمَرَنا بقتلها .... اهـ". (سنن النسائى: ۲۶/۲، كتاب مناسك الحج، قتل الوزغ، قديمى)

(۴) "بلغنى أن سعد بن أبى وقاص رضى الله تعالىٰ عنه كان يقول: أمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بقتل الوزغ. قال محمد: وبهذا كله نأخذ، وهو قول أبى حنيفة والعامة من فقهائنا". (المؤطا للإمام محمد، ص: ۲۰۶، باب مارخص لمحرم أن يقتل من الدواب، مير محمد كتب خانه)

الوزغ، فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن إبراهيم عليه السلام لما أُلقِيَ في النار، لم يكن في الأرض دابةٌ إلا أطفأت عنه النار غير الوزغ، فإنه كان ينفخ عليه النار". فأمر عليه السلام بقتله. كذا في حيواة الحيوان للدميرى، اهـ"(۱)۔

''وزغ'' کی تشریح کرتے ہوئے غیاث اللغات میں برہان سے نقل کیا ہے:''نوعے از چلپاسه است''(۲)۔ اور''چلپاسہ'' کے متعلق لکھا ہے:''جانورے شبیه بحرباء که درسقفِ خانه ها باشد، بهندی چھپکلی گویند'' (۳)۔ وزغ، چھپکلی اور گرگٹ دونوں کوشامل ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

گرگٹ کا مارنا

سوال[۸۷۹۷]: عوام میں مشہور ہے کہ گرگٹ جانور کے مارنے کا بہت ثواب ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

گرگٹ کے مارنے پر ثواب کثیرہ کا ملنا صراحۃً حدیث میں موجود ہے،فقط، کذا في المشكوة، ص: ۳٦۱ (٤)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (التعليق الممجد على هامش المؤطاء للإمام محمد، ص: ۲۰٦، كتاب الحج، باب مارخص لمحرم أن يقتل من الدواب، مير محمد كراچى)

(۲) (غياث اللغات، ص: ۵۴۲، باب واو، فصل واو مع زاى معجمة، سعيد)

(۳) (غياث اللغات، ص: ۱٦۴، باب جيم فارسى فصل جيمِ فارسى مع لام، سعيد)

(۴) "عن أمّ شريك رضى الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً، وقال: "كان ينفخ النار على إبراهيم". متفق عليه".

"وعن سعد بن أبى وقاص رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً". رواه مسلم".

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من قتل وزغاً فى أول ضربة كتبت له مأة حسنة، وفى الثانية دون ذلك، وفى الثالثة دون ذلك". (مشكوة المصابيح، ص: ۳٦۱، باب ما يحل أكله و ما يحرم، الفصل الأول، قديمى)

چوہے وغیرہ کوزہر دے کر مارنا

سوال[۸۷۹۸]: اکثر گھروں میں چوہے بہت زیادہ تعداد میں ہوجاتے ہیں اور گھروں میں رکھے ہوئے غلہ وغیرہ کونقصان پہونچاتے ہیں۔ بعض اوقات کوٹھی، بورا، کپڑا بھی کاٹ ڈالتے ہیں، زمین میں سوراخ بنا کر اور چھتوں وغیرہ میں رہتے ہیں۔ گھر کے چوہوں سے لوگ تنگ آ کر چوہوں کوزہر دے کر ہلاک کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

چوہوں کو یا کسی نقصان پہونچانے والی مخلوق جیسے چیونٹی وغیرہ کوزہر دیا جائے یا نہیں؟ اگر زہر دے کر ہلاک کیا جاسکتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کونسی صورت اختیار کی جائے جس سے ایسے نقصان پہونچانے والے جانور سے چھٹکارا ملے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زہر دینا یا ویسے ہی ماردینا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۵ھ۔

کھٹملوں کوگرم پانی سے مارنا

سوال[۸۷۹۹]: کھٹمل کے دِق (۲) کرنے پرآیا پلنگ یا تخت پر کھولتا پانی ڈال کر کھٹملوں کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "المختار أن النملة: إذا ابتدأت بالأذى، لابأس بقتلها، وإلا يكره، وإلقاؤها في الماء يكره مطلقاً .... الهرة إذا كانت مؤذية لاتضرب ولا تحرك أذنها، بل تذبح بسكين حادٍّ". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن في القتل: ۳۷۰/۶، رشيديه)

"و قد أمرنا بضررهم قتل الزنبور والحشرات". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۶۱/۵، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۷۵۲/۶، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، سعيد)

(۲) "دق کرنا: چھیڑنا، ستانا، تنگ کرنا"۔(فيروز اللغات، ص: ۶۳۱، فيروز سنز، لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

جب وہ دِق کرتے ہیں اور دوسری طرح نہیں مانتے تو گرم کھولتا ہوا پانی چارپائی پر ڈالنا درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چیونٹی،بھڑ وغیرہ کو جلانا

سوال[۸۸۰۰]: بہت سے لوگ تتیا،شہد کی مکھی،چیونٹی وغیرہ کو آگ سے جلا کر ہلاک کرتے ہیں۔ یہ ان کا فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ان کی اذیت سے بغیر جلائے حفاظت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً جلانا بھی درست ہے،مگر عموماً بغیر جلائے

---

(۱) "(وحرقهم) .... لكن جواز التحريق والتغريق مقيد -كما في شرح السير- بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها، فلا يجوز". (ردالمحتار: ۱۲۹/۴، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباً، سعيد)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> الجواب: "في ردالمحتار: وكيفية القتال من كتاب الجهاد تحت قول الدرالمختار: "وحرقهم مانصه: لكن جواز التحريق والتغريق مقيد - كما في شرح السير- بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز".

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھٹملوں کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہوتو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا ان پر درست ہے، ورنہ ممنوع ہے"۔(إمداد الفتاویٰ: ۲۶۳/۴، كتاب الحظر والإباحة، حقوقِ حيوانات، عنوان: "کھٹمل کو مارنے کے لئے چارپائی میں گرم پانی ڈالنا"،مکتبہ دار العلوم کراچی)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ لکھا ہے،فرماتے ہیں:"مکروہ ہے،مطالب المؤمنین میں ہے:"إحراق القمل والعقرب وغيرهما بالنار مكروه؛ لأن في الحديث: "لايعذب بالنار إلا خالقها". وأكره إلقاءه في الماء". کھٹمل اور بچھو وغیرہ کو آگ میں جلانا مکروہ ہے،کیونکہ حدیث میں ہے:آگ سے عذاب صرف خالق ہی کرے گا اور پانی میں لٹکانا بھی مکروہ ہے"۔(مجموعة الفتاویٰ: ۲۶۹/۲ كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

حفاظت کچھ دشوار نہیں، ایسی حالت میں جلانا سخت گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

بلی کو مارنا

سوال[۸۸۰۱]: اگر کوئی شخص لکڑی سے بلی کو مار دے اور وہ مر جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر کوئی کفارہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلی کو بلاوجہ ستانا گناہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ کر رکھا اور

---

(۱) "(إذ لايعذب بالنار إلا ربّها)" علةٌ لمفهوم قوله بعده وهوعدم إحراقها قبل الذبح". "وفی صحیح البخاری: "فإنه لا يعذب بها إلا الله،". و أخرج البزار فی مسنده عن عثمان بن حبان قال: كنت عند أم الدرداء رضی الله تعالیٰ عنها، فأخذت برغوثاً فألقيته فی النار فقالت: سمعت أبا الدرداء يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "لا يعذب بالنار إلاربُّ النار" فتح ملخصاً. ولا يرد هذا على ما مر من جواز حرق أهل الحرب عند قتالهم؛ لأن ذاک مقيد بما إذا لم يمكن الظفر بهم بدونه كما قدمناه عن شرح السير، فافهم. وأورد المحشی على جواز إحراقها بعد الذبح أنه يقتضی أن الميت لا يتألم مع أنه ورد أنه يتألم بكسر عظمه". (ردالمحتار: ۱۴۰/۴، كتاب الجهاد، المغنم و قسمته، سعيد)

قال الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "ولا يحرقها، وفی المبتغی: يكره إحراق جراد و قمل وعقرب، ولا بأس بإحراق حطب فيها نمل، وإلقاء القملة ليس بأدب". (الدرالمختار).

قال الشامی رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: يكره إحراق جراد): أی تحريماً ومثل القمل البرغوث، ومثل العقرب الحية. (قوله: وإلقاء القملة ليس بأدب)؛ لأنها تؤذی غيره و يورث النسيان، وفيه تعذيب لها بجوعها، أما البرغوث فيعيش فی التراب". (ردالمحتار: ۷۵۲/۶، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، سعيد)

"المختار أن النملة إذا ابتدأت بالأذى، لابأس بقتلها، وإلا يكره، وإلقاء ها فی الماء يكره مطلقاً. قتل القملة لا يكره، وإحراقها وإحراق العقرب بالنار يكره". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۰/۶، كتاب كراهية، الثامن فی القتل، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۶۱/۵، كتاب الكراهية، الباب الحادی والعشرون، رشيديه)

کھانے کو نہیں دیا، اس کی وجہ سے اس عورت کو عذاب ہوا(۱)۔ اسی طرح ہر جانور کا حکم ہے، کسی کو بھی بلاوجہ ستانا جائز نہیں، گناہ ہے(۲)۔ لیکن اگر بلی اذیت دے تو اس کو مار ڈالنا بھی درست ہے، مثلاً کسی نے مرغی پال رکھی ہے اور بلی آکر کھا جاتی ہے تو اس کے لئے اجازت ہے کہ بلی کو ذبح کردے، یہ گناہ نہیں:

"الهرة إذا كانت مؤذية، لا تعذب، ولا تحرك أذنها، بل تذبح بسكين حادٍ، كذا في الوجيز للكردري، اه". عالمگیری: ۱۱۵/۱ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۹۰ھ۔

کتے اور بلی کو مارنا

سوال[۸۸۰۲]: اگر کوئی بلی یا کتا کسی شخص کا حد سے زیادہ کا نقصان کردے تو اس بلی یا کتے کا مارنا جان سے درست ہے یا نہیں؟

بندہ نورالحسن، امام مسجد بہاری گڈہ، سہارنپور، ۹/مئی/۳۴ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ نہ مارا جائے، لیکن اگر نقصان سے حفاظت مشکل ہوجائے تو جان سے مارنا درست ہے، مگر تڑسا تڑسا کے مارنا برا ہے(۴)۔

---

(۱) "عن نافع عن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "عذبت امرأة في هرة سجنتها حتى ماتت، فدخلت فيها النار، لاهي أطعمتها وسقتها إذ حبستها، ولا هي تركتها تأكل من خشاش الأرض". (الصحيح لمسلم، كتاب قتل الحيات وغيرها، باب تحريم قتل الهرة: ۲۳۶/۲، قديمي)

(۲) "وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل (قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد)". (الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۲۹۶/۶، سعيد)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيريه، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات: ۳۶۱/۵، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الثامن في القتل: ۳۷۰/۶، رشيديه)

(۴) "وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ". (الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۲۹۶/۶، سعيد)

"وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرّة تضرّ، و يذبحها: أى الهرّة ذبحاً، ولا يضربها؛ لأنه لا يفيد، ولا يحرقها". درمختار۔ قال الشامی تحت قوله: "(وهرة تضر): كما إذا كانت تأكل الحمام والدجاج"(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳۰/محرم الحرام/۵۳ھ۔



(١) (الدر المختار مع رد المحتار: ٦/٧٥٢، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتى، سعيد)

وقال الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: "لا يحل قتل ما لا يؤذى، و لذا قالوا: لم يحل قتل الكلب الأهلى إذا لم يؤذ، والأمر بقتل الكلاب منسوخ، كمافى الفتح: أى إذ لم تضر". (الدر المختار).

قال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أى إذا لم تضر) تقييد للنسخ، ذكره فى النهر أخذاً مما فى الملتقط: إذا كثرت الكلاب فى قرية وأضرت بأهلها، أمر أربابها بقتلها، فإن أبوا، رفع الأمر إلى القاضى حتى يأمر بذلك". (ردالمحتار: ٢/٥٧٠، كتاب الحج، باب الجنايات، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥/٣٦٠، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ٦/٣٧٠، كتاب الكراهية، الثامن فى القتل، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق مع منحة الخالق على البحر: ٣/٦٠، كتاب الحج، فصل: إن قتل محرم صيداً، رشيديه)

الفصل السادس فی المتفرقات

اپنے جانور کے چارہ کا انتظام کرنا

سوال[۸۸۰۳]: زیدوعمر دو شخص یکّہ چلانے والوں نے کمائی کے حرام وحلال ہونے پر جھگڑا کیا۔ صورت حال یہ ہے کہ زید نسبتاً عمر کے دیندار ہے، صوم وصلوۃ کا پابند ہے، دینی کاموں میں مشغول رہتا ہے اور اعمالِ خیر میں بھی حصہ لیتا رہتا ہے، لیکن کمائی کا یہ حال ہے کہ شام کو یکہ سے گھوڑا کھول کر باندھ دیتا ہے، اب گھر والے چاہے کچھ گھوڑے کا انتظام کریں گھانس دانہ کا۔ زید مسجد جا کر نماز مغرب پڑھ کر وہیں وظائف وغیرہ میں مشغول ہوجاتا ہے، نماز عشاء پڑھ کر گھر آکر کھانا کھا کر چارپائی پر لیٹتا ہے، اس کو یہ فکر بالکل نہیں کہ گھوڑے کو پانی ملا، چارہ کھایا کہ نہیں، جب اتنی لاپرواہی ہے تو گھوڑے کو مالش کون کرے۔

عمر شام کو گھوڑا کھول کر پانی پلا کر چارہ پر باندھ دیا۔ نماز مغرب پڑھ کر گھوڑے کی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مالش کرتا ہے اور آٹھ روپے کما کر تین روپے ضرور گھوڑے کی خوراک پر خرچ کرتا ہے۔ اسی بناء پر عمر زید سے کہتا ہے کہ تیری کمائی ناجائز ہے، تمہارا گھوڑے سے اس طرح لاپرواہی برتنا نامناسب ہے اور تیرا گوشت روٹی کھانا جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کمائی کے اعتبار سے کون حق پر ہے اور کس کا پیسہ باعثِ برکت ہے؟ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جانوروں کے کھانے پینے کی فکر بھی لازم ہے، اس کے ذریعے روپیہ کمایا جاتا ہے تو پھر اس کو گھاس دانہ پانی نہ دینا ظلم ہے(۱)۔

---

(۱) "عن يعلى بن مرة الثقفي رضي الله تعالىٰ عنه قال: ثلثة أشياء رأيتها من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: بينا نحن نسير معه إذ مررنا ببعيريسنى عليه، فلما رآه البعير جرجر فوضع جرانه، فوقف عليه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "أين صاحب هذا البعير"؟ فجاء ه فقال: "بعنيه" فقال: بل نهبه لک يارسول الله ......قال: "أمّا إذذكرت هذا من أمره، فإنه شكى كثرة العمل وقلة العلف، فأحسنوا إليه". =

وہ بے زبان یہاں کچھ نہ کہے، مگر حق تعالیٰ کے نزدیک یہ حرکت موجبِ عتاب ہے۔خود اگر وظیفہ میں رہتا ہے تو اھل خانہ کے ذریعہ اس کا انتظام ضروری ہے(۱)۔

آمدنی جو حاصل ہوتی ہے وہ دونوں (زید وعمر) کی حلال ہے، جانور کو وقت پر گھاس نہ دینے سے حاصل شدہ آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم

سوال[۸۸۰۴]: مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں اور ان کو لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں۔ان جانوروں کا دودھ پینے اور ان کی قربانی اور عقیقہ کا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے(۲)، ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے(۳) (اجازت کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے) لیکن جس جانور کو یہ پتے

=(مشکوة المصابیح، ص: ۵۴۰، کتاب الفتن، باب المعجزات، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) "عن نافع عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "عذبت امرأة فی هرة سجنتها حتی ماتت، فدخلت فیها النار، لاهی أطعمتها وسقتها إذحبستها، ولاهی ترکتها تأکل من خشاش الأرض".

قال النووی: "وفیه وجوب نفقة الحیوان علی مالکه". (الصحیح لمسلم مع شرحه النووی: ۲/۲۳۶، ۲۳۷، باب تحریم قتل الهرة، قدیمی)

الأمور بمقاصدها

(۲) "لایجوز أن یتصرّف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته". (الدرالمختار، کتاب الغصب: ۶/۲۰۰،سعید)

"لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه. وإن فعل، کان ضامناً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز (رقم المادة: ۹۵): ۱/۶۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) "إن علم أن العین التی یغلب علی الظن أنهم أخذوها من الغیر بالظلم قائمة وباعوها فی الأسواق، فإنه=

کھلائے اس کا دودھ گوشت، حرام نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سانپ کی چھتری کھانا

سوال[۸۸۰۵] : ان علاقوں میں بارش کے دنوں میں باندھ یا کھیتوں میں چھتری کی شکل کا سفید سفید اُبھر آتا ہے، اس کو ''مستھ'' بولتے ہیں(۱)۔ اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو قسم کا ہوتا ہے: ایک کا عرق آنکھ کے لئے مفید ہوتا ہے، دوسرے کا مضر ہوتا ہے۔ مفید کا کھانا درست ہے، مضر کا کھانا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

= لاینبغی شراء ها منهم وإن تداولته الأیدی". (الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۱۹۲/۴، دارالمعرفة بیروت)

(۱) ''کھمبی: ایک قسم کی سفید نباتات جو اکثر برسات میں ازخود پیدا ہوجاتی ہے اور اسے تل کر کھاتے ہیں''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۶۲، فیروز سنز)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن ناساً من أصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قالوا لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : الکمأة جدری الأرض؟ فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "الکمأة من المنّ وماؤها شفاءٌ للعین، والعجوة من الجنة و هی شفاء من السمّ". قال أبو هریره: فأخذت ثلاثة أکم أو خمساً أو سبعاً فعصرتُهن، و جعلت ماء هن فی قارورة، و کحلت به جاریةً لی عمشاء فبرأت". (مشکوة المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثالث، ص: ۳۹۱، قدیمی)

(جامع الترمذی، ابواب الطب، باب ماجاء فی الکمأة والعجوة ۲۷/۲، سعید)

تنبیہ: احادیث کی شروحات میں کھمبی کی دو (مفید، مضر) قسمیں کہیں نظر سے نہیں گزریں، البتہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے کہ کیا صرف اس کا خالی پانی آنکھوں کے لئے شفاء (مفید) ہے، یا کسی دوسری دوا مثلاً اِثمد وغیرہ سے خلط کر کے استعمال کرنا چاہئے، آخر میں ترجیح پہلے قول کو دی ہے:

قال العلامة النووی: "وقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "و ماء ها شفاء للعین" قیل: معناه أن=

املاہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/ ۱۴۰۶ھ۔



= يخلط ماؤها بدواء، ويعالج به العين، وقيل: إن كان للبرودة ما في العين من حرارة فماء ها مجرداً شفاء، وإن كان لغير ذلك فمركب مع غيره. والصحيح بل الصواب أن ماء ها مجرداً شفاء للعين مطلقاً، فيعصر ها، ويجعل في العين منه. وقد رأيت أنا وغيري في زماننا من كان عمي، الخ". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱۸۲/۲، قديمی)

(راجع للبسط مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثالث: ۳۳۵/۸، رشيديه)

(وتحفة الأحوذی، أبواب الطب، باب ماجاء في الكمأة والعجوة: ۲۳۴/۲، قاهره)

(وزاد المعاد، كتاب الطب والرقى، الفصل الثالث: ۳۶۵/۴، مؤسسة الرسالة)

باب التداوی والمعالجة

الفصل الأول فی مایتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، اسقاطِ حمل اورموانعِ حمل کا بیان)

حاملہ کے انتقال کے بعد بچہ آپریشن کر کے نکالنا

سوال[۸۸۰۶]: زید کی بیوی کے بچہ ہونے والا ہے اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چند منٹ کے بعد ہی تولد ہونے کی امید ہے، ٹھیک اسی وقت زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، ڈاکٹر کی رائے ہے کہ چونکہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے اس لئے دس منٹ کے اندر آپریشن کر کے نکال لینا چاہئے، جب کہ زید کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور انتقال کے بعد کسی قسم کا بھی آپریشن حرام ہے۔ آیا بچہ کو زندہ آپریشن کے ذریعہ نکالنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بچہ زندہ ہوتو آپریشن کر کے بچہ کو نکال لیا جائے:

"امرأة حاملٌ ماتت وعُلم أن ما فی بطنها حيٌّ، فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر، وكذلك إذا كان أكبر رأيهم أنه حيّ يشق بطنها، كذا فی المحيط. وحكیٰ أنه فعل ذلك بإذن أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ فعاش الولد، كذا فی السراجية، اهـ". عالمگیری: ۱۱٤/٤ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۱۵ھ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب الحادی و العشرون فيما يسع من جراحات بنی آدم =

حاملہ مرجائے تو وضعِ حمل کی کیا صورت ہے؟

سوال[۸۸۰۷]: اگر حاملہ عورت اپنے حمل کے وضع ہونے سے قبل مرگئی تو اب اس کا حمل اس کے پیٹ میں اسی طرح موجود ہے، اس عورت کا وضعِ حمل کس طرح سے ہوگا؟ قبر کے اندر وضع حمل ناممکن ہے تو جب قیامت کے دن مردے قبروں سے نکلیں گے تو وہ حمل پیٹ میں رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

اس کی تحقیق نہیں، حدیث میں صاف صاف دیکھنا یاد نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو اس کو نکالنا

سوال[۸۸۰۸]: ایک عورت حاملہ تھی لیکن وضع حمل سے چند روز قبل عورت کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ماں کے پیٹ سے بچہ کو نکالا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

عامۃً جب حاملہ کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچہ پیٹ میں مرجاتا ہے، زندہ نہیں رہتا، لیکن اگر قرائن سے معلوم ہو کہ بچہ زندہ ہے تو فوراً آپریشن کر کے نکال لیا جائے:

"امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها، قال محمد: يشق بطنها و يخرج الولد لا يسع إلا ذلك. كذا في الخانية". ۱/۱۵۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الخ: ۵/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الكراهية، باب التداوي والعلاج، ص: ۷۶، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/۲۵۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الملتقط في الفتاوى الحنفية، كتاب الآداب، مطلب: يشق بطن الميت الحامل إذا كان الولد حياً ويخرج، ص: ۲۶۵، مكتبه حقانيه كوئٹه)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي و العشرون في الجنائز: ۱/۱۵۷، رشيديه) =

بچہ دانی کا نکلوانا

سوال[۸۸۰۹]: میرے گھر میں جب حمل قرار پاتا ہے تو بہت الجھن ہوتی ہے اور سخت قسم کی تکلیف ہوتی ہے اور جس قدر پیدائش کا زمانہ قریب آتا ہے، تکلیف بڑھتی جاتی ہے، پھر بچہ بھی ضائع ہوجاتا ہے۔ڈاکٹر علاج کرتے کرتے عاجز آچکے ہیں، کوئی صورت نفع کی نہیں ہوتی، ولادت کے بعد بہت مدت تک علاج جاری رہتا ہے تب تکلیف دور ہوکر قوت آتی ہے۔ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بچہ دانی نکلوادیجئے، پھر یہ تکلیف نہ ہوگی۔ براہ کرام فرمایئے کہ شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر استقرارِ حمل اور ولادت کی وجہ سے ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی ہے اور خطرناک امراض پیدا ہوجاتے ہیں جن سے جان جانے کا قوی مظنہ ہوتا ہے تو تحفظ کی اَور صورتیں بھی ہیں، مثلاً: عزل کرلیا جائے یعنی جماع کے وقت منی علیحدہ نکالی جائے، فرج کے اندر انزال نہ کیا جائے (۱)، یا مانعِ حمل دوا استعمال کی

= (وكذا فی قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب فی غسل الميت ومايتعلق به: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، فصل فی الصلاة على الميت: ۱/۳۹۸، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) "قال عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه: كنا نغزوا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم و ليس لنا شیء، فقلنا: ألا نستخصی؟ فنهانا عن ذلک، الخ" (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قديمی)

قال الحافظ العسقلانیؒ فی شرح الحديث المذكور: "والحجة فيه أنهم اتفقوا على منع الجب والخصاء، فيلحق بذلک ما فی معناه من التداوی بالقطع أصلاً". (فتح الباری، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل والخصاء: ۹/۷۹، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا فی السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب القتل، ص: ۷۴، سعيد)

(وكذا فی إحياء علوم الدين، كتاب النكاح، آداب المعاشرة: ۲/۵۱، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(وانظر أيضا ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب فی حكم العزل: ۲/۷۵، سعيد)

جائے جس سے علوق نہ ہونے پائے، یا بعد علوق حمل ضائع کردے، یا شوہر دوسری شادی کرلے، موجودہ بیوی سے ہمبستری نہ ہو۔

اگر کوئی دوسری صورت ممکن نہ ہو تو پھر بحالتِ مجبوری عورت کی جان بچانے کے لئے بچہ دانی نکلوانے کی بھی گنجائش ہے۔ جب تک دوسری صورت بھی قابلِ عمل ہو، بچہ دانی نہ نکلوائی جائے، ممکن ہے کہ آئندہ حالات اورعمر کے تغیر سے موجودہ تکلیف اور امراض کی کیفیت ختم ہوکر بچہ سہولت سے پیدا ہوسکے، بچہ دانی نکلوانے کے بعد توقع ہی ختم ہوجائے گی اور ایک عورت کو نسل کے لحاظ سے بیکار کردیا جائے گا۔

اور حمل اور ولادت کی تکلیف تو سب کو ہی ہوتی ہے، قرآن پاک سے ثابت ہے ﴿حملته أمه كرهاً و وضعته كرهاً﴾ (۱)، ایسی عمومی تکلیف کی وجہ سے بچہ دانی نکلوانے کی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

نسبندی

سوال [۸۸۱۰]: ملک کی آبادی دن بدن زیادہ بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے ملک کے حالات خراب ہورہے ہیں، جس کی وجہ سے حکومت آبادی کو کم کرنے کے لئے غور کررہی ہے اور اس کے لئے ملک بھر میں برتھ کنٹرول پر عمل کرنے کے لئے نسبندی مردوں کے لئے اور ٹیوب وغیرہ عورتوں کے لئے استعمال کرارہی ہے۔ شریعت کی رو سے مسلمانوں کو اس کو عمل میں لانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقتصادی پریشانی کا سبب آبادی کی زیادتی نہیں، حدیث پاک میں موجود ہے کہ: ''بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کا رزقِ مقدر لکھ دیا جاتا ہے، وہ اس کو ضرور ملتا ہے'' (۳)۔ جس طرح موت آدمی کو

---

(۱) (سورة الأحقاف: ۱۵)

(۲) ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم و إياكم﴾ (سوره بنى إسرائيل: ۳۱)

(۳) ''قال عبدالله رضى الله تعالىٰ عنه حدثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو الصادق المصدوق قال: ''إن أحدكم يجمع خلقه فى بطن أمه أربعين يوماً نطفةً، ثم يكون علقةً مثل ذلك، ثم يكون مضغةً=

تلاش کر کے پالیتی ہے خواہ وہ کتنے ہی مقفل محفوظ مکان میں ہو(۱)، اسی طرح اس کا رزق بھی اس کو تلاش کر کے پالیتا ہے(۲)۔ بلکہ پریشانی کا سبب ظلم اور بے حیائی ہے، معصیت ہے، شراب نوشی ہے، گانا بجانا ہے، سینما ہے، بے پردگی ہے، جھوٹ ہے، غیبت ہے، بہتان ہے، چوری ہے، رشوت ہے، دھوکا بازی ہے، ان سب کو بند کرنے کی ضرورت ہے، پھر انشاء اللہ خدا کی رحمت کے دروازے کھلیں گے اور پریشانی دور ہوگی (۳)، نسبندی اس مقصد کے لئے ہرگز مفید نہیں اور شرعاً اس کی اجازت نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

= مثل ذلک، ثم يبعث الله ملكاً ويؤمر بأربع كلمات: ويقال له: اكتب عمله ورزقه وأجله وشقيٌّ أوسعيدٌ، الخ". (صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة: ۱/۴۵۶، قديمی)

(وسنن ابن ماجة، المقدمة، باب فی القدر، ص: ۸، قديمی)

(وأبو داؤد، كتاب السنة، باب فی القدر: ۲/۳۰۰، إمداديه ملتان)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿أين ماتكونوا يدرككم الموت ولو كنتم فی بروج مشيدة﴾ (سورة النساء: ۷۸)

(۲) "عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث، ص: ۴۵۴، قديمی)

"أقول: بل حصول الرزق أسبق وأسرع من وصول أجله؛ لأن الأجل لايأتی إلا بعد فراغ الرزق".
(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث: ۹/۱۷۳، رشيديه)

(وبمعناه فی ابن ماجة، المقدمة، باب فی القدر، ص: ۸، قديمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ظهر الفساد فی البر والبحر بما كسبت أيدی الناس ليذيقهم بعض الذی عملوا لعلهم يرجعون﴾. (سوره الروم: ۴۱)

"قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: ﴿بما كسبت أيدی الناس﴾: أی بسبب مافعله الناس من المعاصی والذنوب وشؤمه". (روح المعانی: ۲۱/۴۸، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير: ۳/۴۳۵، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة بنی إسرائيل: ۳۱) =

نسبندی

سوال[۸۸۱۱]: آج کل خاندانی منصوبہ بندی کا ہر جگہ بہت چرچا چل رہا ہے، جس کے بارے میں حکومت کی طرف سے ممالکِ اسلامیہ مثلاً: مصر اور جاوا کے مفتیوں کے فتوے شائع کئے جا رہے ہیں، نیز ہندوستان کے بعض لوگ مثلاً: جامع مسجد دہلی کے امام صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گذرا۔ ان سب ہی حضرات نے آج کی نسبندی کو عزل کے اوپر قیاس کر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جب کہ عزل شریعت میں جائز ہے۔ تو پھر نسبندی کیوں حرام ہے؟ نیز نسبندی سے کسی انسان کا قتل بھی لازم نہیں آتا۔ اس لئے جوشئی ابھی تک وجود میں نہیں آئی اس کو قتل کیسے کہا جا سکتا ہے؟ علاوہ ازیں فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ عورت جس کو اپنی صحت خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اور اس کو حمل رہ جائے تو پھر دو مہینہ سے پہلے پہلے اس کو گرا دینا جائز ہے، نسبندی تو اس سے کم ہی رہی۔

رہا توکل علی اللہ کا معاملہ کہ اگر اولاد ہو جائے تو فکر نہ کرو، اللہ کے اوپر بھروسہ کرو، یہ سب ایسی باتیں ہیں جو استدلال نہیں بن سکتیں۔ اس لئے براہِ کرم واضح فرمائیں کہ نس بندی کرانا حلال ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو پھر اُن باتوں کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم بڑی قوت کے ساتھ چلائی جا رہی ہے اور نسبندی کے لئے ترغیبی پہلو اختیار کئے جا رہے ہیں اس پر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے دو رسالے مدلل شائع کئے جا چکے ہیں: ایک ''برتھ کنٹرول کا شرعی حکم''۔ دوم ''فیملی پلاننگ کا شرعی حکم''، اس کو ملاحظہ کریں۔

بیماری میں علاج کی خاطر قطع عضو کی بھی اجازت ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الکراھیۃ میں

= ''قال عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه: کنا نغزوا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و لیس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلک، الخ''. (صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب ما یکره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

''ویحرم خصاء بني آدم''. (الفتاویٰ السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب القتل ونحوه، ص: ۷۴، میر محمد کتب خانه)

مذکور ہے(۱)۔اس لئے اگرعورت کی صحت خراب ہے اور وہ ولادت کو برداشت نہیں کرسکتی تو اسقاطِ حمل کی بھی ایک خاص مدت تک گنجائش ہے۔عزل اگر چہ قتلِ ولد نہیں ہے،مگر حدیثِ پاک میں اس کو''واْدِخفی'' فرمایا گیا ہے،جیسا کہ مشکوہ شریف میں ہے(۲)۔

علاوہ ازیں عزل میں صلاحیتِ تولید ختم نہیں ہوتی،نسبندی میں صلاحیتِ تولید ختم کرکے مرد یا عورت کو بےکارکردیا جاتا ہے۔قرآن پاک میں عورت کو''حَــرْث'' فرمایا گیا ہے(۳)،یہ اسکیم اس مقصد کے لئے قطعاً خلاف ہے۔حاصل یہ کہ بیج توڈالتے رہو اور محنت بھی کرتے رہو،مگر پیداوار کچھ نہ ہو،حالانکہ کھیت میں کھادوغیرہ کے ذریعہ زیادہ پیداوار کی کوشش کی جاتی ہے،مگر اس نسبندی کا حاصل یہ ہے کہ پیداوار کم سے کم ہو بلکہ بند ہوجائے۔کیا یہ معقول بات ہے۔ادھر تکثیرِ اولاد کا حکم حدیث شریف میں موجود ہے:''تزوجوا الولود الودود، فإني مكاثربكم الأمم''. الحديث(٤)۔

بہرحال یہ اسکیم مزاجِ اسلام اور احکامِ شرع کے بالکل خلاف ہے۔

---

(۱) ''لابأس بقطع العضو إن وقعت فيه الآكلة، لئلا تسرى''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم: ۵/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا فى الفتاویٰ السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب القتل ونحوه، ص: ۷۴، سعيد)

وعن جُذامة بنت وهب رضى الله تعالىٰ عنها، قالت: حضرت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى أناس وهو يقول: ''هممت أن أنهى عن الغيلة، فنظرت فى الروم وفارس، فإذاهم يغيلون أولادهم، لا يضر أولادهم ذلك شيئاً''.

(۲) ''ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''ذلك الوأد الخفى، وهى ﴿وإذا المؤودة سئلت﴾''. (مشكوةُ المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، ص: ۲۷۶، قديمى)

(والصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب فى حكم الغيلة: ۲/۴۶۶، قديمى)

(وسنن أبى داؤد، ابواب النكاح، باب ماجاء فى العزل، ص: ۱۴۵، قديمى)

(۳) قال الله تعالى: ﴿نسآء كم حرث لكم فأتوا حرثكم أنّى شئتم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۳)

(۴) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثانى، ص: ۲۶۷، قديمى)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك: ۳/۲۳۳، دارإحياء التراث العربى بيروت)

ایک چیز کو جب آمرانہ طریقہ پر پھیلا دیا جائے تو فتویٰ کی آڑ لے لینا کچھ مشکل نہیں۔ محولہ بالا ہر دو رسالوں کے دیکھنے کے بعد خلجان ہوتو مراجعت فرمائیں (۱)۔

سوال میں بسلسلۂ توکل جو کچھ لکھا گیا ہے، اس پر نظرِ ثانی فرمالیں کہ یہ عبارت کن باتوں کی غمازی کرتی ہے (العیاذ باللہ) قرآن پاک اور اللہ کے دعوئ سے کس قدر بے اعتمادی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۹ھ۔

نسبندی کی ترغیب اخبار کے ذریعہ

سوال [۸۸۱۲]: میں ایک چھوٹے سے رسالہ ''آج کی کاشت'' کا ایڈیٹر ہوں، اخباری سلسلہ میں چند مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے کبھی کبھی خلافِ شرع حرکات بھی سرزد ہوجاتی ہیں، مگر اس وقت ہمارے اطراف میں یہ مسئلہ بہت شدت سے پھیل رہا ہے کہ خاندانی منصوبہ کا پرچار کرنا اور لوگوں کو نسبندی کی طرف مائل کرنے والے مضامین لکھوں۔ تو کیا یہ صورت میرے لئے جائز ہے کہ حکومت کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے اس قسم کے اشتہارات بھی اپنے رسالہ میں شائع کروں؟ الجمعیۃ دہلی آنجناب کی نظر مبارک سے ضرور گزرتا ہوگا، اس میں آج کل ایک اشتہار اس سلسلے کا آرہا ہے، آپ مجھے اس کا حکم بتادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیز شرعاً ناجائز اور معصیت ہے، اس کی ترغیب دینا بھی شرعاً ناجائز اور معصیت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) راجع للتفصيل: (ضبط ولادت کی عقلی وشرعی حیثیت، مؤلفہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۳)

قال الشيخ ملا جيون رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾: "هو عام لكل بر وتقوى، وكل إثم وعدوان". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، حقانيه پشاور)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز" (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة،=

کیا امام غزالی نے نسبندی کی اجازت دی ہے؟

سوال[۸۸۱۳]: ایک شخص کہتا ہے کہ پانچ سو سال پہلے امام غزالی نے لکھا تھا کہ عورت اپنی خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے نسبندی کراسکتی ہے۔ یہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یا نہیں؟ خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے عورت کو نسبندی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام غزالیؒ کی کتابوں میں نسبندی کا کوئی تذکرہ نہیں، ان کی طرف سے اس بات کو منسوب کرنا غلط ہے۔ نیز امام غزالیؒ کو تقریباً ۹۰۰/ برس گذر گئے، وہ نسبندی کا نام بھی نہیں جانتے تھے۔ نسبندی کا طریقہ تو اب چلا ہے۔ علاوہ ازیں امام غزالیؒ بہت بڑے اہل اللہ اور صاحبِ باطن بزرگ تھے۔ مگر وہ شافعی المذہب تھے، حنفی نہیں تھے۔ اگر کوئی فقہی جزئیہ ان کی کتاب میں امام ابوحنیفہ کے خلاف ہو تو حنفی کو اس کے اتباع کی ضرورت نہیں (۱)۔ اور یہاں تو ان کی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہی نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۱۴۰۱ھ۔

= فصل في اللبس: ۶/ ۳۶۰، سعید)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعاني: ۷/ ۲۵۲، سورة المائدة، تحت قوله تعالیٰ: ﴿ولا تسبوا الذين﴾ الخ، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''علامہ شامیؒ نے اپنے رسالہ شفاء العلیل میں استيجار على التلاوة کی ممانعت پر دلائل قائم کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

''وحيث نصوا على أن مذهب أئمتنا الثلثة المنع مطلقاً مع وضوح الأدلة عليه، واستثنىٰ بعض المشايخ أشياء، وعلّلوا ذلک بالضرورة المسوغة لمخالفة أصل المذهب، كيف يسوغ للمقلد طرد ذلک، والخروج عن المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية، على أنه لو ادعى أحد إلحاق مافيه ضرورة غير مانصو عليه به، قلنا: إن نمنعه، وإن وجدت فيه العلة إلا أن يكون من أهل القياس، فقد نص ابن نجيم في بعض رسائله على أن القياس بعد الأربعمأة منقطع، فليس لأحد أن يقيس مسئلةً على مسئلة، فما بالک بالخروج عن المذهب، فعلى المقلد اتباع المنقول، ولهذا لم نر أحداً قال بجواز الاستيجار على الحج بناءً على ما أفتى به المتأخرون .... اهـ''. .... =

نسبندی

سوال[۸۸۱۴]: ۱...... میں سرکاری ملازم ہوں، چار اولاد ہیں، محکمہ کا مجھ سے مطالبہ ہے کہ میں خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں آپریشن کرالوں، مگر میں نے بحیثیتِ مسلمان ہونے کے انکار کردیا ہے کہ مذہب اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اس کی کوئی دلیل آپ بتائیں تاکہ میں ان کو دکھلاسکوں۔

ملازمت کی مجبوری سے نسبندی

سوال[۸۸۱۵]: ۲...... محکمہ سے برطرفی یا معطّلی کی صورت میں جب کہ ذریعۂ معاش کی کوئی صورت نہ ہو، پھر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد احادیث میں موجود ہے: "تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم". رواه أبو داود والنسائي". مشكوة شريف، ص: ۳٦۷ (۱)۔ اس میں اولاد کی کثرت کی ترغیب دی گئی ہے، منصوبہ بندی میں اولاد پیدا ہونے کے ختم کرنے کا انتظام ہے جو کہ صریح حدیث شریف کے خلاف ہے۔

= ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا صحیح جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو لے کر اُسی چیز کے جواز پر فتویٰ ہوسکتا ہے، جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو، غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص فی مذہب الغیر پر قیاس کرکے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو مذہب غیر میں منصوص نہ ہو، اور پھر ضرورت کی وجہ سے اس سے اپنے متخرجہ جواز پر فتویٰ دے جیسا کہ بعض لوگوں نے علامہ شامی کے زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کرکے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا، قیاساً على جواز تعليمه المنصوص في مذهب الإمام مالك والشافعي. اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اس قیاس فاسدہ کو رد کرنا ہے"۔ (حيله ناجزة، تفريق بين الزوجين بحكم حاكم الخ، فائده مهمه: ۳۵، ۳٦، ۳۷، دار الاشاعت)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني، ص: ۲٦۷، قديمى)

(وأبو داؤد، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار: ۲/۲۸۷، إمداديه ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ۲/۷۰، قديمى)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۲۳۳، (رقم الحديث: ۱۲۰۲)، دار إحياء التراث العربى بيروت)

۲......مجبوری واضطراری کے احکام جداگانہ ہیں، جس درجہ کی مجبوری ہوتی ہے اس درجہ کی اس کے لئے احکام میں سہولت بھی ہوتی ہے، حتی کہ جان بچانے کے لئے مردار کھانے کی بھی اجازت ہوتی ہے(۱)۔اور ہر شخص کی مجبوری یکساں نہیں، زندگی کا گزارہ ملازمت پر موقوف نہیں، دوسرے بھی رزق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوی إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

(وكذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهانی،، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵۶۲/۲، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فی الأكل: ۳۶۲/۴، رشيديه)

(۲) "عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، ص: ۴۵۴، قديمی)

"أقول: بل حصول الرزق أسبق وأسرع من وصول أجله؛ لأن الأجل لا يأتی إلا بعد فراغ الرزق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الصيد والتوكل، الفصل الثالث: ۱۷۳/۹، رشيديه)

(وبمعناه فی سنن ابن ماجة، المقدمة، باب فی القدر: ص: ۸، قديمی)

ملازمت سے سبکدوشی کی دھمکی کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرانا

سوال[۸۸۱۶]: زید ایک سرکاری ملازم ہے، چھ بچوں کا باپ ہے، احکامِ اسلامی کا پابند ہے، اس کے افسر نے چند دن پہلے بلا کر کہا کہ تم کثیر الاولاد ہو، اس لئے فیملی پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیوی کا آپریشن کرالو۔ اس پر زید نے کہا: میرا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا، اس لئے میں ہرگز ہرگز آپریشن نہیں کراؤں گا۔ اس وجہ سے افسر نے دھمکی دی کہ تم ملازمت سے سبکدوشی پر تیار رہو۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب مذہبِ اسلام پر اعتماد کرتے ہوئے افسر بالا کو جواب دے دیا تو اس پر پختہ اور ثابت قدم رہنا چاہیے، اس کی دھمکی کی وجہ سے مذہب کے خلاف اقدام کرنا عقلاً ونقلاً روا نہیں۔ اللہ رازق ہے، اس پر یقین رکھیں: ﴿إن اللّٰه هو الرزاق ذوالقوة المتين﴾(۱)۔

اگر ملازمت سے محرومی ہوگئی تو خدائے پاک کے دفتر سے تو نام نہیں کٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ دوسرا دروازہ کھول دیں گے، جیسا کہ وعدہ ہے:

﴿ومن يتق اللّٰه يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لايحتسب، ومن يتوكل على اللّٰه، فهو حسبه﴾(۲)۔

افسر کے قبضہ میں روزی نہیں، اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے: ﴿وما من دآبة في الأرض إلا على اللّٰه رزقها﴾(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۵ھ۔

---

(۱) (سورة الذاريت: ۵۸)

(۲) (سورة الطلاق: ۳)

(۳) (سورة هود: ۶)

ایسا آپریشن کہ جس سے جماع پر قدرت نہ رہے

سوال[۸۸۱۷]: زید نے زینت سے بارہ سال قبل شادی کی، وہ تین بچے کی ماں ہے، ابھی زید نے بھسکٹمی آپریشن کرایا ہے، زینت کہتی ہے کہ اس آپریشن کی وجہ سے زید وطی پر قادر نہیں رہ گیا اور فی الحال اس کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں ہے اور نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے۔ تو فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور کس صورت میں فسخ کر سکتی ہے؟ اور ایسا آپریشن کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس آپریشن سے کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

محمد سید علی، ڈی کے کوچ، بہار۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا آپریشن کرالینا جس سے وطی پر قدرت ہی نہ رہے، یا اولاد پیدا ہونے کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے، ہرگز جائز نہیں بلکہ سخت گناہ ہے(۱)، تاہم اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوا(۲)۔ اگر زینت اس

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سوره بنی إسرائیل: ۳۱)

"قال عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه: كنا نغزوا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و لیس لنا شیء، فقلنا: ألا نستخصی؟ فنهانا عن ذلک، الخ". (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکره من التبتل والخصاء: ۷۵۹/۲، قدیمی)

"قال الحافظ العسقلانیؒ فی شرح الحدیث المذکور: "والحجة فیه أنهم اتفقوا علی منع الجب والخصاء، فیلحق بذلک ما فی معناه من التداوی بالقطع أصلاً". (فتح الباری: ۹۷/۹، دار المعرفه بیروت)

(وکذا فی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب القتل، ص: ۷۴، سعید)

(وکذا فی إحیاء علوم الدین، کتاب النکاح، آداب المباشرة: ۵۱/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب فی حکم العزل: ۷۵/۳، سعید)

(۲) "فلوجبّ بعد وصوله إلیها مرةً أو صار عنیناً بعده: أی الوصول، لایفرّق، لحصول حقها بالوطء مرةً". (الدرمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیره: ۴۹۴/۳، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب الطلاق، باب العنین وغیره: ۲۳۹/۳، دارالکتب العلمیة بیروت) =

کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو کسی طرح خوشامد کر کے یا لالچ دیکر یا مہر کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کرلے، یا دوسرے لوگ زید سے طلاق دلوادیں (۱)۔ایسا آپریشن کرانے والا اگر مرجائے تو اس کے جنازہ کی بھی نماز پڑھی جائے گی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۴/۱/۲۴ھ۔

تبدیلیٔ جنس

سوال[۸۸۱۸]: سیکس تبدیل کرنا یعنی آپریشن کے ذریعہ مرد سے عورت بننا، یا عورت سے مرد بننا شریعتِ مطہرہ کی رو سے کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟اس قسم کے متعدد واقعات ہو چکے ہیں اس لئے عالی جناب

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره: ۲۰۶/۴، رشيديه)

(۱) "إذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمالٍ يخلعها به، فإذا فعلا ذلک، وقعت تطليقةٌ بائنةٌ، ولزمها المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۲۱۱/۴، مصطفىٰ البابى الحلبى، مصر)

(۲) "عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير، برًّا كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر. والصلوة واجبة على كل مسلم، برًّا كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر". (أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في العزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمداديه ملتان)

"والصلوة واجبة": أى كفائياً "على كل مسلم" ميت طاهر "براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر": أى في حيوته". (بذل المجهود، كتاب الجهاد، باب في الغرو مع ائمة الجور: ۲۱۳/۴، إمداديه ملتان)

"والصلوة": أى صلوة الجنازة "واجبة": أى فرض كفاية عليكم أن تصلّوا "على كل مسلم": أى ميت ظاهره الإسلام "بَراً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل الثاني: ۲۰۱/۳، رشيديه)

کو زحمت دی جارہی ہے۔

محمد مصطفیٰ قاسمی، فیروز آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مرد زنانہ ہیئت اختیار کرے، یا زنانہ لباس پہنے س پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ ہیئت اختیار کرے، یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، یہاں تک کہ جو عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو اس پر بھی لعنت آئی ہے:

"لعن اللّٰہ الفروج علی السروج". کذا فی فتح القدیر (۱)۔

نیز: "لعن اللّٰہ المتشبهین من الرجال بالنساء". اور "لعن اللّٰہ المتشبهات من النساء بالرجال" (۲)۔

پھر مستقلاً صفتِ ذکورت کو انوثت میں تبدیل کرنا، یا صفتِ انوثت کو ذکورت میں تبدیل کرنا کہاں درست ہوگا کہ اس میں ہر دو کی تخلیق کی مخصوص غایت ہی فوت ہو جاتی ہے، تغییر خلق اللہ کی قباحت قرآن کریم میں مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود غفرلہ۔

---

(۱) لم أجده فی فتح القدیر، وقد قال العلامة ابن نجیمؒ: "ولا ترکب امرأة مسلمة علی السرج، لقوله علیه الصلوة والسلام: "لعن الله الفروج علی السروج". هذا إذا رکبت متلهیةً أم متزینةً لتعرض نفسها علی الرجال". (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس: ۸/۳۴۶، رشیدیه)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "لا أصل له". (الموضوعات الکبری، حرف اللام، ص: ۱۸۵، قدیمی)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال: لعن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین الخ: ۲/۸۷۴، قدیمی)

(ومشکوة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(وفیض القدیر مع الجامع الصغیر: ۱۰/۴۹۹۴، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولأضلّنّهم ولأمنینهم ولاٰمرنّهم، فلیبتکن اٰذان الأنعام، ولاٰمرنهم فلیغیرن خلق الله﴾ =

برتھ کنٹرول

سوال[۸۸۱۹]: برتھ کنٹرول جائز ہے کہ نہیں، اگر جائز نہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا فتح الملہم کی اس عبارت سے برتھ کنٹرول ثابت نہیں ہوتا:

"والفرار من حصول الولد يكون لأسباب: منها: خشية علوق الزوجة الأمَة، لئلا يصير الولد رقيقاً، أوخشية دخول الضرر على الولد المرضع إذاكانت الموطوئة مرضعةً، أو فراراً من كثرة العيال إذاكان الرجل مقلاً، فيرغب عن قلة الولد، لئلا يتضرر بتحصيل الكسب، وكل ذلك لايُغني شيئاً". فتح الملهم: ۵۱۳/۲(۱)۔

اس آخری صورت کے بارے میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

''زیادہ بچوں کی وجہ سے باپ کو تنگی میں مبتلا ہونے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر طرح کے جائز اور ناجائز ذرائع اختیار کر لینے کا خوف ہو تو استقرارِ حمل روکا جاسکتا ہے، کیونکہ جتنی کم ہی تنگی ہوگی، دین کی ہدایتوں پر عمل کرنے میں اتنی ہی آسانی ہوگی''۔احیاء(۲)۔

= (سورة النساء: ۱۱۹)

قال القرطبی رحمه الله تعالیٰ فی تفسير الآية المذكورة: "اختلف العلماء فی هذا التغيير إلى ماذا يرجع، فقالت طائفة: هو الخصاء وفقء الأعين وقطع الآذان". (الجامع لأحكام القرآن، سورة النساء: ۲۵۰/۵، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فی روح المعانی، سورة النساء: ۱۵۰/۵، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(۱) (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل: ۵۱۳/۳، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۲) "الثالثة: الخوف من كثرة الحرج بسبب كثرة الأولاد والاحتراز من الحاجة إلى التعب فی الكسب ودخول مداخل السوء، وهذا أيضاً غير منهیٌّ عنه، فإن قلة الحرج معين على الدين". (إحياء علوم الدين، كتاب النكاح، آداب المعاشرة، العاشرة فی آداب الجماع: ۵۲/۲، دارإحياء التراث العربی بيروت)

فقہاء کے ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ ''برتھ کنٹرول'' جائز ہے، اس لئے یہ آخری سبب دورِ حاضر کے اکثر وبیشتر گھرانوں میں پایا جاتا ہے۔ باندی سے عزل نہ کرنے میں تو ایک خطرہ تھا، جس کی وجہ سے اجازت دی گئی، اگر عزل کرنا اچھا نہیں تو پھر حرہ سے اجازت لے کر عزل کرنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے۔ حرہ سے اجازت لے کر عزل کرنا اس کا بیّن ثبوت ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور عزل ہی کی ترقی یافتہ صورت کا نام برتھ کنٹرول ہے۔ آخر اس صریح حدیث کے ہوتے ہوئے برتھ کنٹرول کو کیوں ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ فتح الملہم کی عبارتِ منقولہ میں اسبابِ عزل کو نقل کرنے کے بعد صراحت کردی گئی ہے: ''وكل ذلك لا يغني شيأً'' (۱) تو پھر اس سوال کا کیا محل باقی رہ گیا، فتح الملہم کی اس عبارت سے برتھ کنٹرول ثابت نہیں ہوتا۔ عبارتِ احیاء اگر نقل کی جاتی تو اس کے متعلق بھی ممکن ہے کہ کچھ جواباً عرض کیا جاتا، علاوہ ازیں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ شافعی المذہب ہیں، فروعی مسائل میں حنفیہ پر ان کی عبارت حجت وقابلِ استدلال نہیں ہے (۲)۔ نیز نفسِ نکاح کی بھی ان کے نزدیک وہ حیثیت نہیں جو کہ حنفیہ کے نزدیک ہے،

---

(۱) (راجع، ص: ۳۰۳، رقم الحاشية: ۱)

(۲) مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''علامہ شامیؒ نے اپنے رسالہ شفاء العلیل میں استیجار علی التلاوۃ کی ممانعت پر دلائل قائم کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

''وحيث نصوا على أن مذهب أئمتنا الثلثة المنع مطلقاً مع وضوح الأدلة عليه، واستثنىٰ بعض المشايخ أشياء، وعلّلوا ذلک بالضرورة المسوغة لمخالفة أصل المذهب، كيف يسوغ للمقلد طرد ذلک، والخروج عن المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية، على أنه لو ادعى أحد إلحاق مافيه ضرورة غير مانصو عليه به، قلنا: إن نمنعه، وإن وجدت فيه العلة، إلا أن يكون من أهل القياس، فقد نص ابن نجيم فى بعض رسائله على أن القياس بعد الأربعمأة منقطع، فليس لأحد أن يقيس مسئلةً على مسئلة، فما بالک بالخروج عن المذهب، فعلى المقلد اتباع المنقول، ولهذا لم نر أحداً قال بجواز الاستيجار على الحج بناءً على ما أفتى به المتأخرون .... اهـ''.

ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا صحیح جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو لے کر اُسی چیز کے جواز پر فتویٰ ہوسکتا =

نکاح کے غوائل اور مہلکات کی تفصیل احیاء العلوم میں دیکھنے کے بعد شاید نکاح پر اقدام کا قصد ہی باقی نہ رہے، تابعزل چه رسد(۱).

= ہے، جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو، غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص فی مذہب الغیر پر قیاس کر کے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو مذہب غیر میں منصوص نہ ہو، اور پھر ضرورت کی وجہ سے اس سے اپنے متخرجہ جواز پر فتویٰ دے جیسا کہ بعض لوگوں نے علامہ شامی کے زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کر کے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا، قیاساً علی جواز تعليمه المنصوص في مذهب الإمام مالك والشافعي. اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اس قیاس فاسدہ کو رد کرنا ہے"۔(حیلہ ناجزہ، تفریق بین الزوجین بحکم حاکم الخ، فائدہ مہمہ: ۳۵، ۳۶، ۳۷، دار الاشاعت)

(۱) امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ آفاتِ نکاح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الأولى وهي أقواها: العجز عن طلب الحلال، فإن ذلك لايتيسر لكل أحد، لاسيما في هذه الأوقات مع اضطراب المعائش، فيكون النكاح سبباً في التوسع للطلب والإطعام من الحرام، وفيه هلاكه وهلاك أهله والمتعزب في أمن من ذلك، وأما المتزوج ففي الأكثر يدخل في مداخل السوء، فيتبع هوى زوجته ويبيع آخرته بدنياه .... ويقال: إن أول مايتعلق بالرجل في القيامة أهله وولده، فيوقفونه بين يدي الله تعالىٰ ويقولون: ياربنا خذلنا بحقنا منه، فإنه ماعلمنا مانجهل، وكان يطعمنا الحرام ونحن لانعلم فيقتص لهم منه. وقال بعض السلف: إذا أراد الله بعبد شراً، سلط عليه في الدنيا أنياباً تنهشه يعني العيال .... اهـ".

الآفة الثانية: القصور عن القيام بحقهن والصبر على أخلاقهن واحتمال الأذى منهن، وهذه دون الأولى في العموم، فإن القدرة على هذا أيسر من القدرة على الأولىٰ، وتحسين الخلق مع النساء والقيام بحظوظهن أهون من طلب الحلال، وفي هذا أيضاً خطر؛ لأنه راع ومسئول عن رعيته .... والإنسان قد يعجز عن القيام بحق نفسه، وإذا تزوج تضاعف عليه الحق وانضافت إلى نفسه نفس أخرى، والنفس أمارة بالسوء، إن كثرت كثر الأمر بالسوء غالباً، ولذلك اعتذر بعضهم من التزويج وقال: أنا مبتلىٰ بنفسي وكيف أضيف إليها نفساً أخرىٰ. .... وكذلك اعتذر إبراهيم بن أدهم رحمه الله تعالىٰ وقال: لاأغرّ امرأة بنفسي ولا حاجة لي فيهن: أي من القيام بحقهن وتحصينهن وامتاعهن وأنا عاجز عنه. وكذلك اعتذر بشر وقال: يمنعني من النكاح قوله تعالىٰ: ﴿ولهن مثل الذي عليهن﴾ .... فهذه آفة عامة أيضاً وإن كانت دون عموم الأولىٰ .... اهـ. .... =

اقوالِ فقہاء سے مراد اگر عبارتِ منقولہ فتح الملہم ہے تو اس کا جواب خود ہی اس عبارت میں موجود ہے "وکل ذلك لایغنی شیئاً"۔ اگر اس کے علاوہ دوسرے اقوال مراد ہیں جو کہ فتح الملہم میں مذکور ہیں تو ان کا حاصل بھی وہ نہیں جو آپ نے سمجھا، ان اقوال میں نہی اور تحریم کا بھی قول ہے، پھر مطلقاً فقہاء کے اقوال سے جواز ثابت کرنا ان اقوال سے صَرفِ نظر کرنا، بلکہ ان کے خلاف ثابت کرنا ہے۔

سوال میں تو آپ نے کوئی صریح حدیث نقل نہیں کی جس کا جواب درکار ہے۔ اگر مسئلہ کی شان یہ ہوتی کہ مطلقاً اقوالِ فقہاء سے اور صریح حدیث سے جواز ہوتا تو غالباً آپ کو استفسار کی ضرورت ہی نہ ہوتی، بلکہ مسئلہ خود ہی واضح ہو جاتا، استفسار کا سبب ہی یہ ہے کہ نہ اقوالِ فقہاء سے مطلقاً اجازت ملتی ہے، نہ صریح حدیث سے، دونوں سے اثبات میں تجشم کی نوبت آتی ہے۔ بلا تکلف جو کچھ حدیث میں ملتا ہے، وہ ہے:

"ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذٰلك الوأد الخفيّ، وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾ رواه مسلم، اهـ"۔ مشکوة شریف، ص:۲۷٦ (۱)۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لمعات سے محشی نے نقل کیا ہے:

"قوله: "وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾: أی هذه الفعلة الشنيعة التی هی العزل مندرجةٌ تحت هذه الاٰية، ذكرها تاكيداً لبيان شناعته، اهـ"(۲)۔

اگر حدیث وفقہ سے صاف صاف جواز ثابت ہوتا تو شیخ اس کو "الفَعلة الشنيعة" نہ فرماتے۔ اس مسئلہ

= الآفة الثالثة: وهي دون الأولیٰ والثانية: أن يكون الأهل والولد شاغلاً له عن الله تعالیٰ وجاذباً له إلى طلب الدنيا، وحسن تدبير المعيشة للأولاد بكثرة جمع المال، وادّخاره لهم، وطلب التفاخر والتكاثر بهم، وكل ماشغل عن الله من أهل ومال وولد، فهو مشؤوم على صاحبه". (إحياء علوم الدين، كتاب النكاح، آفات النكاح وفوائده، أما آفات النكاح فثلاث، الخ: ۴۳/۲، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، ص: ۲۷٦، قديمی)

(وأيضاً الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب فی حكم الغيلة: ۴٦٦/۲، قديمی)

(وأيضاً سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب الغيلة، ص: ۱۴۵، قديمی)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، (رقم الحاشيه: ۳)، ص: ۲۷٦، قديمی)

پر دو رسالے بھی دیوبند سے شائع ہو چکے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فیملی پلاننگ

سوال [۸۸۲۰]: آج کل جو دوائیں وغیرہ حمل نہ ٹھہرنے کے لئے گورنمنٹ نے نکالی ہیں ان کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کثرت آبادی کی روک تھام کی وجہ سے ایسا کرنا کیسا ہے؟ ایک عالم صاحب نے ایسا کرلیا ہے، گورنمنٹ نے ایسا قانون بھی بنادیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

کوئی ایسی دوا یا تدبیر اختیار کرنا کہ ہمیشہ کے لئے ولادت کی صلاحیت ختم ہوجائے، یا حمل قرار نہ پائے، کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں (۲)۔ کثرتِ آبادی کے خوف سے پیدائش کو محدود کرنا نظامِ خداوندی میں دخل اندازی ہے، خداوند قدوس نے جتنی جاندار مخلوق پیدا کی ہے، سب کے لئے رزق کا وعدہ فرمایا ہے: ﴿ومامن دآبة فی الأرض إلا علی اللّٰه رزقها﴾(۳)۔

زمانۂ جاہلیت میں قلتِ رزق کے خوف سے لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے. آج کی فیملی پلاننگ بھی اسی تصور کی ایک مہذب تصویر ہے، قرآن پاک میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے: ﴿ولاتقتلوا أولادكم خشية إملاق﴾(٤). یعنی "فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو"۔

(۱) ملاحظہ فرمائیں رسالہ: (ضبط ولادت) مؤلف مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولاتقتلوا أولادكم خشية إملاق، نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة الإسراء: ۳۱)

"قال عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: كنا نغزوا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وليس لنا شئٌ، فقلنا: ألا نستخصی؟ فنهانا عن ذلک". (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب مايكره من التبتل والخصاء: ۷۵۹/۲، قديمی)

"ويحرم خصاء بنی آدم". (الفتاوی السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب القتل ونحوه، ص: ۷۴، سعيد)

(۳) (سورة هود: ۶)

(۴) (سورة الإسراء: ۳۱) .... =

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر کثرتِ اولاد کی ترغیب فرمائی ہے، ارشاد ہے:"تزوّجوا الودود الولود، فإنی مکاثرٌ بکم الأمم". مشکوۃ شریف:۲/۲٦۷(۱)۔

یعنی"ایسی عورت سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی ہو جس سے زیادہ اولاد پیدا ہو سکے، کیونکہ میں قیامت میں اپنی امت کی کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔

جو کام خلافِ شرع ہو، اس پر کسی کو جبر کا حق نہیں، نہ اس کا ماننا درست ہے، جب تک ہو سکے اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے (۲)۔ ان عالم صاحب نے یہ کام شرعاً صحیح نہیں کیا، بلکہ خلافِ شرع کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۸/۸۸ھ۔

خاندانی منصوبہ بندی

الاستفتاء [۸۸۲۱]: إن فی دیارنا مَن ینکرون تحدید النسل، وبعضهم یبیحونه أیضاً، ویستدل المنکرون بقوله تعالیٰ: ﴿ولاتقتلوا أولادكم خشية إملاق﴾. ونحو ذٰلك۔ ویجیب المبیحون لذٰلك أن الولد لایصدق علی النطفة ولایجری حکم الولد علی النطفة، مثلاً: من قتل ولداً فعلیه القصاص، ومن أفسد نطفةً فلاقصاص علیه. وفوق ذٰلك أن العزل جائز وأباحه الشارع علیه السلام، وتحدید النسل فی مصرنا مثال القول الذی أجازه النبی صلی اللہ علیه

= "وكانت العرب تفعل ذلك خشية الإملاق والعار". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۱۸۹): ۶/۳۴۶، رشيديه)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثانی، ص: ۲٦۷، قديمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب النكاح، باب فی تزويج الأبكار: ۲/۲۸۷، امداديه ملتان)

(وسنن النسائی، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ۲/۷۰، قديمی)

(۲) "عن النوّاس بن سمعان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، ص: ۳۲۱، قديمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله: ۱/۲۱۲، (رقم الحديث: ۱۰۹۸)، دارإحياء التراث العربی بيروت)

وسلم. ما ذا قول الصواب؟

الجواب حامداًومصلیاً:

تحدید النسل الذی أشاعته الحکومة فی المملکة بنظام خاص واهتمام عام هوخلاف مقصود الشارع قطعاً وحتماً، لِمَاورد فی الحدیث:

"عن معقل بن یسار رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "تزوّجوا الودود الولود، فإنی مکاثرٌ بکم الأمم". رواه أبوداؤد(۱) والنسائی (۲)۔

وفی تحدید النسل تقلیل الأمة بلاشبهة، بل قطع النسل لازم، وهذا القطع إن لم یکن قتلاً، لکن هو قریب من الاختصاء:

"عن سعد بن أبی وقاص رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: ردّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیٰ عثمان بن مظعون التبتل، ولو أذن له لاختصَینا". متفق علیه(۳)۔

"والعزل هو الوأد الخفیّ:

"عن جدامة بنت وهب رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: حضرتُ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی أناس وهو یقول: "لقد هممتُ أن أنهیٰ عن الغیلة، فنظرت فی الروم وفارس فإذاهم یغیلون أولادهم ولایضرّ أولادَهم ذٰلک شیئاً". ثم سألوه عن العزل، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "ذٰلک الوأد الخفیّ، وهی: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾ رواه مسلم(٤)۔

---

(۱) (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الأبکار: ۲/۲۸۷، إمدادیه ملتان)

(۲) (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب کراهیة تزویج العقیم: ۲/۷۰، قدیمی)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایکره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

"قال عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: کنا نغزوا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، ولیس لنا شیٌ، فقلنا: ألانستخصی؟ فنهانا ذلک". (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایکره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تأقت نفسه إلیه: ۱/۴۴۹، قدیمی)

(۴) (الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وهی وطئ المرضع وکراهة العزل: ۱/۴۶۶، قدیمی)

فقال شارح المشکوة: "أی هٰذه الفعلة الشنیعة التی هی العزل مندرجةٌ تحت هٰذه الاٰیة ذکرها تاکیداً لبیان شناعته. والوأد دفن الولد حیّاً، وجعل العزل فی حکم الوأد لِمَا فیه من إضاعته النطفة المهیأة لکونها ولداً"(۱)۔

والعلة التی کانوا یقتلون الأولاد لها وهی الإملاق أو خشیة الإملاق، کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولاتقتلوا أولادکم خشیة إملاق﴾(۲)، وفی موضع اٰخر ﴿ولاتقتلوا أولادکم من إملاق﴾(۳). هی العلة الباعثة والداً علیه لتحدید النسل، وردّها اللّٰه بقوله: ﴿نحن نرزقکم وإیاهم﴾(٤). فتحدید النسل بهٰذه العلة لقطع الاعتماد علیٰ وعد اللّٰه تعالیٰ، وهو لایخلف المیعاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۵ھ۔

---

(۱) (اللمعات شرح المشکوة، بحواله حاشیة مشکوة، کتاب النکاح، باب المباشرة، (رقم الحاشیة: ۳) ص: ۲۷٦، قدیمی)

"ذلک الوأد الخفی" آں یعنی عزل "وأد" نہانی است "وأد" بہمزہ زندہ بگور کردن، مولود را، ونہادن بجہتِ آں گفت، وحقیقت وأد نیست زیرا کہ دَرْ وَے از باقِ روح نیست، بلکہ درحکم او ومشابہ ویاوست، پس مکروہ باشد"، وهی ﴿وإذا المؤودة سئلت﴾. وایں خصلتِ قبیحہ وفعلِ شنیعہ داخلِ مضمونِ ایں آیتِ کریمہ است"۔ (أشعة اللمعات، کتاب النکاح، باب المباشرة: ۱۳۲/۳، مکتبه الحرمین الشرفین کوئٹه)

(۲) (سورة الإسراء: ۳۱)

(۳) (سورة الأنعام: ۱۵۱)

(۴) (سورة الأ نعام: ۱۵۱)

ترجمۂ سوال: ہمارے شہروں میں بعض لوگ خاندانی منصوبہ بندی کا انکار کرتے ہیں اور بعض مباح قرار دیتے ہیں۔ منکرین اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ولاتقتلوا أولادکم خشیة إملاق﴾ اوراس کے مثل (دوسری آیات) سے استدلال کرتے ہیں۔ مباح قرار دینے والے اس کا جواب دیتے ہیں کہ نطفہ پر "وَلَد" صادق نہیں آتا اور نطفہ پر "ولد" کا حکم جاری نہیں ہوتا، مثلاً: ولد کو قتل کرنے والے پر قصاص لازم آتا ہے اور نطفہ کو فاسد کرنے والے پر قصاص لازم نہیں آتا۔

اوراس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ عزل جائز ہے، شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو مباح فرمایا ہے، خاندانی منصوبہ بندی ہمارے زمانے میں عزل کی مثال ہے جس کی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔ صحیح قول کیا ہے؟ =

....

=**ترجمۂ جواب:**

خاندانی منصوبہ بندی -جس کو حکومت نے ملک میں خاص نظام اور عام اہتمام کے ساتھ جاری کیا ہے-قطعی طور پر شارع علیہ الصلاۃ السلام کے مقصود کے خلاف ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، اس لئے کہ میں تمہاری کثرت پر (قیامت میں) دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا''۔نسائی، ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے''۔

اور خاندانی منصوبہ بندی میں بلاشبہ امت کی تقلیل ہے، بلکہ نسل کا قطع کرنا لازم ہے، اور یہ قطعِ نسل اگرچہ قتل نہیں، مگر خصی ہونے کے قریب ہے (جس کے بارے میں) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبتل کو رد فرمایا (ممانعت فرمادی)، ان کو اجازت دیدیتے تو ہم خصی ہوجاتے۔متفق علیہ''۔

اور عزل وأدِ خفی ہے جس کے بارے میں بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کی ایک جماعت میں حاضر ہوئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے: ''میں نے غیلہ (زمانۂ حمل میں صحبت کرنا) سے ممانعت کرنے کا ارادہ کیا تھا، پھر میں نے روم وفارس میں غور کیا کہ وہ غیلہ کرتے ہیں اور اس سے ان کے بچوں کو نقصان نہیں ہوتا''۔ پھر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ تو وأدِ خفی ہے'' (جس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے): ﴿وإذا المَوْءُودَةُ سُئِلَتْ﴾ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے''۔

شارحِ مشکوۃ نے تحریر فرمایا ہے:

''یہ فعلِ شنیع جو کہ عزل ہے اس کے تحت داخل ہے، اس کی شناعت کے بیان کی تاکید کے لئے اس کو ذکر کیا ہے''۔

اور وأدِ خفی زندہ بچہ کو دفن کرنے کو کہتے ہیں اور عزل کو وأد کے حکم میں قرار دیا، چونکہ اس میں نطفہ کا ضائع کرنا لازم آتا ہے جو بچہ ہونے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔اور علت -جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے-فقر وفاقہ یا فقر وفاقہ کا اندیشہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق﴾ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ولا تقتلوا =

ضبطِ تولید

سوال[۸۸۲۲]: کسی ضرورت کی بناء پر مثلاً بیوی کمزور ہو یا بچہ بہت چھوٹا ہو تو "برتھ کنٹرول" کے ذریعہ ادویہ ضبط تولید کر سکتا ہے یا نہیں؟ اخبار "قومی آواز لکھنؤ" مورخہ ۲۱/فروری/۱۹۶۱ء میں خبر ہے کہ علمائے پاکستان نے ضبطِ تولید کو جائز کہا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

میں نے یہ اخبار نہیں دیکھا، نہ علمائے پاکستان کا فتویٰ دیکھا۔ اگر بیوی اتنی کمزور ہو کہ ولادت سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی عارضی تدابیر اختیار کرنا، جن سے قوت آنے تک استقرار حمل نہ ہو، درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ضبطِ تولید کے دلائل

سوال[۸۸۲۳]: ضبطِ تولید کے متعلق حکومتی ادارے کے مسلم کارکنان قرآنی آیات ضبطِ تولید کے

= أولادكم من إملاق﴾. خاندانی منصوبہ بندی کی بھی یہی علت باعث اور داعی ہے۔ اور اس (علت) کو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا ہے اپنے اس قول: ﴿نحن نرزقكم وإياهم﴾ سے پس اس علت کی بناء پر خاندانی منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد نہ ہونے کی بناء پر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں فرماتے۔

(۱) "في الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة، يسعه العزل بغير رضاها، لِفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل: ۱۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۶/۲، غفاريه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهيه، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشيديه)

"قيل: ذلك لايدل على حرمة العزل بل على كراهته". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المباشرة: ۳۴۷/۸، رشيديه)

متعلق جواز میں پیش کرتے ہیں، مثلاً: ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة﴾(١) ﴿يا أيها الذين آمنوا لاتلهكم أموالكم ولا أولادكم عن ذكر الله﴾(٢)، ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾(٣) ﴿وماجعل عليكم فى الدين من حرج﴾(٤)۔

ان آیات کا غلط ترجمہ وغلط تشریحات کرکے مہلک وگمراہ دلائل سے مخلوق کو اپنے دام میں لاتے ہیں۔

اوراحادیث میں:

"المؤمن القوى خيرٌ من المؤمن الضعيف"(٥)۔ فى صحيح البخارى ومسلم: "عن أبى سعيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: أصبنا سبياً، فكنا نعزل، فسألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "أو إنكم لتفعلون" —قالها ثلاثاً— "ما من نسمة كائنة إلى يوم القيامة إلاهى كائنة". بخارى، ص: ٧٨٤(٦)۔

اورپھر ذیل میں یہ آیت: ﴿إن من أزواجكم وأولادكم عدوّلكم فاحذروهم﴾(٧)۔

---

(١) (سورة التغابن: ١٥)

(٢) (سورة المنافقون: ٩)

(٣) (سورة البقرة: ١٨٥)

(٤) (سورة الحج: ٧٨)

(٥) (رواه أبو نعيم فى حلية الأولياء، عمرو بن عثمان المكى، (رقم الترجمة: ٥٨١): ٢٩٦/١٠، مكتبه الخانچى)

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه يبلغ به النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "المؤمن القوى خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف، وفى كل خير، احرص على ماينفعك ولا تعجز، فإن غلبك أمر فقل: قدر الله وماشاء فعل، وإياك واللَوْ، فإن اللَوْ تفتح عمل الشيطان". (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ص: ٣٠٧، قديمى)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبلؒ: ٦٢/٣، مسند أبى هريره رضى الله تعالىٰ عنه، (رقم الحديث: ٨٦١١)، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(٦) (صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب العزل. ٧٨٤/٢، قديمى)

(٧) (سورة التغابن: ١٤)

اوّلاً تو تراجم غلط تراشیدہ ہیں، اور پھر احادیث وآیاتِ قرآنیہ کو خلط ملط کر کے نہایت گمراہ کن عقلی ونقلی دلائل سے بالخصوص علمی طبقہ میں کام کررہے ہیں۔ لہٰذا جلد قرآن اور نصوصِ قطعیہ کے مدلّل حوالوں کے ساتھ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں کہ شریعتِ مطہرہ میں ضبطِ تولید کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور عزل کی احادیث اب کیا حکم رکھتی ہیں، کیا فی زمانناً بھی عزل جائز ہے؟ اگر ہے تو مدلّل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلۂ ضبطِ تولید سے متعلق رسائل شائع ہو چکے ہیں، دو رسالے خود یہاں کے دارالافتاء سے شائع کئے جا چکے ہیں، ان میں تفصیلی دلائل موجود ہیں، ان کا مطالعہ مفید ہوگا۔

باقی آیاتِ مذکورہ سے استدلال کرنے والوں سے دریافت کیا جائے کہ جس طرح اولاد کی پیدائش پر پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ یہ فتنہ اور دشمن اور خدائے پاک سے غفلت کا سبب ہیں تو اموال پر پابندی کیوں نہیں عائد کی جاتی ہیں جبکہ دونوں کو ایک ہی ساتھ بیان کیا گیا ہے، چاہئے کہ اقل قلیل مال پر قناعت کی جائے، حالانکہ اس قناعت کی ترغیب صراحت کے ساتھ نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ میں موجود ہے(۱)۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی اس کی عملی تعلیم کے لئے بہت کافی ہے، مگر وہاں قناعت

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولو لأن يكون الناس أمةً واحدةً، لجعلنا لمن يكفر بالرحمٰن لبيوتهم سقفاً من فضّة ومعارج عليها يظهرون﴾ (سورة الزخرف: ۳۳)

قال الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: "استئناف مبين لحقارة متاع الدنيا ودنائة قدره عندالله عزوجل، والمعنى: أن حقارة شأنه بحيث لولا كراهة أن يجتمع الناس على الكفر ويطبقوا عليه لأعطينا على أتم وجه من هو شر الخلائق وأدناهم منزلة، فكراهة الاجتماع على الكفر هي المانعة من تمتيع كل كافر .... والكراهة المذكورة هي وجه الحكمة في ترك تنعيم كل كافر وبسط الرزق عليه".

(روح المعانی، سورة الزخرف: ۲۵/۷۹، دار إحياء التراث العربی بيروت)

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "يدخل الفقراء الجنة قبل الأغنياء بخمس مأة عام نصف يوم". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، ص: ۴۴۷، قديمی)

اختیار نہیں کی جاتی، بلکہ حرام وحلال کی تمیز کو ختم کر کے ہر طرح مال سمیٹنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، سود ہو، رشوت ہو، دھوکہ ہو، مردار کی بیع ہو، شراب کی تجارت، سینما وفلم وغیرہ، غرض کسی طرح ہو مال ملنا چاہئے، ﴿أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض﴾(۱) کا کس قدر نمایاں مظاہرہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ضبطِ تولید کے دلائلِ جواز کا جائزہ

سوال[۸۸۲۴]: زید کا قول ہے کہ ضبط تولید (نس بندی) جائز ہے، اس پر چند دلیلیں ہیں:

دلیل اول یہ ہے کہ چونکہ یہ قتلِ اولاد کی ممانعت میں داخل نہیں، اس لئے کہ قتل کا اطلاق ذی روح کو مارنے پر ہوتا ہے اور نس بندی میں استقرارِ حمل سے روکنا ہے، نہ کہ قتل سے، لہذا نس بندی جائز ہے۔

دلیلِ ثانی: ضبط تولید عزل کی طرح جائز ہے۔

دلیلِ ثالث: جبکہ اعضاء بننے سے پہلے اسقاطِ حمل جائز ہے تو نس بندی بدرجۂ اَولیٰ جائز ہوگی، چونکہ اس میں اسقاط حمل نہیں ہے، بلکہ استقرار حمل سے روکنا ہے۔

لہذا اگر نس بندی ناجائز وحرام ہے تو جواب بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف) قتلِ اولاد بھی ممنوع ہے اور قتلِ اولاد جس نظریہ اور مقصد کیلئے تھی وہ مقصد اور نظریہ بھی مذموم وغیر مشروع ہے۔ نس بندی میں قتلِ اولاد نہیں، لیکن مقصد ونظریہ تو وہی ہے جس کے لئے یہ صورت اختیار کی جارہی ہے، وہ مقصد ونظریہ کیا ہے "إملاق" یا "خشية إملاق". یہ نظریہ خود اسلامی اصول ونصوص کے خلاف ہے: ﴿نحن نرزقهم وإياكم﴾(۲) ﴿ألا وإن نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها﴾(۳) "إن

(۱) (سورة البقرة: ۸۵)

(۲) (سورة الإسراء: ۳۱)

(۳) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وأن روح القدس نفث في روعي أن نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها، ألا! فاتقو الله وأجملوا في الطلب، الخ". (مشكوة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني، ص: ۴۵۲، قديمي)

الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله"(۱)۔

پس یہ مقصد ونظریہ نہایت خطرناک ہے جو تکذیبِ نصوص کو متضمن ہے، اس کی زد ایمانیت پر پڑتی ہے۔

(ب) عزل خود محلِ کلام ہے جس کو"وأدِ خفی" قرار دیا گیا ہے(۲)۔ پھر اس سے صلاحیتِ تولید ختم نہیں ہوجاتی، اس پر نس بندی کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نیز مقصد ونظریۂ مذکورہ کے تحت عزل کے جواز پر کونسی نص ہے۔

(ج) اسقاطِ حمل کے جواز کی نص کہاں ہے اور وہ کس مقصد ونظریہ کے تحت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۶ھ۔

کمزوری کی وجہ سے مانعِ حمل دوا کا استعمال

سوال[۸۸۲۵]: ایک عورت ہے اب وہ اس قابل نہیں رہی کہ حمل کا بوجھ برداشت کر سکے، اس وقت وہ حاملہ ہے، ابتدائی مہینہ ہے، مختلف قسم کی ادویات دی جارہی ہیں، پھر بھی کمزوری برابر موجود ہے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا جائے، ورنہ آئندہ جان کے لئے خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثانی، ص: ۴۵۴، قديمی)

(ومجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد فی طلب الرزق: ۴/۷۰، دارالفكر بيروت)

(۲) "عن جدامة بنت وهب رضی الله تعالىٰ عنها أخت عكاشه قالت: حضرتُ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فی أناس وهو يقول: "لقد هممت أن أنهى عن الغيلة، فنظرت فی الروم وفارس، فإذا هم يغيلون أولادهم فلا يضر أولادهم ذلک شيئاً". ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذلک الوأد الخفیّ، وهی: ﴿وإذا الموء ودة سئلت﴾". (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة وهی وطئ المرضع وكراهة العزل: ۱/۴۶۶، قديمی)

(ومشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، ص: ۲۷۶، قديمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

کمزوری کی وجہ سے اگر حمل کاتحمل نہ ہوتو بطورِعلاج ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ قوت آنے تک استقرارحمل نہ ہودرست ہے(۱)۔شوہرکوبھی ہمبستری سے احتیاط چاہئے،خواہش کاغلبہ ہوتو روزے رکھے،لیکن آپریشن وغیرہ کے ذریعہ تولید کی صلاحیت کوختم کردینا جائزنہیں،سخت معصیت ہے،ہرگزاس کاارادہ نہ کریں(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۶/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،۲۶/۱/۹۰ھ۔

مانعِ حمل دوااستعمال کرنا

سوال[۸۸۲۶]: ایک شخص کی بیوی کثرتِ اولاد کی وجہ سے اورایامِ حمل کی طرح طرح کی بیماریوں

---

(۱) "فی الفتاوی: إن خاف من الولد السوء فی الحرة، یسعه العزل بغیر رضاها، لِفسادالزمان، فلیعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل: ۱۷۶/۳، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاریه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیه، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشیدیه)

"قیل: ذلک لایدل علی حرمة العزل بل علی کراهته؛ إذ لیس فی معنی الوأد الخفی؛ لأنه لیس فیه إزهاق الروح بل یشبهه". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب المباشرة: ۳۴۷/۶، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالی: ﴿لاتقتلوا أولادکم خشیة إملاق نحن نرزقهم وإیاکم﴾ (سورة الإسراء: ۳۱)

"عن جدامة بنت وهب أخت عکاشة قالت: حضرت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی أناس وهو یقول: لقد هممت أن أنهی عن الغیلة، فنظرت فی الروم وفارس، فإذاهم یغیلون أولادهم فلایضر أولادهم ذلک شیئاً". ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ذلک الوأد الخفی". وهی: ﴿وإذا المؤودة سئلت﴾. (الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة الخ: ۴۶۶/۱، قدیمی)

اور تکلیفات کی وجہ سے چاہتی ہے کہ مانعِ حمل دوا استعمال کرے اور اس کا شوہر بھی رضامند ہے۔ کیا ایسی صورت میں دوا استعمال کرنا جائز ہے؟ نیز چار اولاد زندہ ہے اور اس کے بعد سے پانچ اولاد ہوئی، سب کا انتقال ہوگیا۔

المستفتی: رسول احمد دوکاندار، جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، لیکن عسرت اور تنگدستی کے خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدگمانی ہے کہ وہ اولاد کو رزق نہیں دیں گے، بلکہ وہ سب کو رزق دیتے ہیں (۱)۔ دوسری وجوہ بیماری وغیرہ کی بناپر شوہر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۵/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/ ۶/ ۵۷ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما من دابة فی الأرض إلا علی اللہ رزقها﴾. (سورة هود: ۶)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة الإسراء: ۳۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقتلوا أولادكم من إملاق﴾ (سورة الأنعام: ۱۵۱)

(۲) "فی الفتاوی: إن خاف من الولد السوء فی الحرة، يسعه العزل بغير رضاها، لفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب فی حكم العزل: ۳/۱۷۶، سعید)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهيه، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۵/۳۵۶، رشيديه)

"قيل: ذلک لايدل علی حرمة العزل بل علی كراهته؛ إذ ليس فی معنی الوأد الخفی؛ لأنه ليس فيه إزهاق الروح بل يشبهه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المباشرة: ۶/۳۴۷، رشيديه)

غیر مسلم کو مانعِ حمل دوا دینا

سوال[۸۸۲۷]: زید ایک طبیب ہے، زید سے غیر مسلم عدمِ استقرارِ حمل کے لئے دوائیں طلب کرنے آتے ہیں۔ تو زید ایسی دوا دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، وهو ظاهر لا یخفیٰ۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت کیلئے فرنچ لیدر کا استعمال

سوال[۸۸۲۸]: عزل تو جائز ہے، اگر عورت اپنی شرمگاہ میں فرنچ لیدر- جو چمڑے کا آلہ ہوتا ہے- رکھے(۱) اور شوہر سے بات چیت کرلے تو رکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صحتِ ولادت کا تحمل نہ کر سکے تو عارضی طور پر اس کی گنجائش ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) ''فرنچ لیدر'' وہ آلہ ہے جو غبارہ نما ہوتا ہے اور جماع کے وقت مرد کے عضوِ تناسل کو چڑھایا جاتا ہے، فیروز اللغات میں ہے: ''فرنچ لیدر'': پلاسٹک وغیرہ کا ایک خول جو بوقتِ جماع عضوِ تناسل پر چڑھایا جاتا ہے تاکہ نطفہ رحم میں داخل نہ ہوسکے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۰، فیروز سنز، لاهور)

(۲) "فی الفتاوی: إن خاف من الولد السوء فی الحرة، یسعه العزل بغیر رضاها، لِفسادالزمان، فلیعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل: ۱۷۶/۳، سعید)

(وكذا فی المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاریه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشیدیه)

"قیل: ذلک لایدل علی حرمة العزل بل علی کراهته". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب =

عزل اور غبارے کا استعمال

سوال[۸۸۲۹]: عزل نسل کشی کے لئے ہوتا ہے اور ایف ایل ربڑ کا غبارہ بھی اسی کام کے لئے ہے۔ مسئلہ کی رو سے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں منشائے شریعت کے خلاف ہیں(۱)، اس عزل کو "وأدِ خفی" قرار دیا گیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

= المباشرة: ۸/۳۴۷، رشيديه)

اردو فتاویٰ اور دیگر اردو فقہی کتب میں باوجود تتبعِ تام اور سعی بلیغ کے اس نام "فرنچ لیدر" سے متعلق کوئی صریحی عبارت نہ مل سکی، لیکن چونکہ اس کی مشابہت اور مماثلت "غبارہ" کے ساتھ زیادہ ہے اور یہ غبارہ سے استعمال کے لحاظ سے زیادہ ملتا جلتا ہے، اس لئے یہ بھی بظاہر اس کے حکم میں ہے۔

(۱) چونکہ منشائے خداوندی ہی منشائے شریعت ہے، اور منشائے خداوندی میں قتل اولاد کی اجازت نہیں، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ولاتقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾. (سورة الإسراء: ۳۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ومامن دابة في الأرض إلاعلى الله رزقها﴾. (سورة هود: ٦)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولاتقتلوا أولادكم من إملاق﴾ (سورة الأنعام: ۱۵۱)

اسی طرح منشائے شریعت میں کثرتِ اولاد کی ترغیب بھی ہے اور عزل وغیرہ سے تقلیل اولاد لازم آتی ہے، جو کہ منشائے شریعت کے خلاف ہے:

"قال النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "تزوّجوا الودود الولود، فإني مكاثرٌ بكم الأمم".

(مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني، ص: ۲٦۷، قديمى)

(وسنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار: ۲/۲۸۷، امداديه)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ۲/۷۰، قديمى)

(۲) "ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذلك الوأد الخفي، وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾". (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة، الخ: ۱/٤٦٦، قديمى)

(ومشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، ص: ۲٧٦، قديمى)

عزل کے جواز کی صورت

سوال[۸۸۳۰]: ہندہ کو تین چار سال کی مدت میں ۵/ مرتبہ اسقاطِ حمل ہو چکا ہے، علاج بھی جاری ہے، حالتِ حمل میں شدید تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں عزل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کی یہ حالت ہے تو صحت ہونے اور قوت آنے تک بیوی کی رضامندی سے عزل کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۱/۸۸ھ۔

اسقاطِ حمل

سوال[۸۸۳۱]: میں ایک ڈاکٹر ہوں، میرے پاس ایک لڑکی تین ماہ کا حمل گروانے کیلئے آئی اور کہا: اگر حمل نہیں گراؤ گے تو میں خودکشی کرلوں گی، میری شادی ہونے والی ہے۔ ایسی صورت میں حمل گرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ میں اس سے قبل چھ حمل گرا چکا ہوں، لیکن اب خدا سے ڈرتا ہوں۔ کوئی صحیح صورت تحریر فرمائیں کہ میں گنہگار نہ ہوں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر پاشا۔ ایم، بی، بی، ایس۔ ایم، بی، ٹی روڈ پنگنور، ضلع چتوڑ، اے پی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی نے آکر کہا کہ مجھے ناجائز حمل ہے، میری شادی ابھی نہیں ہوئی، اس کو ساقط کردیا جائے تو

---

(۱) "العزل ليس بمكروه برضا امرأته الحرة أو برضا مولى امرأته الأمة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في نكاح الرقيق: ۱/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل: ۳/۱۷۵، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب نكاح الرقيق: ۲/۳۴۲، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في زاد المعاد لابن قيم الجوزية، فصل في حكمه صلى الله عليه وسلم في العزل، ص: ۹۷۰، دار الفكر بيروت)

اگر وہ حمل ایسا ہے کہ اس میں ابھی جان نہیں پڑی تو اس کو ساقط کر دینا درست ہے، جان پڑنے کے بعد ساقط نہیں کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۱۵ھ۔

آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

سوال [۸۸۳۲]: انگلینڈ کے سائنسدانوں نے بغیر مرد کی مقاربت ومجامعت کے جنسِ رجال کے خلیات (تخم) کو آلات کے ذریعہ جنسِ اناث کے بیض میں داخل کر کے وجودِ انسانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک مصنوعی بچہ دانی ایجاد کی ہے جس میں مرد اور عورت کی منی کو انجکشن کے ذریعہ داخل کر دیتے ہیں اور پھر اس کی غذا اور تربیت کا خاص لحاظ رکھتے ہیں، برابر انجکشن کے ذریعہ اس کی خوراک خون وغیرہ بہم پہونچاتے رہتے ہیں اور یہ عمل ایک وقتِ معینہ تک کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اسی عمل کے ذریعہ انگلینڈ میں ایک نہایت حسین وجمیل بچی پیدا ہوئی ہے، وہ لڑکی اب تک زندہ ہے، اس کی عمر چھ سات سال کی ہوگئی ہے۔ اس فعلِ شنیع وقبیح میں ہندوستان بھی کامیاب ہوگیا ہے۔ کیا شریعتِ مطہرہ کی رو سے اس طرح انسانی وجود حاصل کرنا جائز ہے؟

محمد مصطفیٰ قاسمی، فیروزآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت محررہ فطرت کے خلاف ہے اور بہت سے مفاسد کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے: ایک مرد کی منی لی گئی اور اس کی بیوی کی منی لی گئی، دونوں کو مصنوعی بچہ دانی میں رکھا، پھر مختلف مراحل طے کر کے بچہ تیار ہوا۔ اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ مرد کی منی کو اس کی بیوی کے علاوہ غیر عورت کی منی کیساتھ مخلوط کر دیا جائے، اسی طرح عورت

---

(۱) "العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لايجوز، وإن كان غير مستبين، الخلق يجوز". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهيه، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشيديه)

(وكذا فی السراجيه، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوی والعلاج، ص: ۷۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الكراهيه، فصل فی البيع: ۳۷۶/۸، رشيديه)

کی منی کوشوہر کی منی کے علاوہ غیر مرد کی منی کیساتھ مخلوط کردیا جائے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان (مردوعورت) کی منی کوکسی جانور کی منی کے ساتھ مخلوط کردیا جائے، اس عمل کے ذریعہ ایک اَور قسم کی مخلوق تیار ہوگی، چنانچہ بعض جگہ بچے کتے اور بندر کی صورت لئے پیدا ہورہے ہیں۔اور رات دن تجربات کئے جارہے ہیں کہ کس کس کی منی کومخلوط کرنے سے کیسی کیسی صورت کے بچے بنتے ہیں۔اس طرح حرمتِ مصاہرت وغیرہ کے مسائل بھی ایک کھلونا بن کررہ جاتے ہیں، ثبوتِ نسب کی ذمہ داری بھی نہیں، حقِ ولاویت اور حضانت (پرورش) ووراثت بھی مخدوش ہوجاتے ہیں۔جس قدر غور کیا جائے اسی قدر یہ عمل قباحتوں کا مجموعہ ہے۔

اس سے قبل ''نظام'' میں انجکشن کی اولاد کا مسئلہ وضاحت سے آچکا ہے۔جوکہ پہلی جلد کے دوسرے یا تیسرے شمارے میں شائع ہواتھا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

---

(۱)۱......Test Tube Baby ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی'' جس کی صورت یہ ہے کہ جن عورتوں کے بچے نہیں ہیں توان کے شوہروں کا مادہ منویہ لے کران کے رحموں میں بذریعہ انجکشن پہونچایا جاتا ہے، جس سے وہ عورتیں حاملہ ہوجاتی ہیں۔کیا اس سلسلہ میں سائنٹیفک طریقہ اختیار کرنادرست ہوگا؟

۲......"Surregate" ''قائم مقامِ ماں'' جس کی صورت یہ ہے کہ مرد کا مادہ لے کر بجائے بیوی کے کسی اجنبی کو بطوراجیر حاصل کرکے رحم میں انجکشن سے پہونچایا جاتا ہے، وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہے۔اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ۱......یہ طریقہ طبائعِ سلیمہ کے خلاف، مزاج شرعی وشارع علیہ السلام کے خلاف انتہائی بےشرمی پر مشتمل ہےاور ''الحياء شعبة من الإيمان'' کے بھی خلاف ہے، اس لئے اس کواپنانا انتہائی بےحمیتی اور حدودشرع سے تجاوز اور بےشرمی ہوگی، اورشرعاً اضطرار ہےنہیں اس لئے اجازت نہ ہوگی۔

۲......وہ اجنبیہ عورت جس کے رحم میں انجکشن سے شوہر کے علاوہ کسی مرد کا مادہ منویہ پہونچایا گیا ہو، وہ عورت عقلِ سلیم کے نزدیک مزنیہ اور طوائف سے بھی زیادہ فاحشہ قرار پائے گی، اوراس کی شناعت عقل سلیم کے نزدیک زناولواطت سے بھی زیادہ قبیح ومذموم ہوگی۔اورصورت تواضطرار کی ہےنہیں، اس لئے اس کی بھی اجازت ہرگز نہ ہوگی''۔(نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، مرد کا مادۂ منویہ لےکر بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن پہنچانا: ۱/۷/۳۳، رحمانیه لاهور)

(وکذا فی فتاوی رحیمیه، کتاب الحظر والإباحة، بذریعہ انجکشن رحم میں مادہ منویہ پہنچانا: ۱۰/۱۷۹، دارالإشاعت کراچی)

انجکشن کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

سوال[۸۸۳۳]: میری شادی کو بارہ برس گذر گئے، میری منی میں جراثیم مردہ پائے گئے ہیں، اس لئے بچہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ جس طرح ٹیوب سے مویشی کو حمل کرایا جاتا ہے، اسی طرح تم اپنی عورت کو حاملہ کرالو۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو اس طرح گھوڑی بنا کر اولاد حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں، ڈاکٹروں اور حکیموں سے اپنا علاج کرائیں اور حق تعالیٰ سے دعاء کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۹ھ۔

---

(۱) ۱...... Test Tube Baby ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی''، جس کی صورت یہ ہے کہ جن عورتوں کے بچے نہیں ہیں تو ان کے شوہروں کا مادہ منویہ لے کر ان کے رحموں میں بذریعہ انجکشن پہونچایا جاتا ہے، جس سے وہ عورتیں حاملہ ہوجاتی ہیں۔ کیا اس سلسلہ میں سائنٹیفک طریقہ اختیار کرنا درست ہوگا؟

۲...... "Surregate" ''قائم مقام ماں''، جس کی صورت یہ ہے کہ مرد کا مادہ لے کر بجائے بیوی کے کسی اجنبی کو بطور اجیر حاصل کر کے رحم میں انجکشن سے پہونچایا جاتا ہے، وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ۱...... یہ طریقہ طبائع سلیمہ کے خلاف، مزاج شرعی وشارع علیہ السلام کے خلاف انتہائی بے شرمی پر مشتمل ہے اور ''الحياء شعبة من الإيمان'' کے بھی خلاف ہے، اس لئے اس کو اپنانا انتہائی بے حمیتی اور حدود شرع سے تجاوز اور بے شرمی ہوگی، او، شرعاً اضطرار ہے نہیں اس لئے اجازت نہ ہوگی۔

۲...... وہ اجنبیہ عورت جس کے رحم میں انجکشن سے شوہر کے علاوہ کسی مرد کا مادہ منویہ پہونچایا گیا ہو، وہ عورت عقلِ سلیم کے نزدیک مزنیہ اور طوائف سے بھی زیادہ فاحشہ قرار پائے گی، اور اس کی شناعت عقل سلیم کے نزدیک زنا ولواطت سے بھی زیادہ قبیح ومذموم ہوگی۔ اور صورت تو اضطرار کی ہے نہیں، اس لئے اس کی بھی اجازت ہرگز نہ ہوگی''۔ (نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، مرد کا مادۂ منویہ لے کر بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن پہنچانا: ۱/۳۳۷، رحمانیہ لاہور)

(وکذا في فتاوی رحیمیہ، کتاب الحظر والإباحة، بذریعہ انجکشن رحم میں مادہ منویہ پہنچانا: ۱۰/۱۷۹، دارالإشاعت کراچی)

انجکشن کی اولاد

مضمونِ ذیل بظاہر تو ایک استفتاء کا جواب ہے، مگر درحقیقت تہذیبِ حاضر کی حیاء سوز اور بھیانک تصویر کا آئینہ ہے اور موجودہ تہذیب کے شیدائیوں کے لئے ایک دعوتِ فکر ہے۔ امید ہے کہ بہ نگاہِ عبرت پڑھا جائے گا۔ (ادارہ)

الاستفتاء

سوال [۸۸۳۴]: کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین:

ملک ملایا میں ڈاکٹروں نے ایک انجکشن تیار کیا ہے، اس کا تجربہ اولاً جانوروں پر کیا گیا کہ جانوروں کو انجکشن لگایا گیا اور بغیر نر کی وطی کے صحیح وقت پر بچہ پیدا ہوا، بعد اس کے عورتوں پر تجربۃً انجکشن لگایا تو عورتوں کو بھی بغیر وطیٔ مرد کے صحیح وقت بچہ پیدا ہوا۔ حکومتِ ملایا، چونکہ مسلمان ہے اس لئے علماء سے فتویٰ طلب کیا ہے کہ یہ فعل جائز ہے یا ناجائز اور یہ بچہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (جو شق بھی جائز یا ناجائز کی ہو مع دلیل شرعی کے جواب دیں)۔

لیکن علمائے ملایا-ایک ماہ سے زائد گذر گیا-صحیح جواب دینے سے قاصر ومتحیر ہیں، میرے بھی ایک عزیز-جو مولوی اور دیوبندی ہیں-ملایا میں ہیں، ان سے بھی فتویٰ طلب ہے، ان کا خط آیا ہے، اس لئے حضرت والا کو دے رہا ہوں کہ اس فتویٰ کا جو حکم جواز وعدمِ جواز کا ہو مع دلیل شرعی جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

محمد ناظر مانی کلاں، جونپور، ۱۴/ستمبر/۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحقیق وتفتیش سے انجکشن کے دو مقصد معلوم ہوئے: **اول**: توانا اور خوبصورت بچے پیدا کرنا، **دوم**: آزادی۔ اور درحقیقت مقصدِ اول بھی مقصدِ دوم ہی کا ایک شعبہ ہے۔

دیر سے عورتوں کا مطالبہ ہے کہ ہم کو مَردوں کے دوش بدوش کر دیا جائے، مَردوں کی ایک بڑی تعداد نے اس میں ان کی حمایت بھی کی ہے، چنانچہ تعلیمی کالجوں، ملازمتی دفتروں، صنعتی فیکٹریوں اور دوسرے بیشمار صیغوں میں عورتوں کا بے روک ٹوک مَردوں کی طرح داخلہ شروع ہوگیا۔ الیکشنوں میں امیدوار بن کر سامنے

آ گئیں اور بہت سے مقامات پر اپنے مقابل مَردوں کو پچھاڑ دیا۔ بہت سے شعبوں میں ہار جیت کا معیار عورتوں کی ہمدردی قرار پا گئی، آگے بڑھ کر مردوں کی قید سے آزادی حاصل کی گئی، حقوق متعین کر لئے گئے کہ ان کے ادا ہو جانے کے بعد مردوں کو کسی چیز کی باز پرس کا اختیار نہیں۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی نکاح بھی ہے، اس میں آزادی حاصل ہوئی کہ عورتوں کا دل چاہے تو نکاح کریں، نہ چاہے تو نہ کریں، خواہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، جس کا حاصل یہ نکلا کہ ولی شرعی کی ولایت ختم۔ پھر نکاح کرنے میں بھی آزادی حاصل ہوئی کہ جس سے دل چاہے نکاح کرلیں خواہ مذہب اس کو جائز قرار دے یا ناجائز، جس کا حاصل یہ نکلا کہ قرآنی قانون کا "باب المحرمات والکفائت" ختم۔ سول میرج بھی اسی آزادی کی ایک لعنت ہے۔

پھر ایک قدم اَور بڑھا کہ جب تک چاہے قیدِ نکاح میں رہیں، جب دل چاہے علیحدہ ہو جائیں، شوہر علیحدگی پر رضامند ہو یا نہ ہو۔ جس کا حاصل یہ نکلا: خدائی قانون نے شوہر کو جو طلاق کا اختیار دیا تھا وہ ختم۔

بعض انسان صورت خنزیروں نے اپنی بیویوں کو اپنے احباب کے سامنے کر کے خود رضامندی ظاہر کر دی کہ جس سے دل چاہے اپنی خواہش پوری کرلیں جس سے ان کی انسانیت ہی جل کر خاکستر ہو گئی۔

نکاح نہ کرنے یا شوہر سے تعلقات نہ رہنے پر بھی بچے پیدا ہونے شروع ہوئے تو بعض غیرت مند خاندانوں میں روپوشی اور خودکشی وغیرہ کے ناگوار حادثات پیش آئے۔ اس کی روک تھام کیلئے ایسی دوائیں ایجاد ہوئیں جن سے حمل ضائع ہو جائے، مگر اس میں بھی زحمت نظر آئی تو ایسے آلات ایجاد ہوئے کہ استقرار ہی نہ ہونے پائے۔

اس پر ایک شور برپا ہوا کہ مادۂ تولید ضائع ہو جاتا ہے تو اس کو محفوظ کرنے کے لئے مستقل محکمہ بنا، چنانچہ مختلف عمر والوں کے مادے جداگانہ بھی، مخلوط بھی محفوظ کر کے تجربات شروع ہوئے، اولاً جانوروں پر آزمائش کی گئی، پھر جوانی کی خواہشیں پوری کرنے کے لئے آزادی طلب عورتوں کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کیا گیا۔

اب اگر کسی عورت کی شادی نہ کرنے پر بھی اولاد پیدا ہو تو وہ بڑی جرأت کے ساتھ کہہ سکتی ہے کہ انجکشن کی اولاد ہے، سرکاری دفتر میں اس کو "ابنِ انجکشن" لکھا جائے، یہاں تک بھی معاملہ ڈاکٹروں کے دستِ تصرف میں رہا۔ عورتوں کی حریت پسند بلکہ حریت پرست طبائع اس قید کو بھی نہ برداشت کر سکیں تو اب ضابطۂ عمل یہ بنا کہ

''جوعورت جس کا نطفہ پسند کرے خرید لے''اگر چہ مذہب اس کو بیع باطل ہی قرار دے، اس ضابطۂ عمل کی بدولت ڈاکٹروں کی قید سے بھی چھٹکارہ ہوا، خریداری کا معاملہ طرفین کی رضامندی پر ہے۔

بعض جگہ اس کی بھی پابندی نہیں کہ ڈاکٹروں ہی کی تجویز کردہ طریق پر مادہ حاصل اور داخل کیا جائے، لہذا اس انجکشن کی آڑ میں عام زنا کاری کا دروازہ کھل گیا اور عورتوں کے دونوں مقصد حل ہوگئے، نہ مانعِ حمل آلات کی ضرورت ہے کہ بیش قیمت مادہ ضائع ہو، نہ استقرار کے بعد حمل ضائع کرنے کی ضرورت کہ خواہ مخواہ کی زحمت مول لی جائے، نہ والدین یا غیور دیگر اہلِ خاندان کی روپوشی، وطن سے فرار، نہ خودکشی کی ضرورت، کیونکہ یہ اولاد لڑکی نے انتہائی عصمت وعفت کے ساتھ انجکشن سے حاصل کی ہے، حرام کاری کے قصد سے کبھی کسی غیر مرد کی صورت بھی نہیں دیکھی۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ نکاح کی کوئی حیثیت، نہ شوہر کی متبوعیت، نہ عورت کی تابعیت، نہ اولاد کے حلال ہونے کی کوئی شناخت، نہ باپ کی اولاد پر شفقت، نہ تربیت نہ ولایت، نہ اولاد پر باپ کی تعظیم، نہ اطاعت، نہ خدمت، نہ نفقہ، نہ وراثت۔ نہ حرمتِ مصاہرت کی روک تھام، نہ خاندانی معاشرہ، نہ تدبیر المنزل کی کوئی صورت۔غرض! انسان اشرف المخلوقات ہوکر زمرۂ حیوانات میں داخل ہوگیا۔

یورپ کے بعض محققین اس کے قائل تھے کہ انسان پہلے جانور تھا، ترقی پاکر انسان بنا۔ شعر:

ڈارون صاحب، حقیقت سے بہت دور تھے میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے

(اکبرؒ)

اب پھر ایسی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں کہ جوہرِ انسانیت ختم کرکے اب جانور بن جائے، اور ﴿ثم رددناه أسفل سافلين﴾(۱) کا ایک نقشہ سامنے آجائے۔

ممکن ہے کہ ان دو مقصدوں کے علاوہ کوئی اَور بھی نیک مقصد ہو، لیکن جو عمل اتنے مفاسد پر مشتمل ہو اور اس سے احکامِ الٰہیہ اور نصوصِ شرعیہ کی مخالفت ہوتی ہو، خواہ کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے، وہ کسی طرح حدِ جواز میں نہیں آسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

---

(۱) (سورة التين: ۵)

الفصل الثانی فی أعضاء الإنسان وأجزائه

(انسان کے اعضاء اور اجزاء کا بیان)

اضطراری حالت میں انسانی خون لینا

سوال[۸۸۳۵]: آج کل اسپتال میں مریض کے لئے خون کی کمی کی وجہ سے جب کہ مریض کی جان کو خطرہ ہو تو دوسرے انسان کا خون پچکاری سے حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ جب انسانی جان کو خطرہ ہو تو دوسرے انسان کا خون داخل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

انسان کے خون کو دوا میں بھی استعمال کرنا جائز نہیں (۱)، اگر اضطراری کیفیت ہو کہ بغیر انسانی خون کے جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں اس کی گنجائش ہے (۲)، لیکن خون کی خرید و

---

(۱) "وحرمة الانتفاع بأجزاء الآدمی لکرامته". (الهداية، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء: ۴۱/۱، شرکت علمیه ملتان)

"لم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمي، والانتفاع به لغير ضرورة حرامٌ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۲۱۱/۳، سعيد)

(۲) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التدوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا یجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاءً، أما إذا علم أن فیه شفاءً ولیس له دواء آخر غیره، فیجوز الاستشفاء به". (المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات: ۱۱۶/۲، غفاریه کوئٹه) .... =

فروخت کا کاروبار جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

بیمار کو دوسرے شخص کا خون دینا

سوال [۸۸۳۶]: شرعاً ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بطورِ علاج داخل کیا جاسکتا ہے یا نہیں، جب کہ ڈاکٹروں کی رائے میں مریض کی جان بچنا مشکل ہو رہی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں داخل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اس میں جزءِ انسانی سے انتفاع لازم آتا ہے اور جزءِ انسانی سے انتفاع حرام ہے:

"(قوله: وإن حرم استعماله): أي استعمال جلده أو استعمال الأدمي بمعنى أجزاءه، و به يظهر التفريع بعده". شامی: ۱/۱۸۸ (۲)۔

= "ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير"

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۶۲، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فی الأكل: ۴/۳۶۲، رشيديه)

(۱) "لم يجز بيع الميتة والدم؛ لانعدام المالية التی هی ركن البيع، فإنهما لايعدّان مالاً عند أحد، وهو من قسم الباطل". (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۱۵، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴/۳۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"خون چونکہ مالِ متقوم نہیں اس لئے شرعاً اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، تاہم اگر کسی مریض کے لئے شدید ضرورت کے وقت بلا قیمت خون نہ ملتا ہو تو قیمت دے کر اس کے لئے خون خریدنا تداوی بالمحرم کی وجہ سے مرخص ہوگا خون۔ دینے والے کے لئے قیمت لینا جائز نہیں، تاکہ خون متاع بازار نہ بن جائے"۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب البیوع، باب البيع مايجوز ومالايجوز، عنوان: خون کی خرید وفروخت کے احکام: ۶/۵۶، دارالعلوم حقانيه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فی أحكام الدباغة: ۱/۲۰۴، سعيد)

(وكذا فی البحرالرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۸۰، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، مطلب فی طهارة الجلود و دباغتها: ۱/۸۱، دارإحياء التراث العربی بيروت) =

البتہ اگر اس کے بغیر جان بچنا دشوار ہو تو بقدرِ ضرورت اس کی اجازت ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۸ھ۔

شوہر کا خون بیوی کے جسم میں داخل کرنا

سوال[۸۸۳۷]: عورت بالکل مریض ہو چکی ہے، ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ اس کے بدن میں خون داخل کیا جائے، کسی اَور کا خون سیٹ نہیں ہوتا سوائے شوہر کے، خون کے اب شوہر کا خون عورت کے بدن میں داخل کیا جاتا ہے عورت کی صحت کے لئے۔ کیا اس طرح سے خون عورت کے بدن میں داخل کرنے سے دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا؟ اگر نہیں تو دونوں کے درمیان نکاح کی کیا صورت رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عمل کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوگا (۲)، مگر انسانی خون کا استعمال داخلی اور خارجی ہر طرح حرام

=(وكذا في تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الطهارة: ۱/۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التدوى والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيدُ على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۶۲، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۶۲، رشيديه)

(۲) خون دینا ان اسباب میں سے نہیں ہے جن سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے:

"إذا وطئ الرجل امرأةً بنكاح أو ملك أو فجور، حرمت عليه، وكما تثبت هذه =

ہے، چاہے وہ شوہر کا ہو، یا کسی اَور کا، لہذا جب تک اضطرار کا درجہ نہ ہو جائے اس کی ہرگز اجازت نہیں (۱)، مثلاً:

= الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور". (المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر فى بيان أسباب التحريم: ۱۸۲/۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۳/۳، سعيد)

"وأما الذى يوجب حرمة المصاهرة فهو أربعة أمور: أحدها: العقد الصحيح. ثانيها: الوطء، سواء كان بعقد صحيح أو فاسد أو زنا. ثالثها: المس. رابعها: نظر الرجل إلى داخل فرج المرأة، ونظر المرأة إلى ذكر الرجل، الخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة: ۵۸/۴، دارالفكر بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲۰۸/۳، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(وانظر أيضاً الفقه النافع، كتاب النكاح، (رقم القاعده: ۲۵۹۰): ۲/۲-۵، بيروت)

الجواب: ''شوہر کا خون بیوی کے بدن میں، یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح بدستور قائم رہتا ہے، کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، ان سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے، مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کما ھو مصرح ومفصل فی عامة کتب الفقہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم''۔ (انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، عنوان: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں: ۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(وكذا فى فتاوىٰ رحيميه، كتاب الحظر والإباحة، تداوى ومعالجات: ۱۷۶/۱۰، دارالاشاعت كراچى)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم .... فمن اضطر فى مخمصة غير متجانف لإثم، فإن الله غفور رحيم﴾ (سورة المائدة: ۳)

"وحرمة الانتفاع بأجزاء الآدمى لكرامته". (الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء: ۴۱/۱، شركت علميه ملتان) .... =

کسی کے پاس کھانے کو کچھ نہیں وہ مرنے کے بالکل قریب ہے، صرف سور کی دو بوٹی موجود ہیں جس کو کھالے تو جان بچ جائے تو وہ ایسی حالت میں مضطر ہے، اس کے لئے حالتِ اضطرار میں سور کی بوٹی کھانے کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۳ھ۔

کافر کا خون مسلمان کے جسم میں داخل کرنا

سوال[۸۸۳۸]: ایک مسلمان بیمار ہوگیا اور اسے خون کی ضرورت پڑی، اس وقت کافر کا خون دینے سے کیا بیمار کا دل کافر کا ہوجاتا ہے؟ خون ڈالنے کے بعد جو اولاد پیدا ہوگی کیا اس میں کفار کے خون کا اثر ہوگا؟ خون ڈالنے کے بعد مسلمان کے عادات واطوار اس کفار کی طرح ہوجائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان کا خون اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں (۲)، تاہم اس کی وجہ سے وہ مسلمان بیمار کافر نہیں ہوا،

= "لم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمي، والانتفاع به لغير ضرورة حرامٌ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۱، سعيد)

(۱) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التدوى والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني،، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۶۲، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۶۲، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۳۳۱، رقم حاشية : ۱)

نہ اس کا دل کافر کا دل ہوا، نہ اولاد پر اس کی وجہ سے کفر آئے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۳ھ۔

بدچلنی سے روکنے کے لئے کسی کے عضو کو معطل کردینا

سوال[۸۸۳۹]: ایک شریف خاندان کی لڑکی آوارہ اور سخت بدچلن ہوگئی ہے، بہر چند روک تھام کی جاتی ہے مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں کسی دوا سے یا کسی عمل سے لڑکی مذکورہ کے جسم کے کسی حصہ کو بے حس وحرکت بنادینا جائز ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

سوال بہت مجمل ہے جس سے صاف طور پر مطلب حل نہیں ہوتا، اگر یہ مقصود ہے کہ کسی عضو کو معطل کردیا جائے یا قطع کردیا جائے تاکہ اس کی بدچلنی موقوف ہوجائے تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختصاء کی اجازت نہیں دی:

"وأما خصاء الآدمی فحرام، اه". درمختار: ۵/ ۲۷۵(۲)۔

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قلت: یارسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم! إنی رجل شاب، وأنا أخاف علی نفسی العَنتَ ولا أجد ما أتزوج به النساء –کأنه یستأذنه فی اختصاء– قال: فسکت عنی، ثم قلت مثل ذلك فسکت عنی، ثم قلت مثل ذلك، فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یا أباهریرة! جفّ القلم بم أنت لاق، فاختص علی ذلك أو ذر". رواه البخاری، اه". مشکوة شریف، ص: ۲۰(۳)۔

"قوله: "فاختص علی ذلك أو ذر" لیس هذا إذناً فی اختصاء، بل توبیخ ولومٌ علی

---

(۱) لیکن ظاہر ہے کہ کافر و فاسق اور فاجر کے خون میں جو اثراتِ خبیثہ ہوتے ہیں اس کا اثر مسلمان اور متقی کے خون پر اثر انداز ہونے کا قوی امکان ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہو احتراز کرنا چاہئے۔

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/ ۳۸۸، سعید)

(۳) (مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، ص: ۲۰، قدیمی)

الاستیذان فی قطع عضو بلا فائدة". مرقاة المفاتیح حاشیة مشکوة، ص: ۲۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

زائد انگلی کا کٹوانا

سوال[۸۸۴۰]: اگر کسی آدمی کے ایک انگلی زائد ہو اور وہ بدنما معلوم ہوتی ہے تو اس کو کٹوانا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اَولیٰ کیا ہے، یعنی رضائے الٰہی کٹوانے میں ہے یا نہ کٹوانے میں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کٹوانا بھی جائز ہے، رضائے الٰہی کے خلاف نہیں، مگر تکلیف بھی ہوگی، اپنے تحمل کو دیکھ لیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۶/۲ھ۔

---

(۱) (حاشیة مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، ص: ۲۰، (رقم الحاشیة: ۱۴)، قدیمی)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول: ۱/۲۷۹، رشیدیه)

(راجع للبسط صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایکره فی التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

(وسنن النسائی، کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل: ۲/۶۸، قدیمی)

(وکذا المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان والکراهیة، الفصل العشرون فی الختان والخصاء، الخ: ۶/۱۲۰، غفاریه)

(۲) "إذا أراد الرجل أن یقطع أصبعاً زائدةً أو شیئاً آخر، قال نصیر رحمه الله تعالیٰ: إن کان الغالب علی من قطع مثل ذلک الهلاک، فإنه لا یفعل. وإن کان الغالب هو النجاة، فهو فی سعة من ذلک".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم، الخ: ۵/۳۶۰، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الختان: ۳/۴۱۰، رشیدیه)

اعضائے انسان کی پیوندکاری

سوال[۸۸۴۱]: زیدکوڈاکٹر نے یہ کہا کہ اگرتم بکرکادل اپنے جسم میں ڈال لوگے توتم زندہ بچ سکتے ہوورنہ نہیں، بکرمرنے کےقریب ہے،اس کے رشتہ دار بھی بکرکادل دینے کوتیار ہیں تا کہ زید کی جان بچ جائے۔تو بکرکادل زیدکودےکرزید کی جان بچاسکتے ہیں یانہیں؟ یااسی طرح دیگراعضائے انسانی بکرکےجسم کےدوسرے انسانوں کودے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بکرکےرشتہ دارنہ زندگی میں بکرکےمالک ہیں، نہ مرنے کےبعد،ان کوبکرکےکسی عضوکونہ قیمۃً کسی کو دینے کاحق ہےنہ ہدیۃً ،لہٰذاان کی رضامندی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ بکرخودبھی اپنے اعضاءکامالک نہیں کہ جوعضوجس کوچاہے کاٹ کردیدے، یہ سب تصرفات غلط اوربےمحل ہیں۔بکراوراس کےتمام اعضاءکا شریعت نے ایک احترام اورحق مقررکردیاہے،وہ یہ کہ مرنے کےبعداس کوغسل وکفن دیکرنمازجنازہ پڑھ کردفن کردیاجائے۔

آج اس کےدل پرزید کی زندگی کومنحصرکردیاگیاہے،کل کوکہاجائےگاکہ اس کےگوشت کھانے پرزندگی موقوف ہے،لہٰذااس کاگوشت ڈبہ میں بندکرکےہسپتال میں محفوظ رکھاجائے،انسان جوکہ اشرف المخلوقات ہے اس کاحال بھی گائےبکری کی طرح ہوکر﴿ثم رددناه أسفل سافلين﴾ (۱) کاایک نمونہ بن جائےگا۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں اعضائےانسانی کےقطع کرنے کااورمعالجات کی بحث مذکورہے:

”مضطر لم يجد ميتةً وخاف الهلاك، فقال له رجل: اقطع يدي و كُلْها، أو قال: اقطع مني قطعةً وكلها، لايسعه أن يفعل ذلك، ولا يصح أمره به، كما لا يسع للمضطر أن يقطع قطعةً من نفسه فيأكل، كذا في فتاویٰ قاضي خان، الخ“. عالمگیری(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۸۹/۹/۳ھ۔

---

(۱) (سورة التين: ۵)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۳۳۸/۵، رشيديه) .... =

اعضاء کی پیوندکاری کی وصیت

سوال[۸۸۴۲]: کسی قریب المرگ یا فوت شدہ انسان کا کوئی عضو مثلاً: دل، جگر، آنکھ وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں لگادینا کیسا ہے؟ بعض انسان ہمدردی کے جذبہ کے تحت اس قسم کی وصیت کردیتے ہیں کہ مثلاً: میرے مرنے کے بعد میری آنکھ کسی ضرورت مند کے لئے نکال لی جائے۔ تو یہ وصیت قابلِ نفاذ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں نہیں لگا سکتے (۱)، اگر کوئی آدمی ایسی وصیت کرتا ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ نا قابلِ نفاذ ہے:

"أحدهما أن يوصى بما هو معصية عندنا و عندهم كالوصية للمغنيات والنائحات، فهذا لايصح إجماعاً". مجمع الأنهر: ۲/۷۱۶(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۸ھ۔

= (وكذا في قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۴۰۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۶/۳۶۶، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولقد كرمنا بني آدم﴾ الآية. (سورة الإسراء: ۷۰)

وقال الله تعالىٰ: ﴿إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسئولاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۶)

"(وشعر الإنسان والانتفاع به): أي لم يجز بيعه والانتفاع به؛ لأن الآدمي مكرم غير مبتذل، فلا يجوز أن يكون شئ من أجزائه مهاناً مبتذلاً .... وصرح في فتح القدير، بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً". (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۳۳، رشيديه)

"وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: ولا بأس بالتداوي بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو غيره من الدواب، إلا عظم الخنزير والآدمي، فإنه يكره التداوي بهما". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

(۲) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي: ۴/۴۵۱، غفاريه كوئٹه) =

بدن کے کسی حصہ کو خیرات کرنے کی وصیت

سوال[۸۸۴۳]: کوئی آدمی اگر مرتے وقت یہ وصیت کر جائے کہ اس کے بدن سے پاؤں کا گوشت بعد الموت فلاں آدمی کو خیرات کر دینا یا فلاں آدمی کو بیچ دینا۔ کیا ایسی وصیت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدمی کو اپنے مال میں وصیت کرنے کا حق ہے، اس کے بدن کا گوشت اس کی ملک نہیں، جس طرح زندگی میں کسی کو اپنے جسم کے گوشت کو کاٹ کر خیرات یا فروخت کرنے کا حق نہیں، اسی طرح اس کی بعد الموت وصیت بھی درست نہیں۔ نیز انسان کے کسی عضو کی بیع جائز نہیں، نہ زندہ کی نہ مردہ کی، بلکہ یہ بیع باطل ہے۔ خیرات ایسی چیز کی ہوتی ہے جو قابلِ انتفاع ہو، انسان کا گوشت نہ کھانے میں کام آسکتا ہے نہ کسی اور کام میں استعمال ہوسکتا ہے:

"والآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذ لالٌ له: أی و هو غیر جائز، وبعضه فی حکمه. وصرح فی فتح القدیر ببطلانه، اهـ". ردالمحتار: ٤/١٠٥، نعمانیه(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۴/۵/۹۰ھ۔

= "والثانی باطل بالاتفاق، وهو ما إذا أوصی بما لیس قربةً عندنا وعندهم، کما إذا أوصی للمغنیات والنائحات". (رد المحتار، کتاب الوصایا، فصل فی وصایا الذمی وغیره: ٦/٦٩٦، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی: ٧/٤٢١، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی: ٩/٣٠٣، رشیدیه)

(١) (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً: ٥/٥٨، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ٥/٣٥٤، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ٦/٤٢٥، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

آنکھوں کی خرید وفروخت برائے علاج

سوال[۸۸۴۴]: یہاں پر ایک ڈاکٹر ہے وہ دوسروں کی آنکھیں لیکر خراب شدہ آنکھیں نکال کر اس میں لگا دیتا ہے، دوسری آنکھیں حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: بعض غریب لوگ جب آخری وقت پر پہونچتے ہیں تو ان کی اجازت سے آنکھیں نکال کر فروخت کردی جاتی ہیں جو ہزار دو ہزار میں فروخت ہو جاتی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حالتِ صحت میں آنکھیں فروخت ہو جاتی ہیں۔ تو اس صورت میں زید کے لئے یہ صورت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی خراب آنکھیں نکلوا کر دوسری صحیح آنکھیں لگوا لے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کے لئے اس طرح دوسروں کی آنکھیں استعمال کرنا جائز نہیں، زندہ آدمی کی آنکھوں کی بیع بھی ناجائز ہے، مردہ کی بھی ناجائز ہے:

"الآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له: أی وهو غیر جائز، و بعضه فی حکمه. وصرح فی فتح القدیر ببطلانه .... لم یجز کسر عظام میت کافر، اهـ". شامی: ٤/١٤٥(١)۔

"الانتفاع بأجزاء الآدمی لم یجز، اهـ". فتاویٰ عالم گیری: ٥/٣٦٥، کتاب الکراهیة، الباب الثامن العشر فی التداوی والمعالجات(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً: ۵/۵۸، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریه، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، ۵/۳۵۴، رشیدیه)

(وکذا فی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب التداوی والعلاج، ص: ۷۵، سعید)

"الآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وإبذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له". (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۶/۴۲۵، مصطفی البابی الحلبی بمصر) =

ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت

سوال[۸۸۴۵]: ایک عجیب وغریب بینک قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے جس کو"ختنہ بینک" کہا جائے گا۔ دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں بچے کے ختنے کاٹے جاتے ہیں اوراعلیٰ قسم کی کھال کاٹ کر ضائع کردی جاتی ہے، آئندہ اس نفیس کھال کو بھی بینک میں جمع کر کے پلاسٹک سرجری یا کھال پیوند لگانے کے کام میں لگایا جائے گا۔ اب علمائے کرام کو ایک نیا فتویٰ دینا ہوگا کہ ختنے کی کھال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ مسلمان بچہ کی ختنہ کی کھال کافر کے جسم پر اور کافر بچہ کی ختنہ کی کھال مسلمان کے جسم پر لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

کافی عرصہ ہوا پاکستان میں ایک سرجن نے ایک بچہ کا ختنہ کر کے اس کھال کا پیوند اس کے چہرے پر لگادیا تھا، ڈاکٹر کی اس حرکت پر یا جرأت پر اس وقت وہاں کے علمائے کرام نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان اشرف المخلوقات ہے اور بجمیع اجزاء قابلِ احترام ہے، ختنہ کی کھال بھی اس کا جز ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں:

"الآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له: أی وهو غیر جائز، وبعضه فی حکمه. وصرح فی فتح القدیر ببطلانه، اهـ". ردالمحتار(۱)۔

= (وکذا فی البحرالرائق، کتاب البیع، باب البیع الفاسد: ۱۳۳/۶، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۴۲۸/۳، رشیدیه)

(۱) (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً: ۵۸/۵، ۵۹، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵۴/۵، رشیدیه)

(وکذا فی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب التداوی والعلاج، ص: ۷۵، سعید)

"الآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیه وإبتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له". (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۴۲۵/۶، مصطفی البابی الحلبی بمصر) =

"کل إهاب دبغ ...... فلا يطهر جلد حيّة .... خلا خنزير .... وآدمی فلا يدبغ لكرامته. ولو دبغ، طهر وإن حرم استعماله: أي استعمال جلده". درمختار وردالمحتار، مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

طبی تجربہ کے لئے لاش چیرنا

سوال[۸۸۴۶]: طبی اغراض کے لئے مردہ انسانوں کی لاشوں کا چیرنا پھاڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

شریعت نے مردہ انسانوں کا احترام اسی طرح ضروری قرار دیا ہے جس طرح زندہ کا، پس محض طبی تجربات کے لئے مُردوں کا چیرنا پھاڑنا جائز نہیں، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مؤطا میں بروایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تحریر فرماتے ہیں:

"كسر عظم المسلم ميتاً ككسره و هوحي". قال مالك: تعنى فى الإثم"(۲)۔

"قال الباجي: يريد أن له من الحرمة فى حال موته مثل ما لَه منها حال حياته. وإن كسر عظامه فى حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته، وإنهما لا يتساويان فى القصاص وغيره، وإنما يتساويان فى الإثم. وقال الزرقاني: الاتفاق على حرمة فعل ذلك به فى الحيوة

= (وكذا فى البحرالرائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۱۳۳/۶، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴۲۸/۳، رشيديه)

(۱) (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب فى أحكام الدباغة: ۲۰۳/۱، ۲۰۴، سعيد)

(۲) (مؤطا الإمام مالک، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى الاختفاء وهو النبش، ص: ۲۲۱. قديمی)

(وابن ماجة، كتاب الجنائز، باب فى النهى عن كسر عظام الميت، ص: ۱۱۶، قديمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۸۷/۷، مسند سيدة عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، (رقم الحديث: ۲۳۷۸۷)، دارإحياء التراث العربى بيروت)

والموت لا فی القصاص والدية، فمرفوعان عن كاسر عظم الميت إجماعاً. وحاصله أن عظم الميت له حرمة مثل حرمة عظم الحيّ، لكن لا حياة فيه، فكان كاسره فی انتهاك الحرمة ككاسر عظم الحی، ويعدم القصاص والإرش لانعدام المعنی الذی يوجبه من الحياة. قال الطيبی: إشارة إلی أنه لايهان ميتاً كما لايهان حياً، اه". أوجزا لمسالك:٢/٥٠٧(١)۔

"الأدمی مكرم شرعاً وإن كان كافراً، والمراد تكريم صورته وخلقته، وكذا لم يجز كسر عظام ميت كافر، اه". ردالمحتار:٤/١٤٥(٢)۔

البتہ اگر کسی عورت کے پیٹ میں بچہ ہواور عورت مرجائے تو پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے گا، اگر عورت زندہ ہو، لیکن بچہ پیٹ میں مرجائے تو بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لیا جائے گا۔ بلا قصد اگر کوئی شخص کسی کا موتی نگل لے اور پھر مرجائے تب بھی پیٹ چاک کر کے موتی نکالنا درست نہیں، کیونکہ حرمتِ مال سے حرمتِ نفس اعظم ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اگر مردہ انسان سے زیادہ قابلِ لحاظ شئ بغیر لاش چیرے فوت ہوتی ہوتب تو لاش کا چیرنا درست ہے، ورنہ درست نہیں:

---

(۱) (أوجز المسالک، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی الاختفاء، (رقم الباب: ۱۴۳): ۴/۴۲۱، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فی المنتقی شرح مؤطا الإمام مالک رحمه الله، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی الاختفاء: ۲/۵۱۲، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فی فتح المالک، بتبويب التمهيد لابن عبد البر علی مؤطا الإمام مالک رحمه الله، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی الاختفاء: ۴/۳۵۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمی مكرم شرعاً ولوكافراً: ۵/۵۸، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوی والعلاج، ص: ۷۵، سعيد)

"رجل ابتلع درة رجل، فمات المبتلع، فإن ترك مالاً، كانت قيمة الدرة فى تركته. وإن لـم يتـرك مـالاً، لايشق بطنه؛ لأن الشق حرام، وحرمة النفس أعظم من حرمة المال، وعليه قيمة الدرة؛ لأنه استهلكها، وهى ليست من ذوات الأمثال، فكانت مضمونةً بالقيمة، فإن ظهر له مال فى الدنيا، قضى منه، وإلا فهو مأخوذ به فى الآخرة.

حـامـلٌ مـاتت فاضطرب فى بطنها ولد، فإن كان فى أكبر الرأى أنه حىّ، يشق بطنها؛ لأنـا ابتلينـا ببـليتيـن، فنختار أهونهما، وشق بطن الأم الميتة أهون من إهلاك الولد الحى، اه". بدائع: ١٢٩/٥(١).

"حـامـل مـاتـت وولـدهـا حـىّ يـضـطـرب، شق بطنها من الأيسر، ويخرج ولدها. ولو بـالـعـكـس وخيف عـلـى الأم، قُـطّع وأخـرج لـوميتـاً، وإلا لا، كما فى كراهة الاختيار، اه". درمختار۔ "(قوله: بالعكس) بأن مات الولد فى بطنها وهى حية. (قوله: قطع) بأن تدخل القابلة يـدهـا فـى الفرج وتقطعه بألة فى يدها بعد تحقق موته. (قوله: وإلا لا): أى ولوكان حياً لايجوز تـقـطـيـعـه؛ لأن مـوت الأم بـه مـوهـوم، فـلا يـجـوز قتـل آدمـى حـى لأمـر مـوهـوم، اه". شامى: ٩٣٨/١(٢).

---

(١) (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ٥١٧/٦، ٥١٨، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فى البيع: ٣٧٦/٨، رشيديه)

(٢) (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطلب فى دفن الميت: ٢٣٨/٢، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز: ١٥٧/١، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب فى غسل الميت ومايتعلق به: ١٨٨/١، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، فصل فى الصلوة على الميت: ٣٩٨/١، إمداديه ملتان)

حتی کہ اگر حاملہ عورت ایامِ حمل پورے ہونے کے بعد مری اور بچہ اس کے پیٹ میں متحرک تھا، اس کو دفن کردیا گیا، پھر کسی نے خواب میں دیکھا کہ عورت نے کہا کہ بچہ پیدا ہوگیا تو اس خواب میں قبر کو کھودنا جائز نہیں، کیونکہ اگر یہ خواب صحیح ہے تب بھی بچہ کے زندہ رہنے کی توقع نہیں، بلکہ ظنِ غالب ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مرگیا ہوگا اور قبر کھودنے میں لاش کی توہین ہے:

حاملٌ ماتت وقد أتی علی حملها تسعة أشهر، وکان الولد یتحرك فی بطنها، فدفنت ولم یشق بطنها، ثم رؤیت فی المنام أنها تقول: ولدتُ، لاینبش القبر؛ لأن الظاهر أنها لو ولدت کان المولود میتاً، اھ". فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۲۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۴/ ذی الحجہ/۵۶ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔

طبی تحقیق کے لئے میت کو چیرنا

سوال[۸۸۴۷]: تحقیق طلب امر یہ ہے کہ طبیہ کالجوں میں آج کل فنِ تشریح پڑھانے کے لئے مردہ کا ڈھانچہ سامنے رکھا جاتا ہے اور اس کی چیر پھاڑ کرکے طلباء کو سمجھایا جاتا ہے اور یہ چیز آج کل طبی تعلیم کے لئے ضروری ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شرعاً مردہ جسم کی بیع وشراء اور اس کا طبیہ کالج میں رکھنا اور چیر پھاڑ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور: ۹/۱۰۳ طبی جوہر میں اس کو ممنوع لکھا ہے(۲)، لیکن موجودہ دور میں اس سے بچنا مشکل

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریه، کتاب الصلوة، باب فی غسل المیت: ۱/۱۹۵، رشیدیه)

راجع للبسط: (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان: ۶/۵۱۸، دار الکتب العلمیه بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۸/۳۷۶، رشیدیه)

(۲) "انسان "بجمیع أجزائه" محترم ہے، خواہ کافر ہو یا مسلمان، زندہ ہو یا مردہ کو جلانا، لاش کو بیچنا یا خریدنا، مردہ کا ڈھانچہ بغرضِ تشریح مطب میں رکھنا، بچہ کو تاوقتیکہ مرنہ جائے پیٹ میں سے کاٹ کر نکالنا، عورت کا دودھ سوائے بچہ کے ایامِ رضاع میں پینا یا خارجاً استعمال کرنا، مثلاً: آنکھ میں یا کان میں ڈالنا سب ناجائز ہیں"۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، طبی جوہر، حیوان کا بیان، ص: ۶۵۸، دار الاشاعت کراچی)

ہے، اگر کوئی جواز کی صورت ہو تو تحریر مدلل فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد عبداللہ رحمت، بلڈنگ حضرت نظام الدین، نئی دہلی نمبر ۱۳۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مردہ جسم کی بیع وشراء جائز نہیں، باطل ہے(۱)، طبی تعلیم کے لئے اس کو سامنے رکھ کر چیر پھاڑ کے تجربہ ومشق کے لئے بھی جائز نہیں (۲)، اس نوع کی تعلیم ہی واجب نہیں کہ اس کی خاطر حرام فعل کو جائز کرنے کی کوشش کی جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۴/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

---

(۱) "و لا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها؛ لأن الآدمي مكرم لا مبتذلٌ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً، الخ .... والأدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وإبتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلالٌ له". (فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴۲۵/۶، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵۸/۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، ۳۵۴/۵، رشيديه)

(۲) "عن عائشه رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "كسر عظم الميت ككسره حيّا". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت، ص: ۱۴۹، قديمي)

(وابن ماجة، كتاب الجنائز، باب في النهي عن كسر عظام الميت، ص: ۱۱۶، قديمي)

(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۸۷/۷، مسند سيدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، (رقم الحديث: ۲۳۷۸۷)، دارإحياء التراث العربي)

(۳) جو چیز ناجائز کام کا سبب بنے وہ بھی ناجائز ہو: "كل مايؤدي إلى مايجوز لايجوز". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد)

"واستدل بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن مايؤدي إلى =

ڈاکٹری تعلیم کے لئے مردہ کا جسم چیرنا

سوال[۸۸۴۸]: ڈاکٹری علاج میں اور تعلیم میں مردہ کا بدن کاٹنا اس تعلیم کا جزوِ اعظم ہے۔ از روئے دینِ قیم یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۸۹ھ۔

ڈاکٹری سیکھنے کے لئے لاش ہسپتال میں دینے کی وصیت

سوال[۸۸۴۹]: یہاں ایک کافرہ عورت مسلمہ ہوگئی، اس نے مسلمہ ہونے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش ہسپتال کو دے دی جائے تاکہ لوگ ڈاکٹری کر سکیں اور آنکھ وغیرہ کام آسکے۔ تو ایک مسلمان کو اس طرح اپنا جسم ہسپتال کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لاش دو سال تک رکھی جاسکتی ہے۔

= الشرّ شَرٌّ". (روح المعانی: ۷/۲۵۲، تحت قولہ تعالیٰ: ﴿ولا تسبوا الذین﴾ الخ، (سورۃ الأنعام: ۱۰۸)، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(ومرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الأول: ۱۶/۶، (رقم الحدیث: ۲۷۶۳)، رشیدیہ)

(۱) "ولا یجوز بیع شعور الإنسان ولا الانتفاع بہا؛ لأنّ الآدمی مکرم لا مبتذلٌ، فلا یجوز أن یکون شیء من أجزائہ مہاناً ومبتذلاً ....اھ". (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۶/۴۲۵، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً: ۵/۵۸، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وصیت قابلِ عمل نہیں، ہرگز لاش ہسپتال میں نہ دی جائے (۱)، بلکہ انتقال کے بعد جلد از جلد غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے بعد قبر میں دفن کردی جائے، میت کی آنکھ وغیرہ کوئی عضو اس کے جسم سے علیحدہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۵ھ۔

مصنوعی دانت لگانا

سوال [۸۸۵۰]: منہ میں چوکڑا (مصنوعی دانت) لگانا جائز ہے یا نہیں؟ تلاوت ونماز کے وقت لگاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۲ھ۔

---

(۱) "أحدهما أن يوصى بما هو معصية عندنا و عندهم كالوصية للمغنيات والنائحات، فهذا لايصح إجماعاً". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوصايا، باب وصية الذمى: ۴/۴۵۱، غفاريه كوئٹه)

"والثانى باطل بالاتفاق، وهو ما إذا أوصى بما ليس قربةً عندنا وعندهم، كما إذا أوصى للمغنيات والنائحات". (رد المحتار، كتاب الوصايا، فصل فى وصايا الذمى وغيره: ۶/۶۹۶، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الوصايا، باب وصية الذمى: ۷/۴۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب وصية الذمى: ۹/۳۰۳، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۳۳۵، رقم الحاشية: ۲)

(۳) "ولو سقط سِنه، يكره أن يأخذ سن ميت فيشدها مكان الأولى بالإجماع. وكذا يكره أن يعيد تلك السن الساقطة إلى مكانها .... و لكن يأخذ سن شاة ذكية، فيشدها مكانها، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ۶/۵۲۴، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس: ۶/۳۶۲، سعيد)

(وأيضاً فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، باب ما يكره فى الثياب والحلى والزينة الخ: ۳/۴۱۳، رشيديه)

الفصل الثالث فی التداوی بالمحرم وغیرہ

(حرام وحلال سے دوا کرنے کا بیان)

کیا دوا نہ کرنے سے ہلاک ہونے پر مواخذہ ہے؟

سوال[۸۸۵۱]: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ ''صحت دواؤں سے نہیں ملا کرتی''۔ایسی صورت میں کیا دوا کرنا بے کار ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک چاہیں گے تو دوا فائدہ دے گی ورنہ نہیں، اللہ تعالیٰ بلا سبب کے بھی شفا دے سکتے ہیں۔افضل یہی معلوم ہوتا ہے کہ سبب اختیار کیا جائے اور دوا ترک نہ کی جائے،لیکن اگر کوئی سبب اختیار نہ کرے اور ہلاک ہو جائے اور وہ شخص قادر تھا کہ سبب اختیار کر سکے تو اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ سبب یقینی نہیں اور اس کو اختیار نہ کرنے سے آدمی ہلاک ہو گیا تو مؤاخذہ نہیں ہوگا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "رجل استطلق بطنه أو رمدت عيناه، فلم يعالج حتى أضعفه ومات، لا إثم عليه. رجلٌ قال له الطبيب: قد غلب عليك الدم فأخرجه، وإلا ليقتلك، فلم يخرجه حتى مات، لم يأثم". (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوى والعلاج: ص: ۷۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة: ۴۰۳/۳، رشيديه)

حالتِ اضطرار میں شراب بطور دوا پینا

سوال[۸۸۵۲] : اگر کوئی شخص مسلمان سخت بیمار ہو اور جانکنی کی حالت ہو اور حکیم بتلائے کہ اگر اس کو اتنی مقدار شراب پلادو تو شاید اس کو آرام ہو جائے۔ تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دیندار اور تجربہ کار ماہرِ فن معالج تجویز کرے کہ شفاء صرف شراب میں منحصر ہے اور کسی طرح شفاء نہیں ہو سکتی تو بقدرِ ضرورت دوا کے طور پر شراب کا استعمال درست ہے، ورنہ نہیں، کذا فی ردالمحتار: ۱/۱٤۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

گھوڑی کی زبان علاج کے لئے استعمال کرنا

سوال[۸۸۵۳] : متعدد اشخاص کی زبانی معلوم ہوا کہ گھوڑی جب بچہ جنتی ہے تو اس کے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کٹ کر گر جاتا ہے جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زبان کا حصہ ہوتا ہے، اس

(۱) "ونصه وفي التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه، وإن قال الطبيب: يتعجل شفاء ک به، فيه وجهان. وهل يجوز شرب القليل من الخمر للتداوي، فيه وجهان، كذا ذكره الإمام التمرتاشي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني،، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيدُ على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب الجنايات: ۵۶۲/۲، سعيد)

(وأيضاً ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

ٹکڑے کو گھس کر پلانے سے متعدد امراض سے افاقہ ہوجاتا ہے۔تو عرض ہے کہ دواءً اس کا پلانا مریض کو جائز ہے یا نہیں؟

عبداللہ صاحب، انجان شہید، اعظم گڑھ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس واقعہ کی تو تحقیق نہیں ہے، البتہ اس کی زبان جوکٹ کر گر جائے، وہ مردار اور حرام ہے، اگر دیندار، ماہر معالج تجویز کرے کہ فلاں مرض سے صحت حرام چیز میں منحصر ہے، کسی اَور طرح شفاء نہیں ہوسکتی تو بدرجۂ مجبوری بقدرِ ضرورت ایسی دوا کا استعمال کرنا درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

ہومیوپیتھک کی حرام دواؤں کا استعمال

سوال[۸۸۵۴]: ایک قطرہ کتیا کا دودھ یا ایک قطرہ خون سل(۲) کے مریض کا، یا ایک قطرہ پیپ کا ان کو اگر نوے قطرہ اسپرٹ میں ملا دیا جائے تو ان دواوں کا استعمال مسلمانوں کے لئے یا غیر مسلموں کے لئے کرنا

---

(۱) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمکیریه، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التدوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا یجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاءً، أما إذا علم أن فیه شفاءً ولیس له دواء آخر غیره، فیجوز الاستشفاء به". (المحیط البرهانی،، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاریه کوئٹه)

"ویقدم المیتة علی الصید، والصیدُ علی مال الغیر ولحم الإنسان، قیل: والخنزیر".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب الجنایات: ۶۲/۲، سعید)

(وأیضاً ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(۲) "سل: ایک بیماری جس سے پھیپھڑوں میں زخم ہوجاتے ہیں، اور منہ سے خون آنے لگتا ہے، تپ دق، درد"۔(فیروز اللغات، ص: ۸۰۵، فیروز سنز، لاهور)

کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دوا حرام ہے، اس کا استعمال کرنا اور کرانا جائز نہیں، نہ مسلم کے لئے نہ غیر مسلم کے لئے۔ حرام چیز جانور کو بھی کھلانا منع ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ مردار چوپایوں کے سامنے بھی لاکر نہ ڈالا جائے (۱)۔ اگر کوئی ایسا مرض کسی کو لاحق ہو کہ مسلم حاذق متدین معالج بتائے کہ شفاء اسی دوا میں منحصر ہے تو پھر گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "وقيل: لاتحمل الخمر إليها، أما إذا قِيدَتْ إلى الخمر، فلا بأس به كما فى الكلب والميتة". (الهداية، كتاب الأشربة: ۴/۴۹۶، إمداديه)

"قال بعض المشايخ: لو قاد الدابة إلى الخمر، لابأس به". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۹، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأشربة: ۵/۴۱۱، رشيديه)

"كما فى الكلب والميتة: أى لايحمل الميتة إلى الكلب". (الكفاية مع فتح القدير، كتاب الأشربة، فصل طبخ العصير: ۹/۴۰، نوريه رضويه)

(۲) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التدوى والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فى التداوى والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۶۲، سعيد) .... =

ہومیو پیتھک دوا کا استعمال

سوال[۸۸۵۵]: ہومیو پیتھک کی دواؤں کے استعمال سے بعض لوگ منع کرتے ہیں، اس کے متعلق علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان میں کسی ناپاک حرام چیز کی آمیزش ثابت نہ ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال

سوال[۸۸۵۶]: عرض یہ ہے کہ ہومیو پیتھک دوائیں اپنی فروخت کے لئے خریدی، پھر اس فارمولے پر نظر کی تو ایک شربت کی بوتل میں ۱/۷ فیصد الکحل لکھا ہوا پایا۔ اس الکحل کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل نہیں۔ براہِ کرم رہبری فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الکحل کے متعلق ذاتی کوئی تحقیق نہیں، مختلف آدمیوں سے مختلف باتیں سنی ہیں۔ کسی نے بتایا کہ شراب کا جوہر ہے، کسی نے بتایا کہ یہ شراب کی ایک قسم ہے، کسی نے بتایا کہ یہ کوئلہ سے بنایا جاتا ہے جب تک یہ تحقیق نہ جائے کہ یہ اشربہ محرمہ میں سے کوئی شراب ہے اس وقت تک اس کی حرمت کا فتویٰ دینا مشکل ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴۰۶/۴/۲۵ھ۔

= (وانظر أيضاً خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۶۲/۴، رشيديه)

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال")

(۲) تکملہ فتح الملہم کی عبارت سے آج کل الکحل ملی ہوئی دواؤں اور دوسری اشیاء کی حلت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

"وأما غير الأشربة الأربعة، فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (ALCOHALS) التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من =

بیمار کے لئے شراب کا استعمال

سوال[۸۸۵۷] : اگر کوئی شخص بیمار ہے اور شراب سے اس کو وقتی طور پر یا مستقل شفا ہے تو مریض کو شراب استعمال کرنی لازم ہے (یہ بات نماز جمعہ میں امام صاحب نے کہی ہے)۔ سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ شراب، سور، زنا، سود، ان چاروں حرام چیزوں میں سے کیا چیز کن حالات میں جائز ہے، یا ان حرام اشیاء کے کسی ایک چیز کے استعمال کے بجائے مرجانا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے:﴿و لا تقربوا الزنا﴾ الاية(۱)، سود لینا بھی جائز نہیں، بلکہ حرام

= الأدوية والعطور والمركبات الأخرىٰ. فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها. وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. ولا يحرم استعماله للتداوى أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبةً مع المواد الأخرى، ولايحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله. وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، فحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ عند عموم البلوى، والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة: ۶۰۸/۳، دارالعلوم كراچی)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشةً وساء سبيلا﴾ (سورة الاسراء: ۳۲)

"وعنه (أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لايزني الزاني حين يزني وهو مؤمن". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، ص: ۱۷،قديمی)

"وعن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "إذا زنى العبد خرج منه الإيمان، فكان فوق رأسه كالظلة، فإذا خرج من ذلك العمل رجع إليه الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، الفصل الثاني، ص: ۱۸، قديمی)

ہے: ﴿وحرم الربوا﴾(۱)، اورکھانا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے﴿قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرماً علی طاعم یطعمه، إلا أن یکون میتةً أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزیر﴾ الخ(۲)، شراب پینا بھی جائز نہیں، بلکہ حرام ہے: ﴿إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه﴾ الایة(۳)۔

اگر اضطرار کی حالت ہو کہ جان بچ ہی نہ سکتی ہو تو جان بچانے کی مقدار مردار، سور، شراب کا استعمال کرنا درست ہے، نیز حاذق و دیندار معالج تجویز کردے کہ بیمار کے لئے شفا فلاں حرام میں منحصر ہے تو دوا کے طور پر اجازت ہے، کذا فی رد المحتار(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۶ھ۔

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۷۵)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: آكل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال: "هم سواء". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الربوا، ص: ۲۴۴، قدیمی)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الربوا سبعون جزءاً أیسرها أن ینکح الرجل أمه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الربا، ص: ۲۴۴، قدیمی)

(۲) (سورة الأنعام: ۱۴۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم المیتة والدم﴾ الآیة (سورة المائدة: ۳)

(۳) (سورة المائدة: ۹۰)

قال الله تعالیٰ: ﴿یسئلونک عن الخمر والمیسر، قل فیهما إثم کبیر ومنافع للناس، وإثمهما أکبر من نفعهما﴾. (سورة البقرة: ۲۱۹)

"عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی خطبته: "الخمر جماع الإثم". (مشکوة المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث، ص: ۴۴۴، قدیمی)

(۴) "ونصه وفی التهذیب: یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفاءه فیه، ولم یجد من المباح مایقم مقامه. وإن قال الطبیب: یتعجل شفاءک به، فیه وجهان. وهل یجوز =

مریض کے لئے شراب کا حکم

سوال[۸۸۵۸]: عمرو مرنے کے قریب ہے اور اس کو حکیم یا ڈاکٹر نے بتلایا کہ اس کو اگر شراب پلادو تو شاید اس کی جان بچ جائے۔ ایسے وقت میں ایسا کرنا شرعی حکم کیا ہے؟ اور عمرو کہتا ہے کہ مرجاؤں، شراب نہیں پیوں گا۔ اس کا ایسا کہنا اور مرجانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حالت میں کہ حکیم یا ڈاکٹر کو بھی شراب پلانے کے باوجود شفاء کا یقین نہیں تو محض ان کے کہنے سے کہ شاید جان بچ جائے، شراب پینا درست نہیں (۱)، عمرو کا انکار صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/ ۶۸ھ۔

= شرب القليل من الخمر للتداوى، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوى والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً و ليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني،، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوى والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيدُ على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير".

(الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الجهاد، باب الجنايات: ۲۲۲/۲، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوى بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوىٰ كتاب الكراهية الفصل الخامس في الأكل: ۳۶۲/۴، رشيديه)

(۱) "الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء اٰخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوى والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئٹه)

"يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في =

دوا میں شراب کا استعمال

سوال[۸۸۵۹]: ایک طبیب مسلمان بعض امراض سے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتے ہیں، دوا میں شراب کا استعمال کراتا ہے جو کہ نجس ہے اور اس شراب کے حالت ضماد(۱) ہی میں بغیر دھوئے ہوئے نماز کا حکم دیتا ہے کہ ایسی ہی حالت میں نماز پڑھو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طبیبِ مذکور اگر یہ کہتا ہے کہ اس مرض کے لئے کوئی دوا حلال نہیں ہے، بلکہ شفاء شراب ہی میں منحصر ہے تو شراب کا ضماد درست ہے۔ اور اس کے دھونے میں اگر ضررِ کثیر ہو تو بغیر دھوئے نماز درست ہے:

”و اختار في النهاية وفتاویٰ قاضي خان الجواز (التداوي بالمحرم) يجوز إذا علم فيه الشفاء، ولم يجد دواءً غيره“. ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۲/۲۸ھ۔

= التدوی والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

”و يقدم الميتة على الصيد، والصيدُ على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير“ (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۶۲، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(۱) ”ضماد: لیپ، دوا کو نرم کر کے جسم پر لگانا“۔(فيروز اللغات، ص: ۸۷۰، فيروز سنز، لاهور)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاویٰ لعالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

شراب کا بطورِ دوا خارجی استعمال

سوال[۸۸۶۰]: بدن پر شراب کی مالش جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ بہت سے لوگ اپنا تجربہ بتلاتے ہیں کہ اس کے استعمال سے چوٹ وغیرہ کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب کی مالش ناجائز ہے، چوٹ کے درد کے لئے دوسری دوائیں بھی مجرب ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۹/۲/۵ھ۔

شراب برائے علاج اور بلا عذر شراب نوشی سے معافی کی صورت

سوال[۸۸۶۱]: شراب نوشی شریعت کی رو سے حرام ہے، اگر کسی معقول وجہ سے، یا صحت کی درستگی کی غرض سے کوئی ڈاکٹر شراب نوشی کا مشورہ دے، تو بھی کیا حرمت باقی رہے گی؟ اگر کوئی غلطی سے یا ساتھیوں کے چکر میں آکر شراب پی لے تو کیا معافی کی کوئی صورت نہیں، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ ہم فوجی ہیں ہمیں مفت شراب دی جاتی ہے اور کوئی پیتے بھی ہیں، لیکن پینے کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ زیادہ مقدار میں ڈالڈا برداشت نہیں ہو سکتا اس لئے پیتے ہیں۔ کیا اس صورت میں جواز کی صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب کا پینا حرام اور موجبِ لعنت ہے، مفت ملی ہوئی شراب ہو یا ساتھیوں کی خاطر ہو، ہرگز جائز نہیں،

---

(۱) "عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن الله أنزل الداء والدواء، فجعل لکل داء دواءً، فتداووا، ولا تتداووا بحرام". (سنن أبی داؤد، کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة: ۱۸۴/۲، مکتبه إمدادیه ملتان)

قال الشیخ السهارنفوری رحمه الله تعالیٰ تحت الحدیث المذکور: "فما حرم الانتفاع به مطلقاً کالخمر والخنزیر والمیتة، حرم الانتفاع به مطلقاً کیفما کان". (بذل المجهود، کتاب الطب، بابٌ فی الأدویۃ المکروهة: ۴/۵، معهد الخلیل الإسلامی)

(وکذا فی زاد المعاد فی هدی خیر العباد، فصل: لکل داء دواء، ص: ۲۴۷، دار الفکر بیروت)

کبیرہ گناہ ہے(۱)، شریعت کا حکم نافذ ہوتو کوڑے لگائے جائیں (۲)۔ اگر کوئی شخص بیمار ہے اور دیندار تجربہ کار ماہر معالج تجویز کردے کہ شراب کے علاوہ کوئی علاج نہیں، تو مجبوراً بطورِ دوا بقدرِ ضرورت گنجائش ہے (۳)۔ کسی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان، فاجتنبوه، لعلکم تفلحون﴾. (سورة المائدة: ۹۰)

"عن عبدالرحمن بن عبدالله الغافقی وأبی طعمة مولاهم أنهما سمعا ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما یقول : قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لعنت الخمرعلی عشرة أوجه: بعینها، وعاصرها ومعتصرها، وبائعها، ومبتاعها، وحاملها، والمحمولة إلیه، واٰکل ثمنها، وشاربها، وساقیها".

(سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، بابٌ: لعنت الخمر علی عشرة أوجه: ص: ۲۴۲، قدیمی)

"عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: أوصانی خلیلی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لاتشرب الخمر، فإنها مفتاح کل شر". (سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، بابٌ: لعنت الخمر علی عشرة أوجه: ص: ۲۴۱، قدیمی)

(۲) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ضرب فی الخمر بالجرید والنعال. وجَلَدَ أبو بکر أربعین". (مشکوة المصابیح، کتاب الحدود، باب حد الخمر، ص: ۳۱۵،قدیمی)

"عن السائب بن یزید رضی الله تعالیٰ عنه قال: کان یؤتی بالشارب علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وإمرة أبی بکر و صدراً من خلافة عمر، فنقوم علیه بأیدینا و نعالنا وأردِیَتنا، حتی کان اٰخر إمرة عمر رضی الله تعالیٰ عنه فجلد أربعین، حتی إذا عتوا وفسقوا، جلد ثمانین". (مشکوة المصابیح، المصدر السابق)

(وصحیح البخاری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال: ۱۰۰۲/۲، قدیمی)

(۳) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التدوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا یجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاءً، أما إذا علم أن فیه شفاءً ولیس له دواء اٰخر غیره، فیجوز الاستشفاء به". (المحیط البرهانی،، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر =

غلطی سے بلا اجازتِ شرع پی لی ہو تو غسل و وضو کر کے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھ کر دل سے نادم ہو کر خدائے پاک کے سامنے اپنی غلطی اور گناہ کا اقرار کرتے ہوئے سچی توبہ کی جائے اور پختہ عہد کیا جائے کہ زندگی بھر آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا (۱)، بار بار توبہ واستغفار کرتا رہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= فی التداوی والمعالجات: ۱۱۶/۲، غفاریه کوئٹه)

"ویقدّم المیتة علی الصید، والصیدُ علی مال الغیر ولحم الإنسان، قیل: والخنزیر".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات: ۵۶۲/۲، سعید)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(وانظر أیضاً خلاصة الفتاویٰ، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل: ۳۶۲/۴، رشیدیه)

(۱) "ومنه صلاة الاستغفار لمعصیةٍ وقعت منه، لما عن ی عن أبی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "مامن عبد یذنب ذنباً فیتوضأ ویحسن الوضوء، ثم یصلی رکعتین، فیستغفر الله، إلا غفر له". (حاشیة الطحطاوی، قبیل فصل فی صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۱، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الحاجة: ۲۸/۲، سعید)

(وکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹۰/۲، رشیدیه)

"وقال الإمام النوویؒ: التوبة مااستجمعت ثلاثة أمور: أن یقلع عن المعصیة، وأن یندم علی فعلها، وأن یعزم عزماً جازماً علی أن لایعود إلی مثلها أبداً". (روح المعانی، (سورة التحریم: ۸): ۱۵۸/۲۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(وکذا فی شرح الفقة الأکبر للملا علی القاری، بحث فی التوبة وشرائطها، وفیها أبحاث جلیلة، ص: ۳۲۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یاأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً، عسی ربکم أن یکفر عنکم سیأتکم ویدخلکم جنّٰت تجری من تحتها الأنهر﴾ (سورة التحریم: ۸) .... =

شراب کیا چیز ہے؟

سوال[۸۸۶۲] : ۱.....شراب کی کیا تعریف ہے؟

زخم کے لئے اسپرٹ کا استعمال

سوال[۸۸۶۳] : ۲.....کیا اسپرٹ-جو زخموں پر استعمال کی جاتی ہے-شراب ہے اور اس کا استعمال زخموں پر نا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....عربی لغت میں ہر بہنے والی اور پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاحِ فقہ میں ہر نشہ آور کو شراب کہتے ہیں(۱)۔ چار قسم کی شراب حرام ہے: خمر (طلاء)، سکر، نقیع، زبیب (۲)۔

= "وعبارة المازری: اتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، ولا یجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (روح المعانی: ۱۵۹/۲۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۱) "الشراب: ما شُرِب من أیّ نوع کان، و علی أیّ حال کان". (لسان العرب، حرف الباء: ۴۸۸/۱، دار صادر بیروت)

(وکذا فی القاموس الفقهی، حرف الشین: ص: ۱۹۲، إدارة القرآن کراچی)

"الشراب لغةً: کل مائع یشرب، واصطلاحاً ما یسکر". (الدرالمختار، کتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الأشربة: ۳۹۹/۸، رشیدیه)

(ومجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الأشربة: ۲۴۴/۴، غفاریه کوئٹه)

(۲) "الشراب ما یسکر، والمحرم منها أربعة: الخمر وهی النیء من ماء العنب إذا غلا واشتد .... والطلاء......... والسکر......... ونقیع الزبیب". (البحرالرائق، کتاب الأشربة: ۴۰۰/۸، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الأشربة: ۲۴۴/۴، غفاریه)

۲......شراب اور اسپرٹ کے احکام کی تفصیل: طبی جوہر، ضمیمہ ثانیہ، حصہ نہم، اختری بہشتی زیور میں دیکھئے، وہاں نہایت بسط وتفصیل سے اس کو بیان کیا ہے، تاہم اگر کوئی مجمل ہو تو اس کو دریافت کر لیجئے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/محرم/ ۶۸ھ۔

لیکن ان چار کے علاوہ بھی جتنی شرابیں نشہ لانے والی ہیں سب حرام ہیں، فتویٰ اسی پر ہے، بلا شدتِ مجبوری دوا میں بھی استعمال جائز نہیں (۲)۔سعید احمد غفرلہ، ۱۲/محرم/ ۶۸ھ۔

بیمار کے لئے حرام گوشت، چربی، بال کا استعمال

سوال[۸۸۶۴]: ۱......زید بیمار ہے، اکثر ڈاکٹر وحکماء نے بتایا ہے کہ سور کا گوشت وتاڑی کو استعمال کرو۔کیا گوشت سور وتاڑی کا استعمال کرنے سے شریعت روکتی ہے یا نہیں؟ نیز لوگوں کا خیال ہے کہ انگریزی دواؤں میں شراب کا جزو ہوتا ہے، اس کو استعمال کرنا چاہیے یا نہیں؟

۲......تاڑی کی مشین میں بسکٹ وتال وغیرہ بنائے جاتے ہیں، نیز ولایتی بسکٹ میں احتمال ہے کہ سور وغیرہ کی چربی ملی ہوتی ہے۔نیز وہ چیزیں جو ولایت سے کھانے کی تیار ہو کر آتی ہیں، نہ معلوم اس میں کیا چیزیں

---

(۱) ''اسپرٹ اشربۂ اربعہ میں سے نہیں ہے، پس ایسی اسپرٹ کا شیخین کے نزدیک استعمال جائز ہے، لیکن فتوی امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے تاکہ عوام کی جرأت نہ بڑھ جاوے۔تو چونکہ یہ فتوی سدِ باب فتنہ کے لئے ہے، اس لئے مبتلا کو گنجائش استعمال کی ہے''۔(بہشتی زیور، طبی جوہر، حصہ نہم، ص: ۶۵۷، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: بہشتی زیور کے حاشیہ میں محشی نے طویل حاشیہ لکھا ہے اس کو بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۲) ''عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه لما بعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: ''يسّرا ولا تعسّرا، وبشرا ولاتنفرّا وتطاوعا''. قال أبو موسىٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل، يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ''كل مسكر حرام''. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''يسروا ولا تعسروا'': ۲/۹۰۴، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ۲/۱۶۲، سعيد)

ہوتی ہے۔ ایسی چیزوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ولایتی کمبل میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ سور، یا کتے کا رَواں ملا ہوتا ہے(۱)۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر حاذق، دیندار، مسلم طبیب یا ڈاکٹر تجویز کردے کہ بغیر سور کے گوشت کے شفاء ممکن نہیں اور کوئی دوسری حلال چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی تو اس کا استعمال درست ہے۔ اور تاڑی میں اگر شراب کی طرح نشہ ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اگر اس میں نشہ نہیں تو اس کا استعمال بلا شرط مذکور بھی درست ہے، هکذا فی الهندية، ص: ۲۳٦ کتاب الکراهيه۔

انگریزی دواء میں اگر شراب ہونے کا یقین ہے، تو اس کا بھی یہی حکم ہے (۲)۔ اور اگر یقین نہیں، محض شبہ ہے تو احتیاط اولیٰ ہے (۳)، ضرورتِ شدیدہ مثلِ مذکورہ بالا میں اس کا استعمال درست ہے (۴)۔

۲......اگر نشہ آور تاڑی - جو کہ حرام ہے- اس میں ڈالی گئی ہے، اس کا استعمال ناجائز ہے (۵)۔ اور

---

(۱) ''رواں: رونگٹھا، جسم کے باریک بال''۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۲۴، فیروز سنز لاهور)

(۲) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوی إذا أخبره طبيبٌ مسلمٌ أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشرفی التداوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوی السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب فی التداوی والعلاج، ص: ۷٦، سعيد)

(وكذا فی خلاصة الفتاوی، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فی الأكل: ۳٦۲/۴، رشيديه)

(۳) "عن أبی الحوراء السعدی قال: قلت لحسن بن علی رضی الله تعالیٰ عنهما: ماحفظت من رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "دع مايريبک إلی مالايريبک". (جامع الترمذی، أبواب صفة القيامة، بابٌ: ۷۸/۲، سعيد)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ، مسند الحسن بن علی رضی الله تعالیٰ عنهما: ۳۲۹/۱، (رقم الحديث: ۱۷۲۵)، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(۴) (راجع رقم الحاشيه : ۱)

(۵) "عن سعيد بن أبی بردة عن أبيه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه لما بعثه رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه =

دوسری اشیاء میں بھی اگر کسی ناجائز چربی وغیرہ ڈالا جانا یقینی ہے تو اس کا استعمال ناجائز ہے(۱)۔اگر نہ ڈالا جانا

= وسلم ومعاذ بن جبل، قال لهما: "يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا". قال أبو موسىٰ: يا رسول الله! إنا بأرض يُصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: "يسّروا ولاتعسروا": ۹۰۴/۲، قديمى)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربه، باب بيان أن كل مسكر حرام: ۱۶۷/۲، قديمى)

(واسنن أبى داؤد، كتاب الأشربه، باب ماجاء فى السكر: ۱۶۲/۲، إمداديه ملتان)

(۱) ''**سوال**: جن بسکٹوں نان پاؤ میں تاڑی کا خمیر ہو، ان کا کھانا کیسا ہے؟ کلکتہ کے علماء نے اس کے حلت کا فتویٰ دیا ہے''؟

جواب: مفتی بہ مذہب کے مطابق جو اشیاء اور اشربہ سیالہ مسکر ہیں سب نجس ہیں اور ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگر چہ نشہ بھی نہ پیدا کرے، کیونکہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "ماأسكر كثيره، فقليله حرام" جس کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ اور شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی رحمہ اللہ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں:

> قال محمد والأئمة الثلاثة رحمهم الله تعالىٰ: كل ماأسكر كثيره فقليله حرام من أىّ نوعٍ كان، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". رواه مسلم".
>
> "وعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ماأسكر كثيره فقليله حرام". رواه أحمد وابن ماجة والدار قطنى وصححه، والفتوى على قول محمد رحمه الله".

اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے جس قسم سے ہو، حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے: ''مسکر خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس کا کثیر مسکر ہو، اس کا قلیل بھی حرام ہے''۔ اسے احمد اور ابن ماجہ اور دار قطنی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے: ....=

....

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ماأسكر كثيره فقليله حرام، قالوا: وبقول محمد نأخذ، ومذهب محمدؒ أنه حرام ونجس".

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جس کا بہت نشہ لائے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ ہم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے اخذ کرتے ہیں اور ان کا مذہب یہ ہے کہ ایسی چیز حرام اور نجس ہے۔ اور سراج منیر میں ہے:

"جملة أنواع النجاسات خمسة وعشرون: الخمر وما عداه من الأشربة المحرمة".

نجاست کی پچیس قسمیں ہیں: اول شراب اور اس کے علاوہ پینے کی دوسری حرام چیزیں۔ اور شرح جامع صغیر حسامی میں ہے:

"هل هي: أي الأشربة وراء الخمر مثل الخمر في النجاسة؟ عن أصحابنا فيه روايتان، في إحدى الروايتين: نجاسة غليظة تمنع إذا زاد على قدر الدرهم، وفي رواية أخرى: خفيفة مقدرة بالكثير الفاحش".

پینے کی دوسری نشہ آور چیزوں میں شراب کے مثل نجاست ہونے میں ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ سے دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ نجاست غلیظہ ہیں کہ جب ایک درہم سے زائد ہوں تو مانع طہارت ہیں، اور دوسری یہ کہ نجاست خفیفہ ہیں جب بہت زائد ہوں تو مانع طہارت ہیں۔

جب ان عبارتوں سے حرمت اور نجاست تاڑی کی ثابت ہوگئی تو ثابت ہوگیا کہ بسکٹ اور نان پاؤ وغیرہ جس کے خمیر میں تاڑی مخلوط ہو، اس کا کھانا خمیر خمر کی طرح ناجائز ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

"بخلاف الدقيق إذا عجن بالخمر وخبز، فإنه يكون نجساً ولا تطهر"

برخلاف آٹے کے جب کہ شراب سے گوندھا جائے اور پکایا جائے، کیونکہ وہ نجس ہوگا طاہر نہ ہوگا۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "إذا عجن الدقيق بالخمر لايؤكل".

جب آٹا شراب سے گوندھا جائے تو اسے کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب خمر اور تاڑی دونوں نجس ہیں تو ان کے خلط سے وہ مخلوط بھی نجس اور اس کا کھانا حرام ہوگا اور سرکہ تاڑی یا شراب پر اس کا قیاس کرنا اس لئے باطل ہے کہ سرکہ میں حقیقت بدل جاتی ہے، لہٰذا حلت اور طہارت کا حکم دیا جاتا ہے، بخلاف شراب اور تاڑی کے خمیر کے کہ ان میں حقیقت نہیں بدلتی، بلکہ مخلوط ہونے اور پکنے کی وجہ سے پورا التصاق اور اتصال ہوجاتا ہے"۔ (مجموعة الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، حکم اس بسکٹ و نان پاؤ کا جس میں تاڑی کا خمیر ہو: ۲/ ۲۳۲، سعيد)

یقینی ہے تو اس کا استعمال جائز ہے اور محض شبہ کی وجہ سے ناجائز کا حکم نہیں لگایا جاسکتا(۱)، البتہ احتیاط بہتر ہے:
"دع مایریبك إلی مالایریبك"(۲)۔

کمبل اور دوسری کپڑوں میں بھی اگر ناپاکی یقینی ہے تو بغیر باقاعدہ پاک کئے ان سے نماز درست نہیں، اگر یقینی نہیں بلکہ شبہ ہے تو احتیاط کے خلاف ہے(۳)۔اگر رواں سور کا یقیناً ہے تو وہ ناپاک ہے، کسی طرح پاک نہیں ہوسکتا(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

گدھی کا دودھ علاج کے لئے

سوال[۸۸۶۵]: زید عرصہ سے بیمار ہے، اب ایک ہندو ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے

---

(۱) "الیقین لایزول بالشک .... ومعنی هذه القاعدة أن ماکان ثابتاً ومتیقناً فی الأصل لایزول بالشک؛ لأن ماثبت بیقین لایزول إلابیقین". (شرح المجلة (رقم المادة: ۴)، ۲۰، مکتبه حنفیه کوئٹه)

"ففی مسئلة أن الإباحة أصل فی الأشیاء: ﴿هو الذی خلق لکم مافی الأرض جمیعاً﴾ (التفسیرات الأحمدیة، سورة البقرة، ص: ۱۰، حقانیه پشاور)

"الأصل فی الأشیاء الإباحة". (قواعد الفقه، ص: ۵۹، الصدف پبلشرز لاهور)

(۲) (جامع الترمذی، أبواب صفة القیامة، باب: ۲/۷۸، سعید)

(۳) "ثیاب الفَسَقة وأهل الذمة طاهرةٌ، ودیباج أهل فارس نجسٌ". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "تکره الصلاة فی ثیاب الفسقة؛ لأنهم لایتقون الخمور. قال صاحب الهدایة: الأصح أنه لایکره؛ لأنه لم یکره من ثیاب أهل الذمة إلاالسراویل مع استحلالهم الخمر، فهذا أولی. (قوله لجعلهم فیه البول) إن کان کذلک، لاشک أنه نجس". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، فصل فی الاستنجاء: ۱/۳۵۰، سعید)

"والصلاة فی سراویلهم نظیر الأکل والشرب من أوانیهم، إن علم أن سراویلهم نجسة، لاتجوز الصلاة فیها. وإن لم یعلم، تکره الصلاة فیها. ولوصلی، یجوز". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۵/۳۴۶، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة ۴/ ۳۴۶، رشیدیه)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر﴾ (سورة المائدة : ۳)

کہ جب تک دوا کے ساتھ گدھی کا دودھ نہ پیوگے قطعی آرام نہ ہوگا۔اب اس بیمار کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر دیندار تجربہ کار معالج تجویز کرے کہ یہی علاج ہے،اَور کوئی علاج نافع نہیں تو درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲۸/۱۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند۔

بطورعلاج عورت کا دودھ استعمال کرنا

سوال[۸۸٦٦]: کسی تکلیف کے باعث شوہر کو اپنی بیوی کا دودھ خالص یا کسی اَور نسخہ کے ساتھ حلق اور آنکھ وغیرہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز نہیں، اپنی عورت کا ہو یا کسی اَور عورت کا ہو، سب کا ناجائز ہے(۲)،لیکن اس سے حرمتِ

---

(۱) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاویٰ العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۸۹/٦، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهانى،، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فى التداوى والمعالجات: ۱۱٦/٦، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيدُ على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵٦۲/۲، سعيد)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب فى التداوى بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(۲) "ولم يبح الإرضاع بعد مدته؛لأنه جزء الآدمي والانتفاع به بغير ضرورة حرام على الصحيح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الرضاع: ۲۲۵/۳، سعيد) .... =

رضاعت ثابت نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۷/۱/۹۵ھ۔

دوا کے لئے بچھوکو جلانا

سوال[۸۸۶۷]: زندہ بچھوکو اسپرٹ میں ڈال کردوابنانا جائز ہے یانہیں؟اسپرٹ میں ڈالنے سے بچھوؤں کوزیادہ تکلیف ہوگی جان دیر سے نکلے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچھوکوبھی بلاوجہ زیادہ تکلیف نہ دی جائے،مارکراسپرٹ میں ڈال دیا جائے،پھردوابنالی جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۵/۴/۹۰ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الرضاع: ۲/۱۰۱، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، باب الرضاع: ۱/۴۱۷، رشيديه)

(۱) "وأما الذي يوجب حرمة المصاهرة، فهو أربعة أمور: أحدها: العقد الصحيح. ثانيها: الوط، سواء كان بعقد صحيح أو فاسد أو زنا. ثالثها: المس. رابعها: نظر الرجل إلى داخل فرج المرأة، ونظر المرأة إلى ذكر الرجل، الخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة: ۴/۵۸، دارالفكر بيروت)

(وانظر أيضاً الفقه النافع، كتاب النكاح، (رقم القاعدة: ۲۵۹): ۲/۲-۵، بيروت)

"مفتی محمدشفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الجواب: "شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن داخل کرنے سے نکاح پرشرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا،نکاح بدستورقائم رہتا ہے،کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کونسب،مصاہرت،رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے،ان سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے،مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی،کماھومصرح ومفصل فی عامۃ کتب الفقہ"۔(انسانی اعضاء کی پیوندکاری،شوہر کا خون بیوی کے بدن میں،ص:۲۸،دارالاشاعت کراچی)

(۲) "عن محمد بن حمزة الأسلمي عن أبيه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أمره على سرية =

کیکڑا اور کچھوا دوا کے طور پر کھانا

سوال[۸۸۶۸]: کیکڑے کو جلا کر شہد میں ملا کر استعمال کرنا پرانی کھانسی اور دمہ میں بہت مفید بتلاتے ہیں، نیز ایسے ہی کچھوے کو پکا کر اسی مرض میں کھانے کو بہت مفید بتلاتے ہیں۔ تو کیا کیکڑا اور کچھوا حلال ہیں، یا حلال نہ ہوں تو ان کا استعمال اس طرح پر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پانی کے جانوروں میں احناف کے نزدیک مچھلی کے علاوہ کوئی اَور جانور درست نہیں، کیکڑا اور کچھوا بھی درست نہیں، لیکن کیکڑا کو مار کر اگر جلا دیا جائے تو قلبِ ماہیت ہو کر اس کا حکم بدل جائے گا، اس کا کھانا ممنوع نہیں ہوگا۔ کچھوا کھانا بھی درست نہیں، لیکن اگر دیندار تجربہ کار ماہر معالج تجویز کردے کہ شفا اسی میں منحصر ہے تو اس کا کھانا درست ہوگا:

"لايحل التداوى به: (أى بلبن المرأة) فى العين الرمداء، وفيه قولان: قيل بالمنع، وقيل بالجواز إذا علم فيه الشفاء، كما فى الفتح هنا"۔

وقال بعدها: إن أهل الطب يثبتون نفعاً للبن البنت للعين، وهى من أفراد مسئلة الانتفاع بالمحرم للتداوى كالخمر. واختار فى النهاية والخانية الجواز إذا علم فيه الشفاء، ولم يجد دواءً غيره، بحر". شامى: ٤/١١٣(١)۔

= قال: فخرجت فيها، وقال: "إن وجدتم فلاناً فأحرقوه بالنار". فوليتُ فنادانى فرجعت إليه، فقال: "إن وجدتم فلاناً، فاقتلوه ولا تحرقوه، فإنه لايعذب بالنار إلا رب النار". (سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب كراهية حرق العدو بالنار: ٢/٢، سعيد)

"وفى المبتغى: يكره إحراق جراد وقمل وعقرب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، مسائل شتى: ٦/٧٥٢، سعيد)

(وابن ماجة، كتاب الجهاد، باب التحريق بأرض العدو، ص: ٢٠٤، قديمى)

(١) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فى التداوى بلبن البنت للرمدقولان: ٥/٧١، سعيد)

"وهل يجوز شرب العليل من الخمر للتداوي؟ فيه وجهان، كذا ذكره الإمام التمرتاشي، وكذا في الذخيرة، وماقيل: إن الاستشفاء بالحرام حرام غير مجرى على إطلاقه، وأن الاستشفاء بالحرام إنما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إن علم وليس له دواء غيره، يجوز، اه". شامی: ٤/٢١٥(١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۵ھ۔

ناپاک شہد کا خارجی استعمال

سوال[۸۸۶۹]: کیا ناپاک شہد کو لیپ وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے(۲) اوراس کا طریقہ استعمال کیا ہو، یا اس کو پھینک دیا جائے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ناپاک شدہ شہد بغیر پاک کئے کسی لیپ وغیرہ میں استعمال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، مگر نماز کے لئے اس لیپ کی جگہ کو پاک کرلیا جائے۔ داخلی استعمال ناپاک شہد کا بغیر پاک کئے درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب في التداوي بالمحرم: ٥/٢٢٨، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ٥/٣٥٥، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ٦/١١٦، غفاريه)

(٢) "لیپ: ضماد، پلستر، لپائی"۔ (فيروز اللغات، ص: ١١٧٤، فيروز سنز، لاهور)

(٣) "(قوله: و يطهر لبن وعسل، الخ) لو تنجس العسل، فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدره، فيغلى حتى يعود إلى مكانه .... هكذا ثلاث مرات، الخ". (رد المحتار: ١/٣٣٤، كتاب الطهارة، مطلب في تطهير الدهن والعسل، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيريه: ١/٤٢، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، رشيديه) =

معجونِ جند بیدستر یا، ماہی روبیاں و بیر بھوٹی وغیرہ کا حکم

سوال[۸۸۷۰]: وہ معجون جس میں جند بیدستر، یا ماہی روبیاں، یا خراطین، یا بیر بھوٹی پڑی ہو، اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مع عبارتِ کتب حوالہ تحریر فرمائیں تاکہ ان کی طرف رجوع میں آسانی ہو۔ بہشتی زیور حصہ دہم، ص: ۱۳۰ مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس میں ایک نسخہ لکھا ہوا ہے جس میں جند بیدستر و ماہی روبیاں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے(۱)، مگر شبہ یہ ہے کہ جند بیدستر وخراطین اکلاً حرام ہیں اور جیسے معجون وغیرہ میں ملایا جائے تو وہ بھی حرام ہوگا۔ لہذا مفصل بحوالۂ کتب، عبارت کتب کو واضح فرما کر ماجور ہوں۔ فقط۔

راقم: محمد ابراہیم غفرلہ، بڑی مسجد پانچ پٹی کالوپور، احمد آباد، گجرات، ۱۴/ ذیقعدہ/ ۵۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہشتی زیور، حصہ یازدہم، عرف بہشتی گوہر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص: ۱۴۹، میں یہ نسخہ لکھا ہے(۲)، مگر اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ''جند بیدستر کا کھانا جائز نہیں، بجائے اس کے کچلہ مدبر اور کشتۂ فولاد چار چار رتی ڈالیں''۔

اور جند بیدستر کی تحقیق دیکھنی ہو تو مخزن الادویہ، ص: ۳۱۴ میں دیکھئے، لکھا ہے:

''هیئتِ آن خصیۂ حیوانست، آبی مزدوج یعنی دوعدد مفصل بهیئة کیس بیضتین، الخ''(۳).

ایسی حالت میں اس کا کھانا جائز نہیں، البتہ اگر استحالہ ہو جائے جیسا کہ تحفہ حکیم محمد مؤمن سے نقل کیا ہے(۴) تو پھر اس کی ماہیت بدل جانے کی وجہ سے کھانا درست ہے۔

=(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۷۳، كتاب الطهارة، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) (بهشتي زيور، حصہ یازدہم (اصلی بہشتی گوہر) عنوان: ''ضعف باہ کیلئے چند دواؤں اور غذاؤں کا بیان''، ص: ۸۳۸ دارالإشاعت کراچی)

(۲) (بهشتي زيور، المصدر السابق)

(۳) لم أظفر على هذالكتاب

(۴) لم أظفر على هذالكتاب

حیات الحیوان الکبری مصری: ۱/ ۳۱۵ میں لکھا ہے:

”الجند بادستر حيوان كهيئة الكلب ليس كلكب كلب الماء، ويسمىٰ القندر، وسيأتى فى باب القاف. ولايوجد إلابلاد القفجان ومايليها، ويسمىٰ السمود أيضاً، وهو على هيئة الثعلب أحمر اللون، ليس له يدان، وله رجلان وذنب طويل ورأس كرأس الإنسان ووجه مدوّر، وهو يمشى متكفياً على صدره كأنه يمشى على أربع، وله أربع خصيات: اثنتان ظاهرتان، واثنتان باطنان.

ومن شأنه أنه إذا راى الصيادين لأخذ الجند بادستر -وهوالموجود فى خصيتيه البارزتين- هرب، فإذا جدّوا فى طلبه قطعهما بفيه ورمىٰ بهما إليهم؛ إذ لاحاجة لهم إلابهما، فإذا لم يبصرهما الصيادون وداموا فى طلبه، استلقىٰ على ظهره حتى يريهم الدم، فيعلمون أنه قطعهما فينصرفون عنه. وهو إذا قطع الظاهرتين أبرز الباطنتين عوضاً عنهما، وفى باطن الخصية شبه الدم أو العسل كريهة الرائحة سريع التفرك إذاجف، الخ“(۱)۔

وقال فى باب القاف: ”(قندر) قال القزوينى: هو حيوان برّىٌّ بحرى يكون فى الأنهار العظام يتخذى فى البر إلىٰ جانب البحر بيتاً له بابان، ويأكل لحم السمك وخصيته، تسمىٰ الجندبادستر، الخ“. حيات الحيوان: ۲/ ۲٦٤(۲)۔

ماہی روبیان کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاویٰ کے تتمہ ثالثہ، ص: ۵۰، مطبوعہ مطبع قیومی کانپور میں لکھا ہے کہ: ”درمختار وغیرہ میں تمام انواع السمک کو حلال کہا ہے اور سمك ہونا یہ عدول مبصرین کے اخبار پر ہے“(۳)۔ اور جھینگا مچھلی کو حیاۃ الحیوان میں ”سمك“ لکھا ہے، حیاۃ الحیوان کی عبارت یہ ہے:

”الروبيان هو سمك صغير جداً أحمر“. حيات الحيوان: ۲/ ۳۷۱(٤)۔

---

(۱) (حيات الحيوان الكبرى، باب الجيم، الجند بادستر: ۱/ ۳۰۸، دارالكتب العلميه بيروت)

(۲) (حيات الحيوان الكبرى، باب القاف، قندر: ۲/ ۳۵۹، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) (إمداد الفتاویٰ، کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، ماہی روبیان کا حکم: ۴/ ۱۰۴، دارالعلوم کراچی)

(۴) (حيات الحيوان الكبرى باب الراء المهمله، الروبيات: ۱/ ۵۱۴، دارالكتب العلميه بيروت)

"روبیان بضم الراء وسکون با موحدة وفتح یاء مثناة تحتانیه وألف ونون، وإربیان نیز آمده. وبفارسی "ماهی روبیان وماهی ریگ". وبهندی "جهینگا مچهلی" نامند. ماهیتِ آن حیوانیست آبی وحلال بادست وپاء بلند وغلاف جثه آن، اهـ". مخزن ادویه، ص: ۴۵۲(۱).

پس اگر وہ مچھلی ہے تو حلال ہے ویسے کھانا بھی اور دوا میں ڈال کر کھانا بھی۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ مچھلی نہیں، بلکہ مچھلی کے علاوہ کوئی دوسرا دریائی جانور ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک دریائی جانور سوائے مچھلی کے کوئی جائز نہیں، کما فی ردالمحتار: ٤٠٨/٥ (٢)۔

"خراطین" ایک کیڑا ہے جس کو اردو میں "کچوا" کہتے ہیں، اس کی تحقیق غیاث اللغات، ص: ٢٨٤ (٣)، مخزن الأدویه، ص: ٣٨١، میں ہے(۴)۔ عربی میں اس کو "شحمة الأرض" کہتے ہیں، کذافی حیات الحیوان: ٥١/٢، جلد اول، ص: ٢٩ (٥)۔

"بیر بھوٹی" حشرات الارض میں سے ہے، اس کا کھانا بھی جائز نہیں:

---

(۱) لم أظفر علی هذاالکتاب

(۲) "هو أن لایکون من بنات الماء إلا السمک". (ردالمحتار، کتاب الصید: ۴۶۲/۶، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل: ۳۱۴/۸، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمنتقی مع مجمع الأنهر، کتاب الذبائح: ۱۶۲/۴، غفاریه)

(۳) "خراطین: معرب خراتین، دراز که درزمینِ نمناک میباشد، مرکب ازخره بمعنی گل است، واتین بمعنی پیداشده". (غیاث اللغات، باب خائے معجمه، ص: ۱۸۹، سعید)

(۴) لم أظفر علیه

(۵) "شحمة الأرض دویبة إذا مسته الإنسان، تجمعت وصارت مثل الخرزة. وقال القزوینی فی الأشکال: إن شحمة الأرض تسمی بالخراطی وهی دودة طویلة حمراء توجد فی المواضع الندیة. وقال الزمخشری فی ربیع الأبرار: إنها دویبة منقطة بحمرة کأنها سمکة بیضاء یشبه بها کف المرأة. وقال هرمس: إنها دابة صغیرة طیبة الریح لاتحرقها النار، وتدخل فی النار من جانب، وتخرج من جانب".

(حیات الحیوان الکبری، باب الشین المعجمعة، شحمة الأرض: ۷۰/۲، دارالکتب العلمیه بیروت)

"هو (الصيد) مباح بخمسة عشر شرطاً". درمختار۔ قال الشامی: "وخمسة فی الصيد: أن لايكون من الحشرات، وأن لايكون من بنات الماء إلا السمك". ردالمحتار: ٤٠٨/٥ (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم۔

بکری کے پتہ میں سرمہ لگانا

سوال[۸۸۷۱]: بکری کے پتے (۲) میں دوائیں ملا کر بطورِ عرق کے آنکھ میں ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جو صورت ہو لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکری کا پتہ کھانا تو نا جائز ہے (۳)، لیکن سرمہ وغیرہ میں ملا کر آنکھ میں لگانے کی گنجائش ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۳/۶/۹۱ھ۔

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الصيد: ٤٦٢/٦، سعيد)

(۲) "پتّا: جگر کے نیچے ایک چھوٹی تھیلی جس میں پت جمع رہتی ہے"۔ (فیروز اللغات، ص:۲۷۴، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "ويكره من الشاة الحيا والخصية والمثانة والذكر والغدة والمرارة والدم المسفوح". (ملتقى الأبحر، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی: ۴۸۹/۴، غفاريه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الخنثی، مسائل شتی: ۴۶۴/۷، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۳۹/٦، سعيد)

(۴) "لايكون نجساً رماد قذر .... ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً، ولا قذر وقع في بئر، فصار حمأة؛ لانقلاب العين، به يفتى". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۳۲۷/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ١٦١، قديمی)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ٦٧/١، دار إحياء التراث العربي بيروت)

علاج کیلئے استمناء بالید

سوال[۸۸۷۲]: زید کی اولاد نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اس کو اپنی منی ٹیسٹ کروانا ہے اور اس کی جانچ استمنا بالید کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ تو کیا ایسی صورت میں استمنا بالید جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جانچ کے ذریعہ یہ معلوم ہوجائے کہ اولاد نہیں ہوگی تو کیا اس کی اطلاع بیوی کو دینا واجب ہے یا نہیں، جبکہ اطلاع کی صورت میں طلاق کے مطالبہ کا ڈر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاج کے دوسرے طریقے بھی ہیں، تاہم اگر بغیر اس طریقے علاج نہ ہوسکے تو گنجائش ہے(۱)، پھر بیوی کو مطلع کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۱ھ۔

طاعون وچیچک سے حفاظت کے انجکشن

سوال[۸۸۷۳]: کسی علاقہ میں اگر طاعون پھیلا ہوا ہو، یا چیچک کا مرض پھیلا ہوا ہو تو اس حالت میں انجکشن لگانا کیسا ہے؟

---

(۱) "الاستمناء، وهو استفعال من المنيّ. وأحمد بن حنبل على ورعه يجوّزه، ويحتج بأنه إخراج فضلة من البدن، فجاز عند الحاجة، أصله الفص والحجامة، وعامة العلماء على تحريمه". (الجامع لأحكام القرآن، (سورة المؤمنون:۷): ۱۲/۷۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"الاستفشاء بالحرام إنما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إن علم وليس له دواء غيره، يجوز". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب فى التداوى بالمحرم: ۵/ ۲۲۸، سعيد)

(وكذا فى المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فى التداوى والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحفظ کے لئے علاج کے طور پر جیسے اَور جائز تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، یہ بھی جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۱ھ۔



(۱) "عن أبي الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "إن اللہ أنزل الداء والدواء، فتداووا". (سنن أبی داؤد، کتاب الطب، باب فی الأدوية المكروهة: ۲/۱۸۴، إمدادیه ملتان)

"وفی الأحاديث الصحيحه الأمر بالتداوی، وأنه لاينافی التوكل كما لا يُنَافِيه دفع داء الجوع والعطش والحر والبرد بأضدادها، بل لاتتم حقيقة التوحيد إلابمباشرة الأسباب التی نصبها اللہ مقتضيات لمسبباتها قدراًوشرعاً". (زادالمعاد فی هدی خير العباد، فصل: لكل داء دواء، ص: ۷۲۵، دارالفكر بيروت)

"الاشتغال بالتداوی لابأس به إذا اعتقد أن الشافی هو اللہ تعالیٰ، وأنه جعل الدواء سبباً، أما إذا اعتقد أن الشافی هوالدواء، فلا". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

(وكذا فی السراجية، كتاب الكراهية، فصل فی التداوی والعلاج، ص: ۷۵، سعيد)

الفصل الرابع فی المتفرقات

مشرک ڈاکٹر سے علاج کرانا

سوال [۸۸۷۴]: ایک مشرک ڈاکٹر، یا وید(۱) روزانہ علی الصبح اٹھ کر اپنے معبود بتوں کی پرستش کر کے ان سے اپنے پاس آنے والے مریضوں کی شفاء کے لئے مدد مانگے، ایسے مشرک ڈاکٹر، یا وید سے مسلم اور غیر مسلم دونوں علاج کراتے ہیں اور اس سے شفاء پاتے ہیں۔

اب بات یہ ہے کہ مذہبِ اسلام میں غیر مذہب سنت سادھو، پنڈت، وید، یا ڈاکٹر کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا ہو، مگر اس سے ایک ادنیٰ مسلمان ہزاروں درجہ بہتر ہے۔ تو کیا مسلمانوں کیلئے جائز ہے کہ ایسے ہندو ڈاکٹر یا وید وغیرہ سے علاج کرائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ڈاکٹری اور طب کے ذریعہ علاج کرے تو اس کے کرنے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ بزرگی سے اس کا تعلق نہیں، بلکہ فن اور تجربہ سے ہے(۲)۔ ہاں! اگر کوئی اس کو غیر اللہ کی پرستش کی وجہ سے بزرگ اور مقبول سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے علاج کراتا ہے تو اس کی اجازت نہیں، یہ خطرناک ہے۔ ایمان کی دولت سے جو مجرد ہو، وہ ہرگز اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوسکتا، خواہ دنیا میں کتنا ہی مالدار اور تجربہ کار ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) "وید: ہندی طریقے پر علاج کرنے والا طبیب"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴۱۸، فیروز سنز لاهور)

(۲) "فيه إشارة إلى أن المريض يجوزله أن يستطبّ بالكافر فيما عدا إبطال العبادة" (ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل فی العوارض المبيحه لعدم الصوم: ۴۲۳/۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل فی العوارض: ۴۹۳/۲، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصوم، فصل فی العوارض: ۲۸/۲، إمداديه ملتان)

نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۲۷ھ۔

غیرمسلم سے جڑی بوٹی کی تحقیق

سوال[۸۸۷۵]: ایک جگہ ایک مسلم کے بچے کو کسی ایک اجنبی آدمی نے جڑی بوٹی بتائی کہ تم یہ بوٹی ہرمرض والے کو دوگے تو شفاء ہوگی۔اس صورت میں ایک صوفی صاحب اس بچے کی خدمت میں پہونچ کر تحقیق کر کے واپس آئے ہیں، جڑی اس بچے سے نہیں لیا، طبیعت کے خلاف پایا۔اس صورت میں کوئی گناہ صادر ہوگا یا ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

غیرمسلم سے جڑی بوٹی دریافت کرنے سے ایمان میں خلل نہیں آتا، بلکہ علاج کرانے سے بھی خلل نہیں آتا، اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو معلومات وتجربات کی چیز ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے؟

سوال[۸۸۷۶]: حاملہ عورت کے ساتھ کتنی مدت تک صحبت کر سکتے ہیں؟ اور صحبت سے رکنا آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وللہ العزة ولرسوله وللمؤمنين﴾ (سورة المنافقون: ۸)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: ''أی ولله تعالیٰ الغلبة والقوة ولمن أعزه الله تعالیٰ من رسوله صلی الله عليه وسلم والمؤمنين لاالغير''. (روح المعانی: ۱۱۶/۲۸، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير، سورة المنافقون: ۳۷۱/۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (تقدم تخريجهٗ تحت عنوان: ''مشرک ڈاکٹر سے علاج کرانا'')

الجواب حامداًومصلیاً:

صحبت سے رکنے کاحکم حمل کی حفاظت کی خاطر ہے، جب اس کونقصان دے تورک جائے، اور یہ بات طبیب سے دریافت کرنے کی ہے کہ کب نقصان دہ ہےاور کب نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۲/۱۲/۲ھ۔

طبیب کاعضوتناسل دیکھنا

سوال[۸۸۷۷]: ایک حکیم ضعف باہ کے لئے جب مریض کودیکھتا ہےتوعضوتناسل کوبھی دیکھتا ہے، کیونکہ اس سے تشخیص میں بڑی مدد ملتی ہے۔اس کوایسا کرنا جائز ہے یانا جائز؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگربغیر دیکھے علاج نہیں ہوسکتا تو مجبوراً گنجائش ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۴/۲۷ھ۔

چند نسخے یادکرکےعلاج کرنا

سوال[۸۸۷۸]: ایک شخص نےصرف چند مہینے کسی حکیم سے حکمت کا کام سیکھااور کچھ نسخے بھی یاد کرلئے، گاہ بگاہ اس کوسبق بھی پڑھایااور کچھ مفید نکتے بھی بتلائے اورعلاج کرنے کی اجازت بھی دیدی۔توکیا اس کوعلاج کرنا جائز ہوگا؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کا مطب کرنا جائزنہیں (۳)۔

---

(۱) حکیم الامت مجددالملت اشرف علی تھانوی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''(حاملہ عورت) میاں کے پاس نہ جائے، خاص کر چوتھے مہینے سے پہلے اور ساتویں کے بعدزیادہ نقصان ہے''۔(بہشتی زیور، حصہ نہم، حمل کی تدبیروں اوراحتیاطوں کا بیان، ص: ۶۲۰، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "ويحرم النظر إلى العورة إلاعند الضرورة كالطبيب". (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الكراهيه، فصل فی النظر: ۱۹۹/۴، غفاريه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الكراهيه، فصل فی النظر واللمس: ۳۸/۷، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فی الفتاوی السراجية، كتاب الكراهيه، باب النظر واللمس، ص: ۷۳، سعيد)

(۳) لم أجد فی بهشتی زيور إلا قوله: ''ان علاجوں کے لکھنے سے یہ مطلب نہیں کہ ہرآدمی حکیم بن جاوے.......... =

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص کا طبیب ومعالج بن کر ہر مریض کا علاج کرنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ۔

بیماری کا جعلی سرٹیفکٹ

سوال [۸۸۷۹] میں وطن سے تین سومیل دور ہوں، چار ماہ سے گھر نہیں گیا ہوں، چاہتا ہوں کہ دو چار روز کے لئے گھر چلا جاؤں۔ اب مشکل یہ ہے کہ میری چھٹی ختم ہو چکی ہے جو کہ سال میں بارہ روز ملتی ہے۔ صرف سات روز کی چھٹی باقی ہے، اس کے استعمال کے لئے یا تو ایک مہینہ کی پیشگی اطلاع دینی پڑتی ہے، یا ڈاکٹر کا بیمار ہونے کا سرٹیفکیٹ دینا پڑتا ہے جو عام طور پر رشوت دے کر جھوٹا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے۔ اگر میں عرضی میں صاف صاف یہ لکھ دوں کہ میں بہت دن سے گھر نہیں گیا ہوں اور جا کر آنا چاہتا ہوں تو افسران میری عرضی نامنظور کر دیں گے، حالانکہ میری سات روز کی چھٹی بچ رہی ہے، پھر بھی مجھے جھوٹا سرٹیفکیٹ دے کر اسے استعمال کرنے کی نوبت آرہی ہے۔ یہ مسئلہ ہرکس وناکس کو بار بار پیش آتا ہے، اسے کیسے حل کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

آدمی کو کچھ نہ کچھ بیماری تو ہوتی ہی ہے، اگر وقتِ ضرورت بیماری کا سرٹیفکیٹ لے لیا جائے تو یہ جھوٹ نہیں ہے، اس کی گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=لیکن اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے، یا مرض اچھی طرح نہ پہچانا جاوے، یا مرض بھاری ہو تو ہرگز دوا خود مت کرو"۔ (بهشتی زیور، حصہ نہم، ص: ۱۵۹، دارالإشاعت کراچی)

(۱) "حدثنا عبدالعزيز ابن عمر بن عبدالعزيز، حد ثني بعض الوفد الذين قدموا على أبي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أيما طبيب تطبب على قومٍ لايعرف له تطبب قبل ذلک فأعنت، فهو ضامن".

(سنن أبي داؤد، كتاب الديات، باب فيمن تطبب ولايعلم منه طب: ۲/۲۸۵، إمداديه ملتان)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فقال إني سقيم﴾. الآية (الصّٰفّٰت: ۸۹)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت هذه الآية: "أراد أنه سيسقم، ولقد صدّق عليه السلام، فإن كل إنسان لابد أن يسقم، وكفى باعتلال المزاج أول سريان الموت في البدن سقاماً". =

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= (روح المعانی: ۲۳/۱۰۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"أفادت الآیة جواز التوریة عند الضرورة بالفعل والقول، فإن نظره علیه الصلوة والسلام کانت توریة الفعل بإیهام أنه استدل بحرکات الأفلاک والنجوم علی حلول مرض علیه، وقوله علیه الصلوة والسلام "إنی سقیم" توریة القول، فإنه أراد به مرضاً یعتریه فی قابل من الزمان، ولا أقل من الموت فإن الموت لایخلو عن مرض عادةً، وأوهمهم أنه سیمرض الأن، وذلک جائز عند الضرورة إجماعاً. قال شیخنا أشرف المشایخ قدس سره فی مسائل السلوک: قوله: ﴿فنظر نظرةً فی النجوم، فقال إنی سقیم﴾ فیه جواز الحیلة لدفع الشر دینیاً کان أو دنیویاً. وهذه التوریة هی التی سمیت فی حدیث أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه کذبات، فإنها کذبات عند السامع، ولیست کذلک فی الحقیقة". (أحکام القرآن للتهانوی: ۵/۴، إدارة القرآن کراچی)

باب شرب الدخان واستعمال النورة وغیرها

(تمباکو اور چونے وغیرہ کے استعمال کا بیان)

تمباکو

سوال[۸۸۸۰]: تمباکو کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نشہ آور منع ہے(۱)، بدبودار مکروہ ہے(۲)، دونوں سے خالی ہو جائز ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معاذ بن جبل، قال لهما: "يسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسىٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۹۰۴/۲، قديمي)

(و الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۱۶۷/۲، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ۱۶۲/۲، امداديه ملتان)

(۲) "ومن أكل ما يتأذى به: أي برائحته كثوم وبصل، ويؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهورله منهما من شر به". (ردالمحتار، كتاب النكاح، قبيل باب الرضاع: ۲۰۸/۳، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمعٌ عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع في غير المسجد .... ويلحق بالثوم كل ما له رائحةٌ كريهةٌ من البصل و الكراث و نحوهما".

(إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوماً أو بصلاً .... عن حضور المسجد: ۲۰۹/۱، قديمي)

(۳) "ففيهم حكم التنباك وهو إباحة على المختار والتوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره =

تمباکو کے اقسام وخواص اور اختلافِ اقوال

سوال [۸۸۸۱]: تمباکو میں کتنے اقوال ہیں، جمہور کا کیا قول ہے، محققین کا کیا مسلک ہے؟ اگر تمباکو بصورتِ حقہ ہو تو کیا حکم ہے اور غیر حقہ کا کیا حکم ہے؟ تمباکو کے متعلق کیا کوئی حدیث بھی ہے، اگر ہے تو کیسی: موضوع یا ضعیف یا کیا؟ مفصل مع حوالہ تحریر فرمایا جاوے۔ ''شجرۂ خبیثہ''(۱) لفظ قرآن سے تمباکو مراد لینا کیسا قول ہے، راجح یا مرجوح؟ مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

تمباکو کے اقسام واغراض وخواص مختلف ہیں، اس لئے اس میں اقوال بھی مختلف ہیں، جو قسم کہ اس میں سکر نہیں اور اس میں بدبو بھی نہیں وہ بلا کراہت درست ہے (۲) اور جس میں بدبو ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے (۳)، جس میں سکر ہے وہ ناجائز ہے (۴)۔ البتہ دواءً جائز ہے جب کوئی دوسری جائز دوا نہ ہو اور طبیب حاذق عادل اس میں شفاء کو متعین کردے (۵)۔

= وتفتيره و إضراره". (ردالمحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتا ب الصيد: ۶/۴۶۰، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الأرض ما لها من قرار﴾. (سورة إبراهيم: ۲۶)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۴) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معاذ بن جبل، قال لهما: "يسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسىٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "كل مسكر حرام". (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: "يسّروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۴، قديمى)

(و الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قديمى)

(وسنن أبى داؤد، كتا ب الأشربة، باب ماجاء فى السكر: ۲/۱۶۲، امداديه ملتان)

(۵) "الاستشفاء بالمحرم إنما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً، وليس له دواء =

بد بودار منہ لیکر مسجد میں آنا ہر صورت میں ناجائز ہے (۱)، حقہ میں بھی تفصیل ہے، مولوی امیر باز خان صاحب نے حقہ کو بالکل حرام لکھا ہے "الإعلان فی إنكار القليان" میں بہت سے علماء کے اقوال اس میں درج کئے ہیں (۲)۔ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوی میں متعدد جگہ مباح لکھا ہے، بعض جگہ بد بو کی وجہ سے مکروہ تنزیہی لکھا ہے (۳)۔

= آخر غيره، فيجو ز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوى: ١١٦/٦، غفاريه)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فى التداوى بالمحرم: ٢١٠/١، سعيد)

(وكذا فى خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى الأكل: ٣٦٢/٤، رشيديه)

(١) "ومن أكل ما يتأذى به: أى برائحته كثوم وبصل، ويؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهورله منهما من شربه". (ردالمحتار، كتاب النكاح، قبيل باب الرضاع: ٢٠٨/٣، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمعٌ عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع فى غير المسجد .... ويلحق بالثوم كل ما لَه رائحةٌ كريهةٌ من البصل و الكراث و نحوهما".

(إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ٢٤١، قديمى)

(وكذا فى شرح النووى على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهى من أكل ثوماً أو بصلاً .... عن حضور المسجد: ٢٠٩/١، قديمى)

"قيل لأنس رضى الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبى صلى الله عليه وسلم فى الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مسجدنا". (صحيح البخارى، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم و البقول: ٨١٩/٢، قديمى)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ٦٨، قديمى)

(وبمعناه فى سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ٢٤١، قديمى)

(٢) لم أطلع عليه

(٣) **سوال**: "حقہ پینا مکروہ ہے یا مکروہ تحریمہ"؟ .... =

مولانا تھانوی مدظلہم العالی کے فتویٰ میں تفصیل ہے کہ جس میں نشہ اور اختلالِ حواس ہو، سخت بدبودار ہو، بلاضرورت اس کا پینا حرام ہے۔ صاف تازہ بضرورتِ علاج مباح ہے، بلاضرورت مکروہ تنزیہی ہے (۱)۔

= **جواب:** ”حقہ پینا مباح ہے، مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا نادرست ہے“۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: ”حقہ پینا، تمباکو کا کھانا یا سونگھنا کیسا ہے، حرام ہے یا مکروہ تحریمہ یا مکروہ تزیہہ ہے اور تمباکو فروش اور نیچے بند کے گھر کا کھانا کیسا ہے“؟

جواب: ”حقہ پینا تمباکو کھانا مکروہ تنزیہہ ہے اگر بو آوے، ورنہ کچھ حرج نہیں، اور حقہ تمباکو فروش کا مال حلال ہے، ضیافت بھی اس کے گھر کھانا درست ہے“۔ (تالیفات رشیدیہ، جواز وحرمت کے مسائل، عنوان: حقہ پینا اور عنوان: تمباکو کھانا، سونگھنا یا حقہ پینا، ص: ۱۶۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۱) ”اصل میں یہ ایک دوا ہے، بعض امراض کو نافع بھی ہے، اور کثرت اس کی مضر ہے، کما یعلم من کتب الطب. اب پینے والوں کی مختلف غرضیں ہیں، کوئی مرض کے لئے پیتا ہے، کوئی شوقیہ پیتا ہے، کسی کو کچھ نافع ہے، کسی کو مضر ہے .... پھر تمباکو میں بھی بعض اقسام بہت تیز اور مضر ہیں، بعضے کم درجہ میں ہیں۔ کسی میں بو زیادہ ہے کسی میں کم ہے، کسی میں نوبت نشہ یا فتور کی ہے، کسی میں نہیں، کوئی ایسی چیز کے ساتھ مرکب ہے جس سے اس کی خباثت کم ہو جاتی ہے، کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح حقہ اور نیچہ میں بھی بعضے نیچہ کے کپڑے پاک ہیں، کسی کے ناپاک، کسی کے مشتبہ، کوئی پیچوان ہے اس میں اثر قلیل آتا ہے، کسی میں زیادہ آتا ہے، کوئی جلد جلد تازہ کیا جاتا ہے، کوئی کئی کئی دن تک سڑتا رہتا ہے .... غرض نہ سب پینے والے برابر، نہ سب تمباکو ایک طرح کے، نہ سب حقہ ونیچہ ایک قسم کے سب متفاوت اور مختلف، ہر ایک کا حکم جدا۔

پس اگر کسی نے ضرورتِ شدیدہ میں کسی مرض دشوار کے علاج کے لئے احتیاط سے بطور دوا کے کبھی ایک آدھ بار پی لیا، چنداں جرم نہیں، اور جو بعد ازالہ بغیر ضرورت شوقیہ پیوے، جیسا آج کل شائع ہے، کہ یہی محفل کی زیب وزینت ہوگئی .... اس طور اس کا عادی ہو جانا، بسبب اجتماع ان امور کے بے شک برا اور سخت مکروہ ہے۔ پھر امور مذکورہ سابق کے تفاوت سے کراہت میں بھی تفاوت ہوگا۔

اور بعضے پینے والے جو حد احتیاط ہیں اور سڑے ہوئے حقے ناپاک نیچے، تیز تمباکو کہ پیتے پیتے نشہ ہو جاتا ہے اور شراب کی سی مدہوشی ہو جاتی ہے، اس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں۔

حاصل یہ کہ کوئی حقہ زیادہ مکروہ، کوئی کم مکروہ، کوئی حرام، کوئی ضرورت شدیدہ میں بطور دوا کے ایک آدھ بار روا۔ اور اس تقریر پر ممکن ہے تطبیق درمیان اقوال علماء وفقہاء کے جو مختلف ہیں اس کے اباحت وکراہت وحرمت میں، پس جیسا کسی نے موقع دیکھا ہوگا ویسا کہہ دیا ہوگا، بہرحال پینے والا اس کا گناہ سے خالی نہیں اور اصرار گناہ پر سخت گناہ ہے۔ اور اکثر اہل کشف =

تمبا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا، اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں دیکھی، ظاہر یہ ہے کہ کوئی حدیثِ صحیح یا ضعیف اس کے متعلق موجود نہیں، اگر کسی نے خود وضع کر لی ہو تو امرِ آخر ہے۔

"فی مخزن الأدویہ للطبیب محمد حسن: أن "تنباکو" –بفتح التاء وسکون النون و فتح الباء وألف وضم الکاف وسکون الواؤ –یقال له بالترکیة: التتن، وهو من الأدویة الجدیدة، وُجد من نحو ثلث مأة سنة، وشاع من نحو مأتی سنة. قالوا فی باعث شهرته فی بلاد الإیران والتوران والهند: إن طائفة من النصاری أخرجته من الأرض الجدیدة، وأتِی بورقه وبذره فی بلاد الهند وغیره، فشاع بحیث لم یبق بلد وقریة لا یستعملونه فیها بشرب دخانه أو أکل جرمه أو السعوط به. وقیل: إن بدأ شیوعه فی إیران کان فی عهد الشاه عباس الثانی، وفی الهند فی اخر عهد السلطان أکبر و أوائل عهد جهانگیر". ترویح الجنان، ص:٤(١)-

جب یہ معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھا تو شجرۂ خبیثہ سے یہ مراد کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں! اگر اشتراک فی الوصف کی وجہ سے اگر کسی نے اس کو بھی شامل مانا ہو تو کیا بعید ہے، لیکن کسی تفسیر میں نظر سے نہیں گزرا۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر موضح القران میں شجرۂ خبیثہ کے تحت میں دو درخت: ''تھوڑا اور ارنڈ'' ذکر فرمائے ہیں (۲)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ومجاہد وانس ابن مالک رضی

= وروپائے صادقہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اس کا پینے والا محفل مبارک نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دخل نہیں پاتا، اور بعضوں نے اس کے پینے والوں کو معذب بھی دیکھا ہے۔أعاذنا الله منه". (إمداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ ومباح چیزوں کا میان: ۴/ ۹۷، ۹۸، دارالعلوم کراچی)

(۱) (ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان، ص: ۸ مندرجة من مجموعة رسائل اللکنوی ۴/ ۲۵۹، ادارة القران کراچی)

(۲) لم أجده فی تفسیر موضح القرآن، وقد قال الشیخ محمد إدریس الکاندهلوی رحمه الله تعالیٰ: ''اکثر مفسرین کا قول ہے کہ شجرۂ خبیثة سے اندراین کا درخت مراد ہے، جس کا پھل نہایت زہریلا اور کڑوا ہوتا ہے اور نہایت بدبودار ہوتا ہے اور اس کی جڑ پھیلی ہوئی ہوتی ہے، اس کو ثبات اور استحکام نہیں ہوتا .... حدیث میں جو شجرۂ طیبہ کی تفسیر کھجور کے درخت اور شجرۂ خبیثہ کی تفسیر حنظل اور کثوث کے درخت سے آئی ہے، وہ بطور تمثیل ہے، نہ کہ بطور تخصیص، اور مقصود =

اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ: اس سے مراد ’’حنظل‘‘ ہے۔ تفسیر ابن جریر طبری: ۱۳/ ۱۳۵، میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ’’شریان‘‘ ہے، یعنی حنظل (۱)۔

معالم التنزیل، ص: ۳۴(۲)، وخازن میں ہے: ”و هی الحنظل، وقیل: هی الثوم، وقیل: الکشوف، وهی العشقة“(۳)۔

بحر محیط میں ہے:

”هی شوط الحنظل، قاله الأکثرون: ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ومجا هد و أنس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنهما، ورواه عن النبی صلی الله علیه وسلم. وقال الزجاج: وفرقة شجرة الثوم، وقیل: شجرة الکشوف، وهی شجرة لاورق لها، ولا أصل. قال: وهی کشوف فلا أصل ولا ثمر. وقال ابن عطیة: ویرد علی هٰذ ه الأقوال أن هٰذا کلها من النجم ولیست من الشجر، والله تعالیٰ إنما مثّل بالشجرة فلا تسمیٰ هٰذه شجرةً إلا تجوزاً. وقیل: الطحلبة، وقیل:

= یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ایک شجرہ طیبہ کے مشابہ ہے کہ اوصاف مذکورہ کا جامع ہو، خواہ وہ کھجور کا درخت ہو یا کوئی اَور پاکیزہ درخت ہو، اور شجرۂ خبیثہ سے بھی کوئی معین درخت مراد نہیں جو خبیث اور گندہ اور بدبودار اور بدمزہ ہو وہ سب شجرۂ خبیثہ کے عموم میں داخل ہے، اس لئے زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کفر اور ضلالت کا کوئی فرقہ لہسن کے درخت کے مشابہ ہے اور کوئی کانٹوں کے جھاڑ کے مشابہ ہے‘‘۔(معارف القرآن، (سورۃ ابراهیم: ۲۶)، مثال: کلمہ ایمان وکلمۂ کفرالخ، چند فوائد: ۴/ ۲۵۹، ۲۶۰، مکتبة المعارف)

(۱) ”حد ثنا محمد بن المثنی قال: حد ثنا محمد بن جعفر قال: حد ثنا شعبة عن معاویة بن قرة قال: سمعت أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال فی هذ الحرف: ﴿ومثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة﴾ قال: الشریان. فقلت: ما الشریان؟ قال: رجل عنده الحنظل. فأقرّ به معاویة“. (جامع البیان فی تفسیر القرآن لابن جریر الطبری: ۱۳/ ۴۰، دارالمعرفة بیروت)

(۲) ”﴿شجرة خبیثة﴾ کالحنظل والکشوف، وهی نبت یتعلق بأغصان الشجر من غیر أن یضرب بعرق فی الأرض“. (التفسیر المنیر لمعالم التنزیل (سورة إبراهیم: ۲۶): ۱/ ۴۳۶، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) (تفسیر الخازن: ۳/ ۸۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر المدارک، (سورة إبراهیم: ۲۶): ۱/ ۶۵۰، قدیمی)

الكمأة، وقيل: كل شجر لايطيب له ثمر. وعن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: هى الكافر. وعنه أيضاً: شجرة لم تخلق فى الأرض. وقال ابن عطية: والظاهر عندى أن التشبيه وقع بشجرة غير معينة إذا وجدت منها هٰذه الأوصاف، هو أن يكون كالعضاة أو شجرة السموم ونحوها، اه". بحر محيط: ٤٤٢/٥(١)۔ فقط۔

تمباکو، حقہ وغیرہ پینا

سوال[۸۸۸۲]: تمباکو کھانا یا حقہ پینا جائز ہے یا نہیں۔ کتاب ''شریعت یا جہالت''، مصنف جناب پالن حقانی صاحب نے مکروہ تحریمی لکھا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ جو شخص تمباکو نہیں کھاتا اس کو کھلا دو تو عجب کیفیت (نشہ) ہوتی ہے، جبکہ نشہ لانے والی چیزیں حرام ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر اس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے تو اس کا کھانا پینا مکروہ تحریمی ہے، ورنہ نہیں (۲)، ہر تمباکو یکساں نہیں ہوتا، البتہ جس تمباکو سے بدبو پیدا ہوجاتی ہے اگر اس کو استعمال کیا جائے تو بغیر منہ صاف کئے، مسجد میں جانا مکروہ ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(١) (البحر المحيط، سورة إبراهيم: ٤٢٢/٥، ٤٢٣، دارالفكر بيروت)

(٢) "عن سعيد بن أبى بردة عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معاذ بن جبل، قال لهما: "يسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسىٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ٩٠٤/٢، قديمى)

(و الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ١٦٧/٢، قديمى)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى السكر: ١٦٢/٢، امداديه ملتان)

(٣) "قيل لأنس رضى الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبى صلى الله عليه وسلم فى الثوم؟ فقال: "من أكل فلا =

پان، تمباکو، حقہ

سوال[۸۸۸۳]: بندہ کو حقہ کی بہت زیادہ عادت تھی جس کو مکروہ سمجھتے ہوئے چھوڑنے کی کوشش کئی سال تک رہی، اس وقت خدا کے فضل سے حقہ بالکل چھوٹ گیا، مگر پان کی عادت اس درجہ ہوگئی کہ رات دن میں تقریباً پچاس ٹکڑے بھی کھالیتا ہوں۔ اور حقہ جس وقت سے چھوٹا ہے، کچھ صحت پر بھی اثر آیا اور پان کی کثرت سے بہت خرابیاں معلوم ہوئیں، مثال کے طور پر جتنے پان کھائے جاتے ہیں ان میں تمباکو کی مجموعی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جو صحت کو مضر ہے۔ اس وقت یہ خیال تھا کہ پان کا انجام سامنے آیا تو پان ہر اعتبار سے چھوڑنا چاہتا ہوں، رہا حقہ کا معاملہ تو بندہ چاہتا ہے کہ سب کے ساتھ پی لیا کروں اور پان سے قطعی پرہیز کروں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جس چیز میں ضرر کم ہو اور تجربہ سے اس کا فائدہ محسوس ہوتا ہو (پان یا حقہ) اس کو استعمال کر لیں، ضرورت سے زائد استعمال نہ کریں (۱)۔ مسجد میں جانے سے پہلے مسواک وغیرہ سے بدبو زائل

= یقربن مسجدنا". (صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب ما یکره من الثوم و البقول: ۸۱۹/۲، قدیمی)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من أکل من هذه الشجرة المنتنة، فلا یقربن مسجدنا، فإن الملائکة تتأذ ی مما یتأذی منه الإنس". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قدیمی)

(وبمعناه فی سنن ابن ماجة، کتا ب الأطعمة، باب أکل الثوم، ص: ۲۴۱، قدیمی)

(۱) "یباح أکل النورة مع الورق المأکول فی دیار الهند؛ لأنه قلیل نا فع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذکور لایحصل بدونها". (نفع ا لمفتی و السائل، کتاب الحظر و الإباحة، قبیل ذکر ما یحل لبسه ومالایحل، من مجموعة رسائل اللکنوی: ۱۴۸/۴، إدارة القرآن کراچی)

"و سئل بعض الفقها ء عن أکل طین البخاری ونحوه، قال: لابأس بذلک ما لم یضرّ".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل: ۳۴۱/۵، رشیدیه)

کردیا کریں (۱)۔ خدائے پاک ہر ضرر سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۵ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۵ھ۔

تمباکو پان سگریٹ اور نسوار کا حکم

سوال[۸۸۸۴]: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب پان میں تمباکو کھانا جائز ہے تو سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں تمباکو پیتے ہیں اور نشہ چونکہ پان کے تمباکو میں ہوتا ہے اور سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں بھی ہوتا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہوا اور نسوار کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے اس کا کھانا (پان میں ہو یا اَور طرح سے) پینا (حقہ، بیڑی، سگریٹ کسی طرح ہو) ناجائز ہے۔ نسوار سے اگر نشہ ہوتا ہو تو وہ بھی ناجائز ہے (۲)، ورنہ مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

سگریٹ پینا

سوال[۸۸۸۵]: سگریٹ پینا کیسا ہے؟

---

(۱) (راجع للتخریج المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "عن سعید بن أبی بردة عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: "یسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسیٰ: یارسول الله! إنا بأرض یصنع فیها شراب من العسل یقال له: البتع، وشراب من الشعیر یقال له: المزر، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "کل مسکر حرام". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: "یسروا ولا تعسروا": ۹۰۴/۲، قدیمی)

(و الصحیح لمسلم، کتاب الأشربة، باب بیان کل مسکر حرام: ۱۶۷/۲، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی السکر: ۱۶۲/۲، امدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلياً:

بلاضرورت (شوقیہ) پینا مکروہ ہے، بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں جانا جس کی بدبو سے دوسروں کو اذیت پہنچے منع ہے:

"وأكل نحو الثوم: أي كبصل و نحو ه مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان اكل الثوم والبصل المسجد. قلت: علة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين". شامی: ۱/٤٤٤ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

حقہ کا حکم

سوال [۸۸۸٦]: حقہ پینا کیسا ہے، کسی خاص وقت میں حرام ہے یا مطلقاً حرام ہے، یا مطلقاً مباح ہے، یا مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

حقہ کی تحقیق کے متعلق مختلف رسائل عربی، فارسی، اردو میں لکھے گئے ہیں اور ہند، بیرونِ ہند میں طبع ہوکر شائع ہوچکے ہیں۔ تمبا کو مختلف ہوتے ہیں، اِسکار اور تفتیر نہ ہوتو اس کا پینا درست ہے (۲)۔ بدبو کی وجہ سے کراہت ہوگی، حرمت نہ ہوگی (۳)۔ مگر بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا درست نہیں، بلکہ مسواک وغیرہ سے منہ

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلاة باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فى الغرس فى المسجد: ۱/٦٦١، سعيد)

(وكذا فى إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمى)

(وشرح النووى على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهى من أكل ثوماً أو بصلاً عن حضور المسجد: ۱/۲۰۹، قديمى)

(۲) "فيفهم حكم النبات وهو إباحة على المختار والتوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره و إضراره". (ردالمحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد: ٦/۴٦٠، سعيد)

(۳) "ومن أكل ما يتأذى به: أى برائحته كثوم وبصل، ويؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهورله =

صاف کر کے مسجد میں جانا چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ: ''ایسے شخص کو جو بدبودار چیز کھا کر بغیر منہ صاف کئے مسجد میں آتا تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلوا دیتے تھے، کیونکہ جس چیز سے (بدبو) اذیت آدمیوں کو ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے''(۱)۔

اور جس تمباکو میں اِسکار اور تفتیر ہو، اس کا استعمال مکروہ تحریمی یا حرام ہے (۲)۔ اگر دواءً استعمال کیا جا

= منهما من شربه". (ردالمحتار، كتاب النكاح، قبيل باب الرضاع: ۲۰۸/۳، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمعٌ عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع في غير المسجد .... ويلحق بالثوم كل ما له رائحةٌ كريهةٌ من البصل و الكراث و نحوهما".

(إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمى)

(وكذا في شرح النووى على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهى من أكل ثوماً أو بصلاً .... عن حضور المسجد: ۲۰۹/۱، قديمى)

(۱) "قيل لأنس رضى الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبى صلى الله علية وسلم فى الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مسجدنا". (صحيح البخارى، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم و البقول: ۸۱۹/۲، قديمى)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمى)

(وبمعناه فى سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمى)

(۲) "عن سعيد بن أبى بردة عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: "يسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسىٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۹۰۴/۲، قديمى)

(و الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۱۶۷/۲، قديمى)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى السكر: ۱۶۲/۲، امداديه ملتان)

ئے کہ ہاضمہ، غیرہ کی تکلیف رہتی ہے اور کوئی دوسری دوا مباح اس کا بدل نہیں اور دین دار تجربہ کار معالج تجویز کر تا ہے کہ شفاء اسی میں ہے تو اس کا استعمال بطورِ دوا ایک دو مرتبہ درست ہے (۱)۔ بعض فقہاء کے قول پر اس سے زائد نا جائز ہے (۲)۔

اسی طرح شوقیہ بغیر دواء کے استعمال نا جائز ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری دوا جائز کار آمد ہو سکتی ہو تب بھی نا جائز ہے (۳)۔ علامہ شامی نے ردالمحتار، جلد اول (۴)، دوم (۵)، سوم (۶)، چہارم (۷)، پنجم (۸) میں

---

(۱) "الاستشفاء بالمحرم إنما لایجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاءً، أما إذا علم أن فیه شفاءً، ولیس له دواء آخر غیره، فیجوز الاستشفاء به". (المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی: ۱۱۶/۶، غفاریه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الطهارة، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(وکذا فی خلاصه الفتاوی، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل: ۳۶۲/۴، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد، فلا إثم علیه، إن الله غفور رحیم﴾. (سورة الأنعام: ۱۴۶)

"وبلغنا –والله أعلم– أنه لایزاد علی ثلاث لقم". (تفسیر ابن کثیر، سورة البقرة: ۲۰۶/۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

"لایأکل المضطر من المیتة إلا قدر مایمسک رمقه؛ لأن الإباحة للاضطرار وقد اندفع به".

(روح المعانی، (سورة البقرة: ۱۷۳): ۴۲/۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) (راجع، ص: ۳۹۲، رقم الحاشیة: ۱)

(۴) "اختلف فی التداوی بالمحرم". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "ففی النهایة عن الذخیرة: یجوز إن علم فیه شفاءً، ولم یعلم دواءً آخر .... وهذا لأنّ الحرمة ساقطة عند الاستشفاء کحل الخمر والمیتة للعطشان والجائع". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، قبیل فصل فی البئر، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(۵) (ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(۶) (ردالمحتار، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب: التداوی بلبن البنت للرمد قولان: ۷۱/۵، سعید)

(۷) (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب: فی التداوی بالمحرم: ۲۲۸/۵، سعید)

(۸) (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

تداوی بالمحرم کی تصریح کی ہے:

"قال الشرنبلالی: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان، اه". "(قوله: وهو الدخان) في الأشباه في قاعدة: "الأصل الإباحة أو التوقف": ويظهر أثره فيما أشكل حاله كالحيوان المشكل أمره والنبات المجهول بسيمته، اه. قلت: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمىٰ بالتتن، فتنبه. وقد كرهه الشيخ العمادي إلحاقاً له بالثوم والبصل بالأولىٰ فتدبر، اه. من الدر من كتاب الأشربة، ونقل قبله عن النجم الغزي الشافعي أن حدوثه بدمشق سنة خمس عشرة بعد الألف، يدعي شاربه أنه لا يسكر، و إن سلم له فإنه مفتر وحرام، لحديث أحمد عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: نهىٰ رسول صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر و مفتر". قال: وليس من الكبائر تناول المرة والمرتين، ومع نهي وليّ الأمر عنه يحرم قطعاً علىٰ أن استعمال مثله ربما أضرّ بالبدن، نعم الإصرار عليه كبيرة كسائر الصغائر، اه".
طحطاوی، ص: ٣٦٤(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حقہ استعمال کرنا

سوال[۸۸۸۷]: حقہ ضروری پینا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دواءً پینا درست ہے(۲) اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ(۳)، اگر نشہ ہوتو

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب في بيان مالا يفسد الصوم، ص: ٢٦٥، قديمی)
(ومسند أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ، حديث أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها: ٧/٤٣٧، (رقم الحديث: ٢٦٠٩٤)، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(وسنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ٢/١٦٣، إمداديه ملتان)
(٢) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه".
(الدرالمختار: ٦/٣٨٩، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)
(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن: ٥/٣٥٤، رشيديه)
(۳) علامہ شامیؒ اور دوسرے علماء نے عدمِ کراہت کو ترجیح دی ہے، بشرطیکہ بدبودار نہ ہو: .... =

ناجائز ہے(۱)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہر صورت ناجائز ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے جانا چاہیے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

= "وللعلامة الشيخ عليّ الأجهوري المالكي رسالة في حله نقل فيها أنه أفتى بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة، قلت: وألّف في حله أيضاً سيدنا العارف عبدالغني النابلسي رسالةً سماها "الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان" وتعرض له في كثير من تآليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لابدّ لهما من دليل، ولا دليل على ذلك .... فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الإباحة". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۵۹/۶، سعيد)

"علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے حقہ کی اباحت ثابت کی ہے، اور کراہت کے قول کو رد کیا ہے، شامیہ کے چند جملے نقل کئے جاتے ہیں، مزید تفصیل، اباحت پر دلائل اور فریق مخالف پر تردید شامیہ کتاب الأشربۃ میں دیکھی جاسکتی ہے .... مگر چونکہ یہ آوارہ واوباش قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہیے، اوراس طرح استعمال کرنا کہ منہ میں بدبو پیدا ہوجائے، حرام ہے"۔(أحسن الفتاویٰ، كتاب الأشربة، حقہ پینے کا حکم:۴۸۱/۸، سعيد)

(وكذا في كفايت المفتي، كتاب الحظر والإباحة، آٹھواں باب:تمباکو کا استعمال،عنوان: حقہ اور بیڑی کا حکم: ۱۴۵/۹، دارالإشاعت كراچی)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (الصحيح لمسلم: ۱۶۷/۲، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وكل خمر حرام، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الحدود، باب بيان الخمر، ص: ۳۱۷، قديمي)

(۲) "قيل لأنس رضي الله تعالىٰ عنه : ماسمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مساجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، بما يكره من الثوم والبقول: ۸۱۹/۲،قديمي)

"وقال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين .... ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ماله رائحة، مأكولاً أو غيره .... وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره كالبصل والكراث، لكثرة أكلهم لها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۶۶۱/۱، مطلب في الغرس في المسجد، سعيد)

پان، سگریٹ وغیرہ کا استعمال راستہ میں

سوال[۸۸۸۸]: اکثر لوگ بازاروں یا سڑکوں پر راستہ چلتے ہوئے مختلف اشیاء، مثلاً: پان، بیڑی، سگریٹ وغیرہ کھاتے پیتے جاتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو اسلام نے مردود الشہادت قرار دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن چیزوں کا سڑکوں پر چلتے ہوئے کھانا عرفاً خلافِ مروت نہیں سمجھا جاتا ان کے اس طرح کھانے سے آدمی مردود الشہادت نہیں ہوتا:

"وأما إذا شرب الماء أو أكل الفواكه على الطريق، لايقدح في عدالته؛ لأن الناس لاتستقبح ذلك، اه". شامي: ٣٨٣/٤، كتاب الشهادات(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

حقہ پینے والے سے منہ پھیر لینا

سوال[۸۸۸۹]: حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے والے کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے تھے تو کیا تمبا کو کھانے والے سے بھی یہی معاملہ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی، اذیت بھی ہوتی تھی، خواہ پیاز، لہسن کی بدبو ہو، خواہ حقہ بیڑی پان کے تمباکو کی بدبو ہو(۲)، ایسے لوگوں کو منہ صاف کر کے مسجد میں جانا چاہیے(۳)۔

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ٤٨٣/٥، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ١٥٤/٧، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لاتقبل: ٢٧٨/٣، غفاريه)

(٢) "جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما زعم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من أكل ثوماً أو بصلاً، أو ليعتزل مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب مايكره من الثوم: ٨٢٠/٢، قديمي)

"قد ألحق بها الفقهاء ما في معناها من البقول الكريهة الرائحة". (حاشية صحيح البخاري، =

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے والے سے منہ پھیر لینا، میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۱ھ۔

بیڑی پینے والے کو دکان کا راستہ بتانا

سوال [۸۸۹۰]: گناہ میں مدد دینا بھی گناہ ہے، اگر کوئی شخص بیڑی پیتا ہے اور اس کو دوکان نہیں معلوم- نیا آدمی ہے- کوئی شخص بتادے تو بتانے والا گنہگار رہوگا، یا اس کی مدد کا ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیڑی بلاضرورت پینا مکروہ ہے(۱)، بضرورت درست ہے(۲)۔ اور کراہت بھی بدبو کی وجہ سے ہے، درجۂ حرام میں نہیں ہے۔ بیڑی کی دوکان ناواقف کو بتانے میں معصیت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= المصدر السابق، رقم الحاشية: ۲)

"وأن النبي صلى الله عليه وسلم أتى بقدر فيه خضرات من بقول فوجد لها ريحاً، فسأل، فأخبر بما فيها من البقول، فقال: "قربوها إلى بعض أصحابه كان معه، فلما راٰه، كره أكلها، فقال: "كلْ، فإني أناجي مَن لا تناجي". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ماجاء في الثوم النى والبصل: ۱۱۸/۱، قديمى)

(۳) "قيل لأنس رضى الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مسجدنا". (صحيح البخارى، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم و البقول: ۸۱۹/۲، قديمى)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذ ى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمى)

(وبمعنا ہ في سنن ابن ماجة، كتا ب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمى)

(۱) "قا ل الشر نبلالي: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الأن وهو الدخان، اهـ". "(قال: وهو الدخان)، في الأشباه في قا عدة: "الأصل الإباحة أو التوقف": ويظهر أثره فيما أشكل حاله كالحيوان المشكل أمره=

پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر

سوال[۸۸۹۱]: کارخانوں میں پان کا بیڑہ وغیرہ لاکر فوٹو کے سامنے رکھ کر، یا ویسے ہی پرشاد(۱)

= والنبات المجهول بسيمته، اهـ. قلت: فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمىٰ بالتتن، فتنبه. وقد كرهه الشيخ العمادى إلحاقاً له بالثوم والبصل بالأولىٰ فتدبر، اهـ. من الدر من كتاب الأشربة. ونقل قبله عن النجم الغزى الشافعي أن حدوثه بدمشق سنة خمس عشرة بعد الألف، يدعى شاربه أنه لا يسكر، وإن سلم له فإنه مفتر وحرام، لحديث أحمد عن أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: نهىٰ رسول صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر و مفتر". قال: "وليس من الكبائر تناول المرة والمرتين، ومع نهي وليّ الأمر عنه يحرم قطعاً علىٰ أن استعمال مثله ربما أضرّ بالبدن، نعم الإصرار عليه كبيرة كسائر الصغائر، اهـ". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصوم، باب فى بيان مالا يفسد الصوم، ص: ٦٢٥، قديمى)

(والحديث رواه الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله، حديث أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها: ٣٣٧/٧، (رقم الحديث: ٢٦٠٩٣)، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء فى السكر: ١٦٣/٢، إمداديه ملتان)

(٢) "يباح أكل النورة مع الورق المأكول فى ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لايحصل بدونها". (نفع المفتى والسائل من مجموعة رسائل اللكنوى، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه ومالايحل: ١٤٨/٤، إدارة القرآن كراچى)

"و سئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخارى ونحوه، قال: لابأس بذلك ما لم يضرّ".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الأكل: ٣٤١/٥، رشيديه)

(٣) اس لئے کہ یہ مباح کا کام ہے، اور مباح کا کام کرنے میں کوئی معصیت نہیں ہے۔ "والمباح: ماأجيز للمكلفين فعله وتركه بلا استحقاق ثواب وعقاب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، أول كتاب الحظر والإباحة: ٣٣٦/٦، سعيد)

(۱) ''پرشاد: دیوتاؤں پر کا چڑھاوا، تبرک''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۹۰، فیروز سنز لاہور)

کے طریقے سے دیتے ہیں، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس سے (اگر) غیر اللہ کی قربت حاصل کرنا، یا غیر شرعی چیز کی تعظیم مقصود نہیں، جیسے غیر مذہب کے مخصوص تہوار وغیرہ پر ہوتا ہے، بلکہ محض آپس میں خوش طبعی کے طور پر کھاتے کھلاتے ہیں تو جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۲/۲۶ھ۔

تمباکو کی کاشت، تجارت اور استعمال

سوال[۸۸۹۲]: ہمارے یہاں تمباکو کی کاشت ہوتی ہے، پھر اس کی تجارت ہوتی ہے، اس میں سب مبتلا ہیں یعنی مسلم اور غیر مسلم کاشت کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ اور استعمال کے بارے میں کچھ لوگ حرام بتاتے ہیں، کچھ لوگ مکروہ کہتے ہیں۔ تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کاشت اور تجارت، اسی طرح استعمال کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے(۲)، استعمال بھی جائز ہے(۳)، اِلّا یہ کہ وہ نشہ

---

(۱) "ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهية، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة الخ: ۳۴۶/۵، رشیدیه)

(۲) "والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع". (ردالمحتار، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶۹/۵، سعيد)

(وکذا فی الدر المنتقى فی شرح الملتقى مع مجمع الأنهر، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۸۴/۳، غفاريه)

(وکذا فی الفقة الإسلامی وأدلته، کتاب البيوع، بيع الغرر: ۳۴۳۱/۵، رشيديه)

(۳) "فيفهم منه حکم النبات وهو إباحة على المختار أو التوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسکاره وتفتيره و إضراره". (ردالمحتار، کتاب الأشربة، قبيل کتاب الصيد: ۴۶۰/۶، سعيد)

آور ہوتب منع کیا جائے گا(۱)۔ مسجد میں جانے کے لئے منہ صاف کر کے اس کی بدبو کو زائل کرنے کا اہتمام کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چونا کا حکم

سوال[۸۸۹۳]: چونے کا کیا حکم ہے حالانکہ وہ بھی راکھ ہی ہے، ایک تو پتھر کا ہے جو معروف ہے، دوسری قسم صدف جلا کر بنایا جاتا ہے۔ کیا دونوں کے حکم میں کچھ فرق ہوگا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونا پان میں بقدرِ ضرورت کھانا جائز ہے۔ پتھر اور صدف دونوں چونوں کا ایک ہی حکم ہے:

"يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض

---

(۱) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معاذ بن جبل، قال لهما: "يسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسىٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۴، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ۲/۱۶۲، امداديه ملتان)

(۲) "قيل لأنس رضي الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۲/۸۱۹، قديمي)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(وبمعناه في سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

المطلوب من الورق المذكور لايحصل بدونها". نفع المفتی، ص: ۱۱۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد الطیف ،۱۸/ ذیقعدہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

چونا وتمباکو کی تحقیق

استفتاء [۸۸۹۴]: مکرمی مفتی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے پہلے چونا کے متعلق فتویٰ منگایا تھا، اس کے جواب میں کچھ شکوک ہیں، اس لئے پہلے ان شکوک کے جوابات عنایت فرمائیں، اس کے بعد ایک اَور فتویٰ کے جواب سے ممنون فرمائیں۔ شکوک یہ ہیں:

۱...... جب کہ چونا راکھ ہی ہے اور راکھ کا حکم: ۱-قلیل مقدار ہو۔ ۲- بشرطیکہ احیاناً ہو، جائز ہے، ورنہ نہیں: "مفهوم التصنيف حجة"، مقدمہ، عمدۃ الرعایۃ، ص: ۱۵، سطر: ۶ تا ۱۳(۲)۔ تو پھر دوا یا پان کے ساتھ کھانا کیونکر جائز ہوگا۔

رہا مولانا عبد الحئ صاحب کا ارشاد کہ: "قليل نافع فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور

---

(۱) (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه ومالايحل: ۱۴۸/۴، إدارة القرآن كراچي)

"و سئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه، قال: لابأس بذلك ما لم يضرّ".

(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۵/ ۳۴۱، رشيديه)

(۲) "فائدة: قال في كتاب القضاء من الأشباه: لا يجوز الاحتجاج بالمفهوم في كلام الناس في ظاهر المذهب كالأدلة، وما ذكره محمد رحمه الله تعالیٰ في السير الكبيرمن جواز الاحتجاج به، فهو خلاف ظاهر المذهب، كما في الدعوى من الظهيرية. وأما مفهوم الرواية فحجةٌ، كما في غاية البيان من الحج، انتهى. وفي حواشيه للحموي: إنما كان المفهوم حجةً عندنا في الرواية دون النصوص؛ لأن المفهوم فيها ليس بمقصود بخلاف كلام الأصحاب، فإنه مقصود، فيكون حجةً فيها، وهذا هو الفرق بينهما".

(مقدمة عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية، ص: ۱۴، سعيد)

لايحصل بدونها"(۱) تو اولاً مولانا کوئی مجتہدِ مطلق صاحبِ شرع نہیں، اور ثانیاً نافع کہنا بھی تجربۃً بالکل غلط ہے، اور ثالثاً احیاناً کے علاوہ ہے اور بطریق پان کھانا خود فضول خرچی ہے۔

۲......تمباکو کے اقسام وخواص مختلف نہیں، کتبِ طب شاہدِ عدل ہیں۔ رہا اختلاف علماء، سو اختلاف اقسام وخواص پر مبنی نہیں ہے، بلکہ خاصیت کی پوری تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جن کو جیسی خاصیت معلوم ہوئی ویسا ہی حکم لگا دیا۔ اب جب کہ طب میں کثیر مقدار کو سم قاتل اور نفسِ تمباکو کو خواہ قلیل کیوں نہ ہو مفتر عقل لکھتے ہیں۔ نیز تجربہ بھی شاہد ہے، اور عادت اَور چیز ہے تو بحکم مضمونِ حدیث: "كل ما أسكر كثيره فقليله حرام"(۲)، اور بحکمِ حدیث ترمذی (غالبًا): "كل مفتر حرام"(۳) تمباکو حرام کیوں نہیں، کم از کم مکروہ تحریمی تو کہا جاتا۔ باقی اقوال علماء تو ان نصوص ومشاہدات کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتے۔ اگر مولانا عبدالحئی صاحب کا رسالہ: "البيان في حكم شرب الدخان"(٤) سامنے ہو تو مسئلہ جلد حل ہو سکتا ہے۔

العبد: عبدالرزاق پورنوی۔

---

(۱) (نفع المفتي والسائل، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه ومالايحل، من مجموعة رسائل اللكنويؒ: ۱۴۸/۴، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما أسكر كثيره، فقليله حرام". (سنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ۱۶۲/۲، امداديه ملتان)

(وجامع الترمذي، كتاب الأشربة، باب ما أسكر كثيره، فقليله حرام: ۸/۲، سعيد)

(۳) جامع ترمذی میں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ ابوداود اور مسند احمد بن حنبل میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

"عن أمّ سلمة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر". (سنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ۱۶۳/۲، إمداديه ملتان)

(ومسند أحمد بن حنبل، حديث أم سلمة رضى الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم: ۴۳۷/۷، (رقم الحديث: ۲۶۰۹۴)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۴) (ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان من مجموعة رسائل اللكنوي: ۲۵۳/۲، إدارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلياً:

۱ ...... "الطين الذى يحمل من مكة، ويسمى طين حمزة، هل الكراهية فيه كالكراهية فى أكل الطين علىٰ ماجاء فى الحديث؟ قال: الكراهية فى الجميع متحدة، كذا فى جواهر الفتاوىٰ. وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخارى ونحوه، قال: لابأس بذلك مالم يضرّ، وكراهية أكله لا للحرمة بل لتهييج الداء، اهـ". فتاویٰ عالمگیری، ص: ۳۲۰(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ وجۂ ممانعت اندیشۂ مرض ہے، لہٰذا جس جگہ یہ اندیشہ جس قدر قوی ہوگا، اسی قدر ممانعت سخت ہوگی۔ اور جس قدر یہ اندیشہ ضعیف ہوگا، ممانعت بھی کم درجہ کی ہوگی۔ اور جہاں یہ اندیشہ بالکل معدوم ہوگا، وہاں ممانعت نہ ہوگی۔

مولانا عبدالحی صاحب کا مجتہدِ مطلق اور صاحبِ شرع نہ ہونا مسلّم ہے، یہاں سے ان کے مجتہد مطلق یا صاحب شرع ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا، مگر کیا کسی کی عبارت نقل کرنے کیلئے منقول عنہ کا مجتہد مطلق اور صاحب شرع ہونا ضروری ہے، تو سائل نے عمدۃ الرعایہ کی عبارت کیوں نقل کی اور تمباکو کے متعلق مولانا عبدالحیؒ صاحب کے رسالہ کی دیکھنے کی کیوں تاکید کی؟ اگر ضروری نہیں تو یہاں کی نقل کردہ عبارت پر اعتراض کیوں کیا، حالانکہ وہ عبارت مولانا عبدالحیؒ صاحب نے اپنی طرف سے تحریر فرمائی بھی نہیں بلکہ نصاب الاحتساب (۲) مجمع البرکات، خزانۃ الروایات سے نقل کی ہے، ملاحظہ فرمائیں نفع المفتی، والسائل، ص: ۱۱۰(۳)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الأكل: ۳۴۱/۵، رشيديه)

(وكذا فى فتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب الأكل، ص: ۷۴، سعيد)

(۲) "أكل الطين مكروه، وذكر الحلوانى: إن كان يضر يكره، وإن كان يتناوله قليلاً، أو يفعله أحياناً، فلابأس به. قال العبد -أصلحه الله تعالىٰ-: وعلى هذا يقاس أنه يباح أكل النورة مع الورق المأكول فى ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لايحصل بدونها". (نصاب الاحتساب، الباب العاشر فى الاحتساب على الأكل والشرب والتداوى، ص: ۵۲، دارالعلوم ديوبند)

(۳) "الاستفسار: هل يجوز أكل النورة فى الورق المأكول فى أمصار الهند، وهو التنبول".

"الاستبشار: نعم، فى نصاب الاحتساب: وذكر الحلوائى: أن أكل الطين إن كان يضر يكره، =

لہذا ثانیاً وثالثاً ورابعاً کے اعتراضات مذکورہ بالا کتب اوران کے مصنفین پر ہوئے، سائل کواپنے تجربہ پران حضرات کے تجربہ سے زیادہ اعتماد ہے کہ جس کی بناء پرنافع ہونے کو بالکل غلط قرار دیا ہے۔ غالباً سائل کو اپنے متعلق مجتہد مطلق، صاحب شرع ہونے کا حسنِ ظن حاصل ہے کہ بلانقل پیش کئے محض اپنی رائے سے اکابر کی تردید پر کمر باندھی ہے۔

اور جس کے حق میں نافع نہ ہو بلکہ مضر ہو، اس کے لئے ممانعت کا حکم صراحۃً موجود ہے۔ احیاناً کے خلاف ہونے کا اعتراض عالم گیری کی عبارت مذکورہ پر غور کرنے کے بعد خود بخود درفع ہو جائے گا۔ جس شخص کے حق میں پان کھانا فضول خرچی ہے، اس کو اس فضول خرچی سے بھی اجتناب چاہیے جیسا کہ ہر قسم کی فضول خرچی سے اجتناب ضروری ہے(۱)۔ جس کو پان کھانے کی عادت ہے کہ بلا پان کھائے سکون نہیں ہوتا، طبیعت پریشان رہتی ہے اور کام کرنا دشوار ہوتا ہے، اس کے حق میں فضول خرچی نہیں ہے، ایسی صورت میں مباح شی پر مداومت کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں۔

۲......تمباکو کے متعلق سائل کا شبہ ازسرتاپا خوش فہمی کی دلیل ہے، اقوالِ علماء نصوص پر ہی مبنی ہیں، نصوص کے خلاف نہیں ہیں، علماء کی تحقیقات آپ کی تحقیقات سے کچھ زیادہ ہی ہیں کم نہیں۔ یہ کہنا کہ ''علماء کا اختلاف اقسام وخواص کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اس کی خاصیت کی پوری تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ہے'' خیالِ

= وإلا فلا، وإن كان يتناوله قليلاً، أو يفعله أحياناً، لايكره. قال العبد –أصلحه الله شانه–: ويقاس على هذا أنه يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لايحصل بدونها، وهو الخمرة –انتهى– وقد نقل عنه في خزانة الروايات ومجمع البركات أيضاً''. (نفع المفتي والسائل، من مجموعه رسائل اللكنوى، كتاب الخطر والإباحة، قبيل ذكر مايحل لبسه ومالا يحل: ۱۴۸/۴، إدارة القران كراچى)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تبذر تبذيراً، إن المبذرين كانوا إخوان الشيطين﴾ (سورة الإسراء: ۲۶، ۲۷)

''نهى عن صرف المال إلى من لايستحقه، فإن التبذير إنفاق في غير موضعه، مأخوذ من تفريق البذر وإلقائه في الأرض كيفما كان من غير تعمد لمواقعه .... أصله إلقاء البذر وطرحه، ثم استعير لتضيع المال''. (روح المعاني: ۶۳/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

''كما أمر بالإنفاق نهى عن الإسراف''. (تفسير ابن كثير: ۳۶/۵، سهيل اكيڈمى لاهور)

باطل ہے، عوام اور خواص سب کا تجربہ اور مشاہدہ ہے، معمولی سے معمولی کاشتکار اور حقہ نوش بھی جانتا ہے کہ تمبا کو کی مختلف قسمیں ہیں، ان سب کے مقابلہ میں آپ کا تجربہ وَہمِ محض سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جن اطباء نے اختلافِ اقسام کا انکار کیا ہے (اگرچہ اس کے لئے کوئی نقل پیش نہیں کی) کیا وہ صاحب شرع ہیں کہ ان سے غلطی ناممکن ہے؟

نیز آپ کی تحریر عقل وتجربہ، خواص وعوام اور مشاہداتِ روزمرہ کے خلاف ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہیں، نصوصِ شرعیہ مسلّم ہیں لیکن سائل نے ان کے لئے غلط محمل تجویز کیا۔

مطلق تمبا کو (اختلاف اقسام وخواص کی وجہ سے) ان کا محمل نہیں، بلکہ وہ تمبا کو محمل بن سکتا ہے کہ کثیر مسکر ہو اور قلیل مفتر ہو۔ پہلے جو یہاں سے عبارت نقل کی گئی تھی وہ مولانا عبدالحی صاحب کے رسالہ سے نقل کی گئی تھی (۱)، لیکن سائل نے (غالباً ان کے مجتہد مطلق اور صاحب شرع نہ ہونے کی وجہ سے) اس پر التفات نہیں کیا، مگر تعجب اب کیوں اس کی ترغیب دی ہے، مخزن الادویہ میں بھی اس عبارت کے موافق عبارت موجود ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۵/۲/۲۱ھ۔

چونا، تمبا کو کھانا

سوال [۸۸۹۵]: چونا وتمبا کو پان میں کھانا کیسا ہے اور تمبا کو مسکرات میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے موافق پان میں چونا کھانا درست ہے:

"یباح أکل النورة مع الورق المأکول فی دیار الهند". نفع المفتی، ص: ۱۱۰ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے رسالہ: (ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان: ۲/۲۵۱، إدارة القرآن کراچی)

(۲) لم أظفر علیه

(۳) (نفع المفتی والسائل، من مجموعة رسائل اللکنوی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل ذکر مایحل لبسه وما لایحل: ۴/۱۴۸، إدارة القرآن کراچی)

خوشبودار تمباکو جس میں نشہ نہ ہو درست ہے(۱)، نشہ آور دوا جائز ہے(۲)، اور بلا قصد دوا ناجائز ہے(۳)۔ بدبودار مکروہ ہے(۴)، اور بلا منہ صاف کئے مسجد میں جانا منع ہے(۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "فيفهم حكم النبات وهو إباحة على المختار أو التوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره و إضراره". (ردالمحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتا ب الصيد: ۶/۴۶۰، سعيد)

(۲) "الاستشفاء بالمحرم إنما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً، وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهانی، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی: ۶/۱۱۶، غفاريه)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وكذا فی خلاصه الفتاوی، كتاب الكراهية، الفصل الخا مس فی الأكل: ۴/۳۶۲، رشيديه)

(۳) "عن سعيد بن أبی بردة عن أبيه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم معاذ بن جبل، قال لهما: "يسّرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسیٰ: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۴، قديمی)

(و الصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قد يمی)

(وسنن أبی داؤد، كتا ب الأشربة، باب ماجاء فی السكر: ۲/۱۶۲، امداديه ملتان)

(۴) "ومن أكل ما يتأذی به: أی برائحته كثوم وبصل، ويؤخذ منه أنه لو تأذی من رائحة الدخان المشهور له منعها من شربه". (ردالمحتار، كتا ب النكاح، قبيل باب الرضا ع: ۳/۲۰۸، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمعٌ عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع فی غير المسجد .... ويلحق بالثوم كل ما لَه رائحةٌ كريهةٌ من البصل و الكراث و نحوهما".

(إنجاح الحاجة علی هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمی)

(وكذا فی شرح النووی علی صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهی من أكل ثوماً أو بصلاً عن حضور المسجد: ۱/۲۰۹، قديمی)

(۵) "قيل لأنس رضی الله تعالیٰ عنه: ما سمعت النبی صلی الله عليه وسلم فی الثوم؟ فقال: "من أكل فلا =

پان کی گرانی کی وجہ سے تمبا کو چونے میں ملا کر کھانا

سوال[۸۸۹۶]: آج کل گرانی کے باعث لوگوں نے پان کھانا بند کر کے تمبا کو چونا ملا کر ہتھیلی میں مل کر پیٹ پاٹ کر کھاتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی ایک طریقہ ہے، بعض علاقوں میں تو یہی معمول پہلے سے ہے، جب سے کہ اتنی گرانی نہیں تھی، گرانی کی وجہ سے تمبا کو ہی چھوڑ دیتے، یا کم کر دیتے تو زیادہ بچت ہوتی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۷ھ۔

= يقربن مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم و البقول: ۸۱۹/۲، قديمي)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذ ى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(وبمعنا ه في سنن ابن ماجة، كتا ب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا، وكان بين ذلك قواماً﴾ (سورة الفرقان: ۶۷)

"﴿إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا﴾ المستلزم لكون إنفاقهم كذلك للتنصيص على أن فعلهم من خير الأمور، فقد شاع: "خير الأمور أو ساطها". والظاهر أن المراد بالإنفاق مايعم إنفاقهم على أنفسهم وإنفاقهم على غيرها، والقوام في كل ذلك خير. وقد أخرج أحمد والطبراني عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من فقه الرجل رفقه في معيشته". وأخرج ابن ماجة في سننه عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن من السرف أن تأكل كل مااشتهيت". وحكى عن عبدالملك بن مروان أنه قال لعمر بن عبدالعزيز عليه الرحمة حين زوّجه ابنته فاطمة: ما أنفقتك؟ فقال له عمر: الحسنة بين السيئتين، ثم تلا الآية".

(روح المعاني: ۴۷/۱۹، (سورة الفرقان: ۶۷)، دارإحياء التراث العربي بيروت) .... =

پان میں چونا کھانا

سوال[۸۸۹۷]: چونا چونکہ مٹی سے ہوتا ہے، اس کے کھانے کے لئے کیا حکم ہے؟ نیز کتھا بھی مٹی سے تیار کیا جاتا ہے(۱)، اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مٹی کا کھانا ممنوع ہے اور اس کی ممانعت نجاست کی وجہ سے نہیں، مضرِ صحت ہونے کی وجہ سے ہے، لہذا جتنی مقدار مضر نہ ہو درست ہے، کذا فی العالمگیریہ: ۵/۳٤۱(۲)، پان میں چونا کھانے کی اجازت ہے، نصاب الاحتساب اور نفع المفتی والسائل میں بصراحت مذکور ہے(۳) اور کتھا کا حکم بھی چونا کی طرح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، قبیل باب الرفق والحیاء وحسن الظن، ص: ۴۳۰، قدیمی)

"وعن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "السمت الحسن، والتؤدة والاقتصاد جزء من أربع وعشرین جزءاً من النبوة" رواہ الترمذی".

"الاقتصاد": أی التوسط فی الأحوال والتحرز عن طرفی الإفراط والتفریط. قال التور بشتی: الاقتصاد علی ضربین: أحدهما: ماکان متوسطاً بین محمود ومذموم .... والثانی: محمود علی الإطلاق، وذلک فیما له طرفان: إفراط وتفریط کالجود، فإنه بین الإسراف والبخل .... ومنه حدیث: "الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة". وحدیث: "ماعال من اقتصد". وکذا حکم الاقتصاد فی سائر الأفعال". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحذر والتأنی فی الأمور، الفصل الثانی: ۸/۷۸۸، ۷۸۹، (رقم الحدیث: ۵۰۵۸)، رشیدیه)

(۱) "کتھا: پان کے ساتھ کھانے والی ایک سیاہی مائل چیز"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۹۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) "و سئل بعض الفقهاء عن أکل طین البخاری ونحوه، قال: لابأس بذلک ما لم یضرّ". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهية، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل: ۵/ ۳۴۱، رشیدیه)

(۳) "یباح أکل النورة مع الورق المأکول فی دیار الهند؛ لأنه قلیل نافع، فإن الغرض المطلوب من =

مٹی کھانا

سوال[۸۸۹۸]: مٹی کھانا حرام ہے، اس کا کہاں سے ثبوت ہے، اور نا جائز ہونے کی کیا علت ہے، جبکہ مٹی طاہر ہے اور پانی نہ ملنے کے وقت مطہر بھی ہے؟

الجواب حامداًو مصلياً:

یہ مضرِ صحت ہے، اس وجہ سے اس کا کھانا منع ہے(۱) جیسے کھانا بھی بعض صورتوں میں منع ہے: "الأكل فوق الشبع حرام". حالانکہ وہ طاہر ہے اور بعض صورتوں میں اس کا کھانا واجب بھی ہے، بعض صورتوں میں سنت ہے، لیکن جب مضر ہو تو منع ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔



= الورق المذكور لايحصل بدونها". (نفع المفتي والسائل، من مجموعة رسائل اللكنوى، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه ومالايحل: ۱۴۸/۴، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخارى ونحوه، قال: لابأس بذلك ما لم يضرّ، وكراهية أكله لا للحرمة، بل لتهييج الداء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الكراهية فى الأكل: ۳۴۱/۵، رشيديه)

"أكل الطين مكروه". (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب الأكل: ۷۴، سعيد)

"أكل الطين مكروه؛ لأنه تشبه بفرعون، فإن فرعون لم يكن إلا أكل الطين". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى الأكل: ۳۶۰/۴، رشيديه)

(۲) "أما الأكل فعلى مراتب: فرض وهو ما يندفع به الهلاك، فإن ترك الأكل والشرب حتى هلك، فقد عصىٰ. ومأجورٌ عليه وهو ما زاد عليه ليتمكن من الصلاة قائماً، ويسهل عليه الصوم .... وحرام وهو الأكل فوق الشبع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الأكل: ۳۳۶/۵، رشيديه)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، باب فى الكسب: ۴۳۵/۲، حقانيه پشاور)

(وكذا فى مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل فى الأكل: ۱۷۸/۴، غفاريه)

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اوراس کے مصرف کا بیان)

مالِ حرام سے تجارت

سوال[۸۸۹۹]: اگرکسی شخص نے حرام مال کمایا، اس سے اس کی اولاد پرورش پائی، اس میں سے بعض عالم ہوئے۔انہوں نے مال کی یااسی طرح دوسرے بھائیوں نے تجارت کیا۔ تو کیاان کا کمانا بھی مال حرام کہلائے گا، اورنسلاً بعدنسلٍ اس کا شیوع ہوتا رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس قدر مال بطریقِ حرام کمایا، اس کی واپسی لازم ہے، اگر وہ شخص موجود نہ ہو جس سے مثلاً مال حرام (مثلاً رشوت یاغصب) لیا ہو، مر گیا ہو تو اس کے ورثاء کو دیا جائے۔ ورثاء بھی موجود نہ ہوں، یا کوشش کے باوجود ان کا علم نہ ہو سکے تو غریبوں محتاجوں کو صدقہ کر دیا جائے (۱)، لیکن اس مال کے ذریعہ دوسرا حلال مال کمایا گیا تو

(۱) "إذا علم أن كسب مورثه حرام، يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية، الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لايعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه، اهـ".

"وكذا لايحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم ما لكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوةً أوظلماً، إن علم ذلك بعينه، لايحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً. أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". (ردالمحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۸۹/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۸۶/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد) =

اس کوحرام نہ کہا جائے گا، کذافی ردالمحتار (۱)۔

املاہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

مالِ مخلوط کو کارِ خیر میں صَرف کرنا

سوال[۸۹۰۰]: ۱......ایسی تجارت کی آمدنی کہ جس میں غلبہ مالِ حلال کا ہواور مالِ حرام بھی مغلوب اورمخلوط ہو، یعنی کسی جائز کاروبار میں جوروپے لگائے گئے ہیں ان میں سے زیادہ کسبِ حلال کے روپے تھے اور کچھ روپے کسبِ حرام کے بھی مخلوط ہوگئے۔ایسے کاروبار کی آمدنی سے کسی کارِ خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے یانہیں؟

حرام مال کے ذریعہ تجارت

سوال[۸۹۰۱]: ۲......مالِ حرام سے اگرکوئی حلال کاروبار شروع کیا جائے تواس کی آمدنی حرام ہوگی یا حلال اوراس کوکسی کارِ خیر میں لگانا جائز ہوگا یانہیں؟

= (وکذا فی مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، کتاب الغصب، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی سکب الأنهر شرح ملتقی الأبحر علی ها مش مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، کتا ب الغصب، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳۲۱/۶، ۳۲۲، کتاب الغصب، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحرالرائق: ۲۰۲/۸، کتا ب الغصب، رشیدیه)

(۱) "(قوله: اکتسب حراماً) توضیح المسئلة مافی التتارخانیة حیث قال: رجل اکتسب مالاً من حرام، ثم اشتری، فهذا علی خمسة أوجه: إما إن دفع ذلک الدراهم إلی البائع أولاً ثم اشتری منه بها، أو اشتری قبل الدفع بها ودفعها، أو اشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها، أو اشتری مطلقاً ودفع تلک الدراهم، أو اشتری بدراهم اٰخر ودفع تلک الدراهم. قال الکرخی فی الوجه الأول والثانی: لایطیب، والثلاث الأخیرة یطیب. وقال أبوبکر: لایطیب فی الکل. لکن الفتویٰ الاٰن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس، اهـ". (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اکتسب حراماً، ثم اشتری، فهو علی خمسة أوجه: ۲۳۵/۵، سعید)

مالِ مخلوط سے تجارت

سوال[۸۹۰۲] : ۳......ایسی جائز تجارت جس میں مال حرام غالب لگا ہواور مال حلال مغلوب کا کیا حکم ہے؟

مالِ حرام سے خریدے ہوئے مکان سے انتفاع

سوال[۸۹۰۳] : ۴......ایسی زمین جو مال حرام سے خریدی گئی ہے، کوئی شخص اس کو اپنی پاک کمائی کے روپیہ سے خرید سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا مکان جو حرام سے بنایا گیا، یا خریدا گیا ہے اس کو مالِ حلال کے عوض خرید کر اپنے مصرف میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں، یا ایسی زمیں اور ایسے مکان کو کرایہ پر لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

۱......کیا جاسکتا ہے(۱)۔

۲......اگر مال حرام کو متعین کر کے اس کے بدلہ میں حلال مال خریدا ہے اور پھر وہی حرام مال متعینہ قیمت میں ادا کر دیا ہے تب تو اس کی آمدنی ناجائز ہے، اس کو غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے، کسی اَور کارِ خیر میں لگانا، یا اپنے کام میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں۔ اگر بغیر تعینِ مالِ حرام کوئی مالِ حلال خریدا اور پھر وہ مال حلال قیمت میں ادا کر دیا، یا متعین تو کیا مال حرام کو مگر ادا کیا مال حلال، یا متعین تو کیا مال حلال مگر ادا کیا مال حرام، تو ان تینوں صورتوں میں کرخی کے نزدیک آمدنی اس کی حلال ہوگی (صرف اصلی مال حرام کا ضمان لازم ہوگا)، ذخیرۃ قہستانی، غرر، مختصر وقایہ، اصلاح وغیرہ میں اس پر فتوی بھی نقل کیا گیا ہے(۲)۔ ہدایہ، مبسوط وغیرہ میں بہر

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

"وإن كان غالب مال المهدى من الحلال، لابأس بأن يقبل الهدية، ويأكل". (فتاویٰ قاضى خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، مايكره أكله ومالايكره، ومايتعلق بالضيافة: ۴۰۰/۳، رشيديه)

"غالب مال المهدى إن حلالاً، لابأس بقبول هديته وأكل ماله". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع فى الهدية والميزان: ۳۶۰/۶، رشيديه)

(۲) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة مافى التتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، =

صورت اس آمدنی کو ناجائز قرار دیا ہے(۱)۔

۳......خلط کی وجہ سے ملک متحقق ہو کر تجارت درست ہوگی اور اس کی آمدنی حلال ہوگی جس کو کارِ خیر میں لگانا بھی درست ہوگا، اصل مال حرام کا ضمان لازم ہوگا(۲)۔

ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لايطيب، والثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبوبكر: لايطيب في الكل. لكن الفتوىٰ الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس، اهـ". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً، ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۲۳۵/۵، سعيد)

(۱) "أما فيما لايتعين كالثمنين فقوله في الكتاب: "اشترى بها"، اشارة إلى أن التصدق إنما يجب إذا اشترى بها ونقد منها الثمن، أما إذا أشار إليها ونقد من غيرها، أو نقد منها وأشار إلى غيرها، أو أطلق إطلاقاً ونقد منها، يطيب له، وهكذا قال الكرخي رحمه الله تعالىٰ؛ لأن الإشارة إذا كانت لاتفيد التعيين لابد أن يتأكد بالنقد ليتحقق الخبث . وقال مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ: لايطيب له قبل أن يضمن، وكذا بعد الضمان بكل حال، وهو المختار؛ لإطلاق الجواب في الجامعين والمبسوط". (الهداية، كتاب الغصب: ۳۷۶/۳، شركة علميه ملتان)

"قال: ومن اشترى جاريةً بيعاً فاسداً، وتقابضها، فباعها وربح فيها، تصدق بالربح، ويطيب للبائع (الأول) ماربح في الثمن. والفرق أن الجارية مما يتعين، فيتعلق العقد بها، فيتمكن الخبث في الربح، والدراهم والدنانير لاتتعينان في العقود فلم يتعلق العقد الثاني بعينها، فلم يتمكن الخبث، فلا يجب التصدق". (الهداية، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل في أحكامه: ۶۶/۳، شركة علميه ملتان)

(۲) "ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله، ملكه ....؛ لأنه استهلاك". (متن الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكوة الغنم: ۲۹۰/۲، سعيد)

"وإذا هلك النقلي في يد الغاصب بفعله أو بغير فعله، ضمنه". (الهداية، كتاب الغصب: ۳۷۴/۳، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الغصب: ۷۸/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

۴......زمین یا مکان کے حرام مال سے خریدنے کی چار صورتیں ہیں جیسا کہ نمبر:۲، میں مذکور ہوئیں، اگر مشتری نے اول صورت سے خریدا ہے تب تو اس سے کسی مشتریٔ آخر کو حلال مال سے خریدنا درست نہیں۔ اگر بقیہ تین صورتوں سے خریدا ہے تو مشتریٔ آخر کو خریدنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/ ۶۸ھ۔

مالِ حرام سے نفقۂ زوجہ

سوال[۸۹۰۴]: اگر کوئی آدمی مال حرام کما کر اپنی عورت کو کھلاوے تو عورت کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ رشوت اور غصب نہ ہو تو گنجائش ہے، یعنی بعینہ حرام مال کا لینا ناجائز ہے، البتہ اس کے عوض کی چیزوں میں وسعت ہے اور گناہ شوہر پر ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ربیع الأول/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة مافی التتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلک الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلک الدراهم، أو اشترى بدراهم آخر ودفع تلک الدراهم. قال الكرخی فی الوجه الأول والثانی: لايطيب، والثلاث الأخيرة: يطيب. وقال أبوبكر: لايطيب فی الكل. لكن الفتویٰ الآن على قول الكرخی دفعاً للحرج عن الناس، اهـ". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً، ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۲۳۵/۵، سعيد)

(۲) "وفی الذخيرة: سئل أبو جعفر عمن اكتسب ماله من أمر السلطان والغرامات المحرمة، وغير ذلک: هل يحل لمن عرف ذلک أن يأكل من طعامه؟ قال: أحَبّ إلیّ فی دينه أن لايأكل، ويسعه حكماً إن لم يكن غصباً أو رشوةً، اهـ".

"وفی الخانية: امرأة زوجها فی أرض الجور إذا أكلت من طعامه، ولم يكن عينه غصباً، أو =

حرام آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال[۸۹۰۵]: میں اپنے بھائی صاحب کی دوکان میں ملازم کی حیثیت سے دوسوروپیہ ماہانہ تنخواہ پر کام کررہاہوں، ابتداہی سے بھائی صاحب کے مکان میں رہائش وخوردونوش ہے اوروہی کفیل رہے ہیں۔ بھائی صاحب کی آمدنی تمام ترحرام ہے اوردوکان سامان تقاریب کی ہے جوکہ کرایہ پردیئے جاتے ہیں اوریہ سامان بھی اسی مال حرام سے خریدا گیاہے۔ یہ عاجز اپنے لئے حلال کی فکر میں ہے، اس لئے باوجودکوشش اورپیش کش کے بجائے شریک بننے کے ملازم بن کے رہنا گوارا کرلیا۔

اگر میں ملازمت چھوڑدوں توفی زمانہ دوسری ملازمت ملنا بہت دشوار ہے۔ بچپن سے بھائی صاحب ہی کے مکان میں زندگی گزری ہے اور میں ابھی تک غیرشادی شدہ ہوں، اس لئے علیحدہ رہنا بھی بظاہر دشوار ہے۔ان حالات میں ان کے گھر کاپکا کھانا میرے لئے جائز ہے یانہیں؟

دوسرے اگر میں ماہانہ کچھ رقم بطورِ خوراک دیدوں تواس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ حال ہی میں بھائی صاحب نے ماہانہ تنخواہ میں پچاس روپیہ زائد دینے کی پیش کش کی جسے اس وقت قبول نہیں کیا تھا۔ اگر میں ان سے یہ کہہ دوں کہ میری ماہانہ تنخواہ میں بجائے پچاس روپے کے اضافہ کے میری خوراک کے معاوضہ میں داخل کرلی جائے تو آیااس صورت میں اس گھر کا کھانا میرے لئے جائز ہوگا؟ موجودہ صورت میں جناب عالی شریعت مطہرہ کے حکم سے مطلع فرماکراس عاجز کوآخرت کے بگاڑ سے بچالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی تحریر میں ''سامانِ تقاریب'' مجمل ومبہم لفظ ہے، میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں ''شامیانہ، میز، کرسی، گیس، فرش'' وغیرہ، ان اشیاء کوکرایہ پردینا اورکرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے اگرچہ کرایہ پرلینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں، مگراس کی وجہ سے وہ کرایہ کی آمدنی حرام نہیں (۱)۔ایسی آمدنی سے

= اشترى طعاماً أو كسوةً من مالٍ أصله ليس بطيب، فهي في سعة من ذلك، والإثم على الزوج".

(ردالمحتار: ۳۸۶/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار: ۱۹۱/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(۱) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة مافي التتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، =

کھانا اور تنخواہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے، دونوں طرح درست ہے۔ اگر آمدنی حرام ہونے کی کوئی اَور صورت ہے تو صاف لکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۹/۲۲ھ۔

کاسبِ حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال[۸۹۰۶]: رنڈی اور ڈوم اور بھانڈ (۱) کے ہاتھ سودا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پاس حرام کا پیسہ ہو اس کے ہاتھ کوئی شئ فروخت کر کے مالِ حرام سے روپیہ لینا ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶۱/۲/۸ھ۔

= ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لايطيب، والثلاث الأخيرة: يطيب. وقال أبوبكر: لايطيب في الكل. لكن الفتوىٰ الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس، اهـ". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً، ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۲۳۵/۵، سعيد)

(۱) "بھانڈ: نقال، پیٹ کا ہلکا، جھوٹی تعریف کرنے والا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) حرام کمانے والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا تو جائز ہے، مگر مالِ حرام سے قیمت وصول کرنا جائز نہیں، بلکہ خریدار سے حلال مال کا مطالبہ کیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بائع کو پہلے سے معلوم ہو کہ خریدار کا کل یا اکثر آمدنی حرام ہے۔ اور اگر لاعلمی میں اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی تو اس کی قیمت لینا جائز ہے:

"الحرام ينتقل، فلو دخل بأمان و أخذ مال حربي بلا رضاه وأخرجه إلينا، ملكه، وصح بيعه، لكن لايطيب له ولاللمشتري منه .... وفي حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين سألت عنه الشهاب بن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً، =

شادی کے بعد حرام کمائی والا سامان استعمال کرنا

سوال[۸۹۰۷]: اگر طوائف کے پاس کچھ سامان وغیرہ ہو جو اس کے ناجائز کی کمائی کا ہے، جیسے کپڑا وغیرہ، تو زید کے نکاح میں آنے کے بعد کیا وہ اس کو اپنے استعمال میں لاسکتی ہے؟ اگر نہ استعمال کے قابل ہو تو اس سامان کا کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام آمدنی کا سامان کپڑا وغیرہ اس وقت استعمال کرتی تھی جب حلال آمدنی نہیں تھی، نکاح کے بعد جب کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ ہو جائے گا(۱) تو پھر حرام آمدنی کا سامان کیوں استعمال کرے، بلکہ وہ سامان غریبوں محتاجوں کو دے دے(۲)، اور خود ہر حرام سے پکی توبہ کر کے عمر بھر توبہ واستغفار میں گذارے۔ فقط واللہ موفق۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۹۹ھ۔

ناجائز آمدنی سے خریدے ہوئے مال کا حکم

سوال[۸۹۰۸]: ا...... زید کے قبیلہ میں شراب کی تجارت ہوتی ہے، زید دینی زندگی گزارنا چاہتا ہے، لیکن زید کے قریبی رشتہ دار اس تجارت میں مبتلا ہیں، لیکن بعض نے اس تجارت کے پیسہ سے دینی زندگی گزارنے کے لئے توبہ کر کے دوسری تجارت شروع کر دی ہے مکان، کھیتی وغیرہ۔ تو کیا اس کی یہ تجارت اور زید کا ان رشتہ داروں کے یہاں آمدورفت، خورد ونوش جائز ہوگا؟

= يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر، فهو حرام".

(ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد: ۹۸/۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۴۸/۲، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) کیونکہ بیوی کا نان نفقہ اور سکنی شوہر کی ذمہ داری ہے:

قال الله تعالىٰ: ﴿على الموسع قدره، وعلى المقتر قدره متاعاً بالمعروف﴾ (سورة البقرة: ۲۳۶)

(۲) (راجع، ص: ۴۱۸، رقم الحاشية: ۱)

۲......ان لوگوں کے بچے زید کے یہاں زیر تعلیم ہیں تو کیا زید کا تعلیم کے لئے یہ پیسہ لینا جائز ہوگا جو کہ اس مال میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......محض توبہ کر لینے سے مال پاک نہیں ہوا، بلکہ وہ کل مال یا اس کی مقدار صدقہ کرنا واجب ہے (۱)۔ البتہ اگر اسی مال سے زمین خریدی گئی ہے، یا اس سے کوئی جائز تجارت کی جارہی ہے تو اس زمین وتجارت کی آمدنی حلال ہوگی (۲) اور ان کے یہاں خورد ونوش، آمد ورفت بھی جائز ہوگی، لیکن اس پر ضروری ہوگا کہ جتنے ناجائز روپے اس نے زمین یا تجارت میں لگائے ہیں، اس مقدار کو صدقہ کردے، اگر چہ اس کی آمدنی سے ہی ہو:

"فی القنية لو كان الخبيث نصاباً، لايلزمه الزكوة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه". شامی: ۲/۳٤(۳)۔

۲......اگر بعینہ پیشہ ناجائز کی آمدنی ہو تو زید کے لئے اس سے اخراجات لینا درست نہیں ہے (۴)،

---

(۱) "وعلى هذا قالوا: لومات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، رشيديه)

(۲) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة مافي التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترىٰ، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني، لايطيب، والثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبوبكر: لايطيب في الكل. لكن الفتوىٰ الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات في آخر البيع: ۲۲۵/۵، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار: ۲۹۱/۲، كتاب الزكوة، سعيد)

(۴) "غالب مال المهدى إن حلالاً، لابأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتعين أنه من حرام. وإن غالب ماله الحرام، لايقبلها ولايأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث: ۳۶۰/۶، رشيديه)

لیکن اگر پیشہ ناجائز کی آمدنی سے زمین خریدی گئی، یا اس کو کسی جائز تجارت میں لگادیا گیا تو اس میں سے لینا درست ہے:

"وجاز أخذ دَينٍ على كافر من ثمن خمر، لصحة بيعه، بخلاف دَينٍ على المسلم، لبطلانه، الخ". درمختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناجائز پیسوں سے خرید شدہ سامان کا حکم

سوال [۸۹۰۹]: زید نوکری پیشہ تھا، تنخواہ کے مقابلے میں بالائی آمدنی اس کی زیادہ تھی، دونوں بیویوں کو ساتھ رکھتا تھا۔ ان ایام میں زید نے گرم اور ٹھنڈے مثلاً کوٹ اور گرم کرتے اور چادر وغیرہ اور دیگر سامانِ آرائش خریدے۔ طعام اور دوسرے لغویات پر ان بیویوں پر صَرف کرتا تھا، لیکن تنخواہ کے پیسے ان اخراجات کے لئے کافی نہیں تھے۔ تقریباً تین سال سے اس نے نوکری چھوڑ دی ہے اور خدا نے توفیق دی، اس وقت عبادت اور ریاضت میں مشغول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کے پاس وہی کپڑے اور سامان ہیں جس کو اس نے ان دنوں میں خریدا تھا، اور انہیں کپڑوں کے ساتھ نماز اور دیگر ارکان ادا کرتا ہے۔ نوکری چھوڑنے کے بعد سے بیکار ہے، ذریعۂ معاش بھی انہیں پیسوں کے ذریعہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ ان پیسوں کو اپنے بھائیوں کو دے رکھا ہے، جس کے ذریعہ وہ تجارت کرتے ہیں اور انہیں کے ساتھ شامل رہتا ہے۔ بے کاری کی وجہ سے اس سے دوسرے کپڑے اور سامان بنوانا مشکل ہے اور اگر بنانا ہی ہے تو وہی مذکورہ پیسے استعمال ہوں گے۔ اس صورت میں کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے پیسے اس نے ناجائز طریقے پر حاصل کئے آہستہ آہستہ مالک کو واپس کرے، مالک کا علم نہ ہو تو

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات: ۵/ ۲۲۵، رشیدیه)

غرباء کواس کی نیت سے صدقہ کرتا رہے(۱)، اور جب تک حلال پیسہ میسر آئے ان کپڑوں کو استعمال کرتا رہے اور استغفار بھی کرتا رہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

ناجائز مال جہیز میں دینا

سوال[۸۹۱۰]: کوئی شخص جو کسی زمانہ میں ڈاکٹر تھا، اس نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد کچھ جائیداد خرید لی جس میں کچھ زمین کاشت کے لئے اور ایک باغ ہے اور اپنا ذاتی روپیہ کچھ بنک میں جمع ہے اور باقی روپیہ سے عام لوگوں سے سود لیتا ہے۔ اور اس کی لڑکی سے ایک شخص کا نکاح ہوا ہے اور وہ شخص جو کہ اب نیک پرہیز گار اور متقی ہے تو اس کے لئے اپنی زوجہ کے جہیز میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو ہر شخص استعمال کرسکتا ہے۔ تو اب آپ تحریر کریں کہ اس لڑکی کا گھر میں رکھنا اور اس کے مال وجہیز کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی اَور مانعِ شرعی موجود نہ ہو تو صورت مسئولہ میں اس لڑکی کو نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ مال میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ مال ڈاکٹر نے جائز طریق ملازمت وغیرہ سے حاصل کر کے لڑکی کو دیا ہے تب تو لڑکی کی اجازت کے بعد شوہر کو اس کا استعمال جائز ہے۔

اگر یقیناً معلوم ہو کہ یہ مال ناجائز طریق مثلاً مسلمانوں سے سود لیکر حاصل کیا ہے تو اس کے استعمال ناجائز ہے لڑکی کو بھی اور شوہر کو بھی:

---

(۱) "لومات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولايأخذون منه شيئاً، وهو أولىٰ بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوابها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۳۵۹/۸، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

"فالتوبة: أن يندم على ذنبه بالقلب، ويستغفر باللسان، ويضمر أن لايرجع إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، باب التوبة، باب آخر من التوبة، ص: ۵۹، المكتبه الرشيدية)

"وإن علم أنه مغصوب بعينه، لا يحل أن يأكل؛ لأنه علم بالحرمة"(۱)۔

اگرسب مال ملا ہوا ہے اور معلوم نہیں کونسا حلال ہے اور کونسا حرام ہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا، یعنی اگرزیادہ مال حلال ہے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اور اگر زیادہ مال حرام ہے تو اس کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے:

"إذا أهدى الرجل إلى إنسان أو أضافه، إن كان غالب مال المهدى من الحرام، ينبغي له أن لا يقبل الهدية و لا يأكل منه طعامه ما لم يخبر أنه حلالٌ ورثه أو استقرض من غيره. وإن كان غالب مال المهدى من الحلال، لابأس بأن يقبل الهدية و يأكل مالم يتبين عنده أنه حرام". قاضي خان: ٤/٣٧٢(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/۱/۵۲ھ۔

ملازم کو بسکٹ فیکٹری میں بلا اجازتِ مالک بسکٹ کھانا

سوال[۸۹۱۱]: میں ایک بسکٹ کمپنی میں کام کرتا ہوں اس میں کام کرنے والے سبھی ملازم بغیر اجازت مالک ومینجر بسکٹ کھاتے ہیں اور مالک ومینجر کو بھی اس کا علم ہے۔ مالک غیر مسلم ہے۔ کیا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کام کرنے والوں کی سرکشی کی وجہ سے مالک معلوم ہونے کے باوجود کوئی روک ٹوک نہیں کرتا، مگر نہ وہ

---

(۱) (ردالمحتار: ۵/۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار: ٦/٣٨٦، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ومايكره أكله ومالايكره، ومايتعلق بالضيافة: ۳/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

رضامند ہے، نہ اس نے اجازت دی ہے تو اس طرح کھانا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۸۷ھ۔

مخدوم کے مال میں خادم کا تصرف

سوال [۸۹۱۲]: ۱...... زید اور عمر میں زید مرید اور عمر پیر ہے، اور زید طالب علم ہے اور عمر فالج کا مریض ہے، اور زید کا معاشی اخراجات کا کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہے اور عمر بزرگ شخص ہے اس وجہ سے اس کا ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ عمر تعویذ کے پیسے لیتا ہے اور اس کے مریدین بھیجتے ہیں اور ملنے والے نذرانہ دیتے ہیں اور وہ ضرورت کے وقت مانگ بھی لیتا ہے۔ باوجود ان سب وجوہات کے عمر کے خرچے میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ خود کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے۔ اور زید جو کہ طالب علم ہے وہ عمر کی خدمت بھی کرتا ہے۔

تو اگر زید اس کا پیسہ اور کھانا بغیر اس کی اجازت کے لے کر کھائے اور اس کو معلوم ہو جائے تو طعن و ملامت نہ کرے، اور ایسا کرنے میں عمر کو پتہ نہ چلے تو کیا حکم ہے، یا اگر معلوم ہو گیا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

۲...... عمر نے زید کو پیسہ دے کر کوئی سودا منگایا، سودا لے کر جو بقیہ پیسہ بچے وہ زید نے لے لئے اور سودا عمر کو دے دیا اور بقیہ پیسے نہیں دیئے اور نہ عمر نے مانگے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۳...... عمر نے زید سے سودا منگایا اور اس میں سے جو پیسے بچے وہ زید نے لے لئے، پھر اس کے بعد ایسا موقع آیا کہ عمر کے پاس پیسے نہیں تھے اور پھر کوئی سودا منگایا تو زید نے اپنے پیسے سے لا دیا، خواہ وہ پیسے بچے ہوئے سودے کے ہوں یا زید کے ذاتی پیسے ہوں۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۴...... عمر کا کھانا زید کسی ہوٹل سے لاتا ہے، عمر کی پہچان کی وجہ سے صاحبِ ہوٹل پیسہ نہیں لیتا ہے، اور وہ

---

(۱) "وعن أبی حرّة الرقاشی، عن عمّه رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایحل مال امرئ إلابطیب نفس منه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

"والأظهر أن معناه: لاتظلموا أنفسکم، وهو یشمل الظلم القاصر والمتعدی". (مرقاة المفاتیح، کتاب البیوع، باالغصب والعاریة، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۲۹۴۶): ۶/۱۴۹، رشیدیه)

کھانا اتنا ہوتا ہے کہ اس کے آدھے کھانے میں عمر کا پیٹ بھر جاتا ہے اور آدھا بچتا ہے۔ تو اگر زید آدھے کھانے کو پہلے ہی نکال لے اور آدھا عمر کو دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۵..... عمر کے نام سے زید کسی دوکان سے سودا مفت لاتا ہے اور عمر کبھی کبھی منگواتا ہے اور زید اس دوکان سے روزانہ لے جاتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۶..... کسی دوکان سے عمر کا کھانا مفت میں زید لاتا ہے، اتفاق سے کسی وقت کھانا تیار نہیں تھا تو دوسری دوکان سے عمر سے پیسہ لے کر لایا، پھر اسی دوکان سے جہاں کھانا مفت ملتا ہے زید کھانا لے آیا۔ تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... اپنے پیر صاحب کی خدمت کرنا عینِ سعادت ہے اور وہ بھی جب کہ وہ مریض ہوں تو بہت ضروری اور ثواب کی بات ہے، لیکن ان کی چیز، پیسہ اور کھانا وغیرہ کو بغیر ان کی رضامندی کے ہرگز استعمال نہ کرے، خاموش رہنا بھی کافی نہ سمجھے بلکہ وقتِ ضرورت ان سے مانگ لے، جب وہ خوشی کے ساتھ اجازت دے دیں تب استعمال کرے:

"لايحل مال امرء مسلم إلا بطيب نفس منه". الحديث؛ رواه الطحاوي(۱)۔

۲..... زید کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے، بلکہ خیانت ہے، جو پیسے بچے ہیں اس کو واپس کرنا

---

(۱) "عن عمرو يثربي رضي الله تعالىٰ عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "لايحل لامرئ من مال أخيه شئ إلا بطيب نفس منه". (شرح معاني الآثار للطحاوي رحمه الله تعالىٰ، كتاب الكراهية، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا: ۳۷۵/۲، سعيد)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحا فأدخله في سفينة أو بنى عليه جداراً: ۱۰۰/۶، تاليفات اشرفيه لاهور)

(وكذا في كنز العمال، الفرع الثاني في أحكام الايمان المتفرقة: ۹۲/۱، (رقم الحديث: ۳۹۷)، التراث الإسلامي حلب)

(ومجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الغصب: ۱۷۲/۴، دار الفكر)

لازم ہے(۱)۔

۳...... زید کے لئے یہ بھی درست نہیں اگرچہ اس کے ذریعہ سے اتنے پیسوں کا بار اس کے سر سے اتر جائے۔

۴...... ہوٹل والا یہ کھانا عمر کے لئے دیتا ہے، زید کے لئے نہیں۔ زید امین ہے، اس کے ذمہ لازم ہے کہ پہلے کھانا عمر کے پاس پہونچادے، پھر اگر زید کو ضرورت ہو تو عمر سے اجازت لے لے(۲)۔

۵...... یہ بھی جائز نہیں، یہ دھوکا اور جھوٹ ہے(۳)۔

---

(۱) "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أو تمن خان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان باب خصال المنافق: ۱/۵۶، قديمى)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۱۷، قديمى)

قال القارى رحمه الله تعالىٰ: "(وإذا ائتمن): أى جعل أميناً .... وحق الأمانة أن تؤدى إلى أهلها، فالخيانة مخالفة لها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان: ۱/۲۲۶، رشيديه)

(۲) "عن عمرو يثربى رضى الله تعالىٰ عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "لايحل لامرئ من مال أخيه شئ إلا بطيب نفس منه". (شرح معانى الآثار للطحاوى رحمه الله تعالىٰ، كتاب الكراهية، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا: ۲/۳۷۵، سعيد)

"لايجوز التصرف فى مال غيره بلا إذنه ولا ولايته". (الدرالمختار، كتاب الغصب، قبيل فصل: ۶/۳۰۰، سعيد)

"لايجوز لأحد أن يتصرف فى مال غير بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه". (شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۶): ۱/۶۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يقول آمنّا بالله وباليوم الآخر وماهم بمؤمنين يخٰدعون الله والذين آمنوا ومايخدعون إلا أنفسهم ومايشعرون﴾ (سورة البقره: ۸، ۹)

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من غشنا فليس منا: ۱/۷۰، قديمى)

"عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "عليكم =

۶......اس کی بھی عمر کو اطلاع کرکے اجازت لے لے، بلا اجازت ورضامندی ان تمام صورتوں میں نہ خود استعمال کرے، نہ دوسروں کو شریک کرے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۶/۱/۸۸ھ۔

میونسپلٹی کی چیز کا استعمال

سوال[۸۹۱۳]: کسی شخص کو کوئی شئ -جو کہ ملکیت میونسپلٹی کی ہے- استعمال کیلئے ملی ہوئی ہے، وہ کچھ بیکار سمجھ کر دوسرے کو دے دیتا ہے اور وہ اپنی منشاء کے مطابق درستگی کرا کر اپنے استعمال میں لے آتا ہے۔ اور دینے والا یہ کہتا ہے کہ تم مالک ہو۔ آیا وہ اس صورت میں اپنے کو مالک سمجھے یا نہیں، یا کیا صورت کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر میونسپلٹی (۲) کی طرف سے محض استعمال کے لئے عاریۃً ملی، اس شخص کو مالک نہیں بنایا گیا تب تو اس کو حق نہیں کہ کسی کو دے اور کسی کو مالک بنادے، نہ دوسرے کو اس کا لینا درست ہے (۳)۔ اگر عاریۃً نہیں ملی

= بالصدق فإن الصدق يهدی إلی البر، وإن البر يهدی إلی الجنة، ومازال الرجل يصدق ويتحری الصدق حتی يكتب عند الله صديقاً، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدی إلی الفجور، وإن الفجور يهدی إلی النار، ومايزال الرجل يكذب ويتحری الكذب حتی يكتب عندالله كذاباً". (تنبيه الغافلين، باب الزجر عن الكذب، ص: ۸۲، المكتبة الرشيدية)

(۱) (راجع، ص: ۴۲۲، رقم الحاشية : ۲)

(۲) "میونسپلٹی: شہری لوگوں کی جماعت جو شہر کی صفائی، پانی، روشنی وغیرہ کا انتظام کرتی ہے، بلدیہ"۔(فیروز اللغات، ص: ۱۳۳۴، فیروز سنز، لاهور)

(۳) "العارية هی تمليك المنافع مجاناً، وحكمها كونها أمانةً". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب العارية: ۶۷۶/۵، ۶۷۷، سعيد)

(وكذا فی البحرالرائق، كتاب العارية: ۴۶۷/۷، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب العارية: ۳۲/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

"ومنها أن يكون مملوكاً للواهب، فلاتجوز هبة مال الغير بغير إذنه، لاستحالة تمليك ماليس بمملوك للواهب". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الأول فی تفسير الهبة وركنها، الخ: ۳۷۴/۴، رشيديه)

بلکہ میونسپلٹی نے اس کو مالک بنادیا ہے تو اس کو جائز ہے کہ جس کو چاہے دے اور دوسرے شخص کو اس کا لینا اور مالک بننا بھی جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۷/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہ، ۱۴/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا

سوال[۸۹۱۴]: جن کی کمائی ناجائز ہے جیسے طوائف، اس سے خرید وفروخت کرنا یا ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا کیسا ہے؟ دریں صورت وہ کسی سے قرض لے کر ادا کرے تو کیسا ہے؟ اسی طرح اس کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ حرام کی کمائی کا روپیہ دے تو ڈاکٹر یا دوکاندار کو فیس یا قیمت لینا درست نہیں۔ ایسے روپیہ سے دعوت قبول کرنا بھی درست نہیں۔ ہاں! وہ قرض لے کر حلال روپیہ دے تو لینا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "اعلم أن اسباب الملک ثلاثة: ناقل کبیع وهبة". (الدرالمختار). "(قوله: ناقل، الخ): أی من مالک إلی مالک". (ردالمحتار، کتاب الصید: ۶/۴۶۳، سعید)

"وأما حکمها (أی الهبة) فثبوت الملک للموهوب بغیر لازم". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الأول فی تفسیر الهبة، الخ: ۴/۳۷۴، رشیدیه)

(۲) "وإن علم أنه مغصوب عینه، لایحل أن یأکل؛ لأنه علم بالحرمة". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحظر والإباحة ومایکره أکله: ۳/۴۰۰، رشیدیه)

"أهدی إلی رجل شیئاً أو أضافه إن کان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن یعلم بأنه حرام، =

دوست سے روپیہ چوری کیا اس کی واپسی کا طریقہ

سوال[۸۹۱۵]: میں نے اپنے ایک دوست کی جیب سے کچھ روپے نکال لئے تھے، اب مجھے خدا کا خوف دامن گیر ہوا۔ اس کو کس طرح واپس کروں؟ میں بہت شرمندہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی رقم جیب سے نکالی ہے اس کو کسی صورت میں پہونچا دیں، خواہ اس طرح سے کہ یہ رقم میری طرف سے آپ کو ہدیہ یا تحفہ ہے۔ یہ بتلانا ضروری نہیں کہ میں نے آپ کی جیب سے رقم نکالی تھی (۱)، لیکن اگر بتلا دیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں تو یہ اعلیٰ بات ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۹ھ۔

چوری کا کوئلہ واپس کرنا چاہیے

سوال[۸۹۱۶]: زید ریلوے میں ملازم ہے اور بکر کا دوست ہے۔ زید ریلوے سے کوئلہ چرا کر لاتا اور جلاتا ہے، بکر کو اس کا علم ہے کہ زید ریل کا کوئلہ چرا کر لاتا ہے، اس کے علم کے باوجود بکر نے زید سے کوئلہ منگوایا

= فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا في الينابيع". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا، والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(۱) "الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرىٰ، اعتبر واصلاً بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه، وإلا فلا". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۹۲/۵، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، الفصل الثلاثون في التصرفات الفاسدة: ۵۱/۲، اسلامی کتب خانه)

(۲) "عن وابصة بن معبد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال عليه الصلوة والسلام: "الإثم ماحاك في صدرك وإن أفتاك عنه الناس". (مسند أحمد بن حنبل رحمه الله: ۲۲۷/۴، (رقم الحديث: ۱۷۵۳۸)، المكتبه الإسلامي بيروت)

"الاثم ماحاك في صدرك وكرهت أن يطلع الناس عليه". (مسند أحمد حنبل: ۱۸۲/۴، (رقم الحديث: ۱۷۱۷۹)، المكتب الإسلامي بيروت)

تو زید نے کسی آدمی کے ہاتھ کوئلہ لاکر بھجودیا۔کوئلہ منگانے کے بعد بکر کو خیال ہوا کہ کوئلہ واپس کردیں، لیکن کوئلہ واپس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ زید دور شہر میں ملازم ہے اور بکر ایک دیہات میں رہتا ہے، اس لئے کوئلہ کی واپسی ناممکن ہے۔ایسی صورت میں کوئلہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوری کا کوئلہ استعمال نہ کیا جائے۔اگر اس کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو کسی غریب کو اس نیت سے دے دیا جائے کہ اللہ پاک اس کے وبال سے نجات دے(۱)۔جو شخص وہاں ملازم ہو، اس سے واپسی کی ترکیب دریافت کرلی جائے، ممکن ہے کہ کوئی ترکیب نکل آئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

چوری کا مال واپس کرنے کا طریقہ

سوال[۸۹۱۷]: ایک شخص نے بہت سی چوریاں کیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے دی۔ اب اس نے چاہا کہ مالِ مسروقہ ادا کردوں، لیکن چوریوں کی کثرت کی وجہ سے حق والوں کو بھول گیا اور بعینہ وہ سامان بھی نہیں ہے۔اب وہ کس کو کیسے ادا کرے؟

منصور احمد خسروپور، جامعہ اسلامیہ، ریڑھی تاجپورہ، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مالِ مسروقہ کی مقدار تخمینہ سے متعین کرکے مالک یا اس کے ورثاء کو پہونچادیں، اگر مالک یا اس کے ورثا کا علم نہ ہو تو اتنی مقدار مالک کی نیت سے غریبوں کو صدقہ کردیں(۲)۔اور خدائے پاک سے توبہ واستغفار

---

(۱) "أخذ مورثه رشوةً أو ظلماً، إن علم ذلک بعینه، لایحل له أخذه، وإلا فله أخذه حکماً. أما فی الدیانة، فیتصدق به بنیة إرضاء الخصماء، اهـ". (ردالمحتار، کتاب البیوع، مطلب فی من ورث مالاً وحراماً: ۵/۹۹، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الغصب: ۲/۴۵۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الغصب: ۶/۳۲۱، ۳۲۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "لومات الرجل وکسبه من بیع الباذق أوالظلم أو أخذ الرشوة، یتورع الورثة، ولایأخذون منه شیئاً، =

کرتے رہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۴ھ۔

کسی عالم کا داماد کو باپ کی دوکان سے چوری کی تلقین کرنا

سوال[۸۹۱۸]: ایک اہل علم حدیث کے پڑھانے والے اپنے داماد سے کہا کرتے ہیں کہ: تم اپنے والد، چچا وغیرہ کی دوکان سے روزانہ چوری سے نکال کر علیحدہ جمع کیا کرو، تاکہ تمہارے کام آوے۔ کیوں کہ والد چچا وغیرہ کا مال اپنا ہوتا ہے، تم بھی ان کی دوکان پر رہے ہو، کمائی کرتے ہو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسے ہی یہ فرمایا کہ اگر بیوی خاوند کی کوئی چیز چوری سے نکال لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

۱...... باوجود اہل علم حدیث پڑھانے کے چوری کی ترغیب وتلقین دینا کیسا ہے، ایسے شخص کو ظالم فاسق فاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲...... ایسے شخص کا کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال اس سے پہلے بھی آیا تھا، اس کا جواب تحریر کردیا گیا، مگر اس میں صورت واقعہ لکھ کر سوال صرف لڑکے کے روکنے کا تھا۔ چنانچہ اس کے جواب پر اکتفا کیا گیا تھا۔ اب دو باتیں اَور دریافت کی ہیں: ایک یہ کہ باوجود اہل علم، حدیث پڑھانے کے چوری کی تلقین وترغیب دینا کیسا ہے، ایسے شخص کو ظالم وفاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ایسے شخص کا کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا کیسا ہے۔

ایسی حالت میں بہتر یہ تھا کہ سائل خود ان اہل علم حدیث پڑھانے والے سے دریافت کرلیتا کہ یہ چیز جس کا آپ مجھے بار بار حکم کررہے ہیں اور میرے نہ ماننے پر میری بیوی کو روک لیا ہے، شرعاً کیسا ہے۔ چونکہ وہ اہل علم ہیں خود جواب دیتے۔ اگر ان سے دریافت نہیں کیا تو کم از کم ان کا بیان بھی سائل اپنے سوال کے ساتھ لکھتا تاکہ اصل واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی اور فریقین کے متفقہ بیان پر جواب تحریر کیا جاتا۔

= وهو أولیٰ بهم، ویردونها علی أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبیل الكسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علیٰ صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۳۸۵/۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهیة: ۳۵۹/۸، رشیدیه)

چوری جیسی خلاف شرع حرکت جس کی ممانعت اور حرمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور اس کی ترغیب دینا اور نہ ماننے پر بیوی کو روک لینا ایک معمولی مسلمان سے بھی بعید ہے، چہ جائیکہ ایک اہل علم اس کا ارتکاب کرے۔

سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ واقعات مخفی اور طویل ہیں جو صیغۂ راز میں ہیں، اس لئے تاوقتیکہ وہ واقعات پورے طور پر معلوم نہ ہوں اصلی حکم شرعی کا معلوم ہونا دشوار ہے۔ سائل نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری اسی پر ہے کہ اس میں کہاں تک اصلیت ہے۔ سائل کو اصرار ہے کہ میری تحریر کا جواب دے دیا جائے، اس لئے جواباً تحریر ہے:

۱...... چوری کی تلقین وترغیب دینا ہر شخص کو ناجائز ہے، اہل علم کے حق میں اس کی قباحت اور حرمت اَور بھی زیادہ ہے:

"الدال على الخير كفاعله، والدال على الشر كفاعله". كنوز الحقائق، ص: ٧٦ (١)۔

ہاں! اگر کسی کے ذمہ کوئی شرعی واقعی مطالبہ ہو اور اس کے وصول ہونے کی کوئی صورت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں، یا اسی طرح اگر مالک کی طرف سے اس کا ظن غالب ہو کہ وہ فلاں شے لینے سے ناراض نہ ہوگا، یا اسی نوع کی کوئی اور صورت ہو وہ مستثنیٰ ہے کہ وہ چوری ہی نہیں۔ جو شخص چوری کرتا ہے، یا چوری کی ترغیب دیتا ہے، وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے (۲)، ایسے شخص کو شریعت میں فاسق کہتے ہیں۔ اگر وہ توبہ کرے تو اللہ معاف فرمائیں گے (۳)۔

---

(۱) لم أظفر على هذا الكتاب

(۲) "وعنه أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايزني الزاني وهو مؤمن، ولايسرق السارق وهو مؤمن .... متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، الفصل الأول: ۱/۱۷، قديمي)

"تنبيه: عدّ السرقة هو ما اتفقوا عليه وهو صريح هذه الأحاديث، والظاهر أنه لافرق في كونها كبيرة بين الموجبة للقطع وعدم الموجبة له". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الحدود، الكبيرة التاسعة والستون بعد الثلاثمائة، السرقة: ۲/۲۳۷، دارالفكر بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقبلوا لهم شهادةً أبداً وأولئك هم الفسقون، إلا الذين تابوا من بعد ذلك =

۲......کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا چھوڑ دینا اس بات کی وجہ سے نہ لازم ہے نہ جائز ہے کہ ایک غلطی کی دوسری غلطی یہ کرے، بلکہ اس غلطی سے توبہ کرے اور حدیث کے درس کو جاری رکھے یہ عبادت ہے۔ گناہ سے توبہ کرنا اور عبادت کو قائم رکھنا انسان کا فریضہ ہے، اور گناہ کرنا اس پر عبادت کو چھوڑ دینا نقصان در نقصان ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/۴/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

بڑے بھائی کی دوکان سے پیسہ بچانا

سوال[۸۹۱۹]: زید اپنے بڑے بھائی بکر کے ساتھ رہتا ہے، بڑے بھائی کی دوکان ہے، زید بھی دوکان کا کافی کام کراتا ہے۔ زید کو بڑے بھائی نے کھانے پینے کی اجازت دے رکھی ہے، مگر زید کھانے پینے میں بہت کم خرچ کرتا ہے اور کچھ پیسہ جمع کرتا ہے۔ تو یہ پیسہ اس کو خود خرچ کرنا یا مسجد میں صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑے بھائی کو اس کی خبر کردے اور اس سے اجازت لے لے، پھر مسجد وغیرہ میں جہاں چاہے صَرف کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۸۸ھ۔

= وأصلحوا فإن الله غفور رحيم﴾ (سورة النور: ۴،۵)

"فالتوبة أن ينـدم على ذنبه بالقلب، ويستغفر باللسان، ويضمر أن لايرجع إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۵۹، رشيديه)

(وكذا في رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ۲۵، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۲۸/۱۵۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وعن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه =

جھٹکے کے گوشت کی قیمت

سوال[۸۹۲۰]: ہمارے یہاں ایک دنبہ آتا ہے سرکاری طور سے، جس کو جھٹکے کے ذریعہ کاٹ دیا جاتا ہے اور اس کا کچھ حصہ گوشت فروخت کر دیا جاتا ہے، پھر اس سے ایک فنڈ بنایا جس سے پکوان کی دوسری چیزیں خریدی جاتی ہیں اور وہ تمام پکوان میں استعمال ہوتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ جو گوشت جھٹکے کا تھا اور اس پیسے سے جو چیزیں خریدیں اس حصہ میں کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ فنڈ حصے میں میرا خود کا حصہ آتا ہے۔ میں جھٹکے کا گوشت تو کھاتا نہیں، البتہ بیچ کر جو پیسے آتے ہیں، اس کے متعلق مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر جھٹکے کا گوشت غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر کے آپ کو پیسے دیئے ہیں تو یہ آپ کے لئے درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وسلم: "ألا! لايحل مال امرئ إلابطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"والأظهر أن معناه: لاتظلموا أنفسكم، وهو يشمل الظلم القاصر والمتعدى". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۱۴۹/۶، رشيديه)

(وكذا في تنبيه الغافلين، باب ماجاء في الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه پشاور)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۶۹/۶، (رقم الحديث: ۲۰۱۷۲)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "والحيلة في هذه المسائل أن يشترى نسيئةً، ثم ينقد ثمنه من أيّ مال شاء. وقال أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ عن الحيلة في مثل هذا، فأجابنى بما ذكرنا، كذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية، الفصل الرابع في المال من الإهداء والميراث: ۳۴۹/۴، رشيديه)

جلدی میں ٹکٹ نہ لے سکا اور پیسے گارڈ کو دے دیئے تو وہ کافی ہے یا نہیں؟

سوال[۸۹۲۱]: مجھے ایک مرتبہ دیو بند سے سہارنپور جانا تھا، اسٹیشن پر پہونچا تو گاڑی چل دی اور میں چلتی گاڑی میں چڑھ گیا اور جلدی کی وجہ سے ٹکٹ نہ خرید سکا۔ ٹپری اسٹیشن پر گارڈ سے ملا اور اس نے چھتر پیسے لے کر کہا کہ میں سہارنپور میں گیٹ سے پاس کرادوں گا۔ چنانچہ اس نے مجھے گیٹ سے پاس کرادیا، نہ اس نے مجھے ٹکٹ دیا اور نہ ہی رسید دی، غالباً وہ پیسہ محکمہ ریلوے کو نہیں پہونچا۔ اب شریعت کی رو سے بندہ سبکدوش ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ آپ نے سہارنپور تک سفر کیا اور عجلت کی وجہ سے ٹکٹ نہیں خرید سکے اور ٹپری اسٹیشن پر گارڈ سے مل کر ٹپری سے سہارنپور تک کا پیسہ بھی اس کو دے دیئے، مگر اس نے نہ ٹکٹ دیا، نہ رسید دی تو ظاہر ہے کہ وہ پیسے ریلوے کے ایک ملازم (گارڈ) نے خود رکھے اور سہارنپور پہونچ کر اپنے اثر سے اس نے آپ کو پاس کرادیا۔ پس سہارنپور سے دیو بند تک کا ٹکٹ لے کر آپ پھاڑ دیں تاکہ آپ کے ذمہ ریلوے کا مطالبہ باقی نہ رہے اور بالیقین آپ بری الذمہ ہو جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۹/۳/۹۱ھ۔

جہاز میں خنزیر کا گوشت پیش کرنے والے کی ملازمت

سوال[۸۹۲۲]: میں نمازی مسلمان ہوں، حسبِ عقیدۂ اسلام لحمِ خنزیر اور شراب اور دیگر لغویات کا ارتکاب نہیں کرتا، مگر صاحبِ عیال اور غریب آدمی ہوں اور پانی کے جہاز میں خانساماں کا کام کرتا ہوں۔ شراب اور سور کا گوشت اور دیگر اشیاء مسافروں کے لئے کمپنی کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں، میں بحیثیتِ ملازم پیش کرتا ہوں۔ میری یہ کمائی میرے لئے شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

---

(۱) "كل حيلة يحتال بها الرجل لتخلص بها عن حرام، أو لتوصل بها إلى حلال، فهي حسنة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحيل، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها: ۳۹۰/۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کا حرام اشیاء کو لاکر، یا پکا کر پیش کرنا معصیت وحرام ہے(۱)، مگر ملازمت کی تنخواہ حرام نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۰/۱۱ھ۔

بازار سے پھل خریدتے وقت حرام وحلال ہونے کی تحقیق

سوال[۸۹۲۳]: آج کل جو آم بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کے متعلق معلوم نہیں کہ خریدار نے جو باغ خریدا ہے کس وقت خریدا ہے، آیا زمانۂ کوہر میں خریدا ہے(۳)۔ایسی حالت میں بازار سے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ تحقیق اورظنِ غالب ہو کہ اس بائع نے بیعِ باطل سے خریدا ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے، اگر اس کی تحقیق یا ظن غالب نہ ہو تو اس کے خریدنے میں گنجائش ہے:

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"فيعم النهي كل ماهو من مقولة الظلم والمعاصي .... وعن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما وأبي العالية: أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب مانهاهم". (روح المعاني: ۶/۵۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإذا استأجر الذمي مسلماً ليحمل له ميتة أو دماً، يجوز عندهم". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الإجارة، الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة: ۴/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۱، سعيد)

"وإن استأجره ليكتب له غناء بالفارسية أو بالعربية قيل: لايحل الأجر، والمختار أنه يحل؛ لأن المعصية في القراءة". (الفتاوىٰ البزازية، كتاب التجارات، نوع في المتفرقات: ۵/۴۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمنتقى شرح الملتقى، كتاب الإجارة، باب الاجارة الفاسدة: ۳/۵۳۳، مكتبه غفاريه، كوئٹه)

(۳) "زمانۂ کوہر: ابتدائی زمانہ"۔(حق نواز)

"وحمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما أمكن، إلا أن تقوم البينة، اهـ".

مبسوط سرخسی: ۷۳۵/۱۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرام مال سے کوئی چیز خریدنا

سوال[۸۹۲۴]: ایک شخص کے پاس مال حرام ہے جو اس کو کسی حلال شے کے فروخت کرنے پر مشتری سے ملا ہے، اب اگر یہ شخص ایک گھوڑا خرید کرے اور ایک ہفتہ کا ادھار کر کے گھوڑے کو اپنے گھر لے آئے اور مال حرام ایک ہفتہ بعد دے تو گھوڑا جائز ہے یا نہیں؟

سعید احمد کھیڑہ افغان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حلال شئ کو مال حرام کے عوض میں فروخت کرنا جائز نہیں، لقوله تعالىٰ: ﴿ولاتتبدلوا الخبيث بالطيب﴾(۲)، لیکن اگر کسی کے پاس اس طرح مال حرام آجائے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، یا اس کے مثل کسی اَور طرح آجائے تو اس کو ادھار یا قرض میں کسی غیر مسلم کو دینا درست ہے، لہٰذا اس گھوڑے کو حرام نہیں کہا جائے گا، کذا فی العالمگیریة: ۲۲۱/۲(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۹/ رجب/ ۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ رجب/ ۵۳ھ۔

مال حرام سے خرید وفروخت

سوال[۸۹۲۵]: سود کا مال اگر کوئی شخص خریدے تو وہ حلال ہو جاتا ہے یا باوجود خرید لینے کے بھی وہ حرام ہی رہتا ہے؟ مفصل لکھیے۔

---

(۱) (كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب الدعوىٰ، باب اختلاف الأوقات في الدعوىٰ وغير ذلك: ۷۳/۱۷، غفاريه كوئٹه)

(۲) (سورة النساء: ۲)

(۳) "كل حيلة يحتال بها الرجل لتخلص بها عن حرام، أو لتوصل بها إلى حلال، فهي حسنة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحيل، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها: ۳۹۰/۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مال کسی شخص کے پاس خالص حرام طریقہ سے آیا ہوا ہو، اس کا خریدنا جائز نہیں، کیونکہ اس کا اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے:

"الحرام ينتقل، ولودخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاه وأخرجه إلينا، ملكه، وصح بيعه، ولكن لايطيب له ولا للمشتری منه". درمختار. قال الشامی: "(قوله: الحرام ينتقل): أی ينتقل حرمته. وإن تداولته الأيدی، تبدلت الأملاك، ويأتی قريباً. (قوله: ولا للمشتری) فيكون بشرائه منه مسيئاً؛ لأنه ملكه بكسب خبيث، وفی شرائه تقرير للخبيث ويؤمر بما كان يؤمر به البائع من رده علی الحربی؛ لأن وجوب الرد علی البائع. ولما كان لمراعاة ملك الحربی ولأجل غدر لأمان، وهذا المعنی قائم فی ملك المشتری كما فی ملك البائع الذی أخرجه، اھ". شامی: ۱۷۹/۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۵/۲/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

پیسہ کے عوض بیع کرنا

سوال[۸۹۲۶]: دو کانداروں کے پاس خریدار سود، رشوت، قمار، سرقہ سبھی قسم کا پیسہ دے کر چیز خریدتے ہیں۔ یہ پیسہ جو بیع کے بدل میں بائع کو حاصل ہو رہا ہے، حلال ہے یا نہیں؟ اور اس سے مفر بھی آج کل مشکل ہے۔ بینوا توجروا۔

سید نجم الحسن رضوی، خیرآباد، ضلع سیتاپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس پیشہ کے متعلق قطعی طور پر علم ہو کہ یہ حرام ہے، اس کے عوض کوئی شی فروخت کرنا اور وہ پیسہ حاصل

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، قبيل: مطلب: البيع الفاسد لايطيب له ويطيب للمشتری منه: ۹۸/۵، سعيد)

کرنا درست نہیں، جہاں علم نہ ہو وہاں گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذیقعدہ/ ۶۷ھ۔

خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کیا جائے؟

سوال[۸۹۲۷]: جو حرام چیز مول لی جائے، بعد میں معلوم ہو جائے، کیوں کہ جس شخص کے پاس سے مول لیا ہے وہ نہ لے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شراب وغیرہ ہے تو کسی کافر کے ذریعہ سے فروخت کرادے۔ اگر وہ چڑھاوا وغیرہ ہے تو اصل مالک کو دےدے، یا اس سے کہہ دے کہ یہ شئے تمہاری ملک ہے، پر تم نے فلاں قبر پر چڑھائی ہے اور یہ تمہاری ملک سے خارج نہیں ہوئی، میں نے غلطی سے خرید لی ہے، میرے لئے اس کا استعمال ناجائز ہے، میرے دام ضائع ہو گئے، اب تم یہ اپنی چیز لے لو اور چڑھانے کی نیت جو کی تھی اس سے توبہ کرو۔ پھر اگر وہ خدا کے لئے ثواب سمجھ کر دےدے، یا فروخت کردے تو پھر لینا اور استعمال کرنا درست ہوگا۔ اگر مالک کا علم نہ ہو تو کسی غریب کو وہ شے صدقہ کردے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس حرام شے کے وبال سے مجھے چھٹکارہ دے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ ہذا۔

---

(۱) "الحرمة تنتقل". (الدر المختار). "ومانقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى إلى ذمتين سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلک". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(وكذا فيه، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۹۸/۵، سعيد)

(۲) "وعلى هذا قالوا: لومات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۳۸۵/۶، رشيديه)

ناجائز زمین کی پیداوار کا حکم

سوال[۸۹۲۸]: ایک شخص کا باپ چوری کرتا ہے اور اس کے وہاں کھیتی بھی ہوتی ہے، مگر کھیتی میں اور کھیتی کے بیلوں میں روپیہ چوری کا لگا ہوا ہے اور دنیاوی کاروبار بہت اچھا چلا رکھا ہے۔ اور اس کے دادا بھی چوری کا کام کرتے تھے اور زمین دبا لیتے تھے۔ اب جو سرمایہ باپ دادا نے زمین روپیہ جمع کر کے رکھا ہے اس میں چوری اور رہن کا بھی اور گھر کا بھی۔ اب اس زمین میں کونسی حرام کونسی حلال؟

اس گھر میں ایک لڑکا ہے، وہ عاقل وبالغ ہوگیا ہے، اب اس نے حرام وحلال میں فرق دیکھا، اس نے اس کے کھانے میں کراہت سمجھی اور وہ اپنے والدین کے اکیلا ہے، گھر کا سب کاروبار کھیتی وغیرہ سب وہی کرتا ہے، اگر وہ کاروبار چھوڑ دے تو تمام خراب ہوجائے۔ باپ مانتا نہیں۔ اب لڑکا اس زمین کی پیداوار میں کھانا پینا چھوڑ دے، یا کیا کرے؟ دوسرا کام بھی اس کو دشوار ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جس چیز وزمین کے متعلق معلوم ہو کہ یہ چوری کی ہے، اس کا استعمال کرنا کھانا پینا سب ناجائز ہے(۱)، اس کا اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر مالک مرگیا ہو تو اس کے ورثہ کو واپس کردے۔ اگر مالک

---

(۱) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالک بعينه، فلا شک فی حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده فی الظهيرية، الخ. وفی منية المفتی: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لايعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه، اهـ.......... وكذا لايحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما فی البزازية: أخذ مورثه رشوةً أوظلماً، إن علم ذلک بعينه، لايحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما فی الديانة فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". (ردالمحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۸۹/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۸۶/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(وكذا فی سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، كتاب الغصب، =

معلوم نہ ہوتو اس کوصدقہ کردے(۱) تاکہ عذابِ قیامت سے چھٹکارہ ہو۔اور جس چیز کے متعلق معلوم نہ ہوکہ یہ چوری کی ہے، یا حلال کی کمائی کی ہے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر حلال غالب نہیں ہے تب تو اس کا استعمال درست نہیں ہے، اگر حلال غالب ہے تو اس میں گنجائش ہے(۲)۔

زمین جس کی زبردستی دبارکھی ہے اس کا واپس کرنا بھی ضروری ہے اور اس کی پیداوار میں سے صرف بیج کی مقدار رکھنا درست ہے،اس سے زائد رکھنا درست نہیں (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور،۱۰/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

صحیح:عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۶/ رمضان المبارک/۵۶ھ۔

= دارإحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۶/ ۳۲۱،۳۲۲، كتاب الغصب، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی البحرالرائق: ۸/۲۰۲، كتا ب الغصب، رشيديه)

(۱) "وعلى هذا قالوا: لومات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۶/۳۸۵، رشيديه)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغی أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانی عشر فی الهدايا، والضيافات: ۵/ ۳۴۲،رشيديه)

(وكذا فی فتاوىٰ قاضی خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، مايكره أكله ومالايكره، ومايتعلق بالضيافة: ۳/ ۴۰۰، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع فی الهداية والميراث: ۶/ ۳۶۰، رشيديه)

(۳) "رجل زرع أرض نفسه، فجاء رجل وألقى بذره فی تلك الأرض .... جميع ما نبت لصاحب =

دوسرے کے درخت فروخت کر کے قیمت خود رکھنا

سوال[۸۹۲۹]: زید وعمر دو اشخاص کا ایک مشترک باغ تھا جس کے سرکاری وذاتی کاغذات تھے، باہم رضامندی سے بٹوارہ ہوگیا، اور تقسیم کے بعد دونوں کے حصے کاغذات میں درج ہوگئے، مگر ۳۵/ درختوں کی ایک قطار کے سلسلہ میں زید کا یہ رویہ رہا کہ ہر فصل یہ کہہ کر فروخت کر لیتے ہیں کہ یہ میرا حصہ ہے، اور زید کو ایسا کرتے ہوئے دس سال ہوگئے۔ اس درمیان ان درختوں کی آمدنی تقریباً بائیس ہزار روپیہ ہیں۔ عمر چاہتا ہے کہ زید سے اپنی یہ تمام رقم وصول کرلے۔

لہذا از روئے شرع اس رقم کو وصول کیا جاسکتا ہے یا نہیں، جب کہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ درخت عمر کے ہی ہیں؟ تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کہ زید کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ درخت عمر کے ہیں اور عمر نے اس کو اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے درختوں کو فروخت کر کے اس کی قیمت خود رکھے تو زید کے ذمہ لازم ہے کہ وہ قیمت عمر کو دیدے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۴۰۶ھ۔

= الأرض، وعليه للغاصب مثل بذره، و لكن مبذوراً فی أرض غيره". (البحر الرائق: ۲۰۴/۸، كتاب الغصب، رشيديه)

(وكذا فی شرح المجلة (رقم المادة: ۹۰۷)، ص: ۵۰۴، ۵۰۵، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "و يردّونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها" (رد المحتار: ۳۸۵/۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

"و يجب ردّ عينه فی مكان غصبه أو مثله إن هلك وهو مثلی. وإن انصرم المثلی، فقيمته يوم الخصومة، ومالا مثل له، فقيمته يوم غصبه". (البحر الرائق: ۱۹۸/۸، ۱۹۹، كتاب الغصب، رشيديه)

"لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه. وإن فعل، كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا فی ردالمحتار: ۲۰۰/۶، كتاب الغصب، سعيد) .... =

ٹھیکہ میں بچا ہوا سامان استعمال کرنا

سوال[۸۹۳۰]: کسی شخص نے سڑک کی مرمت کی ٹھیکے داری لی، گورنمنٹ نے اس سلسلہ میں کافی بجری سڑک کی مرمت کے لئے دی۔ ٹھیکے دار نے سڑک مرمت کرادی اور مرمت کے بعد بجری بچ گئی۔ اب اس بجری کو گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر عوام کا استعمال کرنا اپنے ذاتی کام میں کیسا ہے؟

نوٹ: بجری ٹھیکہ دار کی ہے اور سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ کی ہے، عوام بغیر اجازت کے استعمال کرنا چاہتے ہیں اور بہت سے لوگ استعمال کر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کو مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے کا حق نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۵ھ۔

مہر لگے بغیر استعمال شدہ ٹکٹ دوبارہ کام میں لانا

سوال[۸۹۳۱]: زید محکمۂ وقف میں ملازم ہے جہاں باہر سے بکثرت ڈاک آتی ہے اور بعض اوقات ڈاک ٹکٹ جو خطوط پر چسپاں ہوتے ہیں مہر کی زد سے بچ جاتے ہیں۔ کیا زید ان ٹکٹوں کو اپنے یا وقف کے مفاد میں دوبارہ استعمال کرسکتا ہے؟ اور شرع کی رو سے ایسے استعمال شدہ ٹکٹوں کا استعمال جائز ہے یا کہ ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوبارہ استعمال کی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۶/۲۷ھ۔

= (وكذا في الأشباه والنظائر: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلابطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۶۸/۵، رشيديه)

(۲) واضح رہے کہ استعمال شدہ اشیاء کا دوبارہ استعمال قانوناً جرم ہے، کیونکہ اس پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہے۔ اور =

اگر شربت میں حقِ غیر مخلوط ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال[۸۹۳۲]: اگر کسی شئ حلال میں کوئی شئ حرام باعتبارِ امرِ خارجی آپس میں بالکل مخلوط ہو جائے تو اتنی مقدار کے نکال دینے کے بعد ماںقی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر حلال ہو تو باکراہت یا بلا کراہت؟ مثلاً دو گلاس شربت میں ایک گلاس شربت چوری کا یا غصب کا مل گیا تو ایک گلاس شربت نکال دینے کے بعد باقی دو گلاس شربت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقِ غیر اگر اپنے حق کے ساتھ مخلوط ہو جائے تو بقدرِ حقِ غیر اس سے الگ کر کے مالک کو دے دیا جائے، پھر باقی حلال ہے۔ درمختار اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

حرام حلال مخلوط روپے کا ہبہ

سوال[۸۹۳۳]: زید کا باپ تجارت کرتا ہے، وہ تجارت شرع شریف کے بالکل خلاف ہے، مثلاً: جھوٹ بولتا ہے، کم دیتا ہے، زیادہ لیتا ہے اور بہت سی دھوکہ بازیاں کرتے ہیں، جیسے کہ آج کل تجارت چل رہی ہے کہ کوئی مسئلہ کا لحاظ نہیں کرتا، جس طرح جی میں آتا ہے کر دیتا ہے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا باپ وہ روپیہ جتنا مناسب سمجھتے ہیں۔ زید کو دیدیتے ہیں اور باقی سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ تو یہ روپیہ زید کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ ناجائز ہے اور زید لحاظ میں لے لیتا ہے تو اب اس کو مسکینوں میں خیرات کر دے، یا قطعی ان سے

= جس قانون کی پابندی میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہو، اس کی پابندی شرعاً و قانوناً رعایا پر ضروری ہے، لہذا مہر لگے بغیر ٹکٹ کا دوبارہ استعمال اس قانون کو توڑنے کی وجہ سے جائز نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ (فضل مولیٰ)

(۱) "لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال آخر بغير إذن المالك بحيث لاتتميز إلا بكلفة كحنطة بشعير ودراهم جياد بزيوف، ضمنها لاستهلاكه بالخلط، لكن لايباح تناولها قبل أداء الضمان".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الايداع: ۶۶۸/۵، ۶۶۹، سعيد)

"لو اختلط بحيث لايتميز، يملكه ملكاً خبيثاً، لكن لايحل له التصرف فيه مالم يؤد بدله".

(ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاحرام: ۹۹/۵، سعيد)

نہ لے اور صاف منع کردے؟ اور اگر کوئی صورت لینے کی ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا باپ خالص حرام وناجائز روپیہ مثلاً: رشوت، سود، غصب وغیرہ کا روپیہ زید کو دیتا ہے، یا ایسا مخلوط روپیہ دیتا ہے جس میں زیادہ حرام ہے اور کم حلال تو زید کو اس کا لینا جائز نہیں، صاف انکار کردے(۱)۔ اگر کسی وجہ سے لے لیا ہے تو واپس کردے، اگر واپس نہیں کرسکتا تو خود اپنے صَرف میں نہ لائے، بلکہ جن سے باپ نے لیا ہے ان کو واپس کردے، وہ موجود نہ ہو تو ان کے ورثہ کو دیدے۔ اگر اصل مالک اور اس کے ورثہ کا علم نہ ہو تو خیرات کردے، اور مسکینوں کو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کردے(۲)۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية و لا يأكل الطعام .... آكل الربا و كاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لايقبل ولايأكل". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۴۲، ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى البزازيه على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع في الهداية، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية، الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لايعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه، اهـ.......... وكذا لايحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوةً أوظلماً، إن علم ذلك بعينه، لايحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". (ردالمحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

اگر وہ خالص حلال روپیہ، یا ایسا روپیہ جس میں زیادہ حلال ہے، دیتا ہے تو اس کو لینا اور اپنے صرف میں لانا شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

حرام وحلال مخلوط آمدنی مدرسہ میں دینا

سوال[۸۹۳۴]: ایسی کمپنی کہ جس میں باجہ بھی ہو اور عورتیں بھی تماشہ کرتی ہوں اور جانور بھی ہوں۔ اس کی آمدنی کا کچھ حصہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر آمدنی حلال بھی ہے اور غالب ہے تو اس کا خود استعمال کرنا اور مدارس وغیرہ میں دینا درست ہے۔ اگر آمدنی حرام غالب ہو تو اس کو خود استعمال نہ کیا جائے، بلکہ غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے، خواہ وہ غرباء مدارسِ اسلامیہ سے متعلق ہوں خواہ نہ ہوں۔ اور اس کمپنی کی آمدنی جو طریقۂ مذکورہ سے حاصل ہوتی

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳۲۱/۶، ۳۲۲، كتاب الغصب، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۲۰۲/۸، كتاب الغصب، رشيديه)

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية و لا يأكل الطعام .... آكل الربا و كاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لايقبل ولايأكل". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۲/۵، ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۶۰/۶، كتاب الكراهية، الرابع في الهداية، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۲۹/۲، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

ہے وہ ناجائز ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

حرام اور مخلوط آمدنی سے امام کو تنخواہ اور کھانا دینا

سوال[۸۹۳۵]: بکر ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اس کی تنخواہ مقرر ہے، جو تنخواہ مسجد کے متولی بکر کو دیتے ہیں وہ چندہ وغیرہ جمع کر کے دی جاتی ہے اور اس چندہ میں سود خور اور رشوت خور سے بھی چندہ لیا جاتا ہے۔ کیا ایسا چندہ لینا اور پھر امامت کی تنخواہ میں دینا کیسا ہے، جب کہ امامت کرنے میں تقویٰ کا زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے؟ پھر کیا امام کو بھی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس زمانہ میں اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے اور اسی طرح مدرسہ کے مدرس کا بھی مسئلہ ہے، وہ بھی تحریر فرمائیں۔

بعض جگہ اماموں کا مستقل کھانے کا انتظام ہوتا ہے اور جن گھروں سے کھانا آتا ہے ان میں سے بعض گھر والے سود لینے میں بھی مبتلا ہیں اور بعض سرکاری ملازم رشوت لیتے ہیں، ایسے گھر سے بھی کھانا آتا ہے۔ اب امام کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں، جب کہ یہ امام اور یہ مدرس محنت سے کام کرتے ہیں؟ اور اگر کھانا بند کر کے تنخواہ بڑھا دینے کی بات کی جاتی ہے تو تنخواہ بہت ہی کم بڑھائی جاتی ہے جو کھانے کی نسبت بہت ہی کم ہوتی ہے اور جو تنخواہ بڑھائی ہے تو وہ بھی اسی آمدنی سے جو کہ سود اور رشوت خور سے چندہ لیکر جمع کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں

---

(۱) "آكل الربا و كاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه و غالب ماله حرام، لا يقبل و لا يأكل ما لم يخبره أن ذلک المال أصله حلالٌ ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا فى الملتقط". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۴۳/۵، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، رشيديه)

"كسب المغنية كالمغصوب لم يحل أخذه، و على هذا قالوا: لو مات الرجل و كسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، و لا يأخذون منه شيئاً، وهو أولى بهم، ويردّونها على أربابها إن عرفوهم، و إلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه".

(ردالمحتار: ۳۸۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: ۳۵۹/۸، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، رشيديه)

امام یامدرس کیا کرے؟ ان دونوں صورتوں میں بہتر صورت کونسی ہے، آیا صرف پوری تنخواہ ہی لی جائے یا کھانے کو بھی جاری رکھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متعین طور پر جو شخص رشوت یا سود کی آمدنی امام یا مدرس کو دے، خواہ روپیہ کی صورت میں ہو یا کھانے کی صورت میں ہو، اس کا لینا جائز نہیں (۱)۔ اگر کسی کی آمدنی حلال وحرام دونوں قسم کی ہو، مگر حلال آمدنی زیادہ ہو حرام کم ہو، ایسی مخلوط آمدنی سے امام یا مدرس کو کھانا یا نقد دے تو اس کا لینا درست ہے۔ اگر حرام زیادہ ہو، حلال کم تو لینا درست نہیں، ایسا آدمی اگر حلال سے دے مثلاً: قرض لے کر دے یا اس کو وراثت میں حلال چیز ملی ہو اور اس میں سے دے تو لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۴ھ۔

جس کا مال مشتبہ ہو اس کے یہاں خوراکی دے کر کھانا

سوال [۸۹۳۶]: مجھے اپنی خوراک کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں بہت تشویش ہے۔ میرا کھانا پینا ایک ایسے شخص کے پاس ہے جس کا مال حرام اور مشتبہ ہے۔ ایسے شخص کے پاس خوراکی دے کر کھانا کھانا میرے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا مال بالکل حرام ہے یا غالب مال حرام ہے تو اس کا کھانا آپ کے لئے جائز نہیں، اپنا انتظام

---

(۱) "ومانقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رآى المكاس يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلك الآخر، فهو حرام". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۸۵، سعيد)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۲، رشيديه)

کہیں اور کریں۔اور اگر اس کا اکثر مال حلال ہے اور کم مقدار میں حرام ہے اور وہ سب مخلوط ہے تو آپ کو اس کے کھانے کی گنجائش ہے(۱)۔اگر محض مشتبہ ہے تو پھر پریشان ہوکر تشویش میں نہ پڑیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/۱/۹۲ھ۔

مال حرام کا مصرف

سوال[۸۹۳۷]: زید نے تمام عمر گناہ کئے اور نماز نہیں پڑھی اور سود پر روپیہ دے کر سود کا روپیہ اپنے خورد ونوش میں خرچ کیا اور اکٹھا بھی کیا، مگر اپنی آخری عمر میں زید توبہ کر کے، استغفار کر کے روزہ نماز کا بالکل پابند ہوگیا ہے، مگر وہ اپنے اس روپیہ کو مسجد میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔آیا اس کے اس روپیہ کو مسجد کے استعمال میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو کس صورت میں خرچ کیا جاوے؟

---

(۱) "آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لايقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لابأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۶۰/۶، الرابع في الهدية، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۵۲۹/۲، بيروت)

(۲) "اليقين لايزول بالشك". (الاشباه والنظائر، الفن الأول، النوع الأول، القاعدة الثالثة، ص: ۶۰، قديمي)

(وكذا في شرح المجلة، المقالة الثانية، (رقم المادة: ۴): ۲۰/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في القواعد الفقهيه، (لعميم الإحسانؒ) رقم القاعدة: ۴۲۱، ص: ۱۴۳، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في رسالة الكرخي في الأصول، (رقم القاعدة: ۱)، ص: ۱۱، المطبوعة مع قواعد الفقه، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في القواعد الفقهية، لعلى احمد الندویؒ، القسم الثاني، الفصل الثالث، المبحث الأول، ص: ۳۵۴، دارالقلم دمشق)

الجواب حامداًومصلیاً:

جو مال روپیہ حرام طریقہ سے کمایا گیا ہے، اس کو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں(۱)۔ وہ روپیہ اصل مالک کو واپس کرنا چاہئے، وہ نہ ہوتو اس کے ورثہ کو دے دیں، وہ بھی نہ ہوں یا ان کا علم نہ ہوتو اصل مالک کی طرف سے غرباء کو صدقہ کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

(۱) "أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله، اهـ. شرنبلالي". (ردالمحتار: ۱/۶۵۸، كتاب الصلوة، مطلب في بيان السنة والمستحب، سعيد)

(۲) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالک بعينه، فلا شک في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية، الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لايعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه، اهـ".

"وكذا لايحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوةً أوظلماً، إن علم ذلک بعينه، لايحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً. أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". (ردالمحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۴۵۸، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۲/۴۵۸، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/۳۲۱، ۳۲۲، كتاب الغصب، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۸/۲۰۲، كتاب الغصب، رشيديه)

حرام مال کا صدقہ

سوال[۸۹۳۸]: زنا کار مرد وعورت نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، یا ناچ باجہ، سارنگی طبلہ، ڈھولک، مجیرا، ہارمونیم سے کماتے ہیں اور اچھے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام مال اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول نہیں (۱)، بہ نیتِ ثواب حرام مال کو صدقہ کرنا بھی سخت گناہ اور خطرناک ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حرام آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا

سوال[۸۹۳۹]: بعض حضرات حرام کمائی سے مکان بنوا کر نزولِ برکت کے لئے قرآن خوانی کراتے ہیں اور وہ اس حرام کمائی سے قربانی عقیقہ اور بزرگانِ دین کے ایصال ثواب، یا عوام میت کے ایصال ثواب خرچ کرتے ہیں۔ اس سے ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حلال کمائی میں کچھ حرام کمائی ملائی گئی ہے تو اس سے بنایا ہوا مکان استعمال کرنا درست ہے اور

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "إنما يكفر إذا تصدق بالحرام القطعي". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله: "رجل دفع إلى فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب، يكفر .... (قوله: إذا تصدق بالمال الحرام القطعي): أى مع رجاء الثواب الناشي عن استحلاله، كما مر، فافهم". (ردالمحتار: ۲/۲۹۲، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مطلب في التصدق من المال الحرام، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي: ۳/۲۰۵۸، الفصل الثالث: صدقة التطوع، أحد عشر، التصدق من المال الحرام، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۲۷۲، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه: ۵/۵۰۴، كتاب أحكام المرتدين، فصل في ما يتعلق بالحلال والحرام، إدارة القرآن كراچی)

ایسی کمائی کو دین کے کاموں میں خرچ کرنا بھی درست ہے(۱)، لیکن حرام کمائی کا گناہ مستقل ہے اور جس قدر مالِ حرام کمائی سے کمایا ہے اس کا اصل مالک کو واپس کرنا لازم ہے، وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ اور وہ باقی نہ ہوں تو غرباء پر اس نیت سے صدقہ کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے بچائے (۲)۔ اور جو

---

(۱) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة مافي التتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم اٰخر ورفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لايطيب، والثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبوبكر: لايطيب في الكل، لكن الفتوىٰ الاٰن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس، اهـ". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً، ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۵/۲۳۵، سعيد)

(۲) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية، الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لايعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه، اهـ".

"وكذا لايحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم ما لكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوةً أوظلماً، إن علم ذلك بعينه، لايحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً. أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". (ردالمحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۴۵۸، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۲/۴۵۸، كتاب الغصب، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/۳۲۱، ۳۲۲، كتاب الغصب، دارالكتب العلمية بيروت) =

خالص حرام کمائی کا روپیہ ہو، اس کو اپنے ذاتی یا دینی کاموں میں خرچ کرنا درست ہی نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



= (وكذا في البحر الرائق: ۲۰۲/۸، كتاب الغصب، رشيديه)

(۱) مالِ حرام کسی بھی دینی کام میں صَرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایسے تصرف کے لئے مِلک ہونا ضروری ہے اور مالِ حرام پر کسی کی مِلک نہیں آتی:

"لو كان الخبيث نصاباً، لايلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه". (ردالمحتار: ۲۹۱/۲، كتاب الزكوة، سعيد)

فصلٌ فی أداء القرض من الحرام

(حرام مال سے قرض ادا کرنے کا بیان)

مالِ حرام سے قرض کی ادائیگی

سوال[۸۹۴۰]: زید نے عمرو کے پاس مال حرام کے سو روپے بطورِ امانت رکھ دیئے، پھر زید نے عمرو سے سو روپے قرض لئے، قرض لے لینے کے بعد زید نے عمرو سے کہا کہ ہماری رقم جو بطورِ امانت ہے وہ اپنے قرض میں وضع کرلو۔ ایسی صورت میں یہ رقم جو زید کو عمرو نے بطورِ قرض دی ہے، اس کی حلت میں تو فرق نہیں آئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رقم زید کو عمرو نے بطورِ قرض دی ہے وہ تو حلال ہے، لیکن اس قرض کی ادائیگی کے لئے اس رقم کا وضع کرنا اور لینا درست نہیں جو زید نے عمرو کے پاس مال حرام سے بطورِ امانت رکھی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ عمرو کو پہلے سے معلوم ہو کہ میرے پاس زید کی جو امانت رقم ہے، اس کا کل یا اکثر حصہ حرام ہے:

قال ابن تيمية رحمه الله تعالىٰ: "ما في الوجود من الأموال المغصوبة والمقبوضة بعقودٍ، لاتباح بالقبض، إن عرفه المسلم اجتنبه، فمن علمتَ أنه سرق مالاً أو خانه في أمانته أو غصبه، فأخذ من المغصوب قهراً بغير حق، لم يجزلي أن آخذه منه لا بطريق الهبة ولا بطريق المعاوضة ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع ولا وفاء عن قرض، فإن هذا عين ذلک المظلوم". (مجموعة الفتاوى لابن تيمية، قواعد جامعة في عقود المعاملات والنكاح، النهي يؤخذ من الشرع لولم يعلل، أصول في التحريم والتحليل: ۱۷۸/۲۹، مكتبه العبيكان، السعودية)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: الحرام ينتقل): أي تنتقل حرمته وإن تداولته =

مال حرام سے قرض ادا کرنا

سوال[۸۹۴۱]: ا......زید شراب کی تجارت اوراس کا کاروبار کرتا ہے، جو کچھ روپیہ پیسہ ساز وسامان اس کے پاس ہے سب کچھ اسی تجارت کی آمدنی سے ہے۔اب بتوفیقِ الٰہی اپنے اس فعل سے تائب ہوکر اس سے الگ ہونا چاہتا ہے، لیکن اشکال یہ ہے کہ گذاران کی صورت کیا ہوگی؟ لہذا معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اگر کسی سے بلاسودی قرض لے کر کوئی دوسرا کاروبار کرے جس سے اس کے بال بچوں کا گذران ہو اور قرض کو اس شراب کی تجارت کے روپے سے ادا کرے تو کیا یہ صحیح ہوگا، جیسا کہ فتاوی عبدالحیٔ میں اس مسئلہ میں استقراض کی شکل کو جائز لکھا ہے(۱)؟

= الأيدی وتبدلت الأملاک .... (قوله: ولا للمشتری منه) فيكون بشر ائه منه مسيئاً؛ لأنه ملكه بكسب خبيث". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فی تعيين الدراهم فی العقد الفاسد: ۹۸/۵، سعيد)

"وجاز أخذ دين على كافر من ثمن خمر لصحة بيعه، بخلاف دين على المسلم لبطلانه". (الدرالمختار). قال ابن عابدينؒ: "(قوله: من ثمن خمر) بأن باع الكافر خمراً وأخذ ثمنها و قضى به الدين. (قوله: لصحة بيعه): أی بيع الكافر الخمر؛ لأنها مال متقوم فی حقه، فملك الثمن، فيحل الأخذ منه، بخلاف المسلم لعدم تقومها في حقه، فبقي الثمن على ملك المشترى .... قال الشيخ عبدالوهاب الشعرانی فی كتاب المنن: و ما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدی إلی ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبی، فقال: هو محمول علی ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رأی المكاس يأخذمن أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلك الأخر، فهو حرام". (ردالمحتار: ۳۸۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۶۰/۷، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، دارالكتب علمية بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳۶۹/۸، كتاب الكراهية، فصل فی البيع ، رشيديه)

(۱) "حرام مال سے امور خیر کرنا اور کھانا پینا اور اس مال کو صرف میں لانا سب حرام ہے، اسے چاہیے کہ کسی سے اتنا روپیہ قرض لے جتنا اس کے پاس ہے اور اس قرض لئے ہوئے روپے سے امور خیر کرے اور قرض اسی اپنے روپے سے ادا کرے"۔ (مجموعة الفتاویٰ، كتاب الحظر والإباحة، عنوان: ایک طواف نے توبہ کی قرض لے کر امور خیر میں صرف کرے اور اپنے حرام مال سے قرض ادا کرے: ۲۶۷/۲، سعيد)

لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہے کہ قرض اس مال سے ادا بھی ہوگا یا نہیں، کیوں کہ وہ مال تو مالِ غصب کے حکم میں ہے جیسا کہ امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ ''اصحاب مال معلوم ہوں تو ان کو لوٹا دیا جائے، ورنہ خیرات کر دیا جائے، لیکن نیت ثواب کی نہ رکھی جائے۔ اور اصحاب مال کی طرف سے خیرات کی نیت کی جائے، کیونکہ اس مال کا مالک یہ نہیں ہے'' (۱) ایسی صورت میں استقراض کی صورت کیونکر ممکن ہوگی، مالِ غیر سے قرض کیونکر ادا ہوگا؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کوئی شخص مختلف آدمیوں کا مال غصب کر کے خلط کرے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے اور ضمان لازم ہوگا (۲)، لہذا اس مال سے قرض ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے، البتہ اتنی مقدار کا ضمان حسبِ تحریر امداد الفتاوی ادا کرنا لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/ ۶۸ھ۔

---

(۱) ''وہ مال حرام رہتا ہے۔ جو لوگ فقر وفاقہ سے بہت پریشان ہوں، ایسوں کو وہ مال بہ نیتِ رفع حاجت دینا چاہیے، نہ بہ نیتِ حصولِ ثواب۔ اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کا حاصل ہوا ہے وہ بالتعین وبالتخصیص معلوم ہو۔ تو اس کو واپس کر دینا چاہیئے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے کوئی حیلہ مفید نہیں، اگر دوسرے روپے میں ملایا تو حصۂ رسد اس کی نسبت سے اس میں بھی حرمت وخباثت پیدا ہو جاوے گی''۔ (إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، مال حرام ومشتبہ کے احکام، عنوان: حکم مال حرام بعد توبہ: ۱۴۴/۴، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) ''الغاصب إذا خلط المغصوب بمال نفسه أو بمال غيره، فهو على ضربين .... فالخالط ضامن، ولا حق للمالک في المخلوط بالإجماع .... كخلط الجنس بالجنس مثل الحنطة بالحنطة واللبن باللبن، فكذلک عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الغصب، الباب الخامس في خلط مال رجلين او مال، الخ: ۱۳۲/۵، رشيديه)

(۳) ماوجدت إلا قوله: ''اگر بلا اجازت خلط کر دیا ہے، محض خلط سے ضامن ہو جائے گا، جو کچھ خلط ہوگا امین کا ہوگا اور اس کی امانت کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا''۔ (إمداد الفتاویٰ، كتاب الضمان، تلف وديعت مع مال مودع يا بغير آن: ۳۲۷/۳، دار العلوم كراچی)

ناجائز مال سے قرض وصول کرنا

سوال[۸۹۴۲]: کسی مسلمان قرض خواہ کوکسی قرضدار سے اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے یانہیں، خواہ وہ قرض دار مسلمان ہویا غریب، جب کہ اس کو معلوم ہوکہ یہ مال ناجائز طریقہ سے کمایا ہے، یا نامعلوم ہو، ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟ فقط۔

عبدالرزق جالندھری، مقیم حجرہ نالہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامعلوم ہونے کی صورت میں اپنا قرض وصول کرنا درست ہے، اگر اس کا حرام ہونا معلوم ہوتو اس کا لینا غیر مسلم سے درست ہے اور مسلم سے مکروہ ہے:

"ولو كان لمسلم على نصرانيّ دَين، فباع النصراني خمراً وأخذ ثمنها و قضاه المسلم من دينه، جاز له أخذه؛ لأن بيعه له مباح. و لو كان الدَّين لمسلم على مسلم، فباع المسلم خمراً وأخذ ثمنها و قضاه صاحب الدين، كره له أن يقبض ذلك من دينه، كذا فی السراج الوهاج".

فتاوی عالمگیری: ٤/٢٤٨(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۹/۱۱/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۲۲/ ذی قعدہ/۵۳ھ۔

مال حرام قرض دینا

سوال[۸۹۴۳]: زید نے عمرو کو مال حرام سے قرض دیا اور اس کے بعد عمرو نے اپنے مال حلال سے

---

(١) (الفتاویٰ العالمکیریة: ٥/٣٦٧، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون فی القرض والدين، رشيديه)

(وكذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ٦/٣٨٥، فصل فی البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ٧/٦٠، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق: ٨/٣٦٩، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، رشيديه)

(وكذا فی مجمع الأنهر: ٢/٥٤٨، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

زید کا قرضہ ادا کیا۔تو یہ رقم جو عمرو نے زید کو دی ہے یہ حلال رہی یا حرام رہی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عمرو نے مال حلال سے جو رقم زید کو قرضہ ادا کرنے کی صورت میں دی وہ حلال ہے۔اور زید نے جو رقم عمرو کو بطور قرض دی ہے وہ حلال نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی۔

---

(۱) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ عمرو کو پہلے سے معلوم ہو کہ میرے پاس زید کی جو امانت رقم ہے،اس کا کل یا اکثر حصہ حرام ہے:

قال ابن تيمية رحمه الله تعالىٰ: "ما في الوجود من الأموال المغصوبة والمقبوضة بعقودٍ، لاتباح بالقبض، إن عرفه المسلم اجتنبه، فمن علمتَ أنه سرق مالاً أو خانه فی أمانته أوغصبه، فأخذ من المغصوب قهراً بغير حق، لم يجزلی أن آخذه منه لا بطريق الهبة ولا بطريق المعاوضة ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع ولا وفاء عن قرض، فإن هذا عين ذلک المظلوم". (مجموعة الفتاوى لابن تيمية، قواعد جامعة فی عقود المعاملات والنكاح، النهی يؤخذ من الشرع لولم يعلل، أصول فی التحريم والتحليل: ۱۷۸/۲۹، مكتبه العبيكان، السعودية)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: الحرام ينتقل): أی تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدی وتبدلت الأملاک .... (قوله: ولا للمشتری منه) فيكون بشرائه منه مسيئاً؛ لأنه ملكه بكسب خبيث".
(ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فی تعيين الدراهم فی العقد الفاسد: ۹۸/۵، سعيد)

"وجاز أخذ دين علی كافر من ثمن خمر لصحة بيعه، بخلاف دين علی المسلم لبطلانه".
(الدرالمختار). قال ابن عابدينؒ: "(قوله: من ثمن خمر) بأن باع الكافر خمراً وأخذ ثمنها و قضى به الدين. (قوله: لصحة بيعه): أی بيع الكافر الخمر؛ لأنها مال متقوم فی حقه، فملک الثمن، فيحل الأخذ منه، بخلاف المسلم لعدم تقومها فی حقه، فبقی الثمن علی ملک المشتری .... قال الشيخ عبدالوهاب الشعرانی فی كتاب المنن: و ما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبی، فقال: هو محمول علی ما إذا لم يعلم بذلک، أما من رأى المكاس يأخذمن أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلک الأخر، فهو حرام". (ردالمحتار: ۳۸۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۶۰/۷، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، دارالكتب علمية بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳۶۹/۸، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، رشيديه)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

رشوت لینے اور دینے کا حکم

سوال[۸۹۴۴]: شہر بمبئی میں چاہے کیسا ہی مکان ہو یا دوکان ہو مگر بغیر پگڑی کے نہیں ملتا اور کوئی سرکاری کام چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو مثلاً: کسی چیز کا لائسنس نکالنا ہو، یا میونسپلٹی سے مکان بنانے کا پلان منظور کرانا ہو، بغیر افسروں کے رشوت دیئے کام نہیں ہوتا۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ پگڑی لینا دینا، رشوت دینا لینا حرام ہے، اس وقت سے مجھے بہت فکر ہے، کیونکہ مجھے ایک کارخانہ کا پلان منظور کرانا ہے۔

عبدالقدیر ملاڈ، بمبئی نمبر: ۶۴۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رشوت کا دینا لینا حرام ہے(۱)، البتہ دفعِ ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لئے بحالتِ مجبوری رشوت

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل، وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم، وأنتم تعلمون﴾. (سورة النساء: ۲۹)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "الراشی والمرتشی فی النار". (تلخيص الجبير لابن حجر، كتاب القضاء، باب أدب القضاء، (رقم الحديث: ۲۰۹۳): ۲۰۹۳/۴، مصطفیٰ الباز)

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم الراشی والمرتشی فی الحكم". (جامع الترمذی: ۲۴۸/۱، أبواب الأحكام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم، سعيد)

"ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطی". (رد المحتار: ۳۶۲/۵، كتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة والهدية، رشيديه)

دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

رشوت دینا

سوال [۸۹۴۵] : اس دور میں عام طور پر غذائی قلت اور بے روزگاری پھیلی ہوئی ہے، لیکن مسلمانوں کے طبقے اس سے زیادہ دوچار ہیں، کسی آفس میں بھی بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں ہوتا ہے، چاہے وہ نوکری سے متعلق ہو یا دوسری وجہ سے ہو۔ اب اگر رشوت سے بچتے ہیں تو پھر دوسری صورت بے روزگاری سامنے ہے اور اتنی پونجی بھی نہیں کہ کہیں تجارت کر سکیں اور مزدوری کرنی اتنی کافی نہیں ہوتی کہ بچوں کی پرورش کر سکیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنا حق (تجارت یا ملازمت وغیرہ) وصول کرنے کے لئے اگر مجبوراً رشوت دی جائے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا گناہ سے بچ جائے گا (۲) رشوت لینے والے پر ہی وبال رہے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۶/۹۳ھ۔

---

(۱) "الثالث أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر، أو جلباً لنفع، وهو حرام على الآخذ فقط. الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله، حلالٌ للدافع، حرامٌ على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب". (رد المحتار: ۳۶۲/۵، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، سعيد)

(وكذا في الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۲۷۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۱/۶، كتاب القضاء، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴۰۳/۴، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه "تحت عنوان "رشوت لینے اور دینے کا حکم"، رقم الحاشية: ۱)

(۳) (راجع، رقم ۱)

رشوت کی چند صورتیں اور اس سے توبہ

سوال[۸۹۴۶]: زید ملازم کمیٹی نے عمر درخواست دہندہ کمیٹی کا کچھ جائز کام دیر لگانے کے بجائے جلدی کر دیا اور زید کے کمیٹی کے دیگر کام انجام دینے میں وقت کی کوئی تاخیر نہیں، بلکہ عمر کا کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے علاوہ چھٹی کے وقت میں زید نے انجام دیا۔ اور عمر کا کام کرنے میں زید نے کمیٹی کی آمدنی اور وقت کا کوئی نقصان نہیں کیا، بلکہ زید نے اس جائز کام کو صرف جلدی کرنے کے بدلے میں عمر سے مقررہ اجرت کے علاوہ کچھ زائد روپیہ بطورِ انعام یا ہدیہ لے لیا جو عمر کو بموجبِ قواعد دینا واجب نہ تھا۔ کیا زید کو عمر سے ایسے زائد روپیہ لینا بطورِ رشوت حرام ہوا، یا بطور ہدیہ حلال ہوا؟

۱......(الف) زید ملازم کمیٹی نے عمر درخواست دہندہ کمیٹی کا قانوناً کچھ جائز کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے اندر انجام دیا، اگرچہ بموجبِ قواعد کمیٹی زید کو یہ کام بطور فرائض کمیٹی انجام دینا لازم تھا اور عمر کو اس کام کی کوئی اجرت دینا واجب نہ تھی، لیکن زید نے عمر سے اس کام کے عوض بطور انعام یا ہدیہ کچھ روپیہ لے لیا۔ کیا زید کو عمر سے ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حرام ہوا، یا بطور ہدیہ حلال ہوا؟

(ب) زید ملازم کمیٹی نے دوسرے ملازم کمیٹی مسمی عمر سے کسی کام کی بابت اس کے حق کے متعلق درخواست دلوائی اور پھر زید نے قانوناً جائز کوشش کر کے عمر کو کمیٹی سے قانوناً جائز حق دلوایا اور اس کام کے بدلہ میں زید نے عمر سے کچھ روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا جو عمر کو دینا واجب نہ تھا۔ کیا زید کو عمر سے ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حلال ہوا یا حرام؟

۲......اگر مذکورہ بالا سوالات نمبر: ۱ (الف، ب) کے مطابق درخواست دہندہ عمر اور ملازم کمیٹی عمر سے زید کو ایسا روپیہ لینا بطورِ رشوت حرام تھا، اور اب زید تائب ہو گیا تو کیا اب زید کے ذمہ ایسا روپیہ عمر کو واپس کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر شرعی قانون کے مطابق زید کے ذمہ ایسا روپیہ عمر کو واپس کرنا واجب ہے، اور زید یہ روپیہ عمر کو واپس ادا کر دے تو پھر زید عمر کے حق سے بری الذمہ اور رشوت کے گناہ سے دنیا میں پاک ہو جاوے گا اور قیامت کے دن زید آخرت کے عذاب سے نجات پا سکتا ہے یا نہیں؟

۳......اگر مذکورہ بالا سوالات نمبر: ۱ اور الف کے مطابق زید کو بالکل یاد نہ آوے کہ درخواست دہندہ اشخاص کون کون آدمی تھے اور ان میں سے بعض کا نام اور پتہ بھی زید کو بالکل معلوم نہیں ہے، یا ان میں سے کسی

کوزید تلاش کرے، پھر بھی اس کا پتہ نہ چلے، یا ان میں سے کسی کا انتقال ہوجاوے۔

غرض زید اپنی جانب سے حتی الامکان کوشش کرے اور کوشش کے بعد زید کو عمر کا پتہ معلوم نہ ہوسکے تو پھر اس صورت میں اگر زید عمر کے حق کا روپیہ کسی دیگر مستحق اولی کو اللہ کے نام دے کر خیرات کردے اور اس کا ثواب عمر کو بخش دے تو کیا شرعی قانون کے مطابق زید کی توبہ مکمل ہوجاوے گی اور زید قیامت کے دن عمر کے حق کے مواخذہ سے بری الذمہ ہوکر رشوت کے گناہ کے عذاب سے نجات پاسکے گا یا نہیں؟

۴...... مذکورہ بالا سوالات نمبر: ا اور الف اور ب کے مطابق زید نے کمیٹی کی آمدنی یا روپے کا کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے مقررہ وقت کا بھی کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے دیگر کاموں کا بھی نقصان نہیں کیا، زید نے درخواست دہندہ عمر کے کام بموجب قواعد کمیٹی جائز کام انجام دیئے اور ملازم کمیٹی عمر کو بھی قانوناً جائز حق دلوایا۔ ایسی صورت میں عمر سے مذکورہ بالا رشوت لینے کی وجہ سے کیا زید کے ذمہ شرعی قانون کے مطابق قیامت کے دن کمیٹی کی جانب سے کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ اگر کمیٹی کا بھی زید سے مواخذہ ہوگا تو زید کو دنیا میں اپنی توبہ کی تکمیل کے لئے کمیٹی کے ساتھ کیا عمل چاہئے؟

۵...... زید ملازم کمیٹی اگر اپنے افسر کو خوش کرنے اور راضی کرنے کی نیت سے مٹھائی یا ترکاری وغیرہ کی کوئی چیز بطور نذرانہ پیش کرے یا تواضع کی غرض سے صرف پان کھلائے، یا افسر کسی چیز کی فرمائش کرے اور زید اس کی فرمائش پوری کردے تاکہ افسر نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ تو کیا ایسے سب کام رشوت کے گناہ میں شمار ہوں گے اور زید بھی ایسی چیزیں دینے کی وجہ سے رشوت کا گنہگار رہو گا یا نہیں؟

(الف) مذکورہ بالا سوال نمبر: ۵ کے مطابق اگر زید بھی رشوت کے گناہ کا مجرم ہوگیا تو زید کو ایسے فعل کی بابت معافی کیلئے کیا عمل کرنا چاہئے تاکہ زید دنیا میں اپنی توبہ کی تکمیل کرسکے اور آخرت میں زید اس گناہ کے عذاب سے نجات پاسکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا...... اگر زید کمیٹی کے مقررہ وقت میں یہ کام کرسکتا تھا، مگر اس نے عمر سے روپیہ لینے کی وجہ سے اس

وقت نہیں کیا، بلکہ خارج وقت میں کیا ہے اور کمیٹی کا وقت فضول ضائع کیا تو یہ کمیٹی کے ساتھ خیانت ہے اور رشوت لینے کا حیلہ ہے(۱)۔ اگر کمیٹی کا وقت پورا اس کے کام میں صرف کیا اور جو کام باقی رہ گیا تھا جس کو قانوناً دوسرے روز کرنا چاہئے تھا اور اپنے ذاتی وقت میں عمر کی رعایت سے وہ کام کر دیا ہے اور قانوناً اس کی ممانعت بھی نہیں تو یہ روپیہ لینا درست ہے(۲)۔

(الف) یہ روپیہ لینا جائز نہیں(۳)۔

(ب) اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے تو ناجائز ہے(۴)، اگر ملازم کرانے میں کوئی اَور بھی ایسا عمل کیا

---

(۱) "والحاصل أن حد الرشوة هو ما يؤخذ عما وجب على الشخص، سواء كان واجباً على العين أو على الكفاية، وسواء كان واجباً حقاً للشرع كما في القاضي و أمثاله". (إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغةً وشرعاً: ۶۱/۱۵، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في تفسير البحر المحيط، (سورة النحل: ۹۰): ۵۳۳/۵، دارالفكر بيروت)

(۲) اپنے زائد اوقات میں اپنی ذاتی توانائیوں کو صَرف کرنے پر الگ اجرت مقرر کر کے معاملہ طے کیا جائے تو اس صورت میں اجرت لینا جائز ہے، یہ رشوت نہیں کہلائے گا۔ (صباح الدین غذری)

(۳) "اس صورت میں چونکہ وہ دفتری اوقات میں یہ کام کر رہا ہے اور دفتر کے اوقات میں دفتر کے کاموں کی اجرت دفتر کی طرف سے ملتی ہے، لہٰذا کسی سے ان اوقات میں کام کرنے پر کچھ لینا اجرت نہ ہوگی اور المعروف کالمشروط کے تحت یہ ہدیہ بھی نہ ہوگا، بلکہ رشوت ہی ہے، كما تقدم في الحاشية الأولى.

(۴) "عن أبي أمامة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من شفع لأخيه شفاعةً، فأهدى له هديةً عليها فقبلها، فقد أتى باباً عظيماً من أبواب الربا". وفي حاشيته: "وذلك لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها، وقد تكون واجبةً، فأخذ الهدية عليها يُضيع أجرها، كما أن الربوا يضيع الحلال". (بذل المجهود على سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في الهدية بقضاء الحاجة: ۲۹۸/۴، معهد الخليل الإسلامي كراچى)

(وكذا في تفسير الكشاف: ۵۴۳/۱)

(وكذا في واقع الأنوار القدسية، ص: ۵۹۱)

ہے جس پر اجرت دی جاتی ہو تو جائز ہے (۱)۔

۲...... جو روپیہ بطورِ رشوت وغیرہ ناجائز طریق پر کسی سے لیا جائے اس کی واپسی واجب ہوتی ہے، واپسی کے بعد حق العبد سے آدمی بری الذمہ ہو جاتا ہے (۲)۔ صاحب حق سے معذرت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا بھی لازم ہے، پھر دنیا و آخرت میں اس پر ان شاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں (۳)۔

۳...... اولاً ناجائز روپیہ اصل مالک کو دیا جائے وہ مر چکا ہو تو اس کے ورثاء کو دیا جائے۔ اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو اس کی طرف سے غرباء و مساکین پر صدقہ کر دیا جائے اور خداوند تعالیٰ سے توبہ کی

---

(۱) "السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیه الوقت ولامقدار العمل لما کان للناس به حاجة، جاز، ویطیب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل". (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الإجارة، نوع فی المتفرقات، وفیه الإجارة علی المعاصی : ۵/۴۰، رشیدیه)

(۲) "وتصدق بما بقی من الغلة والأجرة، خلافاً لأبی یوسف رحمه الله تعالیٰ، کذا فی الملتقی. لکن نقل المصنف عن البزازیة أن الغنی یتصدق بکل الغلة فی الصحیح". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "وتصدق بما بقی: أی فإنه مقید بالفقیر، لما فی البزازیة: الغاصب إذا آجر المغصوب فالأجر له". (ردالمحتار: ۱۸۹/۶، کتاب الغصب، سعید)

"وفی الأشباه: الحرمة تنتقل مع العلم إلا لوارث، إلا إذا علم ربه". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(إلا إذا علم ربه): أی رب المال، فیجب علی الوارث ردّه علی صاحبه. (وهو حرام مطلقاً علی الورثة): أی سواء علموا أربابه أولا، فإن علموا أربابه ردّوه علیهم، وإلا تصدقوا به، کما قدمناه اٰنفاً". (ردالمحتار: ۳۸۶/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾ الآیة. (سورة التحریم: ۸)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ تحت هذه الأیة: "وقال الإمام النووی: التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن یقلع عن المعصیة. وأن یندم علی فعلها. وأن یعزم عزماً جازماً علی أن لایعود إلی مثلها أبداً، فإن کانت تتعلق بآدمی، لزم ردالظلامة إلی صاحبها أو وارثه أو تحصیل البرأة منه. ورکنها الأعظم الندم .... عبارة المازری: اتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، ولایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (تفسیر روح المعانی، (سورة التحریم: ۸) : ۱۵۸/۲۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

جائے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے نجات ہو جائے گی (۱)۔

۴..... جب کمیٹی کا کوئی حق تلف نہیں کیا تو تکمیلِ توبہ کے لئے کمیٹی سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں۔

۵..... اگر افسری ماتحتی کے علاوہ اَور کوئی تعلق نہیں اور یہ ہدیہ وتواضع ودعوت محض اس لئے ہے کہ افسر نرمی سے پیش آئے اور قابلِ گرفت کاموں پر چشم پوشی کرے تو یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے (۲)۔ البتہ دفعِ ظلم

---

(۱) جب کوئی آدمی کسی کی چیز کو غصب کر لیتا ہے تو پھر غاصب کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس چیز کو اصل مالک کو لوٹا دے، اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے ورثاء کی طرف اس چیز کو لوٹایا جائے اگر ان میں سے کوئی زندہ نہ ہو یا اصل مالک کے بارے میں اس کو کوئی معلومات نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو اس مغصوبہ شیٔ کو اس کی طرف سے فقراء پر صدقہ کر دے:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أن ماوجب التصدق بكله لايفيد التصدق ببعضه؛ لأن المغصوب إن علمت أصحابه، أو ورثتهم وجب رده عليهم وإلا وجب التصدق به". (ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب زكوة الغنم، قبيل مطلب: في التصدق من المال الحرام: ۲/۲۹۱، سعيد)

"وينبغي أن تكون التوبة على قدر الدين". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۵، باب التوبة، قديمى)

(۲) "الرشوة -بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره، ليحكم له أو يحمله على ما يريد- جمعها رشا .... ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة". (رد المحتار: ۵/۳۶۲، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۶/۴۴۱، كتاب القضاء، رشيديه)

"والهدايا للأمراء غلول، وهدايا العمال غلول". (كنز العمال، الباب الثانى فى القضاء، الفصل الثالث في الهدية، (رقم الحديث: ۱۵۰۷۶)، : ۶/۱۱۲، ۱۱۵)

"عن أبي حميد الساعدى رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استعمل ابن اللُّتبيّة على صدقات بنى سُليم، فلما جاء إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وحاسبه، قال: هذا الذى لكم وهذه هدية أُهديت لى. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فهلا جلست فى بيت أبيك وبيت أمك حتى تأتيك هديتك، إن كنت صادقاً". ثم قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فخطب الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "أما بعد! فانى استعمل رجالاً منكم على أمور مما ولانى الله، فيأتى أحدهم، فيقول: هذا الذى لكم وهذه هدية أُهديت لى، فهلا جلس فى بيت أبيه وبيت=

کے لئے سخت مجبوری کے وقت رشوت دینا جائز ہے مگر رشوت لینا جائز نہیں (۱)۔

(الف) گذشتہ فعل پر ندامت اور آئندہ کے لئے پختہ عہد کرے، اللہ پاک معاف فرمادیں گے (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ شعبان/ ۶۲ھ۔

کسٹم پر قلی کو رشوت دینا

سوال [۸۹۴۷]: ایک شخص حج کرنے کے لئے جاتا ہے اور واپسی میں کچھ سامان لے کر آتا ہے جس پر کسٹم ڈیوٹی لگتی ہے، وہ شخص اس سامان کو چھپا کر لاتا ہے، قلی کی مدد سے اور اس کو کچھ رقم دیتا ہے جو اس کی

= أمه حتى تأتيه هديته إن كان صادقاً، فوالله! لايأخذ أحدكم منها شيئاً". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب محاسبة الإمام عمّاله: ۱۰۶۸/۲، قديمي)

(۱) "الثالث: أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر، أو جلباً لنفع، وهو حرام على الآخذ فقط. الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب". (رد المحتار: ۳۶۲/۵، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، سعيد)

(وكذا في الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۲۷۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۱/۶، كتاب القضاء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴۰۳/۴، رشيديه)

(۲) قال الشيخ السمرقندي: "وينبغي أن تكون التوبة على قدر الذنب، وروى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما في قوله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ الآية. قال: التوبة النصوح الندم بالقلب، والاستغفار باللسان، والإضمار أن لا يعود إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۵، باب التوبة، قديمي)

وفيه: "قال معاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنه: بأبي و أنت أمي يا رسول الله! وما التوبة النصوح؟ قال: "أن يندم المُذنب على الذنب الذى أصاب، فيعتذر إلى الله تعالىٰ، ثم لا يعود فيها". (تنبيه الغافلين، المصدر السابق، ص: ۵۷، قديمي)

اجرت سے زیادہ ہے جس کو بقولِ قلی کے افسران تک میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس رقم کو- جو اجرت سے زیادہ دی گئی ہے قلی کو- رشوت کہیں گے یا نہیں؟

اگر رشوت ہے تو "الراشی والمرتشی کلاهما فی النار" (۱) والی حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ کیا گورنمنٹ کی کسٹم ڈیوٹی کو جبریہ ٹیکس کہیں گے اور اس کو بچا سکتے ہیں؟ اور اس سامان کو بچانے کے لئے جو رقم دی گئی اس کو دینے والے کو جائز کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے رشوت ہونے میں کیا تأمل ہے (۲)، رشوت کی وعید بھی برحق ہے (۳)۔ اپنا حق وصول کرنے کے لئے یا ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینے والے کے لئے یہ وعید نہیں (۴)۔ یہ ٹیکس تو سراسر ظلم ہے،

---

(۱) (تلخيص الحبير لابن حجر، كتاب القضاء، باب أدب القضاء، (رقم الحديث: ۲۰۹۳): ۱۵۶۵/۴، مصطفىٰ الباز رياض)

(۲) "والإسلام يحرم الرشوة في أيّ صورة كانت و بأيّ اسم سُمّيت، فتسميتها باسم الهدية لا يخرجها عن دائرة الحرام إلى الحلال". (الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۲۷۱، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

"هدايا العمال حرام كلها، و هدايا السلطان سحت و غلول". (كنز العمال، كتاب الإمارة والقضاء، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية والرشوة، (رقم الحديث: ۱۵۰۷۰): ۱۱۲/۶، ۱۱۵، مكتبة التراث الإسلامي)

"أخذ الأمير الهدية سحت، وقبول القاضي الرشوة كفرٌ". (كنز العمال، كتاب الإمارة والقضاء، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية والرشوة، (رقم الحديث: ۱۵۰۶۹): ۱۱۲/۶، مكتبة التراث الإسلامي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل، وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم، وأنتم تعلمون﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"وقيل: لا تلقوا بعضها إلى حكام السوء على وجه الرشوة". (روح المعاني: ۷۰/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير الكشاف: ۳۲۳/۱، دارالكتاب العربي بيروت)

(۴) "ومن كان له حق مضيع لم يجد طريقةً للوصول إليه إلا بالرشوة، أو وقع عليه ظلمٌ، فلم يستطع دفعه =

بلاضرورت ایسا سامان لانا ہی کیا ضروری ہے جس سے بچنے کے لئے رشوت دینی پڑے، نہ دی تو سخت بے عزتی، سامان بچالیا تو چوری، یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

رشوت دے کر ٹھیکہ دار کا سامان بچا کر خود رکھنا

سوال[۸۹۴۸]: زید گورنمنٹ کا پل بنوانے کا ٹھیکہ دار ہے مثلاً ایک پل کے لئے چالیس بوریاں ملتی ہیں، اُوَرسیر کہتا ہے کہ دس بوریاں مجھ کو دیدو، وہ دیدیتا ہے۔ اُوَرسیر کہتا ہے کہ اب میں تمہارا پل پاس کردوں گا اور پانچ بوری خود بھی رکھ لیتا ہے، کیونکہ زید مطمئن ہے کہ اُوَرسیر خود دس بوری لے چکا ہے، اگر اُوَرسیر کو نہیں دیتا تو پل پاس نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیانت ہے، رشوت ہے، معصیت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= عنه إلا بالرشوة، فالأفضل له أن يصبر حتى يسّر الله له أفضل السبل لرفع الظلم و نيل الحق، فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذلک، فالإثم على الآخذ المرتشي، وليس عليه إثم الراشي في هذه الحالة ما دام قد جرب كل الوسائل الأخرى، فلم تأت بجدوىٰ، وما دام يرفع عن نفسه ظلماً أو يأخذ حقاً له دون عدوان على حقوق الأخرين". (الحلال والحرام في الإسلام، في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لرفع الظلم، ص: ۲۷۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲۴۸/۷، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن، (سورة البقرة: ۱۸۸): ۴۳۳/۲، دارالكتب العربي بيروت)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغةً وشرعاً: ۶۱/۱۵، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "الرشوة -بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره، ليحكم له أو يحمله على ما يريد- جمعها رشا .... ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة". (رد المحتار: ۳۶۲/۵، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة، سعيد) =

رشوت واغلام

سوال[۸۹۴۹]: ۱......رشوت کی کیا تعریف ہے، رشوت کے خلاف قرآن شریف میں کونسی صریح آیت ہے اور کہاں ہے؟

۲......اغلام کے خلاف قرآن شریف میں کونسی صریح آیت ہے اور کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جو کام کسی کے ذمہ واجب ہو پھر اس کا معاوضہ لیں وہ رشوت ہے، جیسے عدالت اور پولیس کے ملازمین، یا ڈاکخانہ کے ملازمین کے ذمہ جو کام متعین ہے، اگر وہ پبلک سے اس پر معاوضہ لیں بغیر معاوضہ نہ کریں تو رشوت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی چیز کا مستحق نہیں، بلکہ وہ چیز اس کے لئے ممنوع ہے اور وہ شخص کوئی معاوضہ حکام کو دے کر اس کو حاصل کرے، یہ رشوت ہے، مثلاً: بلا ٹکٹ سفر کرنے کی اجازت نہیں، یا مقدارِ معینہ سے زائد سامان ریل میں لے جانے کی اجازت نہیں، لیکن کوئی شخص یہ دونوں کام ملازمینِ ریلوے کو ذاتی طور پر کچھ پیش کش کر کے لیتا ہے تو یہ رشوت ہے(۱)، اور بھی بہت صورتیں ہیں۔ رشوت کی ممانعت کے لئے آیت:

= (وكذا في البحر الرائق: ٦/ ٤٤١، كتاب القضاء، رشيديه)

"والهدايا للأمراء غلول، وهدايا العمال غلول". (كنز العمال، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية، (رقم الحديث: ١٥٠٧٦)، : ٦/ ١١٢، ١١٥)

"عن أبي حميد الساعدي أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استعمل ابن اللُّتبيّة على صدقات بني سُليم، فلما جاء إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وحاسبه، قال: هذا الذي لكم وهذه هدية أُهديت لي. فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فهلا جلست في بيت أبيك وبيت أمك حتى تأتيك هديتك إن كنت صادقاً". ثم قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فخطب الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "أما بعد! فإني استعمل رجالاً منكم على أمور مما ولاني الله، فيأتي أحدهم فيقول: هذا الذي لكم وهذه هدية أُهديت لي، فهلا جلس في بيت أبيه وبيت أمه حتى تأتيه هديته إن كان صادقاً، فوالله! لايأخذ أحدكم منها شيئاً". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب محاسبة الإمام عمّاله: ٢/ ١٠٦٨، قديمي)

(١) "عن عبدالرحمن بن عوف رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: =

﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل و تدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا، فريقاً من أموال الناس بالإثم، وأنتم تعلمون﴾ ثابت ہے، یہ آیت سورہ بقرہ پارہ ''سیقول'' کے ربع ثانی میں ہے(۱)۔

۲...... کئی جگہ قومِ لوط کا ذکر ہے اور ان پر عذاب کا تذکرہ ہے، اس سے ممانعت ثابت ہے۔ آٹھویں (۲)، چودھویں (۳)، انیسویں (۴)، بیسویں پارہ (۵) میں دیکھئے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ جمادی الثانیہ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم/ جمادی الثانیہ/ ۶۹ھ۔

پاس ہونے کے عوض طلبہ کا مدرس کو رقم دینا

سوال [۸۹۵۰]: ایک شخص اپنے کو قاضیٔ شہر سمجھتا ہے، ساتھ ہی جامع مسجد اور عیدین کی امامت بھی کرتا ہے اور سرکاری مدرس بھی ہے۔ یہ شخص طالب علموں سے پاس کرانے کا معاوضہ لیتا ہے اور دوسرے ماسٹروں کو بھی اسی مقصد کے پیشِ نظر طالب علموں سے روپیہ لے کر دیتا ہے۔کیا اس کا یہ عمل رشوت لینے اور دینے کی تعریف میں آتا ہے؟ ایسا شخص شریعت کی رو سے مذکورہ بالا عہدوں پر فائز رہ سکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز

= ''الراشي والمرتشي في النار''. (مجمع الزوائد، كتاب الأحكام، باب في الرشوة: ۴/ ۱۹۹، إدارة القرآن كراچي)

''عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراشي والمرتشي''. (سنن أبي داؤد، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة: ۲/ ۱۴۸، إمداديه ملتان)

(۱) (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولوطاً إذ قال لقومه أتأتون الفاحشة ماسبقكم بها من أحد من العٰلمين﴾ (سورة الاعراف: ۸۰)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ فلما جاء ال لوط المرسلو ن، قال إنكم قوم منكرون﴾ (سورة الحجر: ۶۱، ۶۲)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿أتأتون الذكران من العالمين، وتذرون ماخلق لكم ربكم من أزواجكم، بل أنتم قوم عدون﴾ (سورة الشعراء: ۱۶۵، ۱۶۶)

(۵) قال الله تعالىٰ: ﴿ولو طاً إذ قال لقومه إنكم لتأتون الفاحشة ماسبقكم بها من أحد من العالمين﴾ (سورة العنكبوت: ۲۸)

پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ روپیہ لیکر نااہل اور غیر مستحق طلباء کو پاس کرا دیتا ہے کہ روپیہ دیں تو پاس ہوجائیں ورنہ فیل، یہ صورت تو رشوت اور حرام ہے(۱)۔ ایسا شخص مستحقِ امامت نہیں (۲)۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی محنت اور قابلیت سے امتحان دے کر طلبہ پاس ہوجائیں اور وہ بطورِ شکرانہ اور اظہارِ مسرت مدرس کو روپیہ دیں تو یہ رشوت اور حرام نہیں، بلکہ جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/۱۰/۹۱ھ۔

بحالتِ مجبوری رشوت دے کر سند وصول کر کے ملازمت حاصل کرنا

سوال[۸۹۵۱]: زید ایک مولوی صاحب ہیں، بہت ہی مفلس آدمی ہیں. ان کے ساتھ والدین،

---

(۱) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿سمّٰعون للكذب أكّٰلون للسّحت﴾ (سورة المائدة: ۴۲)

قال أبو بكر: "اتفق جميع المتأولين لهذه الآية على أن قبول الرشا محرم، واتفقوا على أنه من السحت". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۴۳۳، دار الكتب العربى بيروت)

"عن ثوبان رضى الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراشى والمرتشى والرائش" يعنى: الذى يمشى بينهما". (مسند الإمام أحمد: ۲/۳۷۶، (رقم الحديث): ۲۱۸۹۲، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابى و فاسق وأعمى، ونحوه الأعشى". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۱/۵۶۰، كتاب الصلاة، باب الإمامة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۸۵، كتاب الصلوة، الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث، رشيديه)

(وكذا فى خلاصة الفتاوى: ۱/۱۴۵، كتاب الصلوة، الفصل الخامس عشر فى الإمامة والاقتداء، امجد اكيڈمى لاهور)

(۳) "ولو قضى حاجته بلا شرط ولا طمع، فأهدى إليه بعد ذلك، فهو حلال، لا بأس به". (ردالمحتار: ۵/۳۶۲، كتاب القضاء، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: ۶/۴۴۱، كتاب القضاء، رشيديه)

بیوی، بچے ہیں، کوئی ذریعۂ معاش نہیں، فاقہ پر فاقہ ہے، بہت مجبوری ہے، لہٰذا سودی روپیہ اور سودی غلہ کے مقروض بھی ہوگئے۔ ایسے نازک حالات میں بکر نے مولانا صاحب سے کہا کہ مولانا! یہ پانچ روپیہ لیجئے، اس سے فلاں کی سند (سارٹیفکیٹ) عالم یا فاضل کا کر کے فلاں حاکم کو پانچ روپیہ رشوت دے کر دکھلا دیجئے، آپ کو گورنمنٹ کی نوکری مل جائے گی۔ لہٰذا مولانا نے مجبور ہوکر ایسا ہی کیا۔

دریافت یہ ہے کہ ایسی مجبوری میں جبکہ فاقہ کی نوبت آجائے سودی قرض لینا اور رشوت دیکر دوسرے سے سند لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سود دینا(۱) رشوت دینا(۲)، دوسرے کی سند خرید کر اپنی سند بنا کر دھوکہ دینا، یہ سب باتیں ناجائز ہیں اور حرام ہیں(۳)، حرام طریقہ اختیار کرنے سے عامۃً حلال آمدنی حاصل نہیں ہوتی، گو آمدنی کا راستہ کھل

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل الله البيع، وحرم الربوا﴾ (البقرة: ۲۷۵)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم، آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: "هم سواء". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۴۴، كتاب البيوع، باب الربوا، قديمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿سمّاعون للكذب أكّٰلون للسحت﴾ (سورة المائدة: ۴۲)

قال أبوبكر: "اتفق جميع المتأولين بهذه الآية على أن قبول الرشا محرم، واتفقوا على أنه من السحت". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۴۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما، قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: على الراشي والمرتشي". (جامع الترمذي، أبواب البيوع، باب ماجاء في أكل الربا: ۱/۲۴۹، سعيد)

(۳) "قوله عليه الصلوة والسلام، "من غش فليس منا". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۸۷۹): ۱۱/۵۹۲۴، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز رياض)

قوله عليه السلام: "من غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار". (فيض القدير، ۱۱/۵۹۲۶، (رقم الحديث: ۸۸۸۱)، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز رياض)

جاوے مگر اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی ہے(۱)۔ اپنے مصارف میں احتیاط اور کفایت لازم ہے(۲)، تنگی، ترشی برداشت کر کے مصارف کو مختصر کیا جاوے۔ جو کچھ ہوگیا، اس پر ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار لازم ہے(۳)۔ اللہ تعالیٰ فاقہ اور تنگی سے بچائے اور حرام آمدنی سے بھی بچائے اور در در بھیک مانگنے سے بھی بچائے، اب اس ملازمت کو از خود ترک نہ کریں اور در بدر بھیک مانگنے کا بھی ارادہ نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۴/۴/۹۰ھ۔



(۱) "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إن الربوا وإن كثر، فإن عاقبته تصير إلى قل". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۲۴۶، كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الثالث، قديمی)

(۲) "من اقتصد أغناه الله، ومن بذر أفقره الله، ومن تواضع رفعه الله، ومن تجبر قصمه الله". (فيض القدير: ۵۶۸۹/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۰۱، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز رياض)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة، ثم يتوبون من قريب، فأولئك يتوب الله عليهم، وكان الله عليماً حكيماً﴾ (سورة النساء: ۱۷)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول فی الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

جھوٹ کا حکم

سوال[۸۹۵۲]: لالچ کی وجہ سے حق بات چھپا کر جھوٹ بولنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا

سوال[۸۹۵۳]: زید اپنے اثباتِ حق کے لئے شہادتِ زور کا محتاج ہے۔ عمر کہتا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی ہو تو میں اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لہٰذا حضور والا سے معروض ہے کہ اگر اس امر میں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿لعنة الله على الكاذبين﴾ (سورة آل عمران: ۶۱)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: "آية المنافق ثلاث". زاد مسلم: "وإن صام وصلى، وزعم أنه مسلم". ثم اتفقا: "إذا حدّث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". متفق عليه".

(مشكوة المصابيح: ۱/۱۷، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، قديمي)

"وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم .... "وإياكم والكذب، وإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال الرجل يكذب و يتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذّاباً". متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۱۲، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الأول، قديمي)

گنجائش ہو تو مع حوالہ کتب ونقلِ عبارت تحریر فرمائیں۔ نیز کتنی جگہ شریعت جھوٹ بولنے کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر احیائے حق شہادتِ زور پر منحصر ہو تو تعریضاً کذب مشروع ہے اور عین کذب پھر بھی حرام ہے۔ جن مواقع میں شریعت نے کذب کی اجازت دی ہے، وہ یہ ہیں:

”والكذبُ حرام إلا في الحرب للخدعةً، وفي الصلح بين اثنين، وإرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم. والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق، قال تعالىٰ: ﴿قتل الخرّاصون﴾. سكب الأنهر: ۵۵۲/۲(۱)۔

کسی کا حق ضبط کر کے نہ دینا بھی ظلم ہے، یہ بھی مواقعِ مذکورہ میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۰/۱۲/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶۰/۱۲/۱۷ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۶۰/۱۲/۱۸ھ۔

دفعِ ظلم کے لئے جھوٹ بولنا

سوال [۸۹۵۴]: جناب عالی عرض یہ ہے کہ یہ تحریر ملاحظہ فرما کر آپ بھی تحریر فرمائیں اگر چہ جواب میں تاخیر ہو تو حرج نہیں، پوری تحقیق سے باسند وحوالہ تحریر فرمائیں، اور دعاء خاتمہ بالایمان کی فرمائیں:

بیان القرآن پارہ ”ربما“ کے آخری صفحہ پر آیت: ﴿وإن عاقبتم﴾ الخ(۲) اور پارہ ”اقترب“ کے تیسرے رکوع سے کچھ آگے آیت: ﴿ومن عاقب بمثل ماعوقبتم به﴾ الخ(۳)، اور پارہ ”إليه يردّ“ کے ربع اول سے کچھ آگے آیت: ﴿ولَمَن انتصر﴾ الخ(٤)۔

---

(۱) (سكب الأنهر، فصل في المتفرقات، كتاب الكراهية: ۵۵۲/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۴۲۷/۶، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به، ولئن صبرتم لهو خير للصّٰبرين﴾ (سورة النحل: ۱۲۶)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن عاقب بمثل ماعوقب به، ثم بغي عليه، لينصرنه الله إن الله لعفوّ غفور﴾ (سورة الحج: ۶۰)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿ولمن انتصر بعد ظلمه، فأولئك ماعليهم من سبيل﴾ (سورة الشورىٰ: ۴۱) =

ان آیتوں کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انتقام لینا جائز ہے بشرطیکہ وہ کام فی نفسہ معصیت نہ ہو(۱)۔ کیا جھوٹ فی نفسہ معصیت ہے یا نہیں؟ مسائل فتاویٰ برائے ملاحظہ عالیہ ارسال ہیں جو کہ مختلف ہیں اور بہت سی اَور جگہوں خصوصاً فتاویٰ رشیدیہ، جلد اول، ص: ۲۵، میں احیائے حق ودفعِ ظلم کے لئے جھوٹ بولنا، یا جھوٹی گواہی دینا فقہ میں بھی جائز لکھا ہے(۲)۔

آج کل رواج ہوگیا ہے کہ کسی پر عداوۃً اس کو زیر کرنے کے لئے بلا تامل جھوٹا مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، اگر وہ مظلوم اس سے تنگ آکر بچنے کے لئے اس پر وہ بھی کہیں دوسری جگہ جھوٹا مقدر دائر کردے تو کیوں جائز نہ ہونا چاہیے۔ جب طرفین زیر بار ہوتے ہیں تو ہر ایک کہتا ہے کہ وہ چھوڑ دیں۔ پھر کوئی صورت صلح مصالحت اور ظلم سے بچنے کی نکل آتی ہے۔ ورنہ ہم لوگ اگر صبر کرلیں تو وہ اَور زیادہ دلیر ہوجاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹ بولنا فی نفسہ معصیت ہے، کسی حال میں جائز نہیں، البتہ چند مواقع میں فقہاء نے تعریض کی اجازت دی ہے، انہیں میں سے دفع ظلم بھی ہے، اگر دفع ظلم بغیر کذب کے دشوار ہو تو تعریضاً کذب مباح ہے، صراحۃً حرام ہے اور بغیر ایسی ضرورت کے تعریض بھی جائز نہیں:

"والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وفي إرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم. والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق. والمراد به التعريض؛ لأن عين الكذب حرام إلالحاجة، الخ". مجمع الأنهر: ۲/۵۵۲(۳)۔

---

(۱) قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ: "﴿وإن عقبتم فعقبوا﴾ بتشديد القافين: أي وإن قفيتم بالانتصار، فقفوا بمثل مافعل بكم غير متجاوزين عنه، الخ". (روح المعاني، (سورة النح: ۱۲۶): ۱۴/۲۵۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ: "﴿ومن عاقب بمثل ماعوقب به﴾: أي من جازى الجاني بمثل ماجنى به عليه". (روح المعاني، (سورة الحج: ۶۰): ۱۷/۱۸۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (لم أظفر على المسئلة في الفتاوىٰ الرشيدية)

(۳) (مجمع الأنهر مع سكب الأنهر، فصل في المتفرقات، كتاب الكراهية: ۲/۵۵۲، دارإحياء التراث العربي) =

جب یہ فی نفسہ معصیت ہے تو انتقاماً بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۶۰ھ۔

جھوٹے کو جھوٹا کہنا

سوال[۸۹۵۵]: کسی شخص نے ایسی جگہ جیسے عیدگاہ کے نام سے بغیر رجسٹری کے وقف کیا ہے اور چند مرتبہ نماز عید اس میں ادا کی گئی، کچھ دنوں پہلے اسی عیدگاہ کو فروخت کرنا چاہا، محلّہ والوں نے فروخت کرنے سے روکا، اس نے نہیں مانا تو محلّہ والوں نے عدالت میں اطلاع دی کہ یہ جگہ عیدگاہ ہے تو عدالت روک لگائے۔ اس کے بعد رجسٹری کے بغیر وقف کرنے والے زمین کے مالک نے عدالت میں جا کر یہ کہا کہ یہ عیدگاہ نہیں ہے، اس میں نماز عید نہیں پڑھی گئی، اسی گواہ پر عدالت نے زمین فروخت کرنے کی اجازت دیدی۔ اب اس پر غیر مسلم قابض ہے۔ اب اس جیسے جھوٹے کو از روئے مذہب حنفی کیا کہا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹے کو جھوٹا ہی کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۶ھ۔

جھوٹا حلف

سوال[۸۹۵۶]: ایک شخص عدالت میں ثبوت کی حیثیت سے گواہی دیتا ہے اور خدا کو حاضر ناظر جان کر جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ دوسرا شخص رمضان کے روزے بھی رکھتا ہے اور جھوٹی گواہی دیتا ہے اور مدعی بھری عدالت میں قرآن شریف اٹھا کر جھوٹا حلف کھاتا ہے۔ اس کے برعکس مدعا علیہ قرآن پاک اٹھانے پر اپنی جائیداد کا حصہ چھوڑ دیتا ہے۔ ان جھوٹ بولنے والے گواہوں اور مدعی کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ کیا جھوٹ بول کر کسی کی جائیداد سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ اس کے برعکس قسم کھانے پر جائیداد چھوڑ دینے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۲۷، سعيد)

الجواب حامداًومصلياً:

جھوٹا حلف اٹھانا کبیرہ گناہ ہے(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کوشرک کے قریب بیان فرمایا ہے(۲)۔ اوراس ذریعہ سے جوناحق مال جائیداد وغیرہ حاصل ہو، اس کا کھانا بھی

(۱) "وعن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الكبائر الإشراك بالله .... واليمين الغموس". وفى رواية أنس: "وشهادة الزور". بدل اليمين الغموس". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۱۷، كتاب الإيمان، باب الكبائر و علامات النفاق، الفصل الأول، قديمى)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "واليمين الغموس" الذى يغمس صاحبه فى الإثم، ثم فى النار، و معناه: أن يحلف على الماضى عالماً بكذبه، وقيل: أن يحلف كاذباً متعمداً، ليذهب بمال أحد".

"وفى رواية أنس رضى الله تعالىٰ عنه: "شهادة الزور": أى الكذب، وسمّى زوراً، لميلانه عن جهة الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول: ۱/۲۲۰، ۲۲۱، (رقم الحديث: ۵۰)، رشيديه)

"(غموس) تغمسه فى الإثم، ثم النار، و هى كبيرة مطلقاً". (الدرالمختار). قال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ تحته: "أى اقتطع بها حق مسلم أولا، و هذا رد على قول البحر: ينبغى أن تكون كبيرةً إذا تقطع بها مال مسلم أو أذاه، وصغيرةً إن لم يترتب عليها مفسدة .... و قول شمس الأئمة: إن إطلاق اليمين عليها مجاز؛ لأنها عقد مشروع، و هذه كبيرة محضة صريح فيه". (ردالمحتار: ۷۰۵/۳، كتاب الأيمان، مطلب فى حكم الحلف بغيره تعالىٰ، سعيد)

(۲) "عن خريم بن فاتك رضى الله تعالىٰ عنه قال: صلّى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوة الصبح، فلما انصرف قام قائماً، فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله". ثلث مرات". (مشكوة المصابيح: ۳۲۸/۲، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثانى، قديمى)

"جعلت الشهادة الكاذبة مماثلةً للإشراك بالله فى الإثم؛ لأن الشرك كذبٌ على الله بما لا يجوز، وشهادة الزور كذب على العبد بمالا يجوز، وكلاهما غير واقع فى الواقع........... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۳۷۷۹): ۳۴۳/۷، رشيديه)

حرام ہے (۱)۔ جو شخص حق پر ہونے کے باوجود اللہ پاک کے نام کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے حلف سے باز رہے اور اپنا حق چھوڑ دے، اس نے بہت بڑا ایثار کیا (۲)، اس کے لئے جنت میں مخصوص نعمت کا وعدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

جھوٹا دعویٰ

سوال[۷۸۹۵]: مسمیٰ ارشاد حسین کے متصل مسجد قلعہ فتح پور ہے اور مکان سے ملی ہوئی اراضی ملکیتِ مسجد ہے۔ مسجد کے حجرہ کے اوپر دوکان بنائی جارہی تھی، مگر ارشاد نے جھوٹا دعویٰ اس زمین پر اپنی ملکیت کا کردیا ہے اور تعمیر بھی رکوادی ہے۔ ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جھوٹا دعویٰ تو بہرحال جھوٹا ہے، اگر ناحق جھوٹ بول کر کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرالے گا تو وہ جہنم کی

---

(۱) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۲) "وعنه (الأشعث بن قیس) رضی الله تعالیٰ عنه أن رجلاً من کندة ورجلاً من حضر موت اختصما إلی رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی أرض من الیمن، فقال الحضرمی یارسول الله! إن أرضی اغتصبنیها أبو هذا، وهی فی یده،قال: هل لک بینة؟ قال: لا، ولکن أحلّفه : والله! مایعلم أنها أرضی اغتصبنیها أبوه، فتهیأ الکندی للیمین، فقال رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : "لایقطع أحد مالاً بیمین إلا لقی الله وهو أجذم"، فقال الکندی: هی أرضه". (مشکوة المصابیح، کاب الإمارة والقضاء، باب الأقضیة والشهادات، الفصل الثانی، ص: ۳۲۸، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب القضاء، باب الرجل یحلف علی علمه فیما غاب عنه: ۲/۱۵۴، مکتبه امدادیه ملتان)

آگ کا ٹکڑا ہوگا، ہوسکتا ہے دنیا میں بھی بھڑک اٹھے اور آخرت میں تو اس کا بھڑکنا یقینی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

جھوٹے مقدمہ سے بچنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرنا

سوال[۸۹۵۸]: جب دفع ظلم وحفاظت حق وغیرہ کے لئے دعویٰ یا شہادت قصاص بموجب فتویٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹی جائز ہے تو اپنی جان جھوٹے مقدمہ سے چھڑا لینا ظالم پر جھوٹا مقدمہ کرکے کیوں جائز نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جان چھڑانا جائز ہے مگر قصداً ایسا کرنے میں ایک تو صراحۃً جھوٹ ہوگا جو کہ فی نفسہٖ معصیت ہے(۲)۔دوسرے اس میں اصالۃً دوسرے شخص کو پھنسانا اور لزوماً اپنی چھڑانا ہوگا اور یہ لزوم بھی یقینی نہیں، بلکہ احتمالی ہے، نیز اس میں تعدی اغلب ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۶۰ھ۔

---

(۱) "وعن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إنما أنا بشر، وإنكم تختصمون إليّ، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض، فأقْضِيُ له على نحو ما أسمع منه، فمن قضيتُ له بشيء من حق أخيه لا يأخذنه، فإنما أقطع له قطعةً من النار". متفق عليه".

"عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقد أوجب الله له النار، وحرم عليه الجنة". فقال له رجل: وإن كان شيئاً يسيراً يا رسول الله!؟ قال: "وإن كان قضيباً من إراك". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۷، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قديمي)

(۲) "والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وفي إرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم. والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق. والمراد به التعريض؛ لأن عين الكذب حرام". (مجمع الأنهر: ۲/۵۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ادارہ میں ملازمت کیلئے جھوٹی سند دینا

سوال [۸۹۵۹]: میں جس ادارہ میں ہوں، وہاں کچھ حضرات ایسے آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے یہاں کے ادارہ میں ماسٹر رکھا دو اور تصدیقی سند لکھ دو تا کہ ہم پرائیوٹ طور پر امتحان دے سکیں، حالانکہ یہ تحریر بالکل جھوٹی ہوگی، جبکہ جھوٹ حرام ہے۔ اس لئے میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جوشخص آپ کے ادارہ میں ملازم نہیں اس کو ملازم رکھانا اور سند دینا جھوٹ ہے، مکر ہے، شرعاً اس کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) سند ایک گواہی ہے اور قرآن کریم مین سچی گواہی کی ترغیب ہے اور جھوٹی گواہی سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولاتكتموا الشهادة، ومن يكتمها فإنه اٰثم قلبه، والله بما تعملون عليم﴾ (سورة البقرة: ۲۸۳)

"﴿ولا تكتموا الشهادة﴾: أى لاتخفوها بالامتناع عن أدائها إذا دعيتم إليها، وهو خطاب للشهود المؤمنين، كما روى عن سعيد بن جبير وغيره، وجعله خطاباً لمديونين على معنى: لاتكتموا شهادتكم على أنفسكم بأن تقروا بالحق عند المعاملة، أو لاتحتالوا بإبطال شهادة الشهود عليكم بالجرح ونحوه عند المرافعة خلاف الظاهر المأثور عن السلف الصالح". (روح المعاني، (سورة البقرة: ۲۸۳): ۶۳/۳، دار إحياء التراث العربى بيروت)

قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ: "أى يعلمونه، والجملة فى موضع الحال، و قيد بها؛ لأن الشهادة عن غير علم بالمشهود به لا يعول عليها". (روح المعانى: ۱۰۷/۲۵، دار إحياء التراث العربى بيروت)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: "هذا استثناء منقطع: أى لكن من شهد بالحق على بصيرة و علم". (تفسير ابن كثير، (سورة الزخرف: ۸۶): ۱۷۴/۴، مكتبه دار الفيحاء دمشق)

"عن خريم بن فاتك رضى الله تعالىٰ عنه قال: صلّى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله". ثلاث مرات، ثم قرأ =

تحفظِ جائیداد کیلئے جھوٹ بولنا

سوال[۸۹۶۰]: زید ایک صاحب جائیداد شخص تھا، اس نے اپنی زوجہ ہندہ کے افعالِ قبیحہ اور حرکاتِ ناشائستہ سے تنگ آ کر- اس لئے کہ ہندہ اس کی جائیداد سے متمتع نہ ہو- اپنی جائیداد اپنے عزیزوں کے نام ذریعہ بیعنامہ جات منتقل کردی۔ بعد ازاں چھ سال بعد ہندہ کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کر دیا اور ہندہ نے ابرائے مہر کردیا۔ بروقتِ طلاق ایک دختر شیر خوار صلبی زید موجود تھی جو اپنی والدہ ہندہ کے ساتھ رہی اور زید کا انتقال ہوگیا ہندہ نے دوسرا شوہر کرلیا۔

شوہر موجودہ نے منجانب سعیدہ نابالغہ (دختر حقیقی زید) ان عزیزوں پر واپسی جائیداد کا دعوی کیا، عزیزانِ زید جو قابض و مالکِ جائیداد ہیں اگر نسبتِ جائیداد اقرار فرضیت بیع کرتے ہیں تو جائیداد اس پدر غیر حقیقی کے قبضہ میں جاتی ہے جو خورد کو برد کرے گا اور سعیدہ بوجہٗ نابالغہ ہونے کے اس سے مستفیض نہ ہو سکے گی۔ اب پدر غیر حقیقی سعیدہ نے یہ تصور کرتے ہوئے کہ اعزہ زید عدالت میں جھوٹی شہادت ادا نہیں کریں گے، عدالت میں درخواست دے کر اعزۂ زید کا وارنٹ جاری کروایا ہے، اور جبریہ طور پر حاضریٔ عدالت اور ادائے شہادت کے لئے مجبور کررہے ہیں۔

ایسی حالت میں اگر اعزۂ زید محض اس وجہ سے کہ جائیداد سعیدہ کو نہیں پہنچے گی، عدالت میں اقرارِ فرضیت نہ کریں اور یہ نیت کرتے ہوئے کہ بعد بلوغ کے سعیدہ کو اس جائیداد کا مالک بنائیں گے تو انکار فرضیت کی بناء پر گرفتار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے، لہذا زید کے اعزہ کو صراحۃً جھوٹ بولنے کی گنجائش نہیں (۱)، البتہ

= ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان، واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به﴾". (مشكوة المصابيح: ۳۲۸/۲، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) "عن خريم بن فاتك رضى الله تعالىٰ عنه قال صلّى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله". ثلاث مرات، ثم قرأ ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان، واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به﴾". (مشكوة المصابيح: =

زید کے اعزہ کی نیت اگر جائیداد خود رکھنے کی نہیں، بلکہ خالص نیت لوجہ اللہ ہے کہ سعیدہ کی جائیداد محفوظ رہے اور بڑی ہو جائے گی تو اس کو سب جائیداد دیں گے تو ان کے لئے کوئی مشروع حیلہ کرنا سعیدہ کی جائیداد بچانے کیلئے مناسب ہے، جب کہ اس کی جائیداد خطرہ میں ہو اور فرضیت کا ثبوت کافی ہو(۱)۔ اگر فرضیت پر دلیل موجود نہیں تو اعزۂ زید مالک ہیں، سعیدہ کو نہ دینے کا بھی ان کو اختیار ہے اور دینے کا بھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، ۲۶/۱۲/۵۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ، عبداللطیف عفی عنہ، ۱۳/محرم الحرام/۵۱ھ۔

سور کا گوشت بکرے کا بتا کر فروخت کرنے والے کا حکم

سوال[۸۹۶۱]: یہاں پر ایک دردناک واقعہ رونما ہوا ہے، ایک مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا، اچانک یہ راز فاش ہو گیا اور اس کو پولیس کے حوالہ کر دیا گیا۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رو سے اس کے لئے سزا بیان فرمائیں، اور جن

= ۳۲۸/۲، کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثانی، قدیمی)

"والكذب حرام إلّا فی الحرب للخدعة، وفی الصلح بين اثنين، وفی إرضاء الأهل، وفی دفع الظالم عن الظلم. والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال فی المجتبى: وهو الحق. قال تعالیٰ ﴿قتل الخرّاصون﴾. وفی الوهبانية: وللصلح جاز الكذب، أو دفع ظالم، وأهل للترضی، والقتال ليظفروا. ويكره التعريض به إلا لحاجة". (مجمع الأنهر: ۵۵۲/۲، فصل فی المتفرقات، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(۱) "وإن أمكن التوصل إليه بالكذب وحده، فمباح إن أبيح تحصيل ذلک المقصود، و واجب إن وجب تحصيله، كما لو رأى معصوماً اختفى من ظالمٍ يريد قتله أو إيذاءه، فالكذب هنا واجب، وكذا لو سأله عن وديعة يريد أخذها يجب إنكارها". (ردالمحتار: ۴۲۷/۶، فصل فی البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما مرفوعاً قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لكن البينة على المدعی، واليمين على من أنكر". (مشكوة المصابيح: ۳۲۶/۲، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قديمی)

لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ہے ان کے لئے کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس مسلمان نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا اور یہ بات واقعۃً صحیح ثابت ہے تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے(۱)، اگر شرعی حکومت ہوتو اس کو ایسی عبرت ناک سزادی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو۔ جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کو کھایا ہے وہ استغفار کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۸/ ۹۴ھ۔

کسی کو جھوٹے کیس میں پھنسانے کا حکم

سوال[۸۹۶۲]: زیداور منصور پڑوسی ہیں، ان دونوں کے مکانات کے پورب (۳) کی طرف ایک تپلی سی گلی ہے، اتر (۴) دکھن (۵) بھی ہے، جس میں ادھر ادھر کے مکانات کا پانی اتر، دکھن ہر جانب بہہ جاتا ہے۔ زید نے ایسا کیا کہ پورا پانی منصور کی جانب کرنے لگا گلی میں، یعنی اپنی غیر مملوکہ جگہ میں بیت الخلاء کا انتظام کیا، جس کی وجہ سے اس کے بیت الخلاء کا پانی بھی بلکہ پاخانہ منصور کے دروازہ پر بہہ کر آنے لگا۔ گاؤں

---

(۱) (راجع، ص: ۴۷۸، رقم الحاشية: ۱)

(۲) قال الله عزوجل: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم و لحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾. (سورة البقرة: ۱۷۳)

(۳) ''پورب: مشرق، سورج نکلنے کی سمت''۔ (فيروز اللغات، ص: ۳۰۸، فيروز سنز، لاهور)

''پورب: مشرق''۔ (نور اللغات: ۲/ ۸۶۲، سنگ میل پبلی کیشنز لاهور)

(۴) ''اتر: شمال، جواب''۔ (فيروز اللغات، ص: ۶۳، فيروز سنز، لاهور)

''اتر: جب کوئی مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوتو اس کے بائیں طرف جو سمت پڑے، وہ اتر ہے، شمال''۔ (نور اللغات: ۱/ ۳۲۰، سنگ میل پبلی کیشنز لاهور)

(۵) ''دکھن: جنوب کی سمت''۔ (فيروز اللغات، ص: ۶۳۳، فيروز سنز، لاهور)

''دکھن: بتشدید کاف مفتوح، جنوب''۔ (نور اللغات: ۳/ ۴۵، سنگ میل پبلی کیشنز لاهور)

والوں کو اکٹھا کیا گیا، انہوں نے فیصلہ میں بیت الخلا ہٹائے جانے کا فیصلہ کیا اور گاؤں کے اَسّی فیصد لوگ اس فیصلے کے موافق تھے۔

زیداور منصور کے دستخط اس فیصلہ پر ہوگئے، لیکن بعد میں زید نے منصوراوراس کے کچھ احباب پرڈاکہ زنی اور دیگر چیزوں میں پھنسانے کی کوشش کی۔ آخرش منصور کے ساتھ ساتھ چند اشخاص کی بلا وجہ وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے، پولیس والے ہتھکڑیاں لے کر آئے تو وہ بھاگنے لگے، منصور باہر تھا اس کا بھی گھر آنا دشوار ہوگیا۔ جب بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو منصور نے زید پر غلط کیس چالو کردیا، جب زید گرفت میں آ گیا تو منصور کو چھٹکارا حاصل ہوگیا۔ ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جھوٹا کیس کر کے غلط طریقے پر کسی کو پھنسا دینا بہت بڑا ظلم ہے، خواہ زید ایسا کرے یا منصور کرے(۱)۔ البتہ ظلم سے بچنے کے لئے ایسی تدبیر کرنا درست ہے جس سے ظالم کا داؤنہ چل سکے، بلکہ وہ ناکام ہوجائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۰ھ۔

پانچ کلو شکر کے لئے پچیس کلو کی درخواست دینا

سوال[۸۹۶۳]: چینی کی اگر ۵/کلو کی ضرورت ہو تو درخواست ۲۵/کلو کی دینی پڑتی ہے تب کہیں

(۱) "والكذب حرام إلّا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وفي إرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم. والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق. قال تعالىٰ ﴿قتل الخراصون﴾. وفي الوهبانية: وللصلح جاز الكذب، أو دفع ظالم، وأهل للترضي، والقتال ليظفروا. ويكره التعريض به إلا لحاجة". (مجمع الأنهر: ۵۵۲/۲، فصل في المتفرقات، كتاب الكراهية، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "الكذب مباح لإحياء حقه و دفع الظلم عن نفسه .... اهـ". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "واعلم أن الكذب قد يباح و قد يجب، والضابط فيه -كما في تبيين المحارم وغيره عن الإحياء- أن كل مقصود محمود يمكن التوصل إليه بالصدق والكذب جميعاً، فالكذب فيه حرام .... اهـ". (ردالمحتار: ۴۲۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

پانچ کلو مل جاتی ہے، اگر پانچ کلو کی درخواست دی جائے تو بمشکل ایک کلو ہی مل پائے گی جس سے ضرورت پوری نہیں ہوگی۔ تو مذکورہ بالا صورت کذب میں تو داخل نہیں ہوتی ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں ۵/کلو کا عنوان ۲۵/کلو ہے اور حکومت کی نظر میں بھی اس کا معنون پانچ کلو ہی ہے، تو عنوان اور معنون کا یہ فرق گویا حکومت کی طرف سے تجویز کر دیا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

ملازم کو سفر خرچ کی جعلی رسید بنانا

سوال [۸۹۶۴]: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، میرے اور متعلقین کے لئے ایک قاعدہ مقرر ہے، اس کے مطابق سفر خرچ ملتا ہے۔ سامان کی منتقلی کے لئے بھی ایک قاعدہ مقرر ہے، اس کے موافق خرچ ملتا ہے، لیکن اس کی توثیق کے لئے ہمیں رسید دینی پڑتی ہے۔ عموماً سامان بستی سے تھوڑا تھوڑا لایا جاتا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے، لیکن سفر خرچ کی برآورد اس ماہ کے ختم سے پہلے داخل کرنا ضروری ہے، ورنہ تنخواہ میں سے جو رقم بضمن سفر خرچ پیشگی لی گئی تھی منہا کر لی جاتی ہے، لہٰذا اب برآورد کے ساتھ جعلی رسید منتقلی سامان کی دینی پڑ رہی ہے اور مزید ایک سامان فہرست کی دینی پڑتی ہے جس میں بناوٹی سامان رہتا ہے، یہ عام رواج سرکاری ملازمین کا ہے۔ اب سرکار سے مقررہ قاعدہ کے اعتبار سے جعلی رسید دے کر خرچ برائے منتقلی سامان لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنا روپیہ خرچ ہوگا وہ خرچ اگر پیشگی دیکر اس کی رسید حاصل کر لی جائے اور وہ داخل کر دی جائے تو درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: .... "من غشنا فليس منا".

قال المناوي في شرح الحديث المذكور: "من غش": أي خان، والغش ستر حال الشئ "فليس منا": أي من متابعينا. قال الطيبي: لم يرد به نفيه عن الإسلام، بل نفى خلقه عن أخلاق المسلمين: أي ليس هو =

ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنے کوشادی شدہ بتانا

سوال[۸۹۶۵]: میری سالانہ تنخواہ چار ہزارروپیہ ہے جس پر شادی شدہ کیلئے ۷۵/ روپے انکم ٹیکس لگتا ہے۔ میں غیر شادی شدہ ہوں، اگر گورنمنٹ کوشادی شدہ بتلا کر ۱۲۵/ روپے انکم ٹیکس نہ دوں تو وہ میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ روپیہ تو آپ کے ہیں، کسی غیر سے آپ نے نہیں لئے، اپنے روپے غیر کو دینے سے آپ نے بچائے، بے جا لینے والے کونہیں دیئے، آپ کے لئے درست ہیں(۱)،لیکن غلط بیانی کر کے اپنے کوقانونی خطرہ

= علی سنتنا أو طریقتنا فی مناصحة الإخوان" (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵۹۲۴/۱۱، (رقم الحدیث: ۸۸۷۹)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۱) واضح رہے کہ بغیر کسی واقعی ضرورت کے اسلام میں ٹیکس کا کوئی تصور نہیں، لہذا ایک مسلمان زکوۃ ادا کرنے کے بعد ٹیکس وغیرہ سے بری ہو جائے گا، چنانچہ مسند احمد میں ہے:

"عن سفیان عن عطاء -یعنی ابن السائب- عن رجل من بکر بن وائل عن خاله -رضی الله تعالیٰ عنه- قال: قلت: یا رسول الله! أعشر قومی ؟ فقال: "إنما العشور علی الیهود والنصاری، ولیس علی الإسلام عشور". (مسند الإمام أحمد: ۴۲۲/۵، (رقم الحدیث: ۱۸۴۲۵)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(و أیضاً مسند الإمام أحمد: ۵۱۹/۴، ۴۷۴/۴، (رقم الحدیث: ۱۵۴۲۵)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

وقال الشوکانی رحمه الله تعالیٰ: "لیس علیهم غیر الزکوة من الضرائب والمکس ونحوهما". (نیل الأوطار، کتاب الجهاد، باب أخذ الجزیة ....، بیان سبب إخراج أهل الکتابین من جزیرة العرب: ۲۲۰/۸، دار الجیل بیروت)

لہذا اگر اپنا حق بچانے کے لئے کوئی تعریضاً جھوٹ بولے تو اس کی گنجائش ہے، کما تقدم تخریجه تحت عنوان: کسی کوجھوٹے کیس میں پھنسانے کا حکم، فلیراجع ص: ۴۸۱، رقم الحاشیة: ۲)

میں ڈالنا کوئی دانش مندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۷/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۷/۱/۹۰ھ۔

کسی دوسرے کو اپنے پاس کے ذریعہ ریل میں بھیجنا

سوال[۸۹۶۶]: جولوگ ریلوے میں ملازم ہوتے ہیں، ریلوے کا قانون ہے کہ ان کو ایک سال میں کئی مرتبہ مفت پاس ملتا ہے کہ جہاں چاہیں بلاٹکٹ کے (پاس دکھا کر) جاسکتے ہیں۔ اب بہت سے لوگ دوسرے کی عورتوں کو اپنی عورت اور دوسروں کے بچوں کو اپنا بچہ بتا کر بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں اور ان سے روپے لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہیں، اس طرح کرنے سے ریلوے کا نقصان ہوتا ہے۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ دھوکہ اور خیانت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۷/۶/۹۵ھ۔

قرآن پاک کا حلف اٹھانے کے باوجود الزام لگانا

سوال[۸۹۶۷]: زید نے بکر کے اوپر ایک فحش کام کا الزام لگایا اور اسی بات پر چند آدمیوں میں بکر کی موجودگی میں چرچ کیا۔ بکر نے اپنے اوپر ایسا الزام ہونے سے انکار کردیا، جس پر زید نے قرآن پاک کا حلف دلایا۔ بکر نے صدق دل سے قرآن پاک اٹھایا کہ میں الزام بالا سے پاک ہوں۔ بعد حلف کے زید پھر بھی بکر کو اسی الزام بالا میں بدنام کرتا ہے اور نئے الزام اَور بھی لگاتا ہے، گویا کہ زید نے بکر کے حلف کا اعتبار نہیں کیا۔ ایسے حلف اٹھوانے کے بعد اس پر یقین نہ کرنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قلما خطبنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إلا قال: "لا إیمان لمن لا أمانة له، ولا دین لمن لا عهد له". رواه البیهقي في شعب الإیمان". (مشکوة المصابیح: ۱۵/۱، کتاب الإیمان، الفصل الثاني، قدیمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی پر الزام لگانا بہت بڑا جرم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: ''الزام لگانے والے کو پل صراط پر روک دیا جائے گا کہ اس الزام کا ثبوت پیش کر، جب تک ثبوت پیش نہیں کرے گا، آگے نہیں جا سکے گا''(۱)۔ یہ تو آخرت کا حکم ہے، دنیا میں بھی یہ ہے کہ جس کے پاس الزام کا ثبوت نہ ہو تو ملزم قسم کھانے کے بعد بری قرار دیا جائے گا، اگر شرعی حکومت میں الزام کا مقدمہ پیش ہو اور ثبوت موجود نہ ہو تو الزام کی نوعیت کے لحاظ سے الزام

---

(۱) "عن سهل بن معاذ بن أنس الجهني عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من حمى مؤمناً من منافق يعيبه بعث الله تبارك وتعالىٰ ملكاً يحمى لحمه يوم القيامة من نار جهنم، ومن بغى مؤمناً يريد به شينه، حبسه الله تعالىٰ على جسر جهنم حتى يخرج مما قال". (مسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ، حديث معاذ بن أنس الجهنى، (رقم الحديث: ۱۵۲۲۲): ۴/۴۶۷، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يذب عن عرض أخيه: ۲/۳۲۱، مكتبه إمداديه ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثانى، ص: ۴۲۴، قديمى)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: "قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من حمى" أى حرس ﴿مؤمناً﴾: أى عرضه ﴿من منافق): أى مغتاب، وإنما سمى منافقاً؛ لأنه يظهر النصيحة ويبطن الفضيحة "وبعث الله ملكاً يحمى لحمه": أى لحم حامى المؤمن "يوم القيامة من نار جهنم. ومن رمى": أى قذف مسلماً –فيه تفنن وإشعار بصحة إطلاق كلٍ موضع الآخر– "بشئ": أى من العيوب "يريد به شينه": أى عيبه .... "حبسه الله": أى وقفه "على جسر جهنم" وهو صراط مصدور بين ظهرانيها أدق من الشعر، وأحدّ من السيف "حتى يخرج مما قال": أى من عهدته، والمعنى: حتى ينقى من ذنبه ذلك بإرضاء خصمه، أو بشفاعة، أو بتعذيبه بقدر ذنبه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۹۸۶): ۸/۷۲۱، ۷۲۲، رشيديه)

(وكذا فى بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يذبّ عن عرض أخيه: ۵/۲۵۵، معهد الخليل الإسلامى كراچى)

لگانے والے کوسزادی جائے گی۔ بعض الزام ایسا بھی ہے کہ ثبوت نہ ہونے کی صورت میں الزام لگانے والے کو ۸۰/کوڑے لگائے جائیں گے اور اعلان کردیا جائے گا کہ اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے (۱)۔ جوشخص واقعۃً جرم کا مرتکب ہو وہ اپنے جرم کی حیثیت سے سزا کا مستحق ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۰ھ۔

کسی پر الزام لگا کر انکار کرنا

سوال[۸۹۶۸] : ایک قاضی- جو سرکاری مدرس بھی ہیں- چند آدمیوں کی موجودگی میں شہر کے ذمہ دار حضرات پر اپنا تبادلہ کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقتِ صفائی انہیں آدمیوں کی موجودگی میں جن سے اس نے یہ بات کہی تھی حلف کی رو سے انکار کردیتا ہے۔ دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ قاضی نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں یہ بات ایسی کہی ہے۔ اس صورت میں شرعی نقطۂ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی غلط خبر یا غلط گمان کی وجہ سے بلاتحقیق الزام لگانا فتنہ کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اس کی صفائی اور

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والذين يرمون المحصنٰت ثم لم يأتوا بأربعة شهداء، فاجلدوهم ثمٰنين جلدةً، ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً، وأولئک هم الفٰسقون﴾ (سورة النور: ۴)

"(قوله: والمحدود في قذف ولو تاب) لاتقبل شهادته؛ لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تقبلوا لهم شهادةً أبداً﴾ [النور] ولأنه من تمام الحد، لكونه مانعاً، فيبقى بعد التوبة كأصله، بخلاف المحدود في غيره؛ لأن الرد للفسق وقد ارتفع بالتوبة .... وفي البدائع: كل فاسق تاب عن فسقه، قبلت توبته وشهادته، إلا اثنين: المحدود في القذف، والمعروف بالكذب؛ لأن من صار معروفاً بالكذب واشتهر به لايعرف صدقه من توبته، بخلاف الفاسق إذا تاب عن سائر أنواع الفسق فإن شهادته تقبل". (البحر الرائق، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۷/۱۳۳، ۱۳۴، رشيديه)

تحقیق لازم ہے۔ جس کے متعلق غلط بات کہی ہو، اس سے صفائی کر لی جائے کہ فلاں وجہ سے اس کی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی، اس لئے معذرت خواہ ہوں (۱)۔ جھوٹ بولنا، جھوٹا حلف اٹھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کو شرک کے قریب ذکر کیا گیا ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۹۱ھ۔

بہتان سے توبہ کا طریقہ *

سوال [۸۹۶۹]: زید کے اپنے استاد ہیں جنھوں نے ایک عرصہ تک اس کو پڑھایا، لکھایا اور اس کے بہی خواہ رہے۔ زید نے دوسرے مربی یا بڑے آدمی کے بہکانے میں آ کر ان استاد کے خلاف علَم بلند کیا اور انہیں اذیت پہنچائی، ان کی پگڑی اچھالی، عوام میں ان کی بدنامی کی اور رسوا کیا۔ زمانۂ دراز کے بعد زید کی آنکھ کھلی، اُسے اپنی غلطی ونادانی کا احساس ہوا تو اس نے اپنے شفیق استاد سے بارہا معافی چاہی، لیکن زید کے استاد نے اپنی خوشنودی ورضامندی کا انحصار چند شرائط پر رکھا۔

وہ شرائط ایسے ہیں کہ جن کو قبول کرنے سے استاد تو بے شک راضی ہو جائیں گے، مگر اس کا محسن جس نے زید کا فائدہ سمجھ کر زید کو اس کے استاد کے خلاف بھڑکایا تھا اور رشتہ دار سب کے سب بدنام ہو جائیں گے اور

---

(۱) "أما إذا قال بهتاناً بأن لم يكن ذلک فيه، فإنه يحتاج إلى التوبة في ثلاثة مواضع: أحدها: أن يرجع إلى القوم الذين تكلم بالبهتان عندهم، فيقول: إني قد ذكرته عندكم بكذا وكذا، فاعلموا أني كنت كاذباً في ذلک. والثاني: أن يذهب إلى الذي قال عليه البهتان و يطلب الرضى عنه، حتى يجعل في حل منه. والثالث: أن يتوب كما سبق في حقوق الله تعالىٰ، فليس شيء من العصيان أعظم من البهتان".

(شرح الفقه الأكبر، مسألة في التوبة وشرائطها، وفيها أبحاث جليلة، ص: ۱۵۹، ۱۶۰، قديمي)

(وكذا في تنبيه الغافلين، ص: ۸۹، باب الغيبة، مكتبه حقانيه)

(۲) "عن خريم بن فاتک رضي الله تعالىٰ عنه قال: صلّى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلوة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراک بالله". ثلاث مرات، ثم قرأ: ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان، واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به﴾". (مشكوة المصابيح: ۳۲۸/۲، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، قديمي)

زید کے دھوکہ دہی کی وجہ سے خود زید کو بھی تنفر ہونے کا اندیشہ ہے اور ایک شور برپا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور زید کے لئے دونوں بزرگوں کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ ایسی حالت میں زید اپنے استاد سے کہاں تک معافی مانگے، اگر استاد معاف نہ کریں تو آخرت میں تو گرفت نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ استاد کو خوش رکھے، جن باتوں سے بدنام کیا ہے وہ اگر واقعۃً غلط ہیں تو زید کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے زید نے اپنے استاد کو رسوا کیا ہے اور ان کی پگڑی اچھالی ہے، ان کے سامنے اس کا اعتراف کرے کہ یہ امور غلط ہیں، میں نے جھوٹ بولا اور اپنے استاد پر بہتان لگایا، اس سے اگر اس کے دوسرے مربی اور محسن ناراض ہوتے ہیں، یا خود بے اعتبار ہوتا ہے تو اس کی پرواہ نہ کرے، اس کا انجام آخرت میں یقیناً اچھا ہے۔

اور جب خوفِ خداوندی اور احکامِ شرعی اور حقوقِ استاد کی بنا پر خلوص کے ساتھ کرے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کا انجام خراب نہ ہوگا، جیسا گناہ ہوتا ہے ایسے ہی اس کی توبہ ہوتی ہے۔ بہتان بہت بڑا گناہ ہے اس کی توبہ بھی زیادہ قابلِ اہتمام ہے:

"أما إذا قال بهتاناً بأن لم يكن ذلك فيه، فإنه يحتاج إلى التوبة في ثلاثة مواضع: أحدها: أن يرجع إلى القوم الذين تكلم بالبهتان عندهم، فيقول: إني قد ذكرته عندكم بكذا وكذا، فاعلموا أني كنت كاذباً في ذلك. والثاني: أن يذهب إلى الذي قال عليه البهتان و يطلب الرضى عنه، حتى يجعل في حل منه. والثالث: أن يتوب كما سبق في حقوق الله تعالىٰ، فليس شيء من العصيان أعظم من البهتان". شرح فقه أكبر (۱)۔

اس کے علاوہ استاذ کے شرائط کا حکم ان شرائط کے معلوم ہونے پر ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/۱/۵۷ھ۔

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، مسألة في التوبة وشرائطها، وفيها أبحاث جليلة، ص: ۱۵۹، ۱۶۰، قديمی)
(وكذا في تنبيه الغافلين، ص: ۸۹، باب الغيبة، مكتبه حقانيه)

بہتان کی آخرت میں سزا

سوال[۸۹۷۰]: اگر کوئی آدمی زبردستی کسی پر الزام لگائے تو آخرت میں اس پر کیا سزا ہے؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

جو شخص کسی پر بہتان لگائے تو قیامت میں پل صراط پر اس کو روک کر کہا جائے گا کہ بہتان کا ثبوت پیش کرو تب آگے جانے کی اجازت ہوگی بہت سخت چیز ہے(۱)، جس پر بہتان لگایا جائے وہ اگر قسم کھا کر اس کا انکار کردے تو وہ شرعاً بری سمجھا جائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۱۰ھ۔

---

(۱) "عن معاذ بن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من حمی مؤمناً من منافق، بعث الله ملكاً یحمی لحمه یوم القیٰمة من نار جهنم. ومن رمی مسلماً بشیئ یرید به شینه، حبسه الله علی جسر جهنم حتی یخرج مما قال". (مشكوة المصابیح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی، ص: ۴۲۴، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من حمی": أی حرس "مؤمناً": أی عرضه "من منافق": أی مغتاب، وإنما سمی منافقاً؛ لأنه یظهر النصیحة ویبطن الفضیحة "بعث الله ملكاً یحمی لحمه": أی لحم حامی المؤمن "یوم القیامة من نار جهنم. ومن رمی": أی قذف مسلماً -فیه تفنن وإشعار بصحة إطلاق كلٍ موضع الآخر- "بشیئ": أی من العیوب "یرید به شینه": أی عیبه .... "حبسه الله": أی وقفه "علی جسر جهنم" وهو صراط مصدود بین ظهرانیها أدق من الشعر، وأحدّ من السیف "حتی یخرج مما قال": أی من عهدته، والمعنی: حتی ینقی من ذنبه ذلك بإرضاء خصمه، أو بشفاعة، أو بتعذیبه بقدر ذنبه". (مرقاة المفاتیح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۹۸۶): ۸/۷۲۱، ۷۲۲، رشیدیه)

(وكذا فی بذل المجهود فی حل أبی داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل یذبّ عن عرض أخیه: ۵/۲۵۵، معهد الخلیل الإسلامی كراچی)

(۲) "أو أنكر فبرهن المدعی، قضی علیه بلاطلب المدعی. وإلا یبرهن، حلفه الحاكم بعد طلبه؛ إذ لابدمن =

چغل خوری سے توبہ کرنا

سوال[۸۹۷۱]: چغل خور اگر چغل خوری سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوجائے گی یا نہیں، یا ان لوگوں سے معاف کرانا ہوگا جن کی چغلی کر چکا ہے؟ اگر وہ لوگ انتقال کر گئے ہوں جن کی چغلی کی ہے تو نجات کی کیا صورت ہے؟

احقر: محمد حشمت علی عفی عنہ، شریف نگر، ڈاکخانہ خاص: تحصیل ٹھاکردوارہ،
ضلع مرادآباد، محلّہ شاہ صاحب کا تکیہ اسلامیہ، ۲۲/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

خدا سے توبہ کرے اور ان لوگوں سے معافی مانگے، اگر کچھ غلط باتیں ان کے متعلق کسی سے کہی ہیں تو اس سے یہ بھی کہے کہ میں نے فلاں شخص کے متعلق فلاں فلاں بات کہی تھی وہ غلط اور جھوٹ تھی، میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ لوگ انتقال کر چکے ہیں تو ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرے اور ان کی اولاد، اقربا کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے تو امید ہے کہ اللہ پاک ان اہل حقوق کو راضی فرما کر اس کی بخشش

= طلبه اليمين في جميع الدعاوى .... لو اصطلحا على أن يحلف عند غير قاضٍ ويكون برئياً، فهو باطل؛ لأن اليمين حق القاضي مع طلب الخصم، ولا عبرة باليمين ولانكول عند غير القاضي، فلو برهن عليه: أي على حقه، يقبل، وإلا يحلفه ثانياً عند قاض، إلا إذا كان حلفه الأول عنده فكفى، درر". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: إلا إذا كان) استثناء منقطع؛ لأن فرض المسئلة في أن الحلف الأول عند غير قاض. (قوله: حلفه الأول عنده): أي عند قاضٍ، فيكفي: أي لايحتاج إلى التحليف ثانياً". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الدعوىٰ: ۵/۵۴۸، ۵۴۹، سعيد)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "(قوله: وقضى له إن نكل مرةً بلا أحلف أو سكت)؛ لأن النكول دلّ على كونه باذلاً أو مقراً، إذ لولا ذلك، لأقدم على اليمين إقامةً للواجب دفعاً للضرر عن نفسه، فترجح هذا الجانب، ولا وجه لرد اليمين لما قدمناه .... وذكر الشارح من باب التحالف أن النكول لايوجب شيئاً إلا إذا اتصل القضاء به، وبدونه لايوجب شيئاً". (البحر الرائق، كتاب الدعوىٰ: ۷/۳۴۹، رشيديه)

کردیں گے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

ریا کی تقسیم

سوال[۸۹۷۲]: کونسا فردِ ریا کا جائز ہے اور کون سا واجب اور کون سا مکروہ اور کون سا حرام اور کون سا مندوب؟

عبید اللہ بلیاوی، ۲/ ربیع الثانی/ ۶۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ تقسیم کہاں ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔



---

(۱)"والمراد أن يبيّن له ذلک و يعتذر إليه، ليسمح عنه، بأن يبالغ فی الثناء عليه و التودّد إليه، ويلازم ذلک حتی يطيب قلبه. وإن لم يطب قلبه، كان اعتذاره و تودّده حَسَنةً يقابل بها سيئة الغيبة فی الأخرة. وعليه أن يخلص فی الاعتذار، وإلا فهو ذنب آخر، ويحتمل أن يبقى لخصمه عليه مطالبة فی الأخرة .... بل يستغفر الله له إن علم أن إعلامه يثير فتنةً ....اهـ". (رد المحتار: ۶/ ۴۱۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعيد)

(وكذا فی تنبيه الغافلين، باب اخر من التوبة، ص: ۶۲، رشيديه)

الفصل الثانی فی الغیبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

فاسق کی غیبت گناہ ہے یا نہیں؟

سوال[۸۹۷۳]: فاسق کی غیبت میں ویسا ہی گناہ ہے جیسا غیر فاسق کی یا کچھ فرق ہے، یا بالکل گناہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاسق کی غیبت اگر دوسروں کو اس کے شر سے بچانے کیلئے، یا اس کی اصلاح کیلئے کسی بڑے کے سامنے کی جائے اور بقدرِ ضرورت کی جائے تو گناہ نہیں، ورنہ گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) ''وإذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضرّ الناس بیده ولسانه، فذِکرُه بما فیه لیس بغیبة، حتی لوأخبر السلطان بذلک لیزجره، لاإثم علیه''. (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: ''(قوله: فذکره بما فیه لیس بغیبته): أی لیحذّره الناس و لا یغترّ بصومه و صلاته، فقد أخرج الطبرانی والبیهقی والترمذی: ''أترعوون فی الغیبة عن ذکر الفاجر، اذْکرُوهُ بمافیه یحذره الناس''. (ردالمحتار: ۴۰۸/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۶۲/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثالث والعشرون فی الغیبة والحسد، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۰/۶، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی المتفرقات، رشیدیه)

قال العلامة الإمام الغزالی رحمه الله تعالیٰ: ''اعلم أن المرخص فی ذکر مساوی الغیر هو =

1

....

= غرض صحيح في الشرع لايمكن التوصل إليه إلا به، فيدفع ذلك إثم الغيبة، وهي ستة أمور الأول: التظلم فإن من ذكر قاضياً بالظلم والخيانة وأخذ الرشوة، كان مغتاباً عاصياً إن لم يكن مظلوماً. أما المظلوم من جهة القاضي، فله أن يتظلم إلى السلطان وينسبه إلى الظلم، إذلا يمكنه استيفاء حقه إلا به. قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "إن لصاحب الحق مقالاً". وقال عليه السلام: "مطل الغني ظلم" وقال عليه السلام: "ليُّ الواجد يحل عقوبته وعرضه.

الثاني: الاستعانة على تغيير المنكر ورد العاصي إلى منهج الصلاح، كما روى أن عمر رضي الله تعالىٰ عنه مرعلى عثمان، وقيل: على طلحة رضي الله تعالىٰ عنه، فسلم عليه، فلم يرد السلام، فذهب إلى أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه، فذكر له ذلك، فجاء أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه إليه ليصلح ذلك، ولم يكن ذلك غيبةً عندهم .... اهـ.

الثالث: الاستفتاء كمايقول للمفتي: ظلمني أبي أو زوجتي أو أخي، فكيف طريقي في الخلاص؟ والأسلم التعريض بأن يقول: ماقولك في رجل ظلمه أبوه أو أخوه أو زوجته؟ ولكن التعيين مباح بهذا القدر؛ لما روى عن هند بنت عتبة أنها قالت للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن أبا سفيان رجل شحيح لا يعطيني مايكفيني أنا وولدي، أفآخذ من غير علمه، فقال: "خذي مايكفيك وولدك بالمعروف". فذكرت الشح والظلم لها ولولدها، ولم يزجرها صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذ كان قصدها الاستفتاء.

الرابع: تحذير المسلم من الشر، فإذا رأيت فقيهاً يتردد إلى مبتدع أو فاسق وخفت أن تتعدد إليه بدعته وفسقه، فلك أن تكشف له بدعته وفسقه مهما كان الباعث لك الخوف عليه من سراية البدعة والفسق لاغيره .... إذ قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أترعوون عن ذكر الفاجر أهتكوه حتى يعرفه الناس، اذكروه بما فيه حتى يحذره الناس". وكانوا يقولون ثلاثة لاغيبة لهم: الإمام الجائر، والمبتدع، والمجاهر بفسقه.

الخامس: أن يكون الإنسان معروفاً بلقب يعرف عن عيبه كالأعرج والأعمش، فلا إثم على من=

پیر صاحب کا مریدین کی غیبت کرنا

سوال[۸۹۷۴]: ایک پیر صاحب اپنے مرید کی لوگوں کے سامنے بُرائی کیا کرتے ہیں۔ یہ غیبت ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بھی مسلمان کی غیبت کرنا جبکہ مصلحتِ دین اس سے متعلق نہ ہو ممنوع ہے: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً﴾ الآية(۱)۔

اگر پیر صاحب کا مقصد غیبت سے مرید کی اصلاح کرنا ہے اور مرید کے سامنے ظاہر کرنا خلافِ مصلحت ہو اور لوگوں کے سامنے مرید کی بُرائی اس واسطے کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے مرید کو اپنی بُرائی کا علم ہو جائے

= يقول: روى أبو الزناد عن الأعرج، وسلمان عن الأعمش وما يجرى مجراه، فقد فعل العلماء ذلك لضرورة التعريف، ولأن ذلك قدصار بحيث لايكرهه صاحبه لوعلمه بعد أن قد صار مشهوراً به...... ......اهـ.

السادس: أن يكون مجاهراً بالفسق كالمخنث وصاحب الماخور والمجاهر بشرب الخمر ومصادرة الناس، وكان ممن يتظاهر به بحيث لايستنكف من أن يذكر له ولا يكره أن يذكر به، فإذا ذكرت فيه يتظاهر به، فلا إثم عليك. قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ألقى جلباب الحياء عن وجهه فلاغيبة له". وقال عمر رضى الله تعالىٰ عنه: ليس لفاجر حرمة. وأراد به المجاهر بفسقه دون المستتر لابد من مراعاة حرمته". (إحياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان، الآفة الخامسة عشرة الغيبة، بيان الأعذار المرخصة فى الغيبة: ۳/۱۸۲-۱۸۴، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل، المقدمة، إيقاظ فيما ليس بغيبة، ص: ۵۲-۵۶، مكتبة المطبوعات الإسلامية)

(۱) (سورة الحجرات: ۱۲)

"وروى عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما قال: هاجت ريحٌ منتنةٌ على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن ناساً من المنافقين قد اغتابوا ناساً من المسلمين، فلذلك هاجت هذه الريح المنتنة". (تنبيه الغافلين، ص: ۸۶، باب الغيبة، مكتبه حقانيه پشاور)

تو ایک یادو آدمی کے ذریعہ اس سے مرید کو اطلاع کرادیں کہ جس سے مرید کی اصلاح ہو جائے (۱)، مجمع میں لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

مردہ کی غیبت اور برائی

سوال [۸۹۷۵]: کسی متبعِ شریعت مسلمان مُردہ کو ابوجہل، چوراور قسم قسم کے ناساز الفاظ سے ملقب کرنا اور تہمت لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی مردہ واقعۃً بھی چوری وغیرہ کبائر میں مبتلا تھا تب بھی اس کے ان افعال کا ذکر کرکے اس کی بُرائی کرنا غیبت اور حرام ہے اور مردہ کی غیبت کا گناہ زندہ کی غیبت سے زیادہ سخت ہے (۲)۔ اور اگر واقعۃً ان میں مبتلا نہ تھا تو یہ بہتان ہے (۳)، اس کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے:

---

(۱) "وقد تجب الغيبة لغرض صحيح شرعي لايتوصل إليه إلا بها، وتنحصر في ستة أسباب .... وإن احتاج إلى ذكر عيب، ذكره، أو عيبين فكذلك، وهكذا لايجوز زيادة على مايكفي". (تفسير روح المعاني، (سورة الحجرات: ١٢) : ١٦١/٢٦، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في معارف القرآن، سورة الحجرات: ١٢٣/٨، إدارة المعارف كراچی)

"ولايستثنىٰ من ذلك إلا من رجحت مصلحة". (تفسير ابن كثير، سورة الحجرات: ٢٧٣/٣، دارالفيحا، بيروت)

(٢) "سبّ الأموات يجري مجرى الغيبة، فإن كان أغلب أحوال المرء الخير، و قد تكون منه الفلتة، فالاغتياب له ممنوع. وإن كان فاسقاً معلناً فلا غيبة له، فكذلك الميت. ويحتمل أن يكون النهي .... فلما مات، تركت ذلك، ونهت عن لعنه". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب ماينهى من سبّ الأموات (رقم الحديث: ١٣٩٣): ٣٣١/٣، قديمى)

(٣) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أتدرون ما الغيبة"؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: "إذا ذكرتَ أخاك بما يكره، فقد اغتبته". قيل: أرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: "إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهتّه". يعني قلت فيه بهتاناً". =

"فليس شئى من الذنوب أعظم من البهتان". تنبیه الغافلین(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیبت کی معافی کا طریقہ

سوال[۸۹۷۶]: ایک آدمی کی غیبت کی، وہ معافی مانگنے پر معاف نہ کرے تو تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس سے وہ باتیں جو اس سے غائبانہ میں کی ہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرکے خلوص کے ساتھ معافی مانگنا ضروری ہے، بلا اس کے کوئی چارہ نہیں۔ البتہ اگر تفصیلی بیان میں ضرر کا کوئی اندیشہ ہوتو مجھولاً ہی (مثلاً یوں کہے کہ مجھ سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے، معاف کردیجیے) معافی مانگ لے، لیکن اگر معافی مانگنے اور احسان ومودّت کرنے کے باوجود معاف نہ کرے تو توبہ واستغفار کرلے، یہی غیبت کی تلافی کردے گا، کمافی ردالمحتار: ۴۰۵/۵ (۲)۔

توضیح: جس کی غیبت کی ہے اس کی تعریف بھی کی جائے، اس کے لئے دعائے خیر کی جائے، ایصال ثواب کیا جائے، اس کے ساتھ اس کے متعلقین کے ساتھ احسان کیا جائے، انشاءاللہ تعالیٰ مکافات

= رواه مسلم". (تنبيه الغافلين، ص: ۸۵، مكتبه حقانيه)

(۱) (تنبيه الغافلين، ص: ۸۹، باب الغيبة، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) "والمراد أن يبيّن له ذلك و يعتذر إليه، ليسمح عنه، بأن يبالغ في الثناء عليه و التودّد إليه و يلازم ذلك حتى يطيب قلبه. وإن لم يطب قلبه، كان اعتذاره و تودّده حسنةً يقابل بها سيئة الغيبة في الأخرة. وعليه أن يخلص في الاعتذار، وإلا فهو ذنب آخر، ويحتمل أن يبقى لخصمه عليه مطالبة في الأخرة .... بل يستغفر الله له إن علم أن إعلامه يثير فتنةً .... اهـ". (رد المحتار: ۴۱۱/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

ہوجائیں گی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

مسلمان سے کینہ رکھنا

سوال[۷۸۹۷]: ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کسی بناء پر اپنے دل میں کینہ رکھتا ہے اور ظاہر میں وہ اس سے ملتا جلتا ہے تو وہ شخص شرع کے لحاظ سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاوجۂ شرعی کے مسلمان کی طرف سے کینہ رکھنا گناہ ہے، خواہ کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو(۱) البتہ کسی فاسق کے فسق سے خوش ہونا بھی جائز نہیں (۲)، بلکہ اس کے فسق کو برا سمجھنا چاہیے اور خود اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔اور یہ سوچے کہ میں خداوند تعالی کا نافرمان بندہ ہوں، اگر خداوند تعالی اپنی ناراضی مجھ پر اس وجہ

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يفتح أبواب الجنة يوم الإثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبدٍ لا يشرك بالله شيئاً إلا رجل كانت بينه و بين أخيه شحناء، فيقال: انظروا هذين حتى يصطلحا". رواهٔ مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۸، كتاب الأدب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، قديمى)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا مدح الفاسق غضب الرب تعالىٰ واهتز له العرش". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۴، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثالث، قديمى)

"هذا وإذا كان هذا حكم من مدح الفاسق، فكيف بمن مدح الظالم و ركن إليه ركوناً، و قد قال تعالىٰ: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾.

في الكشاف: النهي متناول للانحطاط في هَوَاهُم والانقطاع إليهم و مصاحبتهم و مجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم، والرضاء بأعمالهم .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثالث: ۸/ ۵۹۹، (رقم الحديث: ۴۸۵۹)، رشيديه)

سے کریں تو پھر میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا، جب میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے قصور کو معاف کردے تو مجھے بھی چاہئے کہ میں اس ستانے والے کے قصور کو معاف کردوں۔

اس کے باوجود بھی اگر وہ دل سے برائی نہ نکالے تب بھی اس برائی کے تقاضہ پر عمل کرنا جائز نہیں اور ایسی حالت میں یہ شخص معذور ہے(۱)، تاہم اس کے نکالنے کی کوشش جاری رکھے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ ہذا، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/۵/۵۶ھ۔



(۱) "عن طارق بن شهاب قال: أول من قدم الخطبة قبل الصلوة مروان، فقام رجل، فقال لمروان: خالفت السنة، فقال: يافلان ترک ماهناک. فقال أبوسعيد رضى الله تعالىٰ عنه: أما هذا، فقد قضى ماعليه سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من راى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلک أضعف الإيمان". (جامع الترمذى، أبواب الفتن، باب ماجاء فى تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب: ۲/۴۰، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶)

الفصل الثالث فی نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

وعدہ خلافی

سوال[۸۹۷۸]: ایک شخص مجمعِ کثیر میں حتمی وعدہ کرتا ہے کہ جب بھی میں حج بیت اللہ شریف کو جاؤں گا، اپنے استادِ محترم کو لے جاؤں گا، لیکن اب اس کی نیت بدل گئی، اب جاتے وقت اکیلا جارہا ہے، استاد کو اپنے ہمراہ نہیں لے جارہا ہے، نہ ان کا خرچ ہی برداشت کرنے کو تیار ہے۔ تو اب اس شخص کو کیا کہا جائے، دوروغ گو یا وعدہ خلاف؟ شرعی رو سے اس کا تاوان دنیا میں کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وعدہ کرتے وقت یہ نیت ہو کہ اس کو پورا نہیں کروں گا، بلکہ محض دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کیا ہے تو یہ منافق کی علامت ہے، سخت معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کا ارادہ تھا، لیکن بعد میں کسی عذر کی وجہ سے پورا نہیں کرسکا تو یہ گناہ ہی نہیں (۱)، اگر بلا عذر پورا نہیں کیا تو یہ گناہ ہے۔

---

(۱) "عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "أربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً، ومن کانت فیہ خصلة منهن کانت فیہ خصلة من النفاق حتی یدعها: إذا أو تمن خان، وإذا حدث کذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قدیمی)

"وعن زید بن أرقم رضی اللہ تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه و من نیته أن یفی له، فلم یف و لم یجیء للمیعاد، فلا إثم علیه". رواه أبو داؤد". (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثانی، ص: ۴۱۶، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: "ومفهومه أن من وعد ولیس من نیته أن یفی، فعلیه الإثم، سواء وفِیَ به أو لم یف، فإنه من أخلاق المنافقین. ولا تعرض فیه لمن وعد و نیته أن یفی و لم یف بغیر =

الأشباه والنظائر میں ہے:"الخلف فی الوعد حرام". اس کے ذیل میں علامہ حموی نے تفصیل بیان کی ہے(۱)۔پس زید کا خیال جیسا ہوگا، اس پر ویسا ہی حکم ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۰/۱۰/۲۳ھ۔

وعدہ خلافی

سوال[۸۹۷۹]: وعدہ خلافی گناہ ہے یا نہیں، وہ وعدہ جو خلاف شرع نہ ہو مثلاً: دعوت منظور کر کے پھر دعوت میں نہ جانا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وعدہ کرتے وقت خلاف کرنے کی نیت ہو تو گناہ ہے، لیکن خلاف کرنے کی نیت نہیں تھی، مگر کسی

= عذر، فلا دليل لما قيل من أنه دل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب؛ إذ هو أمرٌ مسكوتٌ عنه على ما حررته". (مرقاة المفاتيح: ٨/٦١٥، (رقم الحديث: ٤٨٨١)، كتاب الأدب، باب الوعد، رشيديه)

"قال النووي: أجمعوا على أن من وعد إنساناً شيئاً ليس بمنهى عنه، فينبغي أن يفى بوعده .... فإن كان عند الوعد عازماً على أن لا يفي به، فهذا هو النفاق، اهـ". (مرقاة المفاتيح: ٨/٦٢٨، كتاب الأدب، اخر باب المزاح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ٤٨٩٢)، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ٢/١٩١، (رقم الحديث: ٨٩٤)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكةالمكرمة)

(١) "قوله: الخلف في الوعد حرام. قال السبكي: ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء، وقال صاحب الفريد في التقليد: إنما يوصف بما ذكر: أي بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف كما في قول المذكورين في آية: ﴿لئن أخرجتم لنخرجن معكم﴾ فوصفوا بالنفاق لإبطانهم خلاف ماأظهروا. وأما من عزم على الوفاء ثم بَدَا له فلم يف بهذا، لم يوجد منه صورة نفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه". انتهى. وقيل عليه فيه بحث، فإنّ أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: ٣/٢٣٠، كتاب الحظر والإباحة، (رقم المادة: ٢٢) إدارة القرآن كراچي)

عارضِ شرعی یا طبعی کی وجہ سے پورا نہیں کرسکا تو گناہ نہیں، کذافی الحموی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وعدہ خلافی کرنا

سوال[۸۹۸۰]: اگر کوئی شخص وعدہ خلافی کرے تو شرعاً کیا حکم ہے، جبکہ اس وعدہ کی کوئی حد مقرر نہ کی گئی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعدہ خلافی کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ اس کو پورا نہیں کرنا، یہ منافق کی نشانی ہے، لیکن اگر نیت تو پورا کرنے کی تھی پھر کسی عذر کی وجہ سے پورا نہیں کرسکا تو اس پر گناہ نہیں (۲)۔ بلا عذر پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "قوله: الخلف في الوعد حرام. قال السبكي: ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء، وقال صاحب الفريد في التقليد: إنما يوصف بما ذكر: أي بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف كما في قول المذكورين في آية: ﴿لئن أخرجتم لنخرجن معكم﴾ فوصفوا بالنفاق لإبطانهم خلاف ماأظهروا. وأما من عزم على الوفاء ثم بَدَا له فلم يف بهذا، لم يوجد منه صورة نفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه". انتهى. وقيل عليه فيه بحث، فإنّ أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: ۲۳۶/۳، كتاب الحظر والإباحة، (رقم المادة: ۲۲) إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وعن زيد بن أرقم رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه و من نيته أن يفي له، فلم يف و لم يجيء للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثاني، ص: ۴۱۶، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالیٰ: "ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي، فعليه الإثم، سواء وفى به أو لم يف، فإنه من أخلاق المنافقين. ولا تعرض فيه لمن وعد و نيته أن يفي ولم =

وعدہ خلافی کا حکم

سوال[۸۹۸۱]: وعدہ شکن کو منافق کہتے ہیں یا نہیں؟ اور نماز پڑھنا منافق کے پیچھے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص وعدہ کرتے وقت یہ نیت رکھے کہ وعدہ کو نہیں پورا کروں گا محض دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کرتا ہے، اس کو حدیث شریف میں منافق فرمایا گیا ہے، یعنی اس میں ایک علامت منافق کی ہے، اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے، یہ مطلب نہیں کہ وہ مومن نہیں رہا(۱)، اور جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں آئے گا(۲)۔ اور اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کی نیت تھی، مگر کسی عارض کی وجہ سے پورا نہیں ہوسکا تو یہ منافق کی علامت نہیں، بلکہ اس میں گناہ بھی نہیں (۳)۔ فقط۔

= يف بغير عذر، فلا دليل لما قيل من أنه دل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب؛ إذ هو أمرٌ مسكوتٌ عنه على ما حررته". (مرقاة المفاتيح: ۲۱۵/۸، (رقم الحديث: ۴۸۸۱)، كتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثانی، رشیدیه)

"قال النووی: أجمعوا على أن من وعد إنساناً شيئاً ليس بمنهي عنه، فينبغي أن يفي بوعده .... فإن كان عند الوعد عازماً على أن لا يفي به، فهذا هو النفاق، اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۲۲۸/۸، كتاب الأدب، آخر باب المزاح، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۸۹۲)، رشیدیه)

(وكذا فی فيض القدير: ۸۹۱/۲، (رقم الحديث: ۸۹۴)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالىٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا أو تمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، قديمی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن المنٰفقين فی الدرک الأسفل من النار، ولن تجد لهم نصيراً﴾ (سورة النساء: ۱۴۶)

"أی يوم القيامة جزاء على كفرهم الغليظ". (ابن كثير: ۷۵۸/۱، دار الفيحاء دمشق)

(۳) "عن زيد بن أرقم رضی الله تعالىٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه =

ضمانت میں وعدہ خلافی

سوال[۸۹۸۲]: ولی محمد نے ایک وقت میں حاجت مندی اور پریشانی کی حالت میں محمد اسماعیل سے کہا کہ میرے یہاں بیاہ شادی پڑی ہوئی ہے، نقد روپیہ میرے پاس نہیں، جس بزاز سے آپ کپڑا خریدتے ہیں اس کی آپ سے جان پہچان اور لین دین ہے، لہذا شادی کے موقع پر ادھار کپڑا مجھے دلوادیجئے۔ محمد اسماعیل نے اس کی مجبوری کو محسوس کرکے حسبِ ضرورت مبلغ دوسو روپے کا کپڑا اپنی ضمانت پر اس کو دلوادیا۔ بعد شادی وعدہ کے مطابق چند بار تقاضا بھی کیا گیا، مگر وہ بلا مجبوری استطاعت ہوتے ہوئے بھی آج کل کرتا رہا، یہاں تک کہ کئی سال گزر گئے۔ اب اس کی نیت ہی بدل گئی کہ نہیں دیں گے تو کیا کرسکتے ہو۔

کوئی رقعہ اور دستاویز تو روپیہ کی بابت لکھا نہیں ہے کہ بذریعۂ نالشِ عدالت وصول کرلیتے، لہذا حیلہ بہانہ کرکے روپیہ مذکور بزاز اور ضامن محمد اسماعیل کو ادا کرنے سے انکار کردیا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ کیا ولی محمد کیلئے ایسی وعدہ خلافی کرنا اور اپنے بار کو ضامن پر ڈال دینا جائز ہوگا، اور آخرت میں اس کا مواخذہ بھی ہوگا اور اگر اس طرح کی وعدہ خلافی کرنا اور اپنا بار ضامن پر ڈالنا ناجائز ہو اور آخرت میں اس کا مواخذہ بھی ہو تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وعدہ خلافی اور دوسرے کا روپیہ استطاعت کے باوجود نہ دینا ظلم ہے (۱)، گناہ ہے (۲)۔ یہ حق

= ومن نيته أن يفي له، فلم يف ولم يجئ للمعياد، فلا إثم عليه". أبوداؤد والترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب الوعد: ۲/۴۱۶، قديمي)

(۱) "عن همام ابن منبه أخي وهب بن منبه أنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مطل الغني ظلم". (صحيح البخاري: ۱/۳۲۳، كتاب في الاستقراض وأداء الديون، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مطل الغني": أي تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت "ظلم" فإن المطل منع أداء ماستحق أداؤه، وهو حرام من المتمكن. ولو كان غنياً، ولكنه ليس متمكناً، جاز له التأخير إلى الإمكان، ذكره النووي. وقال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: قيل : يفسق بمرة وترد شهادته، وقيل: إذا تكرر، وهو الأولى". (مرقاة المفاتيح،=

العبد ہے جس پر آخرت میں سخت پکڑ ہوگی اور دنیا میں بھی وبال آئے گا خدا سے ڈرنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۱۱/۳۰ھ۔

وعدہ خلافی منافق کی نشانی کب ہے؟

سوال[۸۹۸۳]: ایک صاحب عالم کہلاتے ہیں، صوفی اور خلیفہ کالقب بھی، نماز روزہ کے احکام سے تھوڑا بہت واقف ہیں، پیری مریدی بھی کرتے ہیں، اکثر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے ہیں:

﴿وأما الذين امنوا وعملوا الصالحات فيوفيهم أجورهم﴾(۲)۔

ان مولانا صاحب نے ایک مکان کرایہ پر لیا اور تحریری وعدہ کیا کہ جب مالکِ مکان کو ضرورت ہوگی مکان خالی کردوں گا۔ مالکِ مکان چار سال سے خوشامد کر رہا ہے، مگر مولانا مکان خالی نہیں کرتے اور وعدہ سے منہ موڑ لیا ہے، مالکِ مکان سے چار سال سے بول چال بند ہے۔ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کو کسی فیصلہ میں شامل کرنا، ان سے نکاح پڑھوانا، ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار: ۱۱۹/۲، (رقم الحديث: ۲۹۰۷)، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اية المنافق ثلاث". زاد مسلم: "وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم". ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". (مشكوة المصابيح، ص:۱۷، كتاب الإيمان، باب علامات النفاق، الفصل الأول، قديمي)

(۱) "الخطاب بهذه الأية يتضمن جميع أمة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، والمعنى: لا يأكل بعضكم مال بعض بغير حق، فيدخل في هذا: القمار، والخداع والمغصوب وجحد الحقوق ومالا تطيب به نفس مالكه". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة البقرة: ۱۸۸): ۲۲۳/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (سورة آل عمران: ۵۷)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر وعدہ کرتے وقت ہی یہ نیت ہو کہ وعدہ پورا نہیں کرنا ہے، بلکہ دھوکا دینے کے لئے جھوٹا وعدہ کیا ہے تو یہ نیت گناہ اور منافق کی علامت ہے(۱)، ایسی حالت میں ایسے آدمی سے بیعت ہونا، یا اس کو اپنے لئے مصلح تجویز کرنا غلط ہے۔ ذاتی نفسانی رنج کی وجہ سے بول چال بند کرنا تین دن سے زائد درست نہیں، اس پر وعید آئی ہے(۲)۔

اگر وعدہ پورا کرنے کی نیت سے کیا ہے، مگر کسی عارض ومجبوری کی وجہ سے پورا نہیں کیا جاسکتا تو اس کا یہ حکم نہیں(۳)، مجبوری کی تفصیل معلوم ہونے پر اس کا حکم لکھا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (راجع، ص: ۵۰۴، رقم الحاشية: ۲، الأولیٰ)

(۲) "عن أبی أیوب الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال". (مشکوة المصابیح، ص: ۴۲۷، کتاب الأدب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، قدیمی)

"وقال أکمل الدین من أئمتنا: فی الحدیث دلالة علی حرمة هجران الأخ المسلم فوق ثلاث أیام، وأما جواز هجرانه فی ثلاثة أیام، فمفهوم منه لامنطوق، فمن قال بحجیة المفهوم کالشافعیة جاز له أن یقول بإباحته، ومن لافلا، اهـ. وفیه أن الأصل فی الأشیاء الإباحة، والشارع إنماحرم المهاجرة المقبرة لا المطلقة مع أن فی إطلاقها حرجاً عظیماً حیث یلزم منه أن مطلق الغضب المؤدی إلی مطلق الهجران یکون حراماً". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۵۵۸، رشیدیه)

(۳) "وعن زید بن أرقم رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه و من نیته أن یفی له، فلم یف و لم یجیء للمیعاد، فلا إثم علیه". رواه أبو داؤد". (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثانی، ص: ۴۱۶، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "ومفهومه أن من وعد ولیس من نیته أن یفی، فعلیه الإثم، سواء وفی به أو لم یف، فإنه من أخلاق المنافقین. ولا تعرض فیه لمن وعد و نیته أن یفی ولم =

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= يَفِ بغير عذر، فلا دليل لما قيل من أنه دل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب؛ إذ هو أمرٌ مسكوتٌ عنه على ما حررته". (مرقاة المفاتيح: ۲۱۵/۸، (رقم الحديث: ۴۸۸۱)، كتاب الأدب، باب الوعد، رشيديه)

"قال النووي: أجمعوا على أن من وعد إنساناً شيئاً ليس بمنهي عنه، فينبغي أن يفي بوعده .... فإن كان عند الوعد عازماً على أن لا يفي به، فهذا هو النفاق، اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۶۲۸/۸، كتاب الأدب، آخر باب المزاح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۸۹۲)، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۸۹۱/۲، (رقم الحديث: ۸۹۴)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

الفصل الرابع فی ترک الموالات

(قطعِ تعلق کا بیان)

کسی کو پنچایت سے خارج کرنا

سوال[۸۹۸۴]: اگر محلّہ کی پنچایت نے زید کو قصوروار قرار دے کر اپنے سے الگ کرلیا ہو، مگر عمر بدعہدی کر کے زید کے ساتھ رہتا ہے اور پنچایت کے دائرہ میں بھی رہنا چاہتا ہے۔ ایسے فسادی عمر کو پنچایت نماز باجماعت سے شرکت کرنے سے روکے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز باجماعت کی شرکت سے روکنے کا کسی کو حق نہیں (۱)۔ تین حضرات سے ترکِ تعلق کا حکم کیا گیا تھا، ان کو باجماعت نماز سے نہیں روکا گیا، جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے، ان میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں جاتا اور نماز میں شرکت کیا کرتا تھا (۲)۔ پنچایت کو یہ حق ہے کہ جس کو اپنے مشورہ میں شریک کرنا مفید نہ سمجھے اس کو شریک نہ کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ پنچایت کے سارے کام شریعت کے تحت

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها﴾ (سورة البقرة: ۱۱۴)

(۲) في رواية طويلة: "وأما أنا فكنت أشبّ القوم وأجلدهم، فكنت أخرج فأشهد الصلوة مع المسلمين وأطوف في الأسواق ولا يكلمني أحد، وآتي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأسلّم عليه وهو في مجلسه بعد الصلوة، فأقول في نفسي: هل حرك شفتيه برد السلام عليَّ أم لا، ثم أصلي قريباً منه فأسارقه النظر، فإذا أقبلت على صلاتي أقبل إليَّ، وإذا التفتُّ نحوه أعرض عني .... اهـ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك: ۹۳۵/۲، قديمي)

انجام دیئے جائیں، آزاد ہوکر نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قصور کے بغیر پنچایت کا کسی کو برادری سے نکالنا

سوال [۸۹۸۵]: ہم مسلم لوہار جماعت کے فرد ہیں، ہم نے اپنے ایک لڑکے کی شادی منصوری میں جماعت ہی کی لڑکی سے کی ہے، صرف اس بات کو لے کر کھنڈوں کی مسلم جماعت لوہار نے ہم کو اور ہمارے بھائی بندوں کو جماعت سے بند کر رکھا ہے۔ برادری کے نائی کو ہدایت کردی گئی ہے کہ موت اور شادی بیاہ میں ہمارے خاندان کو بلاوا نہ دیا جائے۔ ایک میت کے موقعہ پر برادری کے کھانے پر ہی ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو اٹھا دیا گیا ہے جب کہ ہم برادری کے تمام حق وحقوق پوری طرح ادا کرتے رہے ہیں۔

اس طرح ہم کو بلاوجہ برادری سے بند کر کے ہماری توہین وتذلیل کی گئی ہیں، اور ہمارے خاندان کو شادی بیاہ، موت اور میت کے معاملات میں پریشانی اور مشکلات میں مبتلا کیا گیا ہے۔

برائے مہربانی ازروئے شریعت فتویٰ صادر فرمایا جاوے کہ پنچوں اور سرپنچ صاحبوں کا یہ ہتک آمیز سلوک ہمارے خاندانوں کے ساتھ جائز ہے یا ناجائز؟ اور پنچ سرپنچ صاحبان اس سلوک کی وجہ سے ازروئے شریعت کس قسم کے گناہ کے مرتکب ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا قصور کیا تھا جس پر آپ کو یہ سزا دی گئی، بلاقصور ایسی سزا دینا سخت گناہ ہے، اس کا وبال دنیا میں بھی سخت ہے اور آخرت میں بھی۔ پنچ وسرپنچ صاحبان کو لازم ہے کہ بلاقصور سزا نہ دیں اور جو کچھ غلطی ہوگئی، اس کا تدارک کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا، أشباه". (الدر المختار: ۵/۴۲۲، سعيد)

(۲) بلاوجہ کسی سے بائیکاٹ اور قطع تعلق شرعاً جائز نہیں، قطع تعلق کے لئے ضروری ہے کہ جس سے قطع تعلق کیا جائے اس سے کوئی =

بے نمازی کا بائیکاٹ کرنا

سوال[۸۹۸۶]: ہمارے یہاں کی مسجد کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ:

''ہر مسلمان بھائی پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، ہمارے گاؤں میں تین مسجدیں ہیں، وہ کسی بھی مسجد میں نماز ادا کریں، جو بھی وقت ملے۔ اگر کسی بھائی کو پانچ وقت کی نمازیں نہیں ملتی ہیں تو جو بھی وقت ملے وہ نماز میں شریک ہوں، ایک بھی وقت نہیں ملتا ہے تو آٹھ روز میں جمعہ کی نماز میں ضرور شریک ہوں۔ بغیر شرعی عذر کے جمعہ میں بھی نہیں آتا تو اس شخص کے گھر غمی یا خوشی کے کام میں جماعت شریک نہیں ہوگی''۔

یہ اطلاعات صرف صوم وصلوۃ کے پابند ہونے کیلئے کیا گیا ہے، ویسے ایسے کام جیسے شادی ومیت وغیرہ اس شخص پر ہوتی ہے جو بغیر شرعی عذر کے نماز کو نہیں آتا، وہ خود جب تک جماعت کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور نماز کا وعدہ نہیں کرتا، اس وقت تک جماعت شریک نہیں ہوتی۔ لہذا یہ اعلان کچھ حضرات کو ناگوار ہوا اور کچھ حضرات کو اچھا بھی، اب کمیٹی آپ سے دریافت کرتی ہے کہ یہ اعلان جائز

=گناہ اور خلافِ شرع کام سرزد ہوا ہو، اگر اس طرح نہ ہو تو قطع تعلق بھی ناجائز ہے:

''عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ''لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال''. الحدیث. (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ینهی من التهاجر والتقاطع، الخ، ص: ۴۲۷، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ تحته: ''قال الخطابی رحمه اللہ تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، و لایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. و فی حاشیة السیوطی علی المؤطا: قال ابن عبد البر رحمه اللہ تعالیٰ: .... وأجمع العلمآء علی أن من خاف من مکالمة أحد و صلته ما یفسد علیه دینه، أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبُعده، و رب صرم جمیل خیرٌ من مخالطة تؤذیه .... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق''. (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع .... الخ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، ۷۵۹، رشیدیه)

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اصل مقصود اصلاحِ حال اور فرائضِ خداوندی کی پابندی ہے، ترکِ تعلق اور خوشی میں عدمِ شرکت بھی اس کا ایک طریقہ ہے: ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾ الاية (۱)۔

اگر یہ مفید ہو تو اس کو اختیار کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بے نمازی سے ترکِ تعلق

سوال[۸۹۸۷]: کیا بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا یا جھوٹا، کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سورة الأنعام: ۶۸)

"المراد: إن أنساك الشيطان ببعض الشغل، فقعدت معهم وأنت ناسٍ للنهي، فلا شيء عليك في تلك الحال، ثم قال تعالىٰ: ﴿ فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين ﴾ يعني بعد ما تذكر نهي الله تعالىٰ: "لا تقعد مع الظالمين". وذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك وأهل الملة، لوقوع الاسم عليهم جميعاً، و ذلك إذا كان في تقيّة من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة .... ونظيره قوله تعالىٰ: ﴿لُعن الذين كفروا من بني إسرائيل﴾ الآية، وقد تقدم ذكر ما روي فيه، و قوله تعالى: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأنعام، باب النهي عن مجالسة الظالمين: ۳/۲، ۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمي)

"قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك. .... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسدعليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته و بُعده .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۷۵۹، (رقم الحديث: ۵۰۲۷)، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہے(۱)، لیکن اس کے ہاتھ کا کھانا اور اس کا جھوٹا ناپاک نہیں، ہاں! اگر کوئی نجاست اس میں ہو تو وہ ناپاک ہے(۲)۔ اگر اس لئے اس کے کھانے پینے سے بچتا ہے کہ وہ نماز پڑھنے لگے تو یہ مستحسن ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۱/۲/۵۶ھ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کسی نافرمان سے قطع تعلق

سوال[۸۹۸۸]: مسمی مہردین عرصہ پندرہ سال سے اسلام سے مفرور ہے، اس نے گویا کہ اسلام کو

---

(۱) "و عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "العهد الذى بيننا و بينهم الصلوة، فمن تركها، فقد كفر .... اهـ". رواه أحمد والترمذى والنسائى وابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثانى، ص: ۵۸، قديمى)

"عن أم أيمن رضى الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تتركى الصلوة متعمداً، فإنه من ترك الصلوة متعمداً، فقد برئت منه ذمة الله و رسوله". (مسند الإمام أحمد: ۷/۵۷۲، (رقم الحديث: ۲۶۸۱۸)، دار إحياء التراث العربى بيروت)

"هى فرض عين على كل مكلف .... و يكفر جاحدها بدليل قطعى و تاركها عمداً مجانةً: أى تكاسلاً فاسق". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

(۲) "فسور آدمى مطلقاً ولو جنباً أو كافراً أو امرأةً .... طاهرٌ". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، فصل فى البئر: ۱/۲۲۲، سعيد)

(۳) "و رجح الكمال قول الثانى بما فى مسلم أنه عليه السلام أتِىَ برجل قتل نفسه، فلم يصل عليه". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أقول: قديقال: لادلالة فى الحديث على ذلك؛ لأنه ليس فيه سوى أنه عليه الصلوة السلام لم يصل عليه، فالظاهر أنه امتنع زجراً لغيره عن مثل هذا الفعل كما امتنع عن الصلوة على المديون، ولا يلزم من ذلك عدم صلوة أحد عليه من الصحابة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲/۲۱۱، سعيد)

دل سے نکال دیا ہے، اس کے لڑکے نے گذشتہ سال چوری کی تھی جو قرآن کے مطابق ثابت ہے، مگر یہ شخص قرآن کریم کو ناجائز الفاظ سے پکارتا ہے جس کو کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا۔ مہر دین کی زوجہ گالیاں بکتی ہے جس سے اس کے پڑوسی تنگ ہیں۔ ایسی صورت میں اگر اس کا بائیکاٹ کردیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسمی مہر دین وغیرہ کے حالات پڑھ کر بہت افسوس ہوا، تمام برادری اور بڑے لوگوں کو لازم ہے کہ اپنے علاقہ میں تعلیم وتبلیغ کا انتظام کریں تاکہ لوگ قرآن پاک اور حدیث شریف اور فقہ کو سمجھیں، اپنے ایمان وعمل کو ٹھیک کریں، اللہ پاک اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں۔

کسی کو بدعملی اور بدعقیدگی کی وجہ سے سب مل کر جب اپنے دائرہ سے خارج کردیں گے تو کیا ہوگا، اس سے عامۃً اصلاح نہیں ہوتی، بلکہ طبیعت میں ضد پیدا ہوجاتی ہے اور ضد و جہالت کی وجہ سے آدمی اکثر اوقات کھلم کھلا غیر مذہب والوں میں جاکر شامل ہوجاتا ہے اور اس کے بیوی بچہ بھی اس کے ساتھ چلے جاتے ہیں اور اس کی یہ حالت دیکھ کر دوسروں کو بھی جرأت ہوتی ہے (۱)۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ قطع تعلق کرنے کی بنا پر غیر مذہب میں جاکر شامل نہ ہوگا، بلکہ نادم ہوکر اپنی غلط حرکتوں سے توبہ کرلے گا تو عارضی طور پر اس سے قطع تعلق کرلینے کی اجازت ہے (۲) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) گمراہی اور ضلالت کے تمام ذرائع کا انسداد ضروری ہے، لیکن اگر اسی طرح کے بائیکاٹ کرنے سے اَور خطرہ بھی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز لازم ہے:

كما قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله﴾ الاية. [الأنعام: ۱۰۸]: "ما يؤدي إلى الشر شرٌّ". (روح المعاني: ۷/ ۲۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع، الخ، ص: ۴۲۷، قديمي) .... =

ناحق آبروریزی کرنے والے سے قطعِ تعلق

سوال[۸۹۸۹]: اگرکسی کے والدین کی کوئی شخص ناحق آبروریزی کرتا ہو، یاکسی کی ناحق آبروریزی کرتا ہوتو کیااولاد کویادیگر مسلمان لوگوں کوایسے شخص سے قطعِ تعلق، سلام وکلام جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر بلاوجہ شرعی کوئی شخص نالائق حرکت کرتا ہے اور قطع تعلق سے اس کی اصلاح کی توقع ہے، یااس سے فتنہ سے تحفظ ہے توقطع تعلق کردیاجائے، لقوله تعالیٰ: ﴿ولاتركنوا إلى الذين ظلموا﴾ الآية(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۶ھ۔

= قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ تحته: "قال الخطابى رحمه الله تعالىٰ: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، و لايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك. و فى حاشية السيوطى على المؤطا: قال ابن عبد البر رحمه الله تعالىٰ: .... وأجمع العلمآء على أن من خاف من مكالمة أحد و صلته ما يفسد عليه دينه، أو يدخل مضرةً فى دنياه، يجوز له مجانبته وبُعده، و رب صرم جميل خيرٌ من مخالطة تؤذيه .... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع .... الخ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، ۷۵۹، رشيديه)

(۱) (سورة الأنعام: ۶۸)

"المراد: إن إنساك الشيطان ببعض الشغل فقعدت معهم وأنت ناسٍ للنهى، فلا شىء عليك فى تلك الحال، ثم قال تعالىٰ: ﴿ فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين ﴾ يعنى بعد ما تذكر نهى الله تعالىٰ: "لا تقعد مع الظالمين". وذلك عموم فى النهى عن مجالسة سائر الظالمين، من أهل الشرك وأهل الملة، لوقوع الاسم عليهم جميعاً، و ذلك إذا كان فى تقيّة من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة .... ونظيره قوله تعالىٰ: ﴿لُعن الذين كفروا من بنى إسرائيل﴾ الآية، وقد تقدم ذكر ما روى فيه، و قوله تعالى: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأنعام، باب النهى عن مجالسة الظالمين: ۲/۳، ۳، دار الكتب العلمية بيروت)

آپس میں اندیشۂ تہمت کی بنا پر ترک تعلق

سوال[۸۹۹۰]: دنیا کے اندر یہ قاعدہ رائج ہے کہ انسان اپنے کسبِ مقاصد کے لئے غیر ممالک کا سفر کرتا ہے، مثلاً: تحصیلِ علوم و دیگر اکتسابات دنیویہ۔ ہر انسان کی عادت بھی یوں ہوتی ہے کہ ایک آدمی کی طبیعت دوسرے شخص کی طبیعت سے نہیں ملتی، بلکہ اپنی طبیعت کے موافق آدمی لے کر سفر کے اندر اپنی زندگی بسر کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ رات دن کا مشاہدہ بھی یہی ہے۔

اب آئندہ تمہید کے بعد یہ عرض ہے کہ مقدمۂ سابقہ کی بناء پر سفر میں دو آدمی ہم عمر باریش سن رسیدہ نہایت اتفاق اور اتحاد سے کام کیا کرتے ہیں، یعنی روپیہ پیسہ کی بابت ایک دوسرے کے لئے اعانت کرتا ہے اور ہر خورد و کلاں مقابلہ کے اندر ایک دوسرے کے لئے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے، مثلاً: کھانے پینے وغیرذالک۔

اب ان کے اس اتحاد و اتفاق کو دیکھ کر متعصبین حسد لے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بدنامیاں اور تہمت باندھتے ہیں، حالانکہ ان کا اتہام بالکل بے محل اور حق شناس لوگوں کی آرا کے خلاف ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متعصبین کے اتہام کی وجہ سے ان کے درمیان تفرقہ شرعاً واجب ہے یا نہیں؟ اور بالفرض اس اتہام کیوجہ سے ان کے درمیان انقطاعِ سلام وکلام کا فیصلہ کیا جاوے، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اس فیصلہ پر تعمیل ضروری ہے یا ترک تعمیل ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مسلم کا مسلم سے ترکِ موالات کرنا اور دل میں کینہ رکھ کر ترکِ سلام و کلام کرنا ناجائز ہے(۱)، ایک دوسرے کی اعانت حسبِ ضرورت وحسبِ حیثیت ضروری ہے(۲) لیکن مظنۂ تہمت سے

---

(۱) "عن أبی أیوب الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال، یلتقیان فیعرض هذا و یعرض هذا، و خیرهما الذی یبدأ بالسلام". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ینهی عنه ن التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۱/۴۲۷، قدیمی)

(۲) قال الله عزوجل: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی﴾. (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة فخر الدین الرازی رحمه الله تعالیٰ: "ولیس للناس أن یعین بعضهم بعضاً علی =

بچنا لازم ہے (۱)۔ جس کے ساتھ جس قدر اختلاط سے نفس الامر میں فتنہ اور معصیت کا اندیشہ ہو، اسی قدر اس سے اجتناب واحتیاط واجب ہے، خاص کر جب اپنے اکابر منع فرماویں۔ اور ایسی صورت میں چونکہ دل میں حسد اور عداوت نہیں، بلکہ اس مصلحتِ شرعیہ اور حکمِ اکابر کی وجہ سے اختلاط کو منع کیا ہے تو اس سے گناہ نہ ہوگا (۲)۔

اور اگر وہ محلِ تہمت نہیں بلکہ مخالفین اور حاسدین کو اپنی مخالفت اور حسد کی بنا پر ان کی ہمدردی اور معاونت کے تعلقات گراں گذرتے ہیں تو پھر ان کی رعایت سے ترکِ تعلق لازم نہیں۔ البتہ ایسی صورت میں بھی

= العدوان حتى إذا تعدى واحد منهم على الآخر تعدى ذلك الآخر عليه، لكن الواجب أن يعين بعضهم بعضاً على ما فيه البر والتقوى، فهذا هو المقصود من الآية". (التفسير الكبير للإمام الرازي، (سورة المائدة: ۲): ۱۳۱/۱۱، دارالكتب العلمية طهران)

قال العلامة محمد بن مسعود البغوي رحمه الله تعالىٰ: "﴿وتعاونوا﴾: أي ليعن بعضكم بعضاً ﴿على البر والتقوى﴾ قيل: البر متابعة الأمر، والتقوى مجانبة النهي". (تفسير البغوي المسمّى معالم التنزيل، (سورة المائدة: ۲): ۸/۲، إداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا في زاد المسير في علم التفسير، (سورة المائدة: ۲): ۵۰۹/۱، وحيدى كتب خانه قصه خوانى پشاور)

(۱) "اتقوا مواضع التهم". ذكره في الإحياء. قال العراقي في تخريجه أحاديثه: لم أجد له أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر: "من سلك مسالك الظن، أتهم". (كشف الخفاء، باب حرف الهمزة مع الباء الموحدة، (رقم الحديث: ۸۸)، ص: ۳۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"حديث "اتقوا مواضع التهم" هو معنى قول عمر: "من سلك مسالك التهم اتهم". رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر موقوفاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به". (الموضوعات الكبرى، حرف الهمزة، (رقم الحديث: ۱۵۰)، ص: ۴۹، قديمى)

(۲) "مالايتوصل إلى الفرض إلابه، فهو فرض". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، آداب الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۴۹۹/۱، سعيد)

(وكذا في تعليم المتعلم، فصل في ماهية العلم والفقه وفضله، ص: ۴، قديمى)

اگر یہ اندیشہ ہو کہ مخالفین اذیت پہنچائیں گے اور مدافعت دشوار ہوگی جو کہ مستقل فتنہ ہے تب بھی ترکِ اختلاط کرنا قرینِ مصلحت ہے(۱)۔ اس کا فیصلہ کہ ''یہ محلِ تہمت ہے یا نہیں'' کسی تجربہ کار بڑے شخص سے صورت پیش کر کے کرالیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ۵/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ۵/ ۵۷ھ۔

جو شخص ساتھ نہ دے اس سے ترکِ تعلق

سوال[۸۹۹۱]: جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد نہ کرے بلکہ تماشائی بن کر دیکھتا رہے، اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ ہم لوگوں نے عہد کیا تھا کہ جو مسلمان ہماری امداد نہ کرے اس کو برادری میں شریک نہیں کریں گے، کیوں کہ انھوں نے ہمارے اوپر کئے گئے غلط اور جھوٹے مقدمہ میں ہماری امداد نہیں کی، اس وجہ سے ہم نے قطعِ تعلق کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس دور میں ان لوگوں کی لڑکی فوت ہوگئی جس کے جنازے میں ہم شامل نہیں ہوئے، کیوں کہ ہم نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان کو شریکِ برادری نہیں کریں گے جو ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے معاملہ میں جو مفادِ عامہ کے لئے ہو سب کو ہی ساتھ دینا چاہیئے، ان آدمیوں کا الگ رہنا اور ساتھ

---

(۱) ''عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ''لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال''. (مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قدیمی)

''قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. .... قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته ما یفسدعلیه دینه أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبته و بُعده .... اھـ''. (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/ ۷۵۹، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷)، رشیدیه)

نہ دینا بہت بری بات ہے، اگر کسی ناجائز بات میں شریک نہ ہوں الگ رہیں تو ٹھیک ہے(۱)۔اگر وہ اپنی غلطی کا اقرار کرکے نادم ہوں تو ان کو برادری میں شامل کرلیا جائے (۲)۔ جولڑکی فوت ہوگئی، اس کے جنازہ میں

---

(۱) "عن النواس بن سمعان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق". (مشکوة المصابیح: ۳۲۱/۲، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، قدیمی)

"فقال علی کرم الله وجهه: إنه یهلک فیَّ محب مُطر لی یقرظنی بما لیس فی، ومبغض مفتر یحمله شنآنی علی أن بهتنی. ألا! وإنی لست بنبی ولا یوحی إلیّ، ولکنی أعمل بکتاب الله وسنة رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مااستطعت له. فما أمرتکم من طاعة الله، فحق علیکم طاعتی فیما أحبتم أو کرهتم، وما أمرتکم بمعصیة الله أنا أو غیری، فلا طاعة لأحد فی معصیة الله، وإنما الطاعة فی المعروف". (مرقاة المفاتیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۳۶۹۶): ۲۷۵/۷، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس﴾ (سورة ال عمران: ۱۳۴)

"فمدح من کظم غیظه و عفا عمن اجترم إلیه .... وکظم الغیظ والعفو مندوب إلیهما موعود بالثواب علیهما من الله تعالیٰ". (أحکام القرآن للجصاص: ۵۲/۲، قدیمی)

چونکہ کسی ناجائز کام کے ارتکاب پر ترکِ تعلق کی گنجائش تین دن یا تین دن سے زیادہ کی بھی ہے، لیکن اگر توبہ کریں تو ترکِ تعلق بھی ختم کرنے چاہیے:

"عن أبی أیوب الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لایحل لرجل أن یهجر أخاه فوق ثلث لیال، فیلتقیان، فیعرض هذا و یعرض هذا، وخیرهما الذی یبدأ بالسلام". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الهجرة : ۸۹۷/۲، قدیمی)

"قوله : "ولایحل لمسلم .... اهـ". فیه التصریح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أیام. وهذا فیمن لم یَجْن علی الدین جنایةً، فأما من جنی علیه و عصی ربه، فجاء ت الرخصة فی عقوبته بالهجران کالثلاثة المتخلفین عن غزوة تبوک، فأمر الشارع بهجرانهم، فبقوا خمسین لیلةً حتی نزلت توبتهم، الخ". (عمدة القاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی من التحاسد والتدابر، الخ : ۱۳۷/۲۲، مطبعه منیریه بیروت)

قال الملا علی القاری تحت هذا الحدیث : "قال الخطابی: رخّص للمسلم أن یغضب علی =

شریک نہ ہونا بھی غلطی ہے، آئندہ ایسا نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۹/ ۸۸ھ۔

داماد اور ساس کو برادری نے غلط تعلق کی وجہ سے خارج کر دیا

سوال [۸۹۹۲]: عرصہ دراز ہوا زید کی شادی نابالغہ لڑکی سے ہوئی تھی۔ زید کی ساس بیوہ تھی، اس

= أخيه ثلاث ليالٍ لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فيجوز فوق ذلک .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتيح للملا علی القاری، كتاب الآداب، باب ماينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث : ۵۰۲۷): ۸/ ۷۵۸، رشيديه)

(۱) اس لئے کہ نماز جنازہ پڑھنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، جنہوں نے نہیں پڑھی وہ ثواب سے محروم ہوئے، نیز انہوں نے ایک مسلمان کی حق تلفی بھی کی:

"عن البراء بن عازب رضی الله تعالیٰ عنه قال: أمرنا النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز، وعيادة المريض، وإجابة الداعی، ونصر المظلوم، و إبراء القسم، ورد السلام، و تشميت العاطس". الحديث. (صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز : ۱/ ۱۶۶، قديمی)

"قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "حق المسلم علی المسلم ستٌ .... وإذا مات فأتبعه". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۱/ ۱۳۳، كتاب الجنائز، الفصل الأول، قديمی)

"هذا هو حكم فرض الكفاية، فإنه يكون فرضاً علی كل واحد واحد، لكن بحيث إن أدی بعضٌ منهم سقط عن الباقين، وإن لم يؤد واحدٌ منهم يأثم الجميع بترک الفرض. وإن أدی الكل وجدوا ثواب الفرض، و تحقيقه فی كتب الأصول". (عمدة الرعاية علی هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، (رقم الحاشية : ۱۶): ۱/ ۲۰۶، سعيد)

"والإجماع منعقدٌ علی فرضيتها أيضاً، إلا أنها فرض كفايةٍ، إذا قام به البعض يسقط عن الباقين، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل : والكلام فی صلاة الجنازة، الخ : ۲/ ۳۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

کے خاندان میں اس کا پُرسان حال کوئی نہیں تھا، اس وجہ سے بیوہ بھی زید کی رفاقت میں تھی۔ ساتھ رہتے رہتے زید سے ساس کے ساتھ ناجائز تعلق ہوگیا، پھر معلوم ہوا کہ زید کی ساس کا حمل ہے، یہ چیز بھی ظاہر ہوگئی۔ اس بناء پر زید کے برادریوں نے اور گاؤں ومحلّہ کے غیر برادریوں نے زید کو چھوڑ دیا اور زید نے اس دوران اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دی۔ تقریباً بیس سال ہوئے زید کے نطفہ سے ساس کے بطن سے دولڑکی اور ایک لڑکا بھی موجود ہے۔

ہر حال میں زید نے برادری کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی کہ برادری مجھے بھی اپنے ساتھ لے لے۔ اور برادری والوں نے کہا کہ تم اپنی ساس کو اپنے سے علیحدہ کرلو تو برادری اپنے ساتھ لے لے گی۔ زید نے کہا کہ اس طرح ہمارا کام نہیں چل سکتا، ہمیں کھانا وغیرہ کون کھلائے گا، برادری والوں کو اگر ہماری بات کا یقین ہوجائے تو میں برادری کے سامنے حلف دے کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آج سے ہم اس کو ماں کی طرح سمجھیں گے اور یہ ہم کو بیٹے کی طرح سمجھے گی، ہمارا خلط ملط اس طرح سے رہے گا۔ برادری والوں نے اس بات کو منظور کرلیا۔

زانی اور زانیہ سے حلف لے کر ماں بیٹا بنا کر خلط ملط اپنے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، غرض کہ اس کی پوری رفاقت پسند کر کے زید کو اپنے ساتھ لے لیا، لیکن محلّہ کی غیر برادری نے اس فیصلہ کو نہیں مانا اور کہا کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔

سوال یہ ہے کہ زید کی برادری نے جو فیصلہ کیا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا توبہ کر کے پھر زانیہ اور زانی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں؟ آپ سے استدعا ہے کہ جواب صاف صاف لکھیں تا کہ عام لوگ پڑھ سکیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان دونوں کا ساتھ مل جل کر رہنا ہرگز جائز نہیں۔ محض زبانی یہ کہہ دینا کہ میں اس کو ماں کی طرح سمجھوں گا، اور یہ مجھ کو بیٹے کی طرح سمجھے گی، کافی نہیں۔ نفس وشیطان دونوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، وہ پھر ان کو مکاری پر آمادہ اور مجبور کردیں گے، جیسا کہ اب تک کرتے رہے (۱)۔ ماں کہنے کے ساتھ وہ شرعی ماں نہیں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الشيطن لكم عدو، فاتخذوه عدواً، إنما يدعوا حزبه ليكونوا من أصحاب السعير﴾ (سورة الفاطر: ٦)

ہوگی جس سے انسان کوطبعی حیا ہوتی ہے، بلکہ وہ ساس ہی ہے اوراس کے ساتھ تعلق ناجائز ہے، اس لئے ان دونوں کوآپس میں ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی (۱)۔کھانا پکانے کا عذر شرعاً معتبر نہیں، اس کی وجہ سے حرام کوحلال نہیں کیا جاسکتا۔دوسرا نکاح کرے، یاکوئی دوسرا انتظام کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۱ھ۔

تعزیہ بنانے والوں سے ترکِ تعلق

سوال[۸۹۹۳]: ۱......ایسے لوگ جومسجد میں تعزیہ بناکر رکھتے ہیں اور جماعت کے وقت شوروغل مچاتے ہیں، اور مسجد کی بجلی خرچ کرتے ہیں ایسے لوگوں سے سب لوگوں کوقطع تعلق کرنا چاہیے یانہیں؟

۲...... یہاں کے مولوی اور مسلمان ان لوگوں کومنع نہیں کرتے، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ان ناجائز امور میں شرکت تو یقیناً ناجائز ہے۔اگر نافع ہوتو ترک تعلقات کردیا جائے، اگر یہ توقع نہ ہوکہ ترک تعلق سے ان لوگوں کی اصلاح ہوجائے گی اور وہ توبہ کریں گے، یا ان سے اختلاط تعلق سے دوسروں پرعملی اخلاقی اعتقادی برااثر پڑے گا تو ضرور ترک تعلق کردیا جائے (۲)۔اگر یہ توقع ہوکہ ترک تعلق سے ان کی حالت اور خراب ہوجائے گی، اور تعلق کے ذریعہ ان کی اصلاح کی امید ہوتو پھر ترک تعلق نہ کیا جائے، بلکہ مناسب طریق سے ان کوسمجھا کر اصلاح کی جائے۔

۲......حسبِ حیثیت وموقع اصلاح وتنبیہ ضروری ہے اگر قدرت ہواور نافع ہونے کی توقع ہوتو وعظ ونصیحت سختی یا نرمی سے جیسا کہ مناسب ہو، ضروری ہے۔اگر قدرت نہ ہو یا نافع نہ ہو بلکہ اور زیادہ فتنہ فساد کا

---

(۱) "یجب علی القاضی التفریق بینهم". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد: ۲۴۸/۳)

(۲) (راجع، ص: ۵۱۷، رقم الحاشیة: ۲)

اندیشہ ہوتو پھراس کی رعایت ضروری ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۵۲/۲/۲۹ھ۔

دینی مضرت کے اندیشہ سے ترکِ گفتگو

سوال[۸۹۹۴]: کسی شخص سے مصلحتِ دینی کی وجہ سے ترکِ کلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر گفتگو کرنے میں دینی مضرت ہوتو ترکِ گفتگو درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبی سعید الخدریؓ رضی الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من رآی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "وشرطهما (أی الأمر والنهی) أن لایؤدی إلی الفتنة کما علم من الحدیث وأن یظنّ قبوله، فإن ظنّ أنه لایقبل، فیستحسن إظهار شعار الإسلام". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشیدیه)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: ثم نصیحة العامة بإرشادهم إلی مصالحهم الدینیة والدنیویة، وکف الأذی عنهم، وتعلیمهم ماینفعهم فی دینهم ودنیاهم، وإعانتهم علیه قولاً وفعلاً، وستر عوراتهم، وسد خلاتهم، ودفع المضار عنهم، وجلب المنافع لهم، وأمرهم بالمعروف ونهیهم عن المنکر برفق، وتوقیر کبیرهم، ورحم صغیرهم، وتخوّلهم بالموعظة الحسنة، وترک غیبتهم وحسدهم، والذب عن أموالهم، وأعراضهم، وغیر ذلک من أحوالهم، مجمله أن یحب لهم مایحب لنفسه من الخیر، ویکره لهم مایکره لنفسه من الشر". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۹۶۶): ۸/۷۰۲، رشیدیه)

(۲) "عن أبی أیوب الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من =

رنجش کی وجہ سے ترکِ کلام کی حد

سوال[۸۹۹۵] : یہ جو مشہور ہے کہ اگر مسلمان آپس میں تین روز تک کلام نہ کریں اور اسی میں مرجاوے تو وہ دوزخی ہے۔ یہ مسئلہ خاوند بیوی کے ساتھ خاص ہے یا عام؟ اور نہ بولنا اپنی ذاتی وجہ سے یا کسی اَور وجہ سے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر کسی شخص سے کلام ترک کردیا جاوے اس وجہ سے کہ اس کی دینی حالت خراب ہے، یا اس سے اس کی اصلاح ہوجائے گی، یا اس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو یہ شرعاً مذموم نہیں:

"أفضل الأعمال الحب فی الله والبغض فی الله". جمع الفوائد: ۱۴۸/۲ (۱)۔

البتہ اگر ذاتی اور دنیوی امور کی وجہ سے کلام کو ترک کردیا جاوے (۲) اور تین روز سے زیادہ گذر

= التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمی)

"قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فی حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلک. .... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسدعليه دينه أو يدخل مضرةً فی دنياه، يجوز له مجانبته و بُعده .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۷۵۹/۸، (رقم الحديث: ۵۰۲۷)، رشيديه)

(۱) (جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد، التوادد وكتمان السر وصلاح ذات البين والاحترام وحسن الخلق والحياء وغيرها من الأدب، (رقم الحديث: ۷۸۲۶): ۳۵۹/۳، إدارة القرآن كراچی)

قال محمد بن اسماعيل البخاری فی أول كتاب الإيمان: "والحب فی الله والبغض فی الله من الإيمان". (صحيح البخاری، كتاب الإيمان: ۶/۱، قديمی)

"إن أحب الأعمال إلى الله عزوجل الحب فی الله والبغض فی الله". (مسند الإمام أحمد: ۱۴۶/۵، ۱۷۹/۶، (رقم الحديث: ۲۰۷۹۶)، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۲) اگر دنیاوی مضرت کا قوی اندیشہ ہو تو بھی ترکِ تعلق درست ہے: .... =

جاویں اور کوئی دینی منفعت بھی پیشِ نظر نہ ہو، بلکہ محض نفسانی ہو تو شرعاً مذموم اور منہی عنہ ہے اور یہ حکم سب کو عام ہے:

"لایحل لمؤمن أن یهجر مؤمناً فوق ثلاث، فإن مرّت به ثلاث، فلیلقه ولیسلم علیه، فإن ردّ علیه اشترکا فی الأجر، وإن لم یرد علیه فقد باء بالإثم". وفی روایة: "فمن هجر فوق ثلاث، فمات، دخل النار". أبو الخراش السلمی". جمع الفوائد: ۲/۱۶۰ (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ/۵۲ھ۔

اغوا کرنے کی سزا برادری سے ترک تعلق

سوال [۸۹۹۶]: شکر اللہ کی بیوی کو ممتاز علی درزی نے بھگالیا، کچھ دن بعد ادھر ادھر بھاگا پھرا، جب یہ لوگ گھر واپس آئے تو شکر اللہ نے زوجہ کو طلاق دیدی۔ عدت کے بعد ممتاز علی نے اس عورت سے اپنا نکاح پڑھوالیا، اب جولاہے کے چودھری نے گاؤں کے تمام مسلمانوں کو منع کر دیا کہ تمام درزیوں سے کوئی بات چیت نہ کرے، سلام دعاء تک بند کرادی۔ صحیح راستہ پر کون ہے اور میں کس کے ساتھ رہوں؟

= قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، و لایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. ....قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته ما یفسد علیه دینه أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبُعده .... اهـ". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع .... اهـ، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۹، رشیدیه)

(۱) (جمع الفوائد، الحسد والظن والهجران وتتبع العورة، (رقم الحدیث: ۸۰۶۳): ۴/۳۹۵، إدارة القرآن کراچی)

(ومشکوة المصابیح، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثانی، ص: ۴۲۸، قدیمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

دوسرے کی عورت کو بھگا لے جانا اور عورت کو غیر مرد کے ساتھ بھاگ جانا عقلاً وعرفاً سخت معیوب اور شرعاً سخت گناہ اور معصیت ہے (۱)۔ شکر اللہ نے اس کو طلاق دے دی اچھا کیا، بعد عدت ممتاز علی درزی نے اس سے نکاح کرلیا تو وہ جائز ہوگی (۲)۔ اب جولاہوں کے چودہری کا حکم کہ ''درزی لوگوں سے کوئی بات چیت نہ کرے'' غلط ہے، تمام درزیوں کی کیا خطا ہے، جس نے ناجائز کام کیا اس کی خطا تھی، اس سے تعلقات ترک کرنے کا حکم نہیں دیا، جب اس نے شریعت کے موافق نکاح پڑھالیا تب حکم دیا، وہ بھی سب سے ترکِ تعلقات، اس لئے یہ حکم غلط ہے (۳) چودھری کو چاہیئے کہ اپنا یہ حکم واپس لے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) کسی کی عورت کو بھگالے جانا دوسرے کی عزت پر ڈاکہ ڈالنا ہے، اور کسی کی عزت پر حملہ کرنا گناہ کبیرہ ہے:

''و نظر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما یوماً إلی البیت أو إلی الکعبة، فقال: ما أعظمک وأعظم حرمتک، والمؤمن أعظم حرمةً عند اللہ منک''. (جامع الترمذی: ۲۳/۲، أبواب البر والصلة، باب ماجاء فی تعظیم المؤمن، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و لا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله﴾. (سورة البقرة: ۲۳۵)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

''عدة الحرة المدخولة التی تحیض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء: أی حیض، قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾''. (مجمع الأنهر: ۱/۴۶۴، کتاب الطلاق، باب العدة، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) ''عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ''لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال، یلتقیان فیعرض هذا، ویعرض هذا و خیرهما الذی یبدأ بالسلام''. متفق علیه''. (مشکوة المصابیح، ص: ۴۲۷، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشیدیه)

(۴) عوام پر لازم ہے کہ وہ ایسے حکم کی مخالفت کریں، لقوله علیه السلام: ''لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق''. (مشکوة المصابیح: ۲/۳۲۱، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، قدیمی)

غلط محفل کرنے والوں کا بائیکاٹ

سوال[۸۹۹۷] : چند حضرات جن کا شمار علاقہ کے شرفاء ورؤسا میں ہوتا ہے اور قوم کے نمائندے گنے جاتے ہیں، یہاں پر جتنی شرعی وغیر شرعی پنچائتیں ہوتی ہیں ان میں ان حضرات کو ضرور مدعو کیا جاتا ہے اور فیصلہ ان ہی کے دوش پر رکھا جاتا ہے (۱)، غرضیکہ ہر معاملہ میں یہ مدعو ہو کر پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کے گھر کے دروازے پر ایک مسجد ہے جس میں پنجگانہ نماز واذان ہوتی ہے۔

امسال بماہ مئی/ ۰۷ء میں انھیں شرکاء حضرات میں سے ایک صاحب محمد عرفان خان ابن مولیٰ خان ہیں، انھوں نے ایک شادی کے موقعہ پر اپنے دروازے پر مسلسل دوشب چمار کا ناچ جس کو ''نوٹنکی'' کہتے ہیں (۲) کرایا، جس میں تمام حضرات شائقین وسامعین ناچ اوران کے گھر کی عورتوں نے برقعہ اوڑھ کر شرکت کی۔ یہ ناچ دودن ہوا جس میں تمام لغویات وفواحشات کی باتیں ہوتی رہیں اور مسجد میں اذان ونماز بھی پڑھنے والے پڑھتے رہے۔

اب ہم لوگ اس کے خلافِ شرع حرکت پر ان لوگوں سے ترکِ برادری کرنا چاہتے ہیں، مگر عوام کہتے ہیں کہ جو دیوبند کا افتاء کہے وہ کریں گے۔ آپ فرمائیں کہ ان لوگوں سے ترک برادری کرنا درست ہے یا نہیں؟ اوران کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اوران کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے ربط ضبط رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ سخت گناہ کا کام کیا گیا (۳)، اس سے علی الاعلان توبہ لازم ہے، اپنے قصور کا اقرار کرکے ندامت

---

(۱) ''دوش: کندھا، شانہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۵۲، فیروز سنز لاهور)

(۲) ''نوٹنکی: ایک قسم کا ناچ، ڈرامہ، ناٹک'' (فیروز اللغات، ص: ۱۳۸۴، فیروز سنز لاهور)

(۳) "ويحرم اللعب بالنرد أو الشطرنج .... والأربعة عشر وهو لعب يستعمل اليهود وكل لهو، لقوله عليه الصلوة والسلام: "كل لعب ابن آدم حرام". الحديث. وفى البزازية: استماع صوت الملاهى معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر: أى بالنعمة". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات: ۲۲۲/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

کے ساتھ استغفار کریں، آئندہ پوری احتیاط رکھیں (۱)، اگر وہ لوگ غلطی اور قصور کا اقرار کرکے توبہ نہ کریں اور ایسی حرکت سے باز نہ آئیں تو ان سے ترکِ تعلق کردینا درست ہے، جبکہ اس طرح اصلاح کی توقع ہو: ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾ (۲)۔

تنبیہ: شرعی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے مجرم کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غلط کام کرنے والے سے بھی میل ملاپ رکھنا

سوال [۸۹۹۸]: بعض آدمی لنگی کے اوپر اور بعض ازار کے اوپر والے دامن کا کرتہ چوتڑ ڈھانک پہننا اور کہنیاں تک ہی کی آستین رکھوانا، داڑھی گلے کے نیچے کی صاف کرانا اور رخسار کے اوپر سے صاف کرانا اور ہمیشہ مشت بھر سے کم ہی رکھنا۔ بعدہ حوض میں وضو کرنے کا طریقہ، ایک ایک اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا، بھنوں کا حصہ نہ دینا، لال رنگ کی ترکی ٹوپی پہننا اور لمبے پاؤں پھیلا کر مسجد کے ستون کا سہارا لیکر وہی ترکی کیپ نیچے رکھ کر آرام کرنا، قرآن پڑھتے وقت ایک ایک آیت پر ناک کی رینٹ ایک رومال میں پونچھتے جانا، لیکن مسجد کے باہر صاف کرنے نہ جانا۔

ان عاداتِ قبیحہ کے علاوہ تراویح قرآن شریف کی ارادۃً ترک کرنا، نہ "ألم تر" کی مسجد میں پڑھنے جانا، بغیر عنوان کے بشکلِ وعظ کہتا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ کے علاوہ قنوتِ نازلہ کو منسوخ کہتا ہے۔ انہیں بار بار کہا جاتا ہے، لیکن اینٹھتا رہتا ہے (۳)۔ تو ایسے شخص سے میل ملاپ، سلام کلام کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "عن محمد بن مطرف قال: قال الله تعالىٰ: (ويح ابن آدم! يذنب الذنب فيستغفرني فأغفر له، ثم يعود فيستغفرني فأغفر له، ويحه! لا هو يترك ذنبه و لا هو ييأس من رحمتي .... اهـ".

قال الفقيه رحمه الله تعالىٰ: "في هذا الخبر دليل على أن العبد إذا تاب، قَبِل الله توبته، فلا ينبغي للعبد أن ييأس من رحمة الله تعالىٰ .... فينبغي للعاقل أن يتوب إلى الله في كل وقت، و لا يكون مصرّاً على الذنب". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۳، باب التوبة، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) (سورة الأنعام: ۶۸)

(۳) "اینٹھنا: اینٹھ، غرور، اکڑ، تکبر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۵۲، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

میل ملاپ کر کے نرمی وشفقت کے ساتھ اصلاح کرتے ہی رہنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

بائیکاٹ کا عہد کئے ہوئے کے گھر کا کھانا پینا

سوال[۸۹۹۹] : زید کی خواہش تھی کہ اس کی بستی میں بڑے جرم کرنے والے مثلاً: کسی کی بیوی اغوا کرنے والے اور منکوحہ کا بلا مفارقت نکاح کر دینے والوں کا بائیکاٹ کر دے، اتفاق سے ایک ایسا موقع آ گیا جس کی وجہ سے پوری آبادی بائیکاٹ کرنے پر آمادہ ہوگئی اور گاؤں والوں نے غیر بیوی کو اپنی بیوی بنانے والے شخص عبدالاحد کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا، لیکن عبدالاحد کے تعلقات غیر مسلموں سے تھے، اس لئے غیر مسلموں نے عبدالاحد کی طرف داری کی اور طرف داری کے واسطے بکر بھی تیار ہوگیا۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ ﴿کنتم خیر أمّة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر﴾. (سورة آل عمران: ۱۱۰)

"عن تمیم الداری رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "الدین النصیحة". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الرحمة والشفقة علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۳، قدیمی)

"والحاصل أنها إرادة الخیر للنصوح له .... نصیحة العامة بإرشادهم إلی مصالحهم الدینیة والدنیویة، وکف الأذی عنهم، وتعلیمهم ماینفعهم فی دینهم ودنیاهم، وإعانتهم علیه قولاً وفعلاً، وستر عوراتهم، وسد خلاتهم، ودفع المضار عنهم، وجلب المنافع لهم، وأمرهم بالمعروف ونهیهم عن المنکر برفق، وتوقیر کبیرهم ورحم صغیرهم، وتخوّلهم بالموعظة الحسنة، وترک غیبتهم وحسدهم، والذب عن أموالهم وأعراضهم، وغیرذلک من أحوالهم، ومجمله أن یحب لهم مایحب لنفسه من الخیر، ویکره لهم مایکره لنفسه من الشر". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۹۶۶): ۸/۷۰۰-۷۰۲، رشیدیه)

آخر کار بکر کا بھی بائیکاٹ کر دیا گیا، لیکن بعد میں کچھ پڑھے لکھے لوگ ان کے یہاں کھانے پینے لگے، اب یہ سب سے معدوم ہوگیا۔ اس لئے شریعت جنھوں نے ان کی امداد کی ہے، کیا ان کو مجرم گردانتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی بستی کی اصلاح کی تدبیر کرنا تو بہت بہتر ہے، لیکن عامۃً دیکھا یہی جاتا ہے کہ بائیکاٹ کی تدبیر کامیاب نہیں ہوتی ہے، کیونکہ آپس میں اتفاق نہیں ہے، آہستہ آہستہ آدمی اس کے ساتھ ملتے جلتے ہیں جس کا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ اور مجرم پر اس کا اچھا اثر نہیں ہوتا، بلکہ فساد اور بغض کی آگ بھڑک جاتی ہے اور سخت خلفشار پیدا ہو جاتا ہے۔ فتویٰ حاصل کرنے والے حضرات فتویٰ لئے پھرتے ہیں، مگر جب دلوں میں شریعت کا احترام ہی نہیں، حلال وحرام کی تمیز ہی نہیں تو پھر فتوی ہی کا کیا اثر ہوگا، خدا کا ڈر ہو تو فتویٰ کا بھی اثر ہو(۱)۔

اگر شفقت اور نرمی سے اصلاح کی جاوے، دینی کتاب سنانے کا اہتمام کیا جائے، نماز کیلئے سب کو بلا کر مسجد کو آباد کیا جائے، اہل قلب بزرگوں کی صحبت ونسبت حاصل کرنے کی ترغیب دی جاوے، اہل باطن علماء کا وعظ کرایا جائے تو انشاء اللہ نفع زیادہ ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۰ھ۔

سالی سے مذاق کرنے والے سے ترکِ تعلق

سوال[۹۰۰۰]: زید وعمر مثلاً آپس میں ہم زلف ہیں، اور زید مذکور اپنی سالی کے ساتھ ناشائستہ

---

(۱) البتہ اصلاح کی امید ہو تو بائیکاٹ کرنا درست ہے، کما تقدم تحت عنوان: "جو شخص ساتھ نہ دے، اس سے ترکِ تعلق"، فلیراجع، ص: ۵۲۷، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) "عن عطاء بن یزید عن تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "الدین النصیحة".

قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وأما نصیحة المسلمین و ھم من عدا وُلاة الأمر، فإرشادھم لمصالحھم فی آخرتھم ودنیاھم وکف الأذی عنھم، فیعلمھم ما یجھلونه من دینھم ودنیاھم، ویعینھم علیه بالقول والفعل .... وأمرھم بالمعروف ونھیھم عن المنکر برفق وإخلاص والشفقة علیھم".

(شرح الصحیح لمسلم للنووی: ۵۴/۱، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة، قدیمی)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۹۶۶): ۷۰۲/۸، رشیدیه)

مذاق کرتا ہے اور دواعی جماع کا ظاہر ارتکاب کرتا ہے۔ اسی بناء پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کر دیا۔ لہذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کر دینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، یا ظالم اور مظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ خلافِ شرع اور ناجائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے، تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے (۱)۔ اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کیلئے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے (۲)۔ ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ زید البتہ خطاوار ہے اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے، ورنہ وہ منصبِ امامت سے علیحدہ کرنے کے قابل ہوگا (۳)۔ جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے، ان سے

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالٰتکم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ (سورة النساء: ۲۳)

"قال علیه السلام: المرأة عورة مستورة". (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس: ۳۹/۷، دارلکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک............ قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصِلَته ما یفسد علیه دینه أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبُعده .... اهـ". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع .... اهـ، الفصل الأول: ۷۵۹/۸، رشیدیه)

(۳) "(ینزع) وجوباً -بزازیة- (لو) الواقف فغیره بالأولیٰ (غیر مأمون) أو عاجزاً أو ظهر به الفسق". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ "قال فی الإسعاف: لایولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه". (ردالمحتار، کتاب الوقف: ۳۸۰/۴، سعید)

ودلالته علی عزل المتولی إذ رآی منه الشر ظاهرة، والشر الخیانة وکل ماینافی العدالة مما =

پردہ کرنا لازم ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۰/۲۱ھ۔

مرتکبِ کبائر اعزّ اء سے ترکِ تعلق

سوال[۹۰۰۱]: اعزاء واقرباء میں جولوگ علی الاعلان کبائر میں مبتلا ہوں تو ان لوگوں سے ترک تعلق ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ اعزاء غیر محرم ہوں تو کیا حکم ہے؟ کیونکہ وہ تو غیر کے حکم میں ہیں اور اگر وہی مبتلائے کبائر، اہلِ دین کا مذاق اڑاتے ہوں، یا بیوقوف وذلیل سمجھتے ہوں، یا وہ خود اہل دین سے اجتناب رکھتے ہوں محض دیندار ہونے کی وجہ سے تو اہل دین کو کیا کرنا چاہیئے؟

احقر: محمد یونس تلی تال، نینی تال (یوپی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حسنِ اخلاق ومروت سے وہ متأثر ہوکر کبائر کو ترک کردیں، یا ان کو فہمائش کا موقع ملے جس سے نفع کی امید ہو تو ان سے تعلق رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے (۲)۔ اگر ترکِ تعلق سے اصلاح کی توقع ہو، یا تعلق کی وجہ سے خود مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تعلق ترک کردیا جائے (۳) دعاء بہرحال کرتے رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۷/۲۰ھ۔

= يفضي إلى الفسق". (إعلاء السنن: ۱۸۴/۱۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها النبی قل لأزواجک وبنٰتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن، ذلک أدنیٰ أن يعرفن، فلا يؤذين﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۲) "عن تميم الداری رضی الله تعالىٰ عنه أن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدين النصيحة".

قال النووی رحمه الله تعالىٰ: "وأما نصيحة المسلمين وهم مَن عدا وُلاة الأمر، فإرشادهم لمصالحهم فی آخرتهم ودنياهم، وكف الأذى عنهم، فيعلّمهم ما يجهلونه من دينهم و دنياهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل .... وأمرهم بالمعروف، ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص، والشفقة عليهم".

(شرح النووی علی صحيح مسلم: ۵۴/۱، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، قديمی)

(۳) "عن أبی أيوب الأنصاری رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم: =

خسر اور بہو کا ناجائز تعلق کی وجہ سے ترکِ تعلق

سوال[۹۰۰۲] : ایک مسلمان دھوبی کا لڑکا مر گیا۔ اس کی بہو وہیں رہنے لگی اور خسر کی خدمت کرنے لگی۔ پھر خسر اور بہو کا ناجائز تعلق ہوگیا جس سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ اس پر محلّہ والوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ اب یہ معافی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی، اب ان بچوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ بچے مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان بچوں کو اسلام برادری میں لیا جائے گا یا نہیں؟ اب ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حرکت نہایت بے غیرتی اور حرام کاری ہے۔ صدقِ دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں (۱) اور ان دونوں مرد وعورت کو جدا جدا کر دیا جائے کوئی تعلق باقی نہ رہے (۲) ان بچوں کو مسلمان ہی

= "لایحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال". الحدیث. (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الخ، الفصل الأول، ص:۴۲۷، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحته: "قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، و لایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. و فی حاشیة السیوطی علی المؤطا: قال ابن عبد البر رحمه الله تعالیٰ: .... وأجمع العلمآء علی أن من خاف من مکالمة أحد و صلته ما یفسد علیه دینه، أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبُعده، و رب صرم جمیل خیرٌ من مخالطة تؤذیه .... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع .... الخ، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، ۷۵۹، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وهو الذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوا عن السیئات﴾ (سورة شوری: ۲۵)

(۲) "یجب علی القاضی التفریق بینهما". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد: ۳۳۰/۱، رشیدیه)

قرار دیا جائے گا، ان کی پرورش لازم ہے ان سے قطع تعلق نہ کیا جائے (۱) اور وہ دونوں توبہ کرکے الگ الگ ہوجائیں اور حرامکاری چھوڑ دیں تو ان سے بھی جو قطعِ تعلق اصلاح کے لئے کیا تھا اس کو ختم کردیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۸۷ھ۔

زنا سے حاملہ سے نکاح نہ کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا

سوال[۹۰۰۳]: جب بکر نے ایامِ حمل میں نکاح کرنے سے انکار کیا تو مسجد میں کمیٹی نے بکر کے گھر والوں کو تنبیہ کردی کہ وہ تمام جماعت سے خارج کردیئے جائیں گے۔ ارشاد فرمائیں کہ اسلام کے اندر ایسے طرزِ عمل کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمیٹی کو اس کا حق نہیں تھا، یہ ظلم ہے، ظالم کا ساتھ دینا بھی ظلم ہے، کذا فی الدر المختار (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۱۲/ ۸۸ھ۔

= (وكذا في محيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد: ۲۴۸/۳)

(۱) اس لئے کہ بچوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، اهـ". "قال الخطابي رحمه الله تعالىٰ: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشيديه)

(۳) لم أجد فيه إلا قوله: "دفع النائبة عن نفسه أولىٰ إذا تحمل حصته باقيهم، وتصح الكفالة بها ويؤجر من قام بتوزيعها بالعدل، وإن كان الأخذ باطلاً، وهذا يعرف، ولايعرف كفا لمادة الظلم". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "إن فيه إشكالاً؛ لأن إعطاء ه إعانة للظالم على =

کسی عورت کا کسی نامحرم کے ساتھ بھاگ جانے کے بعد شوہر کے پاس آکر رہنے کا حکم

سوال[۹۰۰۴]: زید کی لڑکی غیرمحرم کے ساتھ زر، زیور لے کر بھاگ گئی، کئی روز کے بعد پتہ چلا۔ اب زید اس کو اگر گھر رکھتا ہے تو بڑی بدنامی ہوتی ہے، تمام برادری لعن طعن کرتی ہے، سسرال والے بھی لڑکی کو لے جانا نہیں چاہتے۔ زید بہت پریشان ہے۔ لڑکی کو قتل کردے، یا زہر دے کر ماردے؟ اگر شوہر لڑکی کو لے جانا چاہے تو بھیج دیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زہر دینے اور مارنے کی اجازت نہیں (۱)، شوہر لے جائے تو ضرور فوراً بھیج دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۵ھ۔

دو پارٹیوں میں صلح

سوال[۹۰۰۵]: ایک گاؤں میں دو مسلکوں کا جھگڑا ہے: ایک طلاق کا دوسرا سود کا ہے۔ ان دونوں مسلکوں کی وجہ سے دو پارٹی بنی ہوئی ہیں جس کو چھ سات سال ہو رہے ہیں۔ بہت مرتبہ آپس میں صلح کرانے کی کوشش ہوئی اور بہت سے علماء نے بھی کوشش کی، مگر فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کی بات نہیں مانتی ہے، ہر پارٹی دوسری پارٹی کی بُرائی کرتی ہے اور فیصلے کے درمیان لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے آج تک

= ظلمه، فإن أكثر النوائب في زماننا بطريق الظلم، فمن تمكن من دفع الظلم عن نفسه، فذلک خير له .... الخ". (ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب العاشر، مطلب: هل يجب العشر على المزارعين في الأراضي السلطانية: ۲/۳۳۶، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۳)

"يقول الله تعالىٰ: ناهياً عن قتل النفس بغير حق شرعي كما ثبت في الصحيحين أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يحل دم امرىء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله و أن محمداً رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس، والزاني المحصن، والتارک لدينه المفارق للجماعة". (تفسير ابن كثير، سورة بني إسرائيل: ۳/۳۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وصحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله: ﴿إن النفس بالنفس﴾: ۲/۱۰۱۶، قديمي)

یہ فیصلہ نہیں ہوسکا اور آئندہ کے لئے بھی صلح مشکل نظر آتی ہے، کیونکہ کوئی کسی کی بات نہیں مانتا اور نہ تو کوئی کسی عالم کی بات مانتا ہے۔

کیا طلاق اور سود کی بات کو مدنظر رکھ کر اگر صلح کی بات کی جائے تو ملایا جاسکتا ہے؟ شریعت کی رو سے کیا حکم ہے اور اس طرح صلح کرانے کا کیا مسئلہ ہے، یعنی بغیر ان دونوں باتوں کو چھیڑے ہوئے ان لوگوں کو ملایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ مرض بہت عام ہے، بڑی کثرت سے لوگ اس میں گرفتار ہیں اور کسی صورت سے نجات نہیں پاتے۔ اگر بغیر ان دو مسئلوں پر بحث کئے ہوئے بھی صلح ہوسکتی ہے تب بھی صلح کرادی جائے، مثلاً: ایک پارٹی کہتی ہے کہ سود لینا جائز ہے، دوسری کہتی ہے کہ ناجائز ہے۔ اور کوئی پارٹی اپنے خلاف بات سننے اور ماننے کو آمادہ نہیں، ہر ایک اپنی اپنی بات پر پختہ ہے، تب بھی بغیر اس کا تصفیہ کئے ہوئے صلح کرادی جائے۔ اسی طرح ایک پارٹی کہتی ہے کہ فلاں لفظ سے طلاق ہوجاتی ہے، دوسری پارٹی کہتی ہے کہ نہیں ہوتی تب بھی صلح کرادی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) صلح ہر حال میں بہتر ہے: قال اللہ تعالیٰ: ﴿والصلح خير﴾ (سورة النساء: ۱۲۸)

قال الله تعالىٰ: ﴿وإن طآئفتٰن من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما .... فإن فآءت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين. إنما المؤمنون إخوة فأصلحوا بين أخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون﴾ (سورة الحجرات: ۹، ۱۰)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: "﴿والصلح خير﴾: أي من الفرقة وسوء العشرة، أو من الخصومة، فاللام للعهد، وإثبات الخيرية للمفضل عليه على سبيل الفرض، والتقدير: أي إن يكن فيه خير فهذا أخير منه، وإلا فلا خيرية فيما ذكر، ويجوز أن لا يراد بخير التفضيل بل يراد به المصدر أو الصفة: أي أنه خير من الخيور". (روح المعاني، (سورة النساء: ۱۲۸): ۱۶۳/۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"نخلع ونترك من يفجرك" پرعمل کی صورت

سوال[۹۰۰۶]: موجودہ دور میں "نخلع ونترك من يفجرك" پر کس طرح عمل پیرا ہو سکتے ہیں، رہبانیت کے علاوہ اَور صورت بھی ہوسکتی ہے؟ مگر اسلام رہبانیت کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

الجواب حامداًومصلياً:

فجور پرحسبِ استطاعت نکیر کرنے سے اس پرعمل ہو جائے گا، جیسے کہ اگر بچہ نجاست میں ملوث ہوتو اس کی وجہ سے بچے کونہیں چھوڑا جاتا، نہ اپنے کواس کی وجہ سے نجاست میں ملوث کیا جاتا ہے بلکہ حسنِ تدبیر سے اس کی نجاست سے بچتے ہوئے اس کو بھی نجاست سے پاک کیا جاتا ہے، یہی تقاضائے شفقت ورحمت ہے اور یہی تقاضائے طہارت ونظافت ہے اور یہی تقاضائے عبودیت وطاعت ہے اور یہی تقاضائے اتباعِ سنت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔



---

(۱) "وإن علـم أنه لا يتعظ ولا ينزجر بالقول ولا بالفعل ولو بإعلام سلطان أو زوج أو والد له قدرة على المـنع، لا يلزمه، ولا يأثم بتركه، لكن الأمر والنهى أفضل" (رد المحتار، قبيل كتاب الصلوٰة: ۱/۳۵۱، سعيد)

(وكـذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، باب مايكره من الثياب والحلى والزينة، فصل فى التسبيح والتسليم والصلوة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۳/۴۲۲، رشيديه)

الفصل الخامس فی إیذاء المسلم

(مسلمان کواذیت پہنچانے کابیان)

کسی کی تحقیر وتذلیل

سوال[۹۰۰۷]: بکراپنے عیوب کوچھپاتاہےاوردوسرے کےعیوب کوبرملاظاہرکرتاہے۔کیا شرعاًایساکرناجائزہے؟اگرنہیں توجواب میں کوئی حدیث تحریرفرمائیں۔اوریہ بھی واضح فرمائیں کہ اسلام میں بکرکاکیامقام ہے؟بینوا بالسنة والکتاب توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

محض مشغلۂ مجلس بنانے یادوسروں کوذلیل ورسواکرنے کے لئے اس کےعیوب کوظاہرکرنااوراُچھالنا خودہی بہت بڑاعیب ہےاورسخت معصیت ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ:''جوشخص اپنےمسلمان بھائی کی عیب جوئی اورپردہ دری کرتاہے،اللہ پاک اس کورسواکرتاہےاوراس کاعیب ظاہرکرتاہےاگرچہ وہ اپنےمکان میں چھپ کرعیب کاکام کرے''(۱)۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:''مسلمان کی آبروریزی بدترین سودہے''(۲)(سودکاایک درہم ۳۶/دفعہ زناکرنے سےبھی سخت ہے)(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: صعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم المنبر، فنادی بصوت رفیع، فقال: " یامعشر من أسلم بلسانه ولم یفض الإیمان إلی قلبه! لا تؤذوا المسلمین ولا تعیّروهم، ولا تتبعوا عوراتهم؛ فإنه من یتبع عورة أخیه المسلم یتبع اللہ عورته، ومن یتبع اللہ عورته یفضحه ولو فی جوف رحله". رواه الترمذی". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثانی، ص: ۴۲۸، ۴۲۹، قدیمی) .... =

محفلِ نکاح میں لاؤڈ اسپیکر پر قرآن شریف، نعت شریف اور توہین آمیز کلمات

سوال[۹۰۰۸]: ہمارے یہاں مولویوں کے شادی بیاہوں کے وقت تلاوتِ قرآن اور نعت شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل ہوتی ہے، تقریر بھی ہوتی ہے اور یہ سب لاؤڈ اسپیکر کے بغیر ہی ہوتا ہے۔ فی الحال کی بات ہے کہ ایک اُمّی کی شادی ہوئی تو اس اُمّی نے تلاوت قرآن شریف اور نعت شریف اور تقریر کے واسطے دو تین عالموں کو دعوت دی۔ پھر لاؤڈ اسپیکر پر ان عالموں کی موجودگی میں ایک نابالغ بچے کو نعت شریف پڑھنے کو کہا گیا تھا، مگر اس بچے نے بجائے نعت شریف پڑھنے کے ایک ایسا گانا گایا جس میں مسلمانوں کی توہین اور مذاق کے الفاظ شامل تھے، اس بناء پر بستی کے کچھ مولویوں نے فتویٰ دیا کہ اس محفل میں جتنے مولویوں کی شرکت ہوئی، وہ سب کے سب توبہ کریں۔

وہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر میں تقریر کرنا فضول خرچی ہے، اور وہ محفل، حرام محفل ہے، نیز بچے کا فعل، فعلِ حرام ہے۔

اس کے جواب میں محفل میں شریک مولویوں نے کہا کہ ہماری طرف سے سوائے تلاوتِ قرآن اور تقریر اور نعت شریف کے کچھ نہیں ہوا، اور ہم خود بھی کہتے ہیں کہ گانا گانا اور بناوٹی گانے سب حرام ہیں خواہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہو یا لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ، کسی بھی حال میں جائز نہیں، تو ہم کس بات کی توبہ کریں۔ منکرات کرنے والے مولویوں کو توبہ کروانا صحیح ہے یا نہیں؟

=(۲) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال: "إن مِن أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق". رواه أبوداؤد والبيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثاني، ص: ۴۲۹، قديمي)

(۳) "عن عبدالله بن حنظلة غسيل الملائكة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنيةً". رواه أحمد والدارقطني".
(مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ص: ۲۴۵، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجلسِ نکاح میں خطبۂ مسنونہ اور ایجاب وقبول ثابت ہے(۱)، نعت شریف اور تلاوتِ قرآن اگرچہ عمدہ چیز ہے، مگر مجلسِ نکاح میں مستقلاً یہ ثابت نہیں، پھر اس کی پابندی کرنا غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا ہے جو شرعاً ناپسند ہے(۲)۔ جب علماء حضرات اس مجلس میں تشریف لائے اور کسی نابالغ بچے نے گانا گایا اور وہ بھی ایسا گانا جو غلط اور خلافِ شرع مضمون پر مشتمل تھا، شروع کر دیا، اگرچہ اس نے ناسمجھی سے شروع کیا تب بھی علماء کی ذمہ داری تھی کہ اس کو فوراً روک دیتے، غلط چیز کو زینتِ محفل بنانا اور علماء کا اس پر سکوت کرنا درست نہیں تھا(۳)، یقیناً یہ علماء سے کوتاہی ہوئی، ان کی دیانت داری کا تقاضا ہے کہ اپنی کوتاہی کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اور اس اعتراف ورجوع میں ان کی توہین نہیں، بلکہ دیانت داری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ويندب إعلانه وتقديم خطبة، الخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۸/۳، سعيد)

"فإن عقد الزواج من غير خطبة، جاز، فالخطبة مستحبة غير واجبة". (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الخامس: مندوبات عقد الزواج: ۶۶۱۸/۹، رشيديه)

"وأما ركنه فالإيجاب والقبول، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۲۶۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۳۰۵/۲، شركت علميه ملتان)

(۲) "نعم، لو التزم جهر سورة، أو نحوها في موضع معين التزاماً لم يعهد في الشرع، وخيف منه ظن العوام لزومه حتماً –كما هو في كثير من التخصيصات الفاشية– فحينئذ لايخلو عن كراهة ألبتة". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۲۴، من مجموعه رسائل اللكهنوى: ۵۰۲/۳، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "فقال أبو سعيد رضى الله تعالىٰ عنه .... سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من راى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".

(الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان: ۵۱/۱، قديمى)

(وجامع الترمذى، أبواب الفتن، باب ماجاء فى تغيير المنكر باليد: ۴۰/۲، سعيد)

بیت الخلاء سے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہو تو اس کو منتقل کرنا

سوال[۹۰۰۹]: ایک مکان عرصہ ۳۰/سال کا بنا ہوا ہے مدرسہ کا کمرہ ہے، اس میں کھڑکی ہے، اس میں سے مالکِ مکان کے پاخانہ کی بو آتی ہے۔ اب بستی کے لوگ زبردستی مالکِ مکان کو پاخانہ ہٹانے کے لئے کہتے ہیں، مالک مکان کہتا ہے کہ پاخانہ تیس سال کا بنا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب کہ وہ مکان اور اس میں اس جگہ پاخانہ ۳۰/سال سے بنا ہوا ہے اور اب اس کے قریب مدرسہ بنایا گیا ہے اور مدرسہ کے کمرہ میں اس طرف دو کھڑکیاں ہیں تو ضابطہ اور قانون کی رو سے اس شخص کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنا بیت الخلا اپنی اس مملوکہ جگہ سے کہیں اور منتقل کردے(۱)۔ رابطہ اور محبت کی رو سے درخواست اور فہمائش میں مضائقہ نہیں اور اس کو بھی اگر دوسری جگہ منتقل کرنا دشوار نہ ہو تو اس نیت کے تحت کہ لوگوں کو اذیت سے بچانے کا اجرِ عظیم حاصل ہوگا، منتقل کرنا بہتر اور موجبِ اجرِ عظیم ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "رجل يتصرف فى ملكه تصرفاً مشروعاً، فجاء آخر وأحدث عنده بناءً، فإن كان هذا المحدث متضرراً، فعليه هو دفع الضرر عن نفسه، مثلاً: إذا كان الدار قديمة شباک مشرف على مقر النساء فى دار محدث، فيلزم صاحب هذه الدار المحدثة أن يدفع هو الضرر عن نفسه، وليس له أن يداعى صاحب الدار القديمة .... وكذا لو أحدث بيتاً بجانب تنور غيره أو حمامه: أى ليس له يعطل التنور والحمام بسبب تضرره من الدخان، بل عليه هو نفسه رفع المضرة عن نفسه؛ لأنه هو المتسبب فى هذا الضرر، ولم يكن صاحب التنور أو صاحب الحمام متعدياً". (شرح المجلة لسليم رستم الباز، الفصل الثانى فى المعاملات الجوارية، (رقم المادة: ۱۲۰۷): ۱/۶۶۲، ۶۶۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"كلٌ يتصرف فى ملك كيف شاء". (شرح المجلة لسيم رستم باز (رقم المادة: ۱۱۹۲): ۱/۶۵۴، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"لا يمنع أحد من التصرف فى ملكه أبداً". (شرح المجلة، (رقم المادة: ۱۱۹۷)، ص: ۶۵۷، حنفيه)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالىٰ عنهما، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "المسلم =

دشمن کے اندیشہ سے بیوی کو قتل کر دینا

سوال[۹۰۱۰]: دوآدمیوں پر کافر حملہ زن ہیں یعنی میاں اور بیوی پر۔عورتوں کی اکثر عادت وحالت ہوتی ہے کہ زیادہ چلنے و بھاگنے سے مجبور ہوتی ہیں، مایوس ہو کر اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھ کو قتل کر دے تا کہ میں ان کافروں کے شر سے بچوں، تمہارے اوپر کسی قسم کا مطالبہ نہیں۔میاں نے اس بیوی کو قتل کر دیا۔اب شریعت کا اس خاوند پر کیا حکم ہے، مخلد فی النار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ قتل حرام ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۳/۴ھ۔

غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف پہونچانا

سوال[۹۰۱۱]: کفار کو قتل کرنا یا ایذا پہونچانا جائز ہے یا نہیں، مثلاً: اگر قرب وجوار میں اگر کوئی

= من سلم المسلمون من لسانه و يده". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده: ١/٦، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم إيذاء الجار: ١/٥٠، قديمي)

(١) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة بني إسرائيل: ٣٣)

"يقول الله تعالىٰ ناهياً عن قتل النفس بغير حق شرعي كما ثبت في الصحيحين أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يحل دم امرىء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله و أن محمداً رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس، والزاني المحصن، والتارك لدينه المفارق للجماعة". (تفسير ابن كثير، سورة بني إسرائيل: ٣/٣٨، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وصحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله: ﴿إن النفس بالنفس﴾: ٢/١٠١٦، قديمي)

مسلمان کے ہو؟

المستفتی: احقر عبدالعزیز چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاوجہ کسی کو علاوہ حربی کے اذیت پہونچانا ہرگز جائز نہیں، اور خاص کر قرب وجوار میں رہنے والے کے لئے تو شریعت نے اَور بھی زیادہ حقوق بتائے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے:

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "والله! لا يؤمن، والله! لايؤمن، والله! لايؤمن". قيل: ومن يارسول الله!؟ قال: "الذی لايأمن جارُه بوائقَه". رواه البخاری (۱)۔

دوسری روایت میں ہے:

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "مازال جبرئيل يوصينی بالجار حتی ظننت أنه سيورّثه". رواه البخاری(۲)۔

قال الشيخ ابن الحجر رحمه الله تعالیٰ فی الفتح: "واسم الجار يشتمل المسلم والكافر، والعابد، والفاسق، والصديق، والعدوّ، والغريبَ والبلديَّ، والنافع والضارَّ، والقريب والأجنبی، والأقرب داره والأبعد. وله مراتب بعضها أعلی من بعض، فأعلاها مَن اجتمعت فيه الصفات كلها، ثم أكثر وهلم جراً إلی الواحد، وعكسه مَن اجتمعت فيه الصفات الأخری كذلك، فيعطی كل ذی حق حقه بحسب حال. وقد تتعارض صفتان فأكثر، فيرجح أو يساوی. وقد حمله عبدالله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما علی العموم، فأمر لما ذبح له شاة أن يهدی منها لجاره يهودیّ. أخرجه البخاری فی أدب المفرد، والترمذیّ، وحسنه.

---

(۱) (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب إثم من لايؤمن جاره بوائقه: ۲/۸۸۹، قديمی)

(۲) (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب الوصاية بالجار: ۲/۸۸۹، قديمی)

(وابن ماجة، أبواب الأدب، باب حق الجوار، ص: ۲۶۱، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه: ۲/۳۲۹، قديمی)

وقد وردت الإشارة إلى ماذكرته في حديث مرفوع أخرجه الطبراني عن حديث جابر رضي الله تعالىٰ عنه رفعه: "الجيران ثلثةٌ: جارٌ له حق، وهو المشرك، له حق الجوار. وجارٌ له حقان، وهو المسلم، له حق الجوار وحق الإسلام. وجارٌ له ثلثة حقوق، وهو مسلم له رحم، له حق الجوار وحق الإسلام والرحم، الخ"(۱)۔

اور تفصیل سے ذمی وحربی ومستأمن وغیرہ کے ساتھ معاملات صلہ وغیرہ کو فتاویٰ عالمگیری: ٤/٢٢٦-٢٢٨، كتاب الكراهية کے الباب الرابع عشر(۲)، اور تکملۂ بحر، جلد ثامن، ص: ٤٠٤ کی کتاب الكراهية میں بیان کیا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رجب/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۳/ رجب/۵۴ھ۔

---

(۱) (فتح الباري، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار: ۱۰/ ۵۴۱، قديمی)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب الوصاية: ١٦/ ١٠٨، إدارة الطباعة المنيرية)

(۲) "ولا بأس بأن يصل الرجل المسلم المشرك، قريباً كان أو بعيداً، محارباً كان أو ذمياً. وأراد بالمحارب المستأمن، وأما إذا كان غير المستأمن، فلا ينبغي للمسلم أن يصله بشيء .... ولابأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع بعد الغيبة ويتأذى بترك المصافحة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم: ۵/۳۴۷، ۳۴۸، رشيديه)

(۳) "ولابأس بطعام اليهود والنصارى من أهل الحرب .... وتجوز عيادة الذمي المريض .... ولابأس بأن يصل الرجل المسلم المشرك، قريباً كان أو بعيداً، محارباً كان أو ذمياً". (البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۸/۳۷۴، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل السادس عشر في معاملة أهل الذمة: ٦/ ١٠١، غفاريه كوئٹه)

ہندو اور مرتد کو کافر کہنا

سوال[۹۰۱۲]: ۱...... ہندو کو کافر کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

۲...... ایک مسلمان اگر اسلام سے منکر ہو جائے تو اس کو کافر کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱...... ہندو کو کافر کہنے سے اگر اذیت ہوتی ہو تو بلا وجہ اس کو اذیت نہ پہونچائے، کیا اندھے کو ہمیشہ اندھا کہہ کر پکارا جاتا ہے(۱)۔

۲...... جو مسلمان اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے (العیاذ باللہ) تو وہ مرتد ہے، خنزیر سے بھی بدتر ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کسی کافر کو مرنے کے بعد بُرا کہنا

سوال[۹۰۱۳]: جماعت اسلامی والے کہتے ہیں کہ کافر کے مرنے کے بعد بھی اس کو برا نہ کہنا

---

(۱) "لو قال ليهودي أو مجوسي: يا كافر، يأثم إن شق عليه". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۳۴۸/۵، رشيديه)

"ولا بأس بمصافحة المسلم جارَه النصراني إذا رجع بعد الغيبة ويتأذى بترك المصافحة، كذا في القنية". (الفتاویٰ العالمكيرية، المصدر السابق)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يرتدّ منكم عن دينه فيمت وهو كافر، فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والأخرة، وأولئك أصحاب النار، هم فيها خٰلدون﴾ (سورة البقرة: ۲۱۷)

قال العلامة الآلوسي: "أي صارت أعمالهم الحسنة التي عملوها في حالة الإسلام فاسدةً بمنزلة ما لم تكن. قيل: وأصل الحبط فساد يلحق الماشية لأكل الحباط، وهو نوعٌ من الكلأ مضرٌّ .... و هو من قولهم: حبطت الدابة حبطاً بالتحريك إذا أصابت مرعى طيباً فأفرطت في الأكل حتى تنتفخ فتموت". (روح المعاني، (سورة البقرة: ۲۱۷): ۱۱۰/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

چاہیئے، ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو اور لوگوں کو خبر نہ ہو۔

الجواب حامداً و مصلياً:

بلا وجہ کسی مسلم، غیر مسلم، زندہ، مردہ کو برا کہنا برا ہے، حتی کہ بلاضرورت شیطان پر لعنت کرنا بھی بے محل ہے، جتنی دیر کسی کو برا کہنے میں وقت خرچ ہو، اتنی دیر اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا بڑے اجر کا ذریعہ ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء العلوم میں اس کی بحث کی ہے(۱)۔

---

(۱) ”إما لحيوان أو إنسان وكل ذلك مذموم. قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”المؤمن ليس بلعان“ وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”لاتلاعنوا بلعنة الله ولا بغضبه ولا بجهنّم“. وقال حذيفة رضى الله تعالىٰ عنه: ماتلاعن قوم قطّ إلا حق عليهم القول. وقال عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه: بينما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى بعض أسفاره إذا امرأة من الأنصار على ناقة لها، فضجرت منها، فلعنتها، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”خذوا ما عليها وأعروها، فإنها ملعونة“. قال فكأنى أنظر إلى تلك الناقة تمشى بين الناس لا يتعرض لها أحد. وقال أبو الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه: مالعن أحد الأرض إلا قالت: لعن الله أعصانالله .... اهـ.

الثالثة: اللعن للشخص المعين، وهذا فيه خطر كقولك: زيد لعنه الله، وهو كافر، أو فاسق، أو مبتدع، والتفصيل فيه أن كل شخص ثبتت لعنته شرعاً فتجوز لعنته كقولك: فرعون لعنه الله، وأبوجهل لعنه الله؛ لأنه قد ثبت أن هؤلاء ماتوا على الكفر، وعرف ذلك شرعاً، اهـ.

وأما شخص بعينه فى زماننا كقولك: زيد لعنه الله، وهو يهودى مثلاً، فهذا فيه حظر، فإنه ربما يسلم، فيموت مقرباً عندالله، فكيف يحكم بكونه ملعوناً؟.

فإن قلت: يلعن؛ لكونه كافراً فى الحال كما يقال للمسلم: رحمه الله؛ لكونه مسلماً فى الحال وإن كان يتصور أن يرتد؟ فاعلم أن معنى قولنا: ”رحمه الله تعالىٰ“: أى ثبته الله على الإسلام الذى هو سبب الرحمة وعلى الطاعة، ولايمكن أن يقال: ثبت الله الكافر على ماهو سبب اللعنة، فإن هذا سؤال الكفر، وهو فى نفسه كفر، بل الجائز أن يقال: لعنه الله إن مات على الكفر، و لالعنه الله إن مات على الإسلام، وذلك غيب لايدرى“. (إحياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة: اللعن: ۱۴۹/۳، ۱۵۰، دارإحياء التراث العربى بيروت).. =

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مستقلاً تنقید ہی کو اپنا مقصد بنالیتے ہیں، وہ بھی تخریبی تنقید، نہ وہ زندوں کو بخشتے ہیں، نہ مردوں کو، نہ عوام کو بخشتے ہیں، نہ اہل علم واہل تقویٰ کو، حتی کہ ائمۂ مجتہدین، فقہاء، محدثین، عرفاء بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تخریبی تنقید کرتے ہیں اور یہ ان کی زندگی کا شاہکار کہلاتا ہے(۱)۔اس طریق سے بہت دور رہنے کی ضرورت ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= (وكذا في الزواجر، كتاب النكاح، باب اللعان، الكبيرة التاسعة والثمانون والتسعون والحادية والتسعون بعد المأتين سب المسلم والاستطالة في عرضه وتسبب الإنسان في لعن أو شتم والديه وإن لم يسبهما ولعنه مسلماً: ۲/۹۴، ۹۵، دارالكفر بيروت)

(۱) یہ مودودی حضرات (جماعت اسلامی والے) ہی کا شعار ہے جیسا کہ ان کی عام تصانیف سے واضح اور ظاہر ہے۔

باب المعاصی والتوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

معصیت بنفسہ کیا ہے؟

سوال[۹۰۱۴]: بنفسہ معصیت کون سی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جوشیٔ اصالۃً معصیت ہے، محض کسی عارض کی وجہ سے معصیت نہ ہو جیسے زنا کہ محض حقِ غیر کی بناء پر معصیت نہیں، ورنہ بلا شوہر والی سے بحالتِ رضامندی درست ہوتا اور شوہر والی سے باجازتِ شوہر درست ہوتا(۱)۔ اور جو روپیہ زید کے پاس ہے اس کی حرمت حقِ زید کی بناء پر ہے، اگر اس روپیہ کو زید کی رضامندی سے کسی اپنے حق کے عوض میں وصول کرے تو جائز ہے، بلا حق بلا اجازت لینا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۶۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشةً وساء سبيلا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

"والحرمات أنواع: حرمة لاتنكشف ولا تدخلها رخصة كالزنا بالمرأة". (نور الأنوار، مبحث الأهلية، ص: ۳۱۳، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراض منكم﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لايحل مال أمرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

معصیت کا عبادات پر اثر

سوال[۹۰۱۵]: ایک شخص نماز روزے کا پابند ہے، باقی دینی کاموں میں بھی دلچسپی لیتا ہے، مگر اپنی عورت کے علاوہ دوسری عورت سے بھی ناجائز تعلقات رکھتا ہے، تو اس کی نماز روزے اور دوسرے دینی کام پر اس کا کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھنا معصیت ہے، اس کی سزا مستقل ہے۔ اور نماز روزے کی پابندی کرنا اطاعت اور موجبِ اجر ہے۔ عورت کے ساتھ غلط تعلق کی بنا پر اس کی نماز روزے کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا فسق وفجور فطری چیز ہے؟

سوال[۹۰۱۶]: ہر شخص جو فطری طور پر منہیات شرعیہ کا عادی ہو اور فسق وفجور میں مبتلا ہے، ایسا شخص کسی دینی تبلیغی مشن کا ذمہ دار ہوسکتا ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه، ومن أساء فعليها﴾ (سورة حم السجدة: ۴۶)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: ﴿فلنفسه﴾ فلنفسه يعمله، أو فلنفسه نفعه لا لغيره. ﴿ومن أساء فعليها﴾ ضره لا على الغير. ﴿وما ربک بظلام للعبيد﴾ اعتراضٌ تذييليٌّ مقررٌ لمضمون ما قبله مبنيٌّ على تنزيل إثابة المحسن بعمله أو إثابة الغير بعمله، وتنزيل التعذيب بغير إساءة أو بإساءة غيره منزلة الظلم الذی يستحيل صدوره عنه تعالیٰ". (روح المعانی، (سورة حم السجدة: ۴۶): ۲۴/۱۳۱، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی تفسير ابن كثير ۴/۱۰۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

"فإن تاب من ذنب، ثم عاد إليه، لم تبطل توبته. وإن تاب من ذنب وهو متلبس بآخر، صحت توبته". (شرح النووی على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصی ونفيه عن المتلبس بالمعصية: ۱/۵۶، قديمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

فطری طور پر فسق وفجور میں مبتلاء ہونے کا کیا مطلب ہے، کیاوہ پیدائشی فاسق وفاجر ہے؟

تنبیہ: اس طرح مبہم سوالات کرکے جوابات کوکسی خاص شخص پر منطبق کرنا بسااوقات غلط اورموجبِ فتنہ بھی ہوتا ہے جس کی ذمہ داری سائل پر ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۱/۳/۹۱ھ۔

گناہ کبیرہ پراصرار

سوال[۹۰۱۷]: کوئی شخص گناہ کبیرہ کا کئی مرتبہ مرتکب ہوا، یا کبیرہ کوکبیرہ سمجھتا ہے، استخفاف یااستحباب کبیرہ اس سے نہیں پایا جاتا، ہر دفعہ بعدازارتکاب توبہ واستغفار کرلیتا ہے، مگر شہوتِ نفسانی میں مغلوب ہوکر بارہا اس سے وہ کبیرہ سرزد ہوجاتا ہے۔ اس کومصر علی الکبیرہ کہاجاوے گا اوراس سے اس کا نکاح ٹوٹ جاوے گا اورمصر علی الکبیرہ شرعاً کس کوکہتے ہیں، اور کیااس سے کفرلازم آتا ہے؟

سیدحبیب الرحمٰن، شہر بمبئی نمبر: ۸،محلّہ کمائی ٹولہ، پانچویں گلی کی مسجد۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب تک گناہ کوحلال سمجھ کر، یابنیتِ استخفاف بالدین نہ کیا جاوے تواس سے شرعاً ایمان سلب نہیں ہوتا، لہذا صورت مسئولہ میں شخص مذکورمؤمن ہے اوراس کا نکاح بھی نہیں ٹوٹا:

"والكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الإيمان ولا تدخله الكفر". قال التفتازاني تحته: "و مجرد الإقدام على الكبيرة لغلبة شهوته أو حمية أو أنفة أو كسل، خصوصاً إذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو، والعزم على التوبة لا ينافيه (أي الإيمان)، نعم إذا كان بطريق الاستحلال والاستخفاف، كان كفراً، لكونه علامةً للتكذيب" شرح عقائد نسفی، ص:۸۳(۱)۔

---

(۱) (شرح العقائد النسفية، ص:۸۳، سعيد)

(وكذا في الفقه الأكبر للإمام الأعظم أبي حنيفة و شرحه للملا علي القاري رحمهما الله تعالىٰ، ص: ۷۱، ۷۲، قديمي)

(وكذا في شرح العقيدة الطحاوية: ص: ۲۹۱)

تفسیر فتح العزیز: ۱/۳۱۰، میں اس مسئلہ کو بسط کے ساتھ بیان کیا ہے(۱)۔

اصرار کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے بعد نادم ہو کر توبہ نہ کرے، اگر گناہ کے بعد صدقِ دل سے توبہ کرلی، لیکن غلبۂ شہوت کی وجہ سے پھر گناہ صادر ہو گیا تو اس کو اصرار نہ کہیں گے:

"من اتبع ذنبه بالاستغفار، فليس بمُصِرّ عليه وإن تكرر منه". مجمع البحار: ۲/۲۴۲(۲) والبسط فی رسالته المعاصی من الرسائل الزينية: ص: ۳۵۵۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۵۳/۶/۲۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

زنا اور تکبر میں سے کونسا گناہ بڑا ہے؟

سوال[۹۰۱۸]: زید کھلم کھلا زنا کاری کرتا ہے، اور اس کے گھر کی عورتیں بھی اس گناہ میں مبتلا ہیں، ان عورتوں کو بھی تنبیہ نہیں کرتا، خوب مل جل کر رہتا ہے۔ اور دوسرا شخص بکر ہے جو نہایت متکبر ہے اور لوگوں پر حد

---

(۱) "کہ شخص فرمان الٰہی را بجا نیاردمرتکبِ کبیرہ یا مصر بر صغیرہ اند...... تدارکش بتوبہ نماید، درین قسم شخص اہلِ سنت مسلمان است، مگر آنکہ گناہگار است، امیدِ نجات او وقبولِ شفاعت درحقِ او وامکانِ عفواز گناہے او باید داشت" (تفسیر فتح العزیز: ۱/۱۸۱، ۱۸۲، سورة البقرة تحت آية: ﴿و ما يضل به إلا الفاسقين﴾ مطبع حيدری بمبئی)

(۲) (مجمع البحار: ۳/۳۱۱، حرف الصاد، صرر، مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد كراچی)

"وعن أبی بكر الصديق رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم: "ماأصر من استغفر و إن عاد فی اليوم سبعين مرةً". رواه الترمذی وأبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۰۴، قديمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالىٰ تحته: "قال بعض علمائنا: المُصرّ هو الذی لم يستغفر و لم يندم على الذنب، و الإصرار على الذنب إكثاره. وقال ابن الملک رحمه الله تعالىٰ: الإصرار الثبات والدوام على المعصية، يعنی: من عمل معصيةً، ثم استغفر فندم على ذلک، خرج عن كونه مصرّاً". (مرقاه المفاتيح شرح المشكوة، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۲۳۴۰): ۵/۱۷۱، ۱۷۲، رشيديه)

درجہ مظالم کرتا ہے، اس کے خلاف کوئی ایک لفظ نہیں کہہ سکتا۔ تو مذکورہ ان دونوں میں کیا فرق ہے باعتبار گناہ کے، اوران سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی پوچھے کہ خنزیر کا پیشاب زیادہ نجس ہے یا پاخانہ، ظاہر ہے کہ دونوں ہی قابلِ پرہیز ہیں، ایک کو بھاری بتا کر دوسرے کو ہلکا نہیں قرار دیا جاسکتا۔

زنا کرتے وقت ایمان کا نکل جانا حدیث شریف میں مذکور ہے(۱)، مگر جب خاتمہ ایمان پر ہو تو زنا کے باوجود کبھی نہ کبھی دخولِ جنت ضرور ہوگا(۲)۔ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک جلا جلا کر اس کا تکبر نہیں نکال دیا جائے گا(۳)۔ اللہ سبھی معاصی سے محفوظ رکھے۔

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "لايزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ص: ۱۷، قديمی)

(۲) "وأما من كانت له معصية كبيرة مات من غير توبة، فهو فی مشية الله تعالىٰ، فإن شاء عفا عنه وأدخله الجنة أولاً، وجعله كالقِسم الأول. وإن شاء عذبه بالقدر الذی يريد سبحانه، ثم يدخله الجنة، فلا يخلد فی النار أحدٌ مات على التوحيد ولو عمل من المعاصی ما عمل". (شرح النووی على صحيح مسلم: ۱/۴۱، قديمی)

(۳) "وعنه (أبی هريرة) رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "يقول الله تعالىٰ: (الكبرياء ردائی، والعظمة إزاری، فمن نازعنی واحداً منهما، أدخلته النار". وفی رواية: "قذفته فی النار". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الأول، ص: ۴۳۳، قديمی)

"عن ابن مسعود رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "لايدخل النار أحدٌ فی قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، ولا يدخل الجنة أحدٌ فی قلبه مثقال حبة من خردل من كبر". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الأول، ص: ۴۳۳، قديمی)

قال العلامة الملا على القاری رحمه الله تعالىٰ: "فمعنى الحديث أنه لايدخل الجنة مع الكبر، بل يصفى منه ومن كل خصلة مذمومة، إما بالتعذيب أو بعفو الله، ثم يدخل الجنة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۰۷): ۸/۸۲۸، رشيديه)

ان میں سے ہر ایک کی اعانت حرام ہے(۱)، اگر ترکِ تعلق کے ذریعہ اصلاح اور اپنی حفاظت ہو سکتی ہو تو ترکِ تعلق کر دیا جائے، اور اگر برقرار رکھ کر نرمی یا سختی سے اصلاح ہو سکتی ہو تو اس کو اختیار کیا جائے، غرض مقصود اصلاح ہے اس کو ذاتی تعلقات کے پیشِ نظر ہرگز ترک نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۸۸ھ۔

عابد بخیل بہتر ہے یا زانی سخی؟

سوال[۹۰۱۹]: کہتے ہیں کہ ایک عابد بخیل سے ایک زانی یا سود خور سخی بہتر ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس لئے کہتے ہیں کہ اس سخی سے دوسروں کی ضرورت پوری ہوتی ہے(۳)، مگر یہ یاد رہے کہ اس سخاوت کی وجہ سے نہ سود لینے کا جرم ہلکا ہوتا ہے، نہ زنا کرنے کا۔ عابد بخیل سے دوسروں کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے، مگر اس کی وجہ سے اس کی عبادت ضائع نہیں ہوتی، اس کا اجر مستقلاً اس کو ملتا ہے(۴)۔ ہاں! اگر وہ بخل

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال الشيخ أحمد رحمه الله تعالیٰ: "هو عام لكل بر وتقوى وكل إثم وعدوان". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) "وجاز عيادة فاسق على الأصح، الخ". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "وهذا غير حكم المخالطة. ذكر صاحب الملتقط: يكره للمشهور المقتدىٰ به الاختلاط برجل من أهل الباطل والشر إلا بقدر الضرورة". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۶، سعيد)

(وكذا في الملتقط في الفتاوى الحنفية، ص: ۲۵۷، مكتبه حقانيه كوئٹه)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "السخي قريب من الله، قريب من الجنه، قريب من الناس، بعيد من النار. والبخيل بعيد من الله، بعيد من الجنة، بعيد من الناس، قريب من النار. ولَجاهلٌ سخيٌّ أحب إلى الله من عابد بخيل". (مشكوة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق، الفصل الثاني، ص: ۱۶۴، قديمي)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾. (سورة الزلزال: ۷)

کی وجہ سے حقوقِ واجبہ بھی ادانہیں کرتا، مثلاً: زکوٰۃ اس پر فرض ہے وہ ادانہیں کرتا ہے، صدقۂ فطرنہیں دیتا ہے، قربانی نہیں کرتا ہے، اس کے ذمہ کوئی کفارہ یا نذر ہے اس کوادانہیں کرتا ہے، بیوی بچوں کے نفقات واجبہ نہیں دیتا ہے تو وہ مجرم اور ماخوذ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۵/۹۰ھ

دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا

سوال [۹۰۲۰]: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کودھوکہ دیکر مسلمان کے مال کولے، یاکسی بھی طرح مسلمان کونقصان پہونچائے تو ایسے شخص کے لئے شریعت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دھوکہ دینا سخت مذموم ہے، مشکوۃ شریف میں: "من غشّنا فلیس منّا". الحدیث (۲)۔ "جوشخص

---

(۱) "البخیل الشرعی هو من ترک الواجب الشرعی المالی، والسخی ضده، ولا شک أن من قام بالفرائض وترک النوافل أفضلُ ممن قام بالنوافل وترک الفرائض". (مرقاة المفاتیح، کتاب الزکاة، باب الإنفاق، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۱۸۶۹): ۴/۳۷۳، رشیدیه)

(۲) (مشکوة المصابیح، کتاب القصاص، باب مالایضمن من الجنایات، الفصل الأول، ص: ۳۰۵، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۱/۷۰، کتاب الإیمان، باب من غشنا فلیس منا، قدیمی)

قال العلامة النووی رحمه الله تعالیٰ: "وهی أن من حمل السلاح علی المسلمین بغیر حق ولا تأویل، ولم یستحله، فهو عاص ولا یکفر بذلک، فإن استحله، کفر. وأما تأویل الحدیث، فقیل: هو محمول علی المستحل علیه بغیر تأویل، فیکفر ویخرج عن الملة. وقیل: معناه: لیس علی سیرتنا الکاملة وهدینا. وکان سفیان بن عینیة رحمه الله تعالیٰ یکره قول من یفسّره بلیس علی هدینا، ویقول: بئس هذا القول یعنی: بل یمسک عن تأویله، لیکون أوقع فی النفوس وأبلغ فی الزجر. والله تعالیٰ أعلم". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من حمل علینا السلاح فلیس منا": ۱/۶۹، قدیمی)

ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

"لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". الحدیث. مشکوۃ شریف، ص:٢٥٥(١)۔

ظلم کا وبال دنیا میں بھی بھگتنا پڑے گا اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا۔ جو شخص کسی مومن کو نقصان پہنچائے، اس سے مکر کرے، اس پر لعنت آئی ہے:

"ملعون من ضارّ مومناً أو مکر به". الحدیث. مشکوہ شریف، ص:٤٢٨(٢)۔

آپ کا مال جتنا ناحق لیا گیا ہے، آپ کو اس کے وصول کرنے کا پورا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۰ھ۔

فاحش ظالم کو قتل کرنا

سوال[۹۰۲۱]: بکر اور اس کے خاندان کے لوگ مالی اعتبار سے تو مضبوط ہیں، مگر طاقت واثرات کے اعتبار سے کمزور ہیں۔ بکر کی بیوی سے زید کے ناجائز تعلقات ہوگئے اور بکر کو کافی نقصان پہونچایا۔ اس بارے میں پنچایت بھی کی گئی، مگر زید کے طاقت ور ہونے کی وجہ سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا، نہ پنچایت کسی قسم کا دباؤ

---

(١) (مشکوۃ المصابیح، ص: ٢٥٥، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحت قوله علیه الصلوة والسلام: "لاتظلموا": أی لایظلم بعضکم بعضاً، کذا قیل. والأظهر أن معناه: لاتظلموا أنفسکم، وهو یشمل الظلم القاصر والمتعدی. "ألا" للتنبیه أیضاً، وکرر تنبیهاً علی أن کلاً من الجملتین حکم مستقل ینبغی أن ینبه علیه، وأن الثانی حیث یتعلق به حق العباد أحق بالإشارة إلیه، والتخصیص لدیه. "لایحل مال امرئ": أی مسلم أو ذمی. "إلا بطیب نفس": أی بأمر أو رضا". (مرقاة المفاتیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی (رقم الحدیث: ۲۹۴۶): ۱۴۹/۶، رشیدیه)

(٢) (مشکوۃ المصابیح: ۴۲۸/۲، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثانی، قدیمی)

"والأظهر أن الضرر یشمل البدنی والمالی والدنیوی والأخروی". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۵۰۴۲): ۷۷۴/۸، رشیدیه)

ڈال سکی، اکثر لوگ ڈرتے ہیں۔ حالانکہ زید نے شادی بھی کرلی ہے، مگر پھر بھی بکر کی بیوی سے ناجائز تعلق رکھتا ہے اور اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ اب زید بکر کی جان کے فکر میں ہے۔ ان حالات میں بکر بھی مجبور ہوکر خیال کرچکا ہے کہ میں خود یا کسی ذریعہ سے اس کو ختم کرادوں اور مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ ان حالات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جان سے مارنے کا نہ خود حق ہے، نہ کسی اَور کے ذریعہ سے قتل کرانے کی اجازت ہے، ایسا ارادہ ہرگز نہ کریں، ورنہ سخت وبال میں گرفتار رہوں گے(۱)۔ ہاں! برادری کے ذریعہ، یا قانونی حیثیت سے اپنی شکایات دور کرے اور تحفظ کی کوشش کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۸۷ھ۔

جائیداد کے لئے کسی کو قتل کرنا

سوال[۹۰۲۲]: زید نامرد ہے جس میں مردانگی کی قوت بالکل نہیں ہے، اس کے پاس اچھی خاصی جائیداد ہے۔ بکر کی ایک بہن تھی جس کا شوہر زندہ ہے اور اس کے دو بچے ہیں، شوہر اپنی بیوی کے تمام حقوق ادا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً، فجزاؤه جهنم خالداً فيها، وغضب الله عليه، ولعنه، وأعدّ له عذاباً عظيماً﴾ (سورة النساء: ۹۳)

"وعن ابی سعید وأبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنهما، عن رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: "لو أن أهل السماء والأرض اشتركوا فی دم مؤمن، لأكبهم الله فی النار".

"وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: "يجئ المقتول بالقاتل يوم القيامة ناصيته ورأسه بيده، وأوداجه تشخب دماً، يقول: يارب! قتلنی حتی يدنيه من العرش".

"وعنه (أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه) عن رسول الله صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم قال: "كل ذنب عسی الله أن يغفر، إلا من مات مشركاً، أو من يقتل مؤمناً متعمداً". (مشكوة المصابيح، كتاب القصاص، الفصل الثانی، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، قديمی)

کرتا رہا، لیکن بکر نے زبردستی اپنی بہن کی طلاق لے لی اوراس خیال سے کہ زید جونامرد ہے اس سے اپنی بہن کی شادی کر کے جائیداد حاصل کرلے۔ بہرحال بکر نے اپنی بہن ہندہ کا نکاح زید سے کردیا، چند ہی دنوں کے بعد زید مرگیا۔ اب جائیداد دستورِ ہند کے مطابق پوری کی پوری ہندہ کی ہوتی ہے، لیکن شریعت میں چوتھائی کی اجازت دیتی ہے۔ مقدمات میں ہندہ کی ڈگری مسلسل ہوتی جارہی ہے۔ زید کا بھائی خالد شریعت اور پنچایت سے چوتھائی حصہ دے رہا ہے، ہندہ پورا حصہ لینا چاہتی ہے یعنی مکمل جائیداد لینا چاہتی ہے۔

خالداوراس کے جتنے ہم خیال لوگ ہیں انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہندہ کوقتل کردیا جائے تو سارا معاملہ درست ہوجائے۔ تو سوال یہ ہے کہ ہندہ کا قتل کرنا ازروئے شرع جائز ہوگا یانہیں؟ جب کہ کوئی اَور شکل سمجھ میں نہیں آتی اور یہ بھی امکان ہے کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائے، ہندہ کے قتل پر سب نزاع اور فتنہ ختم ہوجائے گا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہندہ کوقتل کرڈالنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، اس کی سزا جہنم ہے(۱)۔ جب کہ قانونی طور پر ہندہ کی ڈگری ہوگئی تو ہندہ کے مرنے پر کیا وہ جائیداد خالد کومل جائے گی، جب کہ وہی ہندہ کا قاتل ہوگا(۲)۔ جائیداد تو

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً، فجزاؤه جهنم خالداً فيها، وغضب الله عليه، ولعنه، وأعد له عذاباً عظيماً﴾ (سورة النساء: ۹۳)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم﴾: "إشارة إلى أن النفس إذا قتلت القلب واستولت عليه بقيت معذبة في نيران الطبيعة مبعدة عن الرحمة مظهراً لغضب الله تعالىٰ". (روح المعاني، (سورة النساء: ۹۳): ۱۲۹/۵، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: "والقتل الذي يمنع الإرث هو الذي يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة .... والمراد بقوله عليه الصلوة والسلام: "ليس للقاتل شئ من الميراث" هو القتل بالتعدي دل عليه قوله عليه الصلوة والسلام: "ليس للقاتل ميراث بعد كصاحب البقرة". أي قاتل هو كصاحب البقرة وهو كان متعدياً". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۸۶/۹، رشيديه)

"القاتل بغير حق لايرث من المقتول شيئاً عندنا سواءً قتله عمداً أو خطاءً، وكذلك كل قاتل هو في معنى الخاطئ كالنائم إذا انقلب على مورثه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب =

کیا ملتی البتہ پھانسی کی سزا ممکن ہے جو یہاں مل جائے اور آخرت کی سزا مستقل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

کافر کو قتل کرنا

سوال [۹۰۲۳]: ا...... مطلقاً کافر کو جان سے مار دینے کی وجہ سے آخرت میں پکڑ ہوگی یا نہیں؟

۲...... ایک کافر ہے جو مسلمانوں کو بہت ستاتا ہے اور ایک مسلمان کو قتل بھی کر چکا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس کو جان سے مار دے تو کیا آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا...... بغیر جرم کے ہرگز اس کی اجازت نہیں، ایسا کرنے سے آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی (۱)۔

۲...... کیا اس کافر نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے، اگر قتل کیا بھی ہو تب بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینا خلافِ قانون ہے۔ اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے، اس کے ظلم کو ثابت کر کے اس کو سزا دلوائی جائے۔ اس کو اگر خود قتل کر دیا تو پھر خدا جانے کتنے ناکردہ گناہ قتل کئے جائیں گے۔ ان کے قتل کا وبال کس پر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

= الخامس فی الموانع: ۶/۴۵۴، رشیدیه)

"منها القتل الذی یتعلق به وجوب القصاص، أو الكفارة، وهو: أی القتل الذی یوجب القصاص أن یقتله مورثة عمداً بالحدید أو مایعمل عمل الحدید، والذی یوجب الكفارة أن یقتله بالمباشرة خطاءً". (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمكیریة، كتاب الفرائض، الفصل الخامس فی موانع الإرث: ۶/۴۶۹، رشیدیه)

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنهما، عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من قتل نفساً معاهدةً، لم یرح رائحة الجنة، وإن ریحها توجد من مسیرة أربعین یوماً". (صحیح البخاری، كتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیاً بغیر جرم: ۲/۱۰۲۱، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الدیات، باب إیقاد المسلم من الكافر: ۲/۲۷۵، مكتبه إمدادیه ملتان)

زنا کس کا حق ہے؟

سوال[۹۰۲۴]: زنا حق اللہ ہے یا حق العبد؟ اگر حق اللہ ہو تو اس میں کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو کیا اس صورت میں اللہ سے معافی مانگنے کے بعد اس عورت سے معافی مانگنا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جبراً بغیر عورت کی رضامندی کے زنا کیا ہے تو اس عورت سے بھی معافی طلب کرے، اگر وہ شوہر والی ہے تو شوہر سے بھی معافی مانگے، گو صاف لفظوں میں نہ ہو، گول مول مجہول طریقے پر ہو(۱)۔ اللہ تعالیٰ سے تو معافی مانگنا ہر حال میں لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۲۱ھ۔

مشت زنی

سوال[۹۰۲۵]: ایک شخص مشت زنی کرتا ہے، اس کی شادی نہیں ہوئی، عمر رسیدہ شخص ہے۔ ایک

---

(۱) "وأما الذنب الذی بینک وبین العباد، فما لم ترضهم، لاتنفعک التوبة حتی یحللوک". (تنبیه الغافلین، باب التوبة، ص: ۵۶، رشیدیه)

"فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق".
(شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین آمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحریم: ۸)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وتوبوا إلی الله جمیعاً أیها المؤمنون، لعلکم تفلحون﴾ (سورة النور: ۳۱)

"واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، و أنها واجبة علی الفور، و لا یجوز تأخیرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعانی: ۱۵۹/۲۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(وکذا فی ریاض الصالحین، باب التوبة، ص: ۲۵، قدیمی)

شخص کی شادی ہوچکی ہے وہ بھی اس لعنت میں مبتلا ہے۔اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حدیث شریف میں اس فعل کی مذمت آئی ہے(۱)،بعض روایات میں اس فعل کرنے والے پرلعنت وارد ہوئی ہے(۲)۔جس کی شادی ہوچکی ہےاور بیوی سے صحبت کرنے کا موقع بھی اس کو ہے تواس کیلئے یہ فعل زیادہ شنیع ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳/۱۲/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۳/۱۲/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "سبعةٌ لاینظر اللہ إلیهم یوم القیمة ولایزکیهم، ولایجمعهم مع العالمین، ویدخلهم النار فی أول الداخلین، إلا أن یتوبوا، ومن تاب تاب اللہ علیه: الناکح یده". الحدیث. (تفسیر ابن، (کثیر (سورة المؤمنون:۷): ۳/۲۳۹، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی حاشیة الصاوی علی تفسیر الجلالین، (سورة المؤمنون): ۴/۱۵۸، دارالباز مکه)

(وکذا فی تفسیر المدارک (سوره المؤمنون: ۷): ۲/۲۹، قدیمی)

(۲) "ناکح الید ملعون". (الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسد: ۲/۳۹۹،سعید)

اس روایت کواگر چہ صاحب درمختار اور بعض دوسری کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے،لیکن ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے جیسے کہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الأسرار المرفوعه" المعروف "الموضوعات الکبری" حرف النون، ص: ۳۷۶) موسسه الرسالة" میں ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ لعنت کے الفاظ سے اس باب میں کوئی اَورحدیث نظر سے نہیں گذری ہے:

"ناکح الید ملعونٌ" لا أصل له، کما صرح به الرهاویّ فی حاشیة علی المنار". (الموضوعات الکبری، حرف النون، (رقم الحدیث: ۱۰۲۲)، ص: ۲۵۷، قدیمی)

قال القرطبی رحمه اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿أو ماملکت أیمٰنهم﴾: هذا یقتضی تحریم الزنی وماقلناه من الاستمناء". (الجامع لأحکام القرآن (سورة المؤمنون: ۶): ۱۲/۷۲، دارالکتب العلمیه بیروت)

(۳)بعض صورتوں میں اس کی گنجائش ہے،مثلاً:غیرشادی شدہ شخص اگرشہوت کودبا نہ سکے اوراس سے صدورِزنا کاظن غالب ہو،لیکن =

زنا،لواطت،مشت زنی منع ہے

سوال[۹۰۲۶]: عمر کہتا ہے کہ زنا کاری اورلواطت گناہ ہے،مگرمشت زنی جائز ہے۔زید کہتا ہے کہ مشت زنی بھی حرام ہے۔عمر کہتا ہے کہ مشت زنی بوقتِ مجبوری جائز ہے۔تواس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

زنا کاری اورلواطت دونوں چیزیں حرام ہیں (۱)،مشت زنی بھی حرام ہے (۲)،لیکن اس کی حرمت ان دونوں کی حرمت سے کچھ کم ہے۔جس پر شہوت کا غلبہ ہواوران دونوں حرکتوں میں سے کسی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہواوروہ ان سے محفوظ رہنے کے لئے مشت زنی سے کام لے لےجس سے تسکینِ شہوت ہوکرزنا کاری ولواطت سے محفوظ ہوجائے تواس کا معاملہ اَہوَن ہے،امید ہے کہ وہ بڑے گناہ کا مرتکب شمار نہ ہوگا، کذا فی ردالمحتار (۳)، لیکن محض استلذاذ کی خاطر مشت زنی کا ارتکاب

= صورتِ مسئولہ میں شخصِ مذکورشادی شدہ ہے،اس کو یہ عذرلاحق نہیں،لہٰذاوہ مستحقِ عتاب وعقاب ہوگا:

"في السراج: "إن أراد بذلک تسکین الشهوة المفرطة الشاغلة للقلب وکان عزباً لازوجة له ولا أمة.......... أرجو أن لاوبال علیه". (الدرالمختار، کتاب الصوم، مطلب في حکم الاستمناء بالکف: ۳۹۹/۲، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فمن ابتغی وراء ذلک، فأولئک هم العادون﴾ (سورة المؤمنون: ۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ولاتقربوا الزنی، إنه کان فاحشةً وساء سبیلاً﴾. (سورة الإسراء: ۳۲)

"مامن ذنب بعد الشرک أعظم من نطفةٍ وضعها رجل في رحمٍ لایحل له". (تفسیر ابن کثیر، سورة بني إسرائیل: ۳۸/۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲)"وهذا یقتضي تحریم الزني وما قلنا من الاستمناء". (تفسیر القرطبي: ۷۲/۱۲، دارلکتب العلمیه بیروت)

(وکذا في تفسیر المدارک، سورة المومنون: ۲۹/۲، قدیمي)

(وکذا في حاشیة الصاوي علی تفسیر الجلالین: ۵۸/۴، دار البازمکة)

(۳) "الاستمناء بالکف.......... لوخاف الزنی یُرجی أن لاوبال علیه". (الدرالمختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "عبارة الفتح: فإن غلبته الشهوة، ففعل إرادة تسکینها به، فالرجاء أن لایعاقب". =

ہرگز نہ کرے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۴/۲۰ھ۔

بھاوج سے زنا

سوال[۹۰۲۷]: بڑی بھاوج سے جبراً صحبت کی اور کہا کہ ہم دونوں بھائی تجھ کو ہی رکھیں گے، چار آدمیوں میں جب اس کا تذکرہ ہوا تو باپ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے، دیور بھاوج میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا حرام ہے، بھائی کی بیوی سے اَور بھی قبیح ہے(۲)۔شوہر کے والد کا یہ جواب کہ دیور بھابھی میں ایسا ہو ہی جاتا ہے یہ انتہائی بے غیرتی کا جواب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/٦/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸۷/٦/۵ھ۔

خادمہ کے ساتھ باندی جیسا سلوک

سوال[۹۰۲۸]: لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے بیوی جیسا سلوک کیا جا سکتا ہے، اگر غلام مرد ہو تو اس کے ساتھ نوکر جیسا سلوک کیا جائے؟

= (ردالمحتار، كتاب الصوم، مطلب في حكم الاستمناء بالكف: ۳۹۹/۲، سعيد)

(۱) "أما إذا فعله لاستجلاب الشهوة، فهوآثم". (ردالمحتار، المصدر السابق)

(۲) "عن عبدالله قال: قلت: يارسول الله! أى الذنب أعظم؟ قال: "أن تجعل لله نداً وهو خلقك" ثم قال: أى؟ قال: "أن تقتل ولدك خشية أن يأكل معك" ثم قال: أى؟ قال: "أن تزانى حليلة جارك، الخ".

(صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قتل الولد: ۸۸۷/۲، قديمى)

وقال فى هامشه: "قال الكرمانى إن لم يكن حليلة الجار، فالحكم أيضاً كذلك، قلت: لاشك أن الزنا بحليلة الجار أقبح؛ لأن فيه إساءة إلى من يستحق الإحسان". (هامش صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب قتل الولد: ۸۸۷/۲، (رقم الحاشية: ۱۰)، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لونڈی کے ساتھ اس قسم کے سلوک کی اجازت ہے وہ آج کل یہاں موجود نہیں، خادمہ اور ملازمہ کے ساتھ یہ سلوک حرام ہے(۱)، غلام مرد بھی موجود نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۸۷ھ۔

جیسا گناہ ویسی توبہ

سوال[۹۰۲۹]: اتنے گناہ ہوگئے کہ اس کو عذاب کا ڈر ہے، ایسی صورت میں اگر کچھ روپیہ خیرات کردے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روپیہ خیرات کرنا تو خیر ہی خیر ہے(۲)، لیکن گناہوں سے توبہ ضروری ہے اور ہر قسم کے گناہوں سے توبہ اسی کے موافق ہوگی، مثلاً: زکوٰۃ، نماز، روزہ اگر ذمہ میں ہوں تو قضا بھی لازم ہے، کسی کا مالی حق ہو تو اس کا ادا کرنا، یا معاف کرانا ضروری ہے، غرض جیسا گناہ ویسی توبہ ضروری ہے(۳)۔ اللہ پاک سے توبہ قبول کرنے کی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنی، إنه كان فاحشة وساء سبيلاً﴾ (سورة بنی اسرائيل: ۳۲)

"والزنا وطء مكلف ناطق طائع فی قبل مشتهاة خال عن ملكه وشبهته". (تنوير الأبصار، كتاب الحدود: ۴/۴، سعيد)

(۲) "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "السخی قريبٌ من الله قريبٌ من الجنة، قريبٌ من الناس، بعيدٌ من النار". (مشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب الإنفاق، ص: ۱۶۴، قديمی)

(۳) "فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا يتعلق بحق آدمی، فلها ثلاثة شروط: أحدها أن يقلع عن المعصية، والثانی: أن يندم على فعلها، والثالث: أن يعزم أن لايعود إليها أبداً، فإن فَقَدَ أحد الثلاثة، لم تصح .... وأن يبرأ من حق صاحبها .... الخ". (رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ۲۴، ۲۵، قديمی)

(وكذا فی شرح الفقه الأكبر للقاری، بحث التوبة: ص: ۱۵۸، قديمی)

امید ہے، وہ مغفرت فرمانے والا ہے، یہ یقین پورے وثوق کے ساتھ رکھا جائے: ﴿إني غفار لمن تاب﴾ الآیہ(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۴ھ۔

توبہ کی تکمیل کے لئے صدقہ

سوال[۹۰۳۰]: ایک زانی یا زانیہ نے توبہ کی بستی والوں نے جرمانہ لگایا کہ تم گذشتہ گناہوں کی پاداش میں صدقہ نکالو تاکہ گناہوں کا کفارہ ہوجائے، چنانچہ اس نے برائے تصدق روپے نکالے۔ اب عرض یہ ہے کہ اہل قریہ کے کہنے سننے سے اگر اپنے اوپر تصدق لازم کرلے اپنی خوشی سے تو کیا حکم ہے؟ اور محض لوگوں کے کہنے سننے سے تصدق لازم کرلے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبیداللہ بلیاوی مظاہری، ۲/ ربیع الثانی/ ۶۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوگوں کے مجبور کرنے کی صورت میں تصدق ناجائز ہے، اپنی خوشی کی صورت میں جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۴/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۴/۶۱ھ۔

---

(۱) (سورة طه: ۸۲)

وقال الله تعالى: ﴿قل يعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لاتقنطوا من رحمة الله، إن الله يغفر الذنوب جميعاً، إنه هو الغفور الرحيم﴾ (سوره الزمر: ۵۳)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين امنوا لاتأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراض منكم﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن عمرو يثربى رضى الله تعالىٰ عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "لايحل لامرئ من مال أخيه شئ إلا بطيب نفس منه". (شرح معانى الآثار، كتاب الكراهية، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا؟: ۳۷۵/۲، سعيد)

توبہ کے لئے چندہ کر کے تقریب کرنا اور تقریب میں عالم صاحب کے سامنے توبہ کرنا

سوال[۹۰۳۱]: کچھ مسلمان غریبوں کی بستی ہے، وہاں پر ایک شخص جس پر علماء نے توبہ عائد کیا تھا، اس نے اپنے گناہ پر نادم ہوکر آپس میں پورے گاؤں سے چندہ وغیرہ لے کر ایک تقریب کی جس میں ایک عالم صاحب کو مدعو کیا اور توبہ کا پورا پورا ارادہ رکھتا تھا۔ اسی گاؤں میں ایک اَور مجرم –جس پر وہ عالم صاحب توبہ کرا چکے تھے اور وہ توبہ سے انکاری تھا– موجود تھا، وعظ میں گنہگاروں کے عذاب کا بیان ہوا اور اس مجمع میں ایک شخص دوسرے عقیدہ کا موقع سے موجود تھا۔

بعد وعظ کے پہلا مجرم اپنے جرم پر نادم ہوکر توبہ کرنے کے لئے مولانا صاحب کے پاس آیا اور عام برادریوں سے بھی معافی مانگی، پھر مولانا نے توبہ بھی کرائی، مگر اس مجمع میں ایک اَور شخص بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ معافی نہیں ہوسکتی، جب کہ مجمع میں دوسرے عقیدہ کے شخص کو انہوں نے مدعو کیا ہے، اور اس دوسرے عقیدہ والے سے دریافت کیا گیا کہ تم کو اس مجرم نے مدعو کیا تھا یا نہیں، تو انہوں نے کہا میں صرف وعظ سننے آیا ہوں۔ مگر بات بڑھی اور دوسرا مجرم پیش ہوا اور اس نے پھر توبہ کرنے سے انکار کیا۔ تو اس گاؤں والوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

مولانا نے میلاد کی شیرینی بھی نہ لی نہ کھانا کھایا اور مجمع سے اٹھ کر چلے آئے، یہاں تک کہ دس بیس فقیروں کو کھانے کی دعوت تھی، وہ سب بھی اٹھ کر چلے آئے اور آکر مولانا سے ملے، مگر مولانا نے ان کو کھانے کیلئے پھر واپس نہیں بھیجا۔ تو کیا پہلے مجرم کی توبہ قبول نہیں ہوئی؟ اور جو لوگ کھانا کھائے بغیر واپس چلے آئے، مگر مولانا نے ان کو کھانے کے لئے واپس نہیں بھیجا، بلکہ سن کر خوش ہوئے، اس صورت میں کھانا کافی برباد ہوا۔ اب علمائے کرام مجرموں کی توبہ پر فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

توبہ ہر مجرم بلکہ ہر شخص کو کرتے رہنا چاہئے: "کل بنی آدم خطّاء، وخیر الخطّائین التوّابون". الحدیث(۱) ﴿یاأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی اللّٰہ توبةً نصوحاً﴾. (الآیة)(۲)۔

---

(۱) (جامع الترمذی :۲/۷۶، أبواب صفة القیامة، سعید)

(۲) (سورة التحریم :۸)

اور جب بھی کوئی گناہ صادر ہو، یا پچھلا گناہ یاد آئے، یا گناہ کی وجہ سے فتنہ برپا ہو تو بار بار توبہ کرنا چاہیئے (۱)۔ پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور کھلے گناہ کی توبہ کھلے ہونا چاہیئے (۲)، لیکن توبہ کا یہ طریقہ کہ آدمی چندہ کرکے بھیک مانگ کر تقریب کرے اور عالم و پنچایت اور فقیروں کو مدعو کرے شرعاً غلط ہے، اگر عالم یا پنچایت نے یہ تجویز کیا ہے تو غلط تجویز کیا (۳)۔

---

(۱) قال الفقيه أبو الليث السمرقندى رحمه الله تعالىٰ: "فينبغى للعاقل أن يتوب إلى الله فى كل وقت، ولا يكون مصرّاً على الذنب، فإن الراجع من ذنبه لا يكون مصرّاً و إن عاد فى اليوم سبعين مرةً، كما روى عن أبى بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه، عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "ما أصرّ مَن استغفر و إن عاد فى اليوم سبعين مرةً".

"وروى عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "والله! إنى لأتوب إلى الله تعالىٰ فى اليوم مأة مرة". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۳، باب التوبة، حقانيه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، و أنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعانى: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمى)

(۲) اگر گناہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو ادائیگی حق کے ساتھ پوشیدہ توبہ بھی کافی ہے، اور اگر حقوق العباد سے ہو تو متعلقہ شخص کا حق ادا کرکے ندامت کے ساتھ اس کے سامنے اعتذار کرے:

"وفى شرح المقاصد: قالوا: إن كانت المعصية فى خالص حق الله تعالىٰ، فقد يكفى الندم، كما فى ارتكاب الفرار من الزحف، وترك الأمر بالمعروف، وقد تفتقر إلى أمر زائد كتسليم النفس للحدّ فى الشرب و تسليم ما وجب فى ترك الزكاة، ومثله فى ترك الصلوة. وإن تعلقت بحقوق العباد، لزم مع الندم والعزم إيصال حق العبد أو بدله إليه .... والقتل العمد .... والاعتذار إليه إن كان إيذاءً كما فى الغيبة............اهـ". (روح المعانى: ۱۵۸/۲۸، ۱۵۹، (سورة التحريم: ۸)، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۳) "من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۲۷، قديمى) .... =

جب عالم صاحب کے سامنے مجرم نے توبہ کرلیا اور اس کا اظہار کردیا تو اس کی توبہ کو رد کرنے کا ان کو حق نہیں، اس کو نرمی سے سمجھا دینا چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول فرمائے، میں آپ سے ناراض نہیں، لیکن توبہ کا یہ طریقہ غلط ہے، اس لئے میں اس میں شریک نہیں ہوتا، کھانا نہیں کھاتا۔ توبہ کرنے کے بعد اس کی قدر کی جائے اور دعاء کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر پختگی کے ساتھ قائم رکھے۔ جو لوگ پھر بھی ناراض رہتے ہیں اور قطع تعلق کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

اگر ایک مجرم شرعی توبہ سے انکار کرے تو اس کی وجہ سے توبہ کرنے والے کی توبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن اگر توبہ سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تقریب کرکے دعوت سے انکار کردیا ہے تو یہ درحقیقت شرعی توبہ سے انکار نہیں، بلکہ اس کے غلط طریقہ سے انکار ہے۔ توبہ کا مطلب شرعاً یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہ پر دل سے نادم اور شرمندہ ہو اور اقرار کرے کہ میں نے سخت غلطی کی ہے، میں نے سخت جرم کیا ہے، میں سچے دل سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں کروں گا، یا اللہ! میری خطا معاف فرما اور آئندہ کو میری حفاظت فرما(۱)۔

= قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال القاضی رحمه الله تعالیٰ: المعنی من أحدث فی الإسلام رأیاً لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود علیه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳٦٦، رشیدیه)

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ: یا رسول الله! ما التوبة النصوح؟ قال: "أن یندم العبد علی الذنب الذی أصاب، فیعتذر إلی الله تعالیٰ، ثم لا یعودُ إلیه کما لا یعود اللبن إلی الضرع".

و قال الإمام النووی رحمه الله تعالیٰ: "التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن یقلع من المعصیة، وأن یندم علی فعلها، وأن یعزم عزماً جازماً علی أن لا یعود إلی مثلها أبداً". (روح المعانی، (سورة التحریم: ۸): ۲۸/۱۵۷، ۱۵۸، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

"وروی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما فی قوله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾. [التحریم: ۸] قال: التوبة النصوح الندم بالقلب والاستغفار باللسان والإضمار أن لا یعود إلیه أبداً" (تنبیه الغافلین، ص: ۵۵، باب التوبة، حقانیه پشاور)

جو گناہ ایسا ہو کہ اس کا بدل شریعت نے تجویز کیا، مثلاً: نماز قضاء کی، روزہ نہیں رکھا، یا رمضان کا فرض روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس کا بدل بھی پیش کرے، یعنی قضاء نماز پڑھے، قضاء روزہ رکھے، فرض روزہ کا کفارہ ادا کرے(۱)۔ یہ شرعی توبہ ہے اس کو چھوڑ کر اپنی طرف سے تقریبِ میلاد و دعوت وغیرہ کا طریقہ اختیار کرنا شرعاً غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

گناہ کی توبہ خدا کے سامنے ہو یا چودھریوں کے؟

سوال[۹۰۳۲]: زید سے ایک گناہ سرزد ہوا، اس پر لوگوں نے اس سے قطع تعلق کرلیا، بعدازاں زید نے ایک معتبر عالم کے سامنے توبہ کی اور اپنے فعل پر نادم ہوا اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی، لیکن چودھری لوگ مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں کہ برادری سے معافی مانگے تو برادری میں اَور ہنگامہ پیدا ہوا، اور لوگوں کو چودھری منع کرتے ہیں کہ اس سے میل جول نہ کریں، جبکہ وہ توبہ کرچکا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر برادری کا گناہ نہیں کیا تو برادری یا چودھریوں سے معافی مانگنا ضروری نہیں، چودھریوں کا مطالبہ غلط ہے، خدائے پاک سے سچے دل سے نادم ہوکر معافی مانگنا ضروری ہے(۲)۔ برادری نے اگر قطع تعلق اس

---

(۱) "ثم هذا إن كانت التوبة فيما بينه و بين الله كشرب الخمر، و إن كانت عما فرّط فيه من حقوق الله كصلاة وصيام و زكاة، فتوبته أن ينـدم على تفريطه أولاً، ثم يعزم على أن لا يعود ولو بتأخير صلاة عن وقتها، ثم يقضى ما فاته جميعاً". (شرح الفقه الأكبر للملا على القارى، ص: ۱۵۸، قديمى)

(وكذا فى مرقاة المفاتيح: ۱۵۱/۵، باب الاستغفار والتوبة، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذى اٰمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً، عسى ربكم أن يكفّر عنكم سيئاتكم﴾ (سورة التحريم: ۸)

"قال الإمام النووى: التربة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً .... وركنها الأعظم الندم". (روح المعانى: (سورة التحريم: ۸): ۱۵۸/۲۸، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى شرح النووى على صحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمى)

لئے کیا ہے کہ اصلاح ہو جائے، اوراب برادری کوظنِ غالب حاصل ہو گیا کہ زید کی اصلاح ہوگئی اور وہ واقعی نادم ہے، سچی توبہ کر چکا ہے، آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا، توبہ کے آثار (ندامت واصلاح) اس پر ظاہر ہو گئے ہیں تواب اس سے قطعِ تعلق کوختم کر دیا جائے۔

چودھری اگر واقعۃً مضحکہ اڑانے کے لئے معافی مانگنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ ان کی زیادتی ہے، ان کو ہرگز ایسانہیں کرنا چاہئے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

توبہ سے حقوق العباد کی معافی

سوال[۹۰۳۳]: کوئی شخص براکام کرتا ہے، چوری بھی کی اور برافعل عورت سے کیا اورلڑکوں سے اور حیوان سے کیا اور ہاتھ ادھار لے کر نہ دیا، اب اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ ان سب کاموں سے توبہ کرلوں۔کیا وہ ان عیبوں سے پاک ہوسکتا ہے؟

مبارک علی، سہارن پور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جن کا لیکر نہیں دیا ان کا قرض ادا کرے، جن کا مال چرایا ہے ان کا واپس کرے اوراپنے گزشتہ گناہوں کی انتہائی پشیمانی اورعاجزی کے ساتھ اللہ پاک سے معافی چاہے، روئے، گڑگڑائے اور آئندہ کو پختہ عہد کرے کہ کوئی گناہ نہیں کرے گا (۲)، انشاء اللہ تعالیٰ سب خطائیں معاف ہو جائیں گی اور توبہ قبول ہوگی:

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیراً منهم﴾ (سورة الحجرات: ۱۱)

"قال القرطبي: السخريه الاستحقار والاستهانة والتنبيه على العيوب والنقائص بوجهٍ يضحک منه". (روح المعاني: (سورة الحجرات: ۱۱): ۱۵۲/۲۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإن كانت عما يتعلق بالعباد، فإن كانت من مظالم الأموال، فتتوقف صحة التوبة منها -مع ماقدمناه في حقوق الله تعالى- على الخروج عن عهدة الأموال وإرضاء الخصم في الحال والاستقبال بأن يتحلل منهم أو يردها إليهم أو إلى من يقوم مقامهم من وكيل أو وارث. "(شرح الفقه الأكبر للملا =

قال اللّٰہ تبارك وتعالی: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر اللّٰہ، يجد اللّٰہ غفوراً رحيماً﴾(١)۔ ﴿قل يعبادی الذين أسرفوا علی أنفسهم لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ، إن اللّٰہ يغفر الذنوب جميعاً، إنه هو الغفور الرحيم﴾(٢)۔

وجاء فی الحديث: "التائب من الذنب كمن لاذنب له"(٣)۔

حقوق العباد ذمہ میں باقی رہتے ہوئے محض اللہ پاک کے سامنے زبان سے توبہ کرنا کافی نہیں، بلکہ یا وہ حقوق ادا کرے، یا صاحبِ حق سے معاف کرائے، بغیر اس کے وہ حقوق معاف نہ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: سعید عبد اللطیف، ۲۸/صفر/۵۸ھ۔

بغیر توبہ کے کبیرہ گناہ کی معافی

سوال [۹۰۳۴]: اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کرلے کیا وہ بغیر توبہ کے کسی عمل سے معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شریعت نے ہر گناہ سے توبہ کا حکم دیا ہے (۴) اور اس کا طریقہ بتایا ہے (۵)، جب تک اس طریقہ

= علی القاری، بحث التوبة، ص: ۱۵۸، قديمی)

"التوبة واجبة من كل ذنب .... وإن كانت المعصية تتعلق بآدمی، فشروطها أربعة: هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها، فإن كانت مالاً أونحوه، ردّه إليه." (رياض الصالحين، باب التوبة: ۲۵، قديمی)

(۱) (سورة النساء: ۱۱۰)

(۲) (سورة الزمر: ۵۳)

(۳) (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، قديمی)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمی)

(۴) و قال اللہ تعالیٰ: ﴿وتوبوا إلی اللہ جميعاً أيها المؤمنون لعلكم تفلحون﴾. (سورة النور: ۳۱) =

سے توبہ نہ کی جائے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا، تاہم مالک الملک اپنے فضل وکرم سے جس کے گناہ بغیر توبہ ہی کسی عمل پر معاف فرمادے تو وہ فضل ہے(۱) وہ کسی ضابطہ کا پابند اور مجبور نہیں، انسان پابند ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ا/۳/۸۹ھ۔



= و قال تعالیٰ: ﴿وأن استغفروا ربكم ثم توبوا إليه﴾. (سورة هود: ٣)

و قال تعالیٰ: ﴿يايها الذين اٰمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾. (سورة التحريم: ٨)

(۵) "فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا يتعلق بحق آدمي، فلها ثلاثة شروط: أحدها أن يقلع عن المعصية، والثاني: أن يندم على فعلها، والثالث: أن يعزم أن لايعود إليها أبداً. فإن فَقَدَ أحد الثلاثة، لم تصح .... وأن يبرأ من حق صاحبها ....الخ". (رياض الصالحين، باب التوبة: ص: ۲۴، ۲۵، قديمی)

(وكذا فی شرح الفقه الأكبر للقاری، بحث التوبة: ص: ۱۵۸، قديمی)

(۱) قال الله تعالیٰ: "﴿ ويغفر مادون ذلک لمن يشاء ﴾من الصغائر والكبائر مع التوبة أوبدونها". (شرح العقائد النسفی للتفتازانی: ص: ۸۵، المطبع اليوسفی)

باب أحکام الزوجین

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا باپ کے گھر جانا

سوال[۹۰۳۵]: اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا ہو اور اس کا والد سخت بیمار ہو تو وہ عورت اپنے باپ کے پاس جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تیمار داری اور عیادت کے لئے جاسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۸ھ۔

شوہر کی رضامندی کے بغیر گھر سے نکلنے والی عورت کی نماز، روزہ کا حکم

سوال[۹۰۳۶]: کوئی عورت صوم وصلوۃ کی پابند ہو، لیکن اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف جہاں دل چاہے چلی جاتی ہو، اس کی نماز، روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) "(و لا یمنعها من الخروج إلی الوالدین) فی کل جمعة إن لم یقدرا علی إتیانها، علی ما اختاره فی الاختیار. و لو أبوها زمناً مثلاً فاحتاجها، فعلیها تعاهده و لو کافراً وإن أبی الزوج". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۶، ۱۸۷، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن عشر فی الحظر والإباحة، جنس آخر فی خروج المرأة من البیت: ۲/۵۲، ۵۳، رشیدیه)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، باب النفقة: ۱/۴۲۹، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کا فرض (نماز وغیرہ) ادا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، شوہر منع کرے تو اس میں شوہر کی اطاعت بھی جائز نہیں (۱)، ہاں! بغیر شوہر کی اجازت کے اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے یہاں کہیں جانے کی اجازت نہیں، کوئی سخت مجبوری ہو تو دوسری بات ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۲۸ھ۔

بلا اجازتِ شوہر گھر سے باہر غائب رہنا

سوال [۹۰۳۷]: زید نیک اور خلیق مسلمان ہے، اس کی شادی ہوئے بیس سال ہوئے، اس کے سات بچے ہیں۔ چند ماہ پہلے ایک فرض کی ادائیگی کے لئے وہ تین ماہ باہر رہا، بیوی کو نصیحت کی کہ گھر چھوڑ کر کہیں نہ جائے اور ان سب کا پورا انتظام کر کے گیا تھا، لیکن غیر موجودگی میں وہ ایک روز گھر سے اچانک اکیلی پوری رات غیر حاضر رہی اور دوسرے دن صبح گیارہ بجے واپس آئی۔ زید کے بھائی نے غیر حاضری کا سبب پوچھا تو بتلایا کہ دھوپ کے موسم میں لوگ دریا کو نہانے جاتے ہیں اور وہاں کمروں کا انتظام ہے، رات کو واپسی کی بس نہیں ملی اور مجبوراً وہاں رہی۔ یہ عذر زید کے بھائی کو قبول نہ ہوا اور لوگ بھی چہ می گوئیاں کرنے لگے۔ چند روز بعد زید واپس آیا اور اس کو حقیقت معلوم ہوئی، اس کے پوچھنے پر وہی جواب ملا۔

زید کے مکان میں ایک نوکرانی ہے وہ کہتی ہے کہ کسی ایک مرد کے ساتھ بولتی اور آتی جاتی تھی، کوئی بد

---

(۱) "فقام عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنه، فلقیه بین الناس قال: تذکر یوم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة اللہ". فقال عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنه للحکم: سمعت رسول اللہ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یقول: "لاطاعة لأحد فی معصیة اللہ تبارک و تعالیٰ". وقال رسول اللہ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : "لا طاعة فی معصیة اللہ تبارک و تعالیٰ". (مسند أحمد، بقیة حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنه : ۵۹/۶، ۶۰، (رقم الحدیث: ۲۰۱۳۰، ۲۰۱۳۵)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"وقال "لا طاعة فی معصیة اللہ، إنما الطاعة فی المعروف". (الصحیح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی معصیة: ۱۲۵/۲، قدیمی)

(۲) تقدم تخریجه تحت عنوان: "شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا باپ کے گھر جانا"۔)

فعلی تو نظر سے نہیں دیکھی گئی، لیکن شبہ قوی ہوگیا ہے اور زید اس کا منہ دیکھنے پر بھی راضی نہیں، اس کو الگ مکان میں کردیا ہے اور پورا خرچ بھی دیتا ہے۔ سنا ہے وہ بہت روتی ہے۔ اور نماز پڑھتی ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ زید بچوں کے ساتھ آجائے اور منہ دکھائے، مگر زید اپنی ضد پر اٹل ہے اور وہ کہتا ہے کہ علماء جو فیصلہ کریں گے اس پر عمل کروں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے لئے جائز نہیں کہ بلا اجازتِ شوہر اس کی غیوبت کی حالت میں گھر سے نکلے اور پھر رات بھر غائب رہے، وہ شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے سخت گناہ کی مرتکب ہوئی (۱)، لیکن بلا اقرار وشہادتِ شرعیہ کے کسی پر زنا کی تہمت لگانا بھی جائز نہیں، ثبوتِ زنا کے لئے شرط ہے کہ یا تو ملزم خود اقرار کرے، یا چار عادل گواہ شہادت دیں، اس کے بغیر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا، اس لئے شوہر کو بیوی پر شبہ نہ کرنا چاہئے (۲)، خصوصاً جب کہ عورت اپنی نافرمانی پر نادم ہے اور روتی ہے، زید کو چاہیئے کہ اسے معاف کردے اور اس کے ساتھ شوہر کی طرح رہے۔

---

(۱) "فلا تخرج إلا لحقٍ لها أو عليها". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۵/۳، سعید)

"(لا) نفقة لأحد عشر ......و (خارجة من بيته بغير حق، و هي ناشزة)". (الدر المختار، کتاب الطلاق باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۵۷۵/۳، ۵۷۶، سعید)

(وكذا في ردالمحتار، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۲۰۲/۳، ۲۰۳، سعید)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، کتاب النکاح الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۵۲/۲، ۵۳، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء، فاجلدوهم ثمٰنين جلدة، ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً، وأولٰئك هم الفٰسقون﴾ الآية. (سورة النور: ۴)

"(ويثبت بشهادة أربعة) رجال (في مجلس واحد) فلو جاء وا متفرقين، حدوا. بلفظ (الزنا) .... (ويثبت) أيضاً (بإقراره أربعاً في مجالسه)". (الدرالمختار، کتاب الحدود: ۴/۷-۹، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، کتاب الحدود: ۳۳۲/۲، ۳۳۴، غفاریه کوئٹه)

اس سلسلہ میں زید پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۸۸ھ۔

بغیر شوہر کی اجازت کے والدین کے پاس رہنا

سوال [۹۰۳۸]: اگر نکاح کے بعد شوہر کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھوں گا اور ملنے کے لئے اپنے والدین کے پاس جاسکتی ہے سال بھر میں دو تین ماہ کے لئے، اور والدین کہتے ہیں کہ ہم بوڑھے ہیں اس لئے شوہر کے پاس سال بھر میں دو تین ماہ جاسکتی ہے۔ اور والدین کی جائیداد بھی ہے اور اس پر گزر بھی ہوسکتی ہے، لیکن والدین کہتے ہیں کہ اگر لڑکی چلی گئی تو ہم بھینس نہیں رکھ سکتے، اس لئے کہ بھینس کے لئے چارہ وغیرہ لانا ہے اور دودھ دوہنا ہے۔ اور والدین کہتے ہیں کہ ہم کو روٹی پکانا بھی مشکل ہے تو اس صورت میں والدین کے پاس رہے یا شوہر کے پاس؟ اور عورت کے لئے فرمانبرداری شوہر کی مقدم ہے یا والدین کی؟ اگر شریعت کے خلاف کسی کی بات نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین کا یہ مطالبہ صحیح نہیں (۱)، اگر بغیر شوہر کی اجازت کے عورت والدین کے گھر اس طرح رہے گی تو نافرمان ہوگی اور اتنی مدت کا نفقہ بھی نہیں ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو، پی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۶۱ھ۔

---

(۱) "قالوا: وللزوج أن یسکنها حیث أحب، ولکن بین جیران الصالحین". (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی أعوانه: ۶۰۲/۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۲۹/۴، رشیدیه)

(۲) "(لا) نفقة لأحد عشر .... وخارجة من بیته بغیر حق و هی الناشزة حتی تعود". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغیر: ۵۷۵/۳، ۵۷۶، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۷۹/۲، غفاریه کوئٹه)

(والفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول: ۵۴۵/۱، رشیدیه)

کتنی مدت تک شوہر بیوی سے الگ رہ سکتا ہے؟

سوال[۹۰۳۹]: اگر کوئی شخص نوکری کے لئے سفر کرے تو اپنی جوان عورت گھر میں چھوڑ کر کتنے ماہ رہنے سے گنہگار نہ ہوگا اور مرد کے لئے کتنے ماہ کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صحت، قوت، شہوت، صبر وتحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات یکساں نہیں، تاہم چار ماہ سے زائد بلا بیوی کی رضامندی واجازت کے باہر نہ رہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۶/۲۷ھ۔

بیوی کا شوہر کو اپنی والدہ کی ملاقات سے روکنا

سوال[۹۰۴۰]: عمر کی والدہ اپنے دوسرے خاوند کے لڑکے ولڑکیاں لے کر عمر کے ساتھ رہتی تھیں، اور اس کی بیوی بچوں کا حق تلف کرتی رہتی تھی، عُمر ان کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں بولتا تھا، لیکن جب بات حد سے آگے بڑھ گئی اور اس بیوی کو چھوڑنے تک کو کہا، جب کہ انہیں کی وجہ سے دو بیویاں اور چھوٹ چکی

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "و لا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "و يؤيد ذلك أن عمر رضى الله تعالىٰ عنه لماسمع فى الليل امرأةً .... فسئل بنته حفصة رضى الله تعالىٰ عنها: كم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

وقال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ: "وأعلم أن هذا الإطلاق .... الاختيار فى مقدار الدور إلى الزوج .... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنه لو أراد أن يدور سنة سنةً ما يظن إطلاق ذلك له، بل ينبغي له أن لا يطلق له مقداره مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۴۳۴/۳، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۹۴/۲، مكتبه إمداديه ملتان)

تھیں۔ آپ کے یہاں تفصیل سے لکھ کر جب فتوی لیا، تو یہ معلوم ہوا کہ ان کو اپنے موجودہ خاوند کے پاس رکھا جائے، لیکن اگر والدہ تنگدست رہتی ہیں تو ان کی تمام کمانے والی اولاد پر برابر برابر اپنی ماں کے خرچ کا حق عائد ہوتا ہے۔ اور عمر کو وقتاً فوقتاً اپنی والدہ کے پاس کچھ تحفے لیکر حاضر ہوتے رہنا چاہیئے اور ان کی سعادت مندی حاصل کرتے رہنا چاہیئے۔

اب عمر کی والدہ اپنے موجودہ خاوند کے پاس مع بچوں کے رہنے لگی ہیں اور عمر اگر ان تمام باتوں پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے تو اس کی بیوی منع کرتی ہے اور والدہ کو خرچ بھیجنے سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اپنے لڑکے لڑکیوں کو اسکولوں میں پڑھا رہے ہیں تو کیا تنگدست ہیں؟ اچھا اگر مان بھی لیا کہ وہ تنگدست نہیں ہیں تو والدہ کے پاس تحفے لے کر تو عمر کے حاضر ہونے کا حق باقی رہتا ہے تو اس کی بیوی کہتی ہے اور بضد ہے کہ تم نہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور نہ والدہ کو یہاں اپنے پاس کبھی بلاؤ، کیوں کہ انہوں نے ہم لوگوں کے اوپر سحر کر دیا تھا، آپ وہاں جائیں گے تو آپ کے اوپر بھی تگڑا سحر کرائیں گی اور ہم لوگوں کا نہ جانے پھر کیا حال ہوگا؟ عمر کے یہ کہنے پر کہ اب وہ سحر نہیں کرائیں گی، مجھے جانے دو، تو وہ کہتی ہے کہ اگر آپ وہاں گئے یا والدہ کو یہاں بلایا تو میں آپ سے طلاق لے لوں گی۔ تو ایسی حالت میں عمر کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو سحر کا خطرہ ہے، اس کی حفاظت کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد چاروں قل اور الحمد اور آیۃ الکرسی تین تین دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں، انشاء اللہ تعالیٰ سحر کے خطرہ سے حفاظت رہے گی اور جب تحفہ لے کر کبھی کبھی والدہ کے پاس جائیں گے تو والدہ خوش ہوں گی، سحر نہیں کرائیں گی، بیوی کو وہم ہے، اس کو سمجھانا چاہیئے، خدا کرے وہ بھی خوش رہے اور طلاق طلب نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۱ھ۔

ولادت کے وقت بیوی کی مدد کرنا

سوال[۱۰۴۱]: میاں نور محمد صاحب پیش امام ساکن قصبہ بندھ ضلع راولپنڈی نے اپنی حاملہ بیوی

کی نصف شب وقتِ تولید جنین امداد کی، رات کی سردی و دیگر اعذار کے باعث قابلہ کو نہ بلا سکا، دونوں میاں بیوی نے اس کام کو انجام دیا، لڑکے کو غسل دینے کے بعد کانوں میں اذان دیدی۔ یہ قصہ رفتہ رفتہ شہرت پکڑ گیا، آخر الامر میاں صاحب کو چند دیہاتی علمائے کرام نے اس فعل کے ارتکاب پر دباؤ ڈالا کہ تم نے خلافِ شرع نجاست وغیرہ میں ہاتھ ڈالے توبہ کرو اور گلے میں چادر ڈال کر توبہ پر مجبور کئے گئے۔ میاں صاحب نے مسجد میں عام مجلس میں توبہ کی۔

کیا ایسے وقت اپنی بیوی کی امداد کرنی یا دائی کو نہ بلانا شرعاً جرم ہے؟ اور ایسی ذلیل حالت کرا کر توبہ کرانی از روئے شرع شریف اس فعل پر یہی حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ فعل حرام اور ناجائز نہیں (۱)، جو لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، ایسے فعل کی بنا پر امام کے ساتھ ایسا تذلیل کا معاملہ کرنا سخت حماقت ہے، جہالت ہے بلکہ معصیت ہے (۲)۔ ان دیہاتیوں اور دیہاتی علماء کو توبہ اور امام سے معافی مانگنا واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، 　　صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۴/ ذی الحجہ/۵۶ھ۔

بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں

سوال [۹۰۴۲]: استدعا ہے کہ چونکہ یہ بندہ عاجز ایک مدت سے اپنی عورت کے معاملہ میں بخوفِ

---

(۱) شوہر کے لئے بیوی کے اعضائے مستورہ کو دیکھنا ناجائز نہیں، خاص کر جب اعذار کی بنا پر یہ کام کیا:

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: و من عرسه وأمته) فينظر الرجل منهما و بالعكس إلى جميع البدن من الفرق إلى القدم و لو عن شهوة". (ردالمحتار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۶/۶، سعيد)

(۲) "وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بحسب امرئ من الشر أن يحقّر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام: دمه و ماله و عرضه". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص: ۴۲۲، قديمي)

آخرت سرگرداں و پریشان ہے اس لئے آپ حضرات کی توجہ خاص کا محتاج ہے، اب چونکہ بندہ سے بدون حقیقتِ حال اور مقصود دل ظاہر کئے، سوال نہیں کرتے، اس لئے کچھ حالات مجملاً ومختصراً ظاہر کر کے سوالات کرتا ہوں تاکہ مقصود کے سمجھنے میں اور جواب دینے میں سہولت ہو:

حضرت! میں اپنی عورت کے دائمی الٹ پھیر کے چکر میں چودہ سال سے فکرو بےکلی کی زندگی بسر کر رہا ہوں، وہ الٹ پھیر کی کیفیت ہے کہ کبھی کسی وقت مجبوری و مصلحت سے چند وعدوں کے ساتھ میل جول کر لیتی ہے، کبھی ان وعدوں کو تاویلیں کر کے پھر عہد شکنی وفریب کرتی ہے، کبھی مطلق ہمبستری سے بلا عذر اور کبھی کچھ عذر کے ساتھ ہمیشہ کے لئے انکار کرتی ہے اور کبھی اس کے برعکس وہ عذر غائب ہو جاتا ہے، کبھی بالقصد فتنہ وفساد کی آڑ رکھ کر اور فریب دیکر دو ایک سال کے لئے اپنی خالہ کے گھر چلی جاتی ہے (باوجودیکہ ماں بھی موجود ہے لیکن وہاں نہیں جاتی) اور باوجود ہر ممکن کوشش کے واپس نہیں آتی، لیکن وہاں جب اس کا دل گھوم پھر کر خود آسودہ ہو کر اکتا جاتا ہے تو پھر خود اپنی مرضی سے واپس آکر میل جول کر لیتی ہے۔

کبھی عورت مذکورہ کی کسی بیجا حرکت وضد (یعنی اپنی خوشی کو دفعۃً کسی سابقہ ناخوشی وشکایت سے بدل کر ہمراہ چلنے سے انکار کرنا) کے باعث میری آبروریزی بھی اس کی خالہ اور ماموں کے ذریعہ سے ہوئی ہے، یہاں تک کہ ذرا سی بات میں فحش گالی گلوچ اور جوتا لیکر دکھلانے دھمکانے کی نوبت تک آگئی ہے، اگر میں صبر وتحمل سے کام نہ لیتا تو جوتا کھانا یقینی تو تھا ہی۔ اب آئندہ کی خبر خدا ہی کو ہے کہ کہاں تک نوبت پہونچتی ہے۔

یہ تو ساتھ پڑھنے کی صورتوں میں ہے اور ساتھ رہنے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سوائے پریشانی اور الجھن کی ترقی ہونے کے کوئی اطمینان نہیں اور دنیاوی ودینی نقصان اور قول وفعل نافرمانی کے علاوہ اَور کچھ نہیں۔

یہ مصیبت چودہ سال سے برداشت کر رہا ہوں اور بالکل بیزار ہوں تحمل کی قوت نہیں۔ لیکن اب تک بوجہ شرعی احکام نہ معلوم ہونے کے کوئی عملی کاروائی نہیں کی، محض زبان سے بکتا رہا۔ اب مقصود یہ ہے کہ اس عورت سے تعلق منقطع کر کے عقدِ ثانی کروں، لہٰذا مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر چار سوال ذہن میں ہیں ان کو معلوم کرنا چاہتا ہوں:

اول: یہ کہ طلاق دینے پر مہر کے متعلق شرعی فیصلہ کیا ہے؟

دوئم: یہ کہ طلاق بدون دیئے اگر عورت مذکورہ سے جدائی دائمی کروں تو شرعاً اس کی صورت کیا ہونی چاہیئے اور کیونکر اور کس بنا پر کرسکتا ہوں؟

سوئم: یہ کہ مندرجہ بالا صورتوں میں طلاق دینا شرعاً زیادہ بہتر ہے یا دائمی قطع تعلق بہتر (یعنی نان ونفقہ ہمیشہ کے لئے بند کر کے عقدِ ثانی کرسکتا ہوں)۔

چہارم: یہ کہ عقدِ ثانی کی بناء اور سبب محض مذکورہ عورت کی نافرمانی ایذا رسانی ہے تو مہر، نان ونفقہ ہر دو صورت میں یعنی طلاق یا بدونِ طلاق قطع تعلق شرعاً کا فیصلہ ہوگا اور ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہو اور دوسری عورت کا نان ونفقہ بھی واجب ہوگیا ہو۔

۱......اگر شوہر عورت کو نامحرم رشتہ داروں سے پردے کا حکم کرے اور عورت نہ مانے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں، اور ایسی حالت میں شوہر اپنے سکوت پر گنہگار رہوگا یا نہیں؟

۲......عورت کے نامحرم رشتہ دار خلافِ شرع اقوال وافعال پر مداومت رکھتے ہوں یعنی نیکر پہن کر بیٹھنا نصف ران تک کھل جائے، ڈاڑھی منڈوانا، رشوت وغیرہ لینا۔ تو اگر شوہر ایسی صورت میں بے پردگی سے روکے خصوصاً شادی وغیرہ کے موقع پر اور عورت زبردستی چلی جائے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں؟ تو ایسی صورت میں جبکہ شوہر بے قابو ہو تو کیا صورت اختیار کرے؟

۳......عورت کے نزدیک کوئی خدمت یا قول وفعل بظاہر شوہر کی بھلائی وخوشی کے لئے ہو، لیکن شوہر کو اذیت ہو، لیکن عورت اپنی تجویز شدہ خدمت سے باز نہ آوے یہاں تک کہ شوہر کے اظہار اذیت کے بعد بھی نادم نہ ہو، بلکہ عذر وتاویل کرتی رہے اور اپنے ہم خیال، خلافِ شرع دنیا دار لوگوں کی تصدیق کرا کر مطمئن ہوجائے تو یہ عورت "عذر گناہ بد تر از گناہ" کی مصداق شرعاً ہوگی یا نہیں؟ اور اسی پر بس نہیں بلکہ شوہر کو نرالے انوکھے خطاب دیکر تمام میں رسوا وبدنام کرتی پھرے تو ایسی صورت میں شوہر کو شرعاً کیا اختیار رہوگا اور عورت شرعاً نافرمان ہوگی یا نہیں؟

۴......شوہر کو قولی وفعلی رنج نہ پہونچانا عورت پر واجب ہے یا نہیں؟

۵......اگر کسی وقت شوہر کسی مصلحت سے روٹی دال فقط کھانا چاہتا ہے اور عورت محض فریب دینے کے لئے کہتی ہے کہ نہیں میں تم کو حلوہ کھلاؤں گی، کیونکہ تم کمزور ہو اور جب اس کے برعکس کا حکم کرے تو عورت یہ حیلہ

کرے کہ نہیں میں تو دال روٹی پکادوں گی چونکہ تو نے اس مرتبہ نہ پکانے پر جھگڑا کیا تھا اور تمہاری اطاعت عجیب ہے، کبھی کچھ کہتے ہو کبھی کچھ، جب کمزور سمجھ کر حلوہ کھلانا چاہتی ہوں تو کفایت کرتے ہو اور جب میں کفایت کرتی ہوں تو فضول خرچی کرتے ہو۔ بہر حال اسی طریقہ سے تمام دین ودنیا کے کاموں میں اپنی مرضی اور ذاتی اغراض کو دخل دے کر شوہر کے حکموں کو رد کرتی ہے اور دنیا کی نگاہوں میں بظاہر سرخرو ہو کر شوہر کو لاجواب کردے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں؟

بہر حال ایسی حالت میں جب کہ خیر خواہی کے پردے میں اپنا کام کرنا اور خواہشات کو پورا کرنا اور دنیا کو ظاہری برتاؤ دکھلا کر فریب دینا اور شوہر کو لاجواب کر کے رسوا اور بدنام کرنا اپنے کو پاک صاف جان کر خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنا ایسی صورت میں شوہر کوئی مستقل فیصلہ کرسکتا ہے؟

۶...... (الف) اگر مرد کو اپنی عورت سے بجائے دینی ودنیوی راحت ونفع کے اذیت ونقصان پہونچے اور فکر الجھن کا باعث ہو تو ایسی صورت میں شوہر اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کونسا طریقہ اختیار کرے؟ جب کہ نان ونفقہ کے علاوہ اکیاون ہزار مہر میں بھی جھگڑا ہوا ہو، اور عقدِ ثانی کی بھی ضرورت ہو تو کونسی صورت ہے جس سے آخرت کے مواخذہ سے سبکدوش ہو کر عقدِ ثانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

(ب) بالفرض اگر شوہر عورت مذکورہ کی اذیتوں کی بنا پر تنگ آکر طلاق دیدے اور عورت مطلقہ کا مہر مجبوراً ادا نہ کرسکے تو قیامت کے دن شوہر سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

(ج) اور اگر تھوڑا تھوڑا متفرق طریقہ سے ادا کرتا رہے اور آگے جا کر اس سے مجبور ہو اور کچھ باقی رہے چاہے کم یا زیادہ تو کیا اس کے عوض میں عتاب وعذاب شوہر پر ہوگا یا نہیں؟

(د) بہر حال عورت کی اذیتوں اور نافرمانیوں کی صورت میں اول یہ کہ بدونِ طلاق دیئے عورت سے دائمی جدائی بے تعلقی کی کیا صورت ہوگی؟ کہ جس کی وجہ سے شوہر کو ہمیشہ کے لئے نان ونفقہ بند کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔

دوئم: یہ کہ صورتِ مذکورہ کی بنا پر اگر شوہر طلاق دیدے اور مہر بالکل ادا نہ کرسکے، یا تھوڑا ادا کر کے مجبور ہو جائے تو ہر صورت میں شوہر سے مواخذہ شرعی ہوگا یا نہیں؟

سوئم: یہ کہ صورتِ مذکورہ کی بنا پر طلاق دینا بہتر ہے یا قطعی تعلق دائمی بہتر ہے بغیر نان ونفقہ کے؟

(ر) بالفرض اگر مدِ مقابل کو دیکھ کر پہلی عورت کا شوہر کو اپنا محتاج نہ سمجھ کر دماغ درست ہوگیا، اب وہ میل جول کی خواہش کرے یا کسی دوسرے سبب سے شوہر سے میل وتعلقات کی خواہش کرے اور شوہر کے دل نے خواہش دی کہ اب عورت مذکورہ اذیت وغیرہ سے توبہ کر کے میل کرنا چاہتی ہے تو دل کے شبہات پر ایسے وقت (جب کہ دوسری عورت کے نان ونفقہ کا بار پہلے سے ہو چکا ہے اور شوہر پہلی عورت کے نان ونفقہ سے قاصر ہو) شریعت کا کیا حکم ہے؟

(س) اگر شوہر کا دل پہلی عورت کے بارے میں کسی جانب گواہی نہ دیتا ہو، دونوں جانب برابر ہوں تو نان ونفقہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(ص) اگر شوہر کا دل شہادت نہ دے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

۷......اگر کسی مرد کی دو بیبیاں ہوں تو نان ونفقہ دونوں کا برابر ہوگا یا کم وبیش خاندان کے اعتبار سے اور اگر شوہر دونوں کو برابر دے یا مجبوری سے برابر دے تو مستحق عذاب تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو شرعی پردہ کا حکم دے، اگر عورت نہ مانے تو مرد کو اس کا بھی حق ہے کہ عورت کو مناسب سزا دے، اگر مرد باوجودِ قدرت کے عورت کو بے پردگی سے نہیں روکے گا تو گنہگار رہوگا:

"للزوج أن يضرب زوجته على أربعة أشياء و ما في معناها، و منه ما إذا كشفت وجهها لغير محرم، أو كلّمت أجنبياً، اهـ". بحر: ۵/۴۹(۱)۔

۲......مرد کے لئے جائز نہیں کہ ایسے مواقع پر عورت کو جانے کی اجازت دے، اگر اجازت دیگا تو گنہگار رہوگا، عورت اگر بغیر اجازت جائے گی تو نافرمان ہوگی اور شوہر کو حق ہوگا کہ اتنے روز وہ بغیر اجازت کسی دوسری جگہ رہے اس کا نفقہ نہ دے۔ اگر اس کی ماں بہن وغیرہ کبھی کبھی اگر ملنے آجائیں تو ان کو ملنے سے منع نہ کرے، البتہ شب کو ٹھہرنے سے اور زیادہ آنے سے منع کرسکتا ہے:

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۸۲/۵، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۷۷/۴، سعيد)

"و لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدر على إتيانها، ولا يمنعها من الدخول عليها في كل جمعة، و في غيرهما من المحارم في كل سنة. ويمنعهم من الكينونة عندها، به يفتي. ويمنعها من زيارة الأجانب و عيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين، اهـ". درمختار: ۲/۲۸/۱۰۲ (۱)۔

۳......عورت کے لئے جائز نہیں کہ شوہر کو اس طرح پریشان کرے، بلکہ شوہر کی رضا جوئی اس کے ذمہ لازم ہے، مگر ان امور کی وجہ سے نفقہ بند کرنے کا اختیار نہیں، ہاں! اگر سخت کلامی کرے اور گالی دے تو مناسب سزا دینے کا اختیار ہے۔

۴......اس کا جواب نمبر:۳ میں آ گیا۔

۵......اس کا جواب نمبر:۳، میں آ گیا۔

۶......(الف) اپنی حیثیت سے زیادہ کیوں مہر مقرر کیا تھا، اب کسی طرح منت خوشامد کرکے مہر معاف کرالے اور طلاق دیدے، اگر یہ صورت نہ ہوسکے تو کسی کو درمیان میں واسطہ قرار دے کر خلع کرے (۲) یعنی شوہر اپنے حقوق ساقط کردے اور زوجہ اپنے حقوق ساقط کردے پھر دوسرا عقد کرلے، لیکن اگر دوسری عورت بھی ایسی ہی یا اس سے بھی زیادہ خراب نکلی تو کیا کرے گا؟

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۶۰۲/۳، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۵۲/۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، كتاب النكاح، باب النفقة: ۴۲۹/۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۸۶/۲، ۱۸۷، غفاريه كوئٹه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع و ما في حكمه: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(ب) اگر باوجود وسعت کے مہر ادا نہ کیا، نہ عورت نے معاف کیا تو یقیناً مواخذہ ہوگا، اگر ادا کرنے کی پختہ نیت تھی اور حتی الوسع کوشش بھی کی لیکن پھر بھی ادا نہ کرسکا تو امید ہے کہ مواخذہ سے بچ جائے گا:

"رجل مات وعلیه قرض، ذکر الناطفی: نرجوا أن لا یکون مواخذاً فی دار الآخرة إذا کان فی نیته قضاء الدین، کذا فی خزانة المفتین. اهـ". فتاوی عالمگیری: ۳۸٦/۵(۱)۔

(ج) جو مہر باقی رہ گیا اس کا بھی وہی حکم ہے جو کل مہر کا ہے۔

(د) اس کی کوئی صورت نہیں، ایسا کرنا گناہ ہے (۲)۔ ہاں! اگر عورت بغیر شوہر کی اجازت و رضامندی کے کسی جگہ مثلاً خالہ کے گھر چلی جائے تو اس کی واپسی تک شوہر کو نفقہ بند کرنے کا اختیار ہے (۳)۔

دوم: اس کا جواب نمبر: ا و نمبر "ب" میں آچکا ہے۔

سوئم: صبر کرنا بہتر ہے (۴)، اگر صبر نہیں ہوسکتا اور مہر کی ادائیگی یا معافی کی توقع ہے تو

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع والعشرون فی القرض والدین: ۳٦٦/۵، رشیدیه)

(وکذا فی فتح الباری، کتاب الاستقراض وأداء الدیون، باب فی أخذ أموال الناس یرید أدائها أو إتلافها: ۶۹/۵، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فأمسکوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف، ولا تمسکوهن ضراراً لتعتدوا، ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ۲۳۱)

(۳) "و (لا) نفقة لأحد عشر .... وخارجة من بیته بغیر حق و هی الناشزة، حتی تعود". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغیر: ۵۷۵/۳، ۵۷٦، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۷۹/۲، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول: ۵۴۵/۱، رشیدیه)

(۴) "وعنه (أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لایفرک مؤمن مؤمنة إن کره منهما خلقاً، رضی منها آخر". (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، ومالکل واحد من الحقوق، الفصل الأول، ص: ۲۸۰، قدیمی)

طلاق دیدے(۱)اور دوسری عورت سے نکاح کر کے، پہلی کا نان ونفقہ ہمیشہ کے لئے بند کرنا اور بغیر طلاق دیئے جدائی اختیار کرنا حرام ہے(۲)۔

(ر) نان ونفقہ بند اور اس طرح قطع تعلق کرنا بھی حرام ہے(۳)۔

(س) نان ونفقہ دینا واجب ہے(۴)۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن فى الخلع و ما فى حكمه: ۱/۴۸۸، رشيديه)

(و كذا فى الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۲/۴۰۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "و (لا) نفقة لأحد عشر .... وخارجة من بيته بغير حق و هى الناشزة، حتى تعود". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۵، ۵۷۶، سعيد)

(و كذا فى مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۷۹، غفاريه كوئٹه)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الأول: ۱/۵۴۵، رشيديه)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف، ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا، ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ۲۳۱)

"وعن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما جاء ه قهرمان له، فقال له: أعطيت الرقيق قوتهم، قال: لا، قال : فانطلق فأعطهم فإن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "كفى بالرجل إثماً أن يحبس عمن يملك قوته" وفى رواية: "كفى بالمرء إثماً أن يضيع من يقوت". (مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، باب النفقات و حق المملوك، الفصل الأول، ص: ۲۹۰، قديمى)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً﴾. (سورة النساء: ۳۴)

"(فتجب للزوجة على زوجها)؛ لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۲، سعيد)

(ص) بہر صورت نان ونفقہ دینا واجب ہے اور اس طور پر نان ونفقہ نہ دینا حرام ہے(۱)۔

۷......اس میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کی حیثیت اور ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کو نفقہ دے، برابری ضروری نہیں، کیونکہ بعض دفعہ ایک زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے، دوسری مالدار ہوتی ہے، لیکن شب باشی میں برابری ضروری ہے، اس میں فرق جائز نہیں، اسی طرح ایک کا نفقہ بالکل بند کرنا بھی جائز نہیں:

"يجب أن يعدل: أى أن لا يجور فيه: أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة و فى الملبوس والمأكول". درمختار۔ "والحق أنه على قول من اعتبر حال الرجل وحده فى النفقة، وأما على القول المفتى به من اعتبار حالهما، فلا، فإن إحداهما قد تكون غنيةً والأخرى فقيرةً، فلا يلزم التسوية بينهما مطلقاً فى النفقة. اهـ". شامى: ٢/٦٤٥ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/محرم/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/۵۹ھ۔

بیوی کو والدین سے ملنے سے روکنا

سوال[۹۰۴۳]: ۱......خلاصۂ سوال یہ ہے کہ میرے داماد محمد رفیق نے میری لڑکی کو روک لیا ہے اور مجھ سے ملنے نہیں دیتا، دراصل اس کو روپیہ کا لالچ ہے۔ محمد رفیق کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۲......دراصل ایک ماسٹر صاحب کے توسط سے مجھے فریب دیکر یہ نکاح کیا گیا ہے، اس میں ماسٹر صاحب بھی شریک ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف، ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا، ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ٢٣١)

(٢) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب القسم: ٣/٢٠١، ٢٠٢، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ٣/٣٨١، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......اگر واقعات اسی طرح ہیں تو محمد رفیق کا یہ فعل شرعاً واخلاقاً ہر طرح قابلِ مذمت ہے(۱)۔

۲......اگر اس فریب میں ماسٹر صاحب بھی شریک ہیں تو ان کا یہ فعل قابلِ نفرت وملامت ہے(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

اندیشۂ فتنہ کی صورت میں بیوی کو اس کے میکہ نہ بھیجنا

سوال[۹۰۴۴]: ایک رات مجھ سے میری بیوی نے کہا کہ میں تم سے ایک بات کہتی ہوں کسی سے کہو گے تو نہیں؟ جب اس کو یقین ہوگیا کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا، تو بیوی نے کہا کہ میرے بھائی نے مجھ سے حرام کاری کی ہے۔ یہ بات حلفیہ کہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب اس کو اس کے باپ کے گھر بھیجوں یا نہیں؟ مجھ کو تو اس کے بھائی سے ڈر لگتا ہے۔

---

(۱) "(ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها، على ما اختاره في الاختيار. ولو أبوها زمناً مثلاً فاحتاجها، فعليها تعاهده ولو كافراً وإن أبى الزوج". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۶۰۲/۳، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۸۶/۲، ۱۸۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر في الحظر والإباحة، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۵۲/۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۴۲۹/۱، رشيديه)

(۲) "عن سفيان بن أسد الحضرمي رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "كبرت خيانةً أن تحدث أخاك حديثاً هو لك به مصدقٌ وأنت به كاذب". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثاني، ص: ۴۱۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو حق ہے کہ اپنی بیوی کو مستقل طور پر ہمیشہ کے لئے اپنے مکان پر رکھے، اس کی اجازت نہ دے کہ وہ والدین کے مکان پر جا کر رہے (۱)، لیکن والدین سے ملنے کو منع نہ کرے، جب وہ آ کر ملنا چاہیں تو ان کو اجازت دیدے۔ مگر یہ بھی حق ہے کہ اس کے والدین سے کہہ دے کہ آپ اپنی لڑکی سے ملاقات کیجئے اور رات کو اپنے مکان پر تشریف لے جائیے، یہاں قیام نہ کیجئے اور کبھی کبھی بیوی کو اجازت دیدے کہ وہ والدین کی زیارت کر آیا کرے (۲)۔ جس بھائی سے ملاقات کرنے میں فتنہ ہو، اس سے ملاقات کی اجازت نہ دے جب تک فتنہ سے حفاظت کا اطمینان نہ کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

لڑکی کو داماد کے گھر جانے سے روکنا

سوال [۹۰۴۵]: جو شخص بلا وجہ اپنی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکے ایسے شخص کو شرعاً کیا کہا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بلا وجہ شرعی اپنی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکتا ہے وہ ظالم ہے اور زوجین کے درمیان

---

(۱) "وللزوج أن يسكنها حيث أحب، و لكن بين جيران صالحين". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة، ۶۰۲/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳۲۹/۴، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۵۸۵، رقم الحاشية: ۱)

وأيضاً راجع عنوان: "بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں"۔

(۳) "والخلوة بالمحرمة مباحة إلا الأخت رضاعاً والصهرة الشابة". (الدرالمختار). "وإن كانت الصهرة شابةً، فللجيران أن يمنعوها منه إذا خافوا عليها الفتنة .... والعلة تفيد أن الحكم كذلک في بنتها ونحوها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، ۳۶۹، سعيد)

تفریق کرانے میں شیطان کا مددگار ہے:

"عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سرايا يفتنون الناس، فأدناهم منه منزلةً أعظمهم فتنةً، يجئ أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئاً. قال: ثم يجئ أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرّقت بينه وبين امرأته، قال: فيدنيه منه، ويقول: نعم أنت". قال الأعمش: أراه قال: "فيلزمه". رواه مسلم، اه". مشكوٰة، ص: ۱۸(۱)۔

یہ حرکت لڑکی کے حق میں بھی خیر خواہی نہیں بلکہ دشمنی ہے، اگر کسی وجہ شرعی سے روکتا ہے تو اس وقت یہ حکم نہیں، اس وجہ کے معلوم ہونے پر اس کا تفصیلی حکم تحریر کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

بیوی کی تربیت کا طریقہ

الاستفتاء [۹۰۴۶]: عورت کو ہر بات اچھی کہی جاتی ہے یعنی نماز پڑھنے اور اسلام پر پوری طرح رہنے اور خدمت وغیرہ کرنے کو کہا جاتا ہے، لیکن سمجھانے کے باوجود نہیں مانتی تو اس صورت میں عورت کے ساتھ قرآن اور حدیث کے مطابق کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کبھی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے، کبھی دنیا میں حسنِ سلوک کا لالچ دیا جائے، کبھی اللہ پاک کے احسانات اور آخرت کی نعمتوں کو یاد دلا دیا جائے، کبھی غصہ ہو کر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا چھوڑ دیا جائے، کبھی پاس لیٹنا بند کر دیا جائے، کبھی دو چار ایسے لفظ ناگواری کے کہہ دیئے جائیں جن سے اس کے دل پر اثر ہو، کبھی کمر

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، باب في الوسوسه، الفصل الأول، ص: ۱۸، قديمي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۱/۱۴۳، سورة البقرة، پ: ۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

پر ایک دو چپت ماردیئے جائیں اور اللہ پاک سے دعاء برابر کرتے رہیں کہ وہی مقلب القلوب ہے(۱)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیوی کے ساتھ بدسلوکی کا علاج

سوال[۹۰۴۷]: میری ہمشیرہ کا شوہر مجگاؤں ڈاک میں کام کرتا ہے، قریب ایک سال سے اس کو نہ معلوم کیا ہوگیا کہ کام سے استعفیٰ دیدیا ہے اور اس کی لائن بھی خراب ہوگئی ہے، عورت کو بہت ستاتا ہے، اس کو گھر سے نکال دیا ہے، اس کے تین چھوٹے بچے بھی ہیں، اس وقت اس کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے، لہٰذا جناب والا سے گزارش ہے کہ اس کے لئے کوئی مشورہ دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جسمانی مرض کی وجہ سے یہ کیفیت ہے تو طبیب یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں، اگر خراب صحبت کا اثر ہے تو اچھے ماحول اور صالحین کی صحبت میں رکھا جائے، اگر اقتصادی اور معاشی پریشانی کا اثر ہے تو اس نوع سے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والّتی تخافون، نشوزهن، فعظوهن واهجروهن فی المضاجع، واضربوهن﴾. (سورة النساء: ۳۴)

"وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "استوصوا بالنساء خیراً، فإنهن خلقن من ضلع، وإن أعوج شیء فی الضلع أعلاه، فإن ذهبتَ تقیمه کسرته، وإن ترکته لم یزل أعوج، فاستوصوا بالنساء".

وقال: "لا یفرک مؤمن مؤمنة، إن کره منها خلقاً، رضی منها آخر".

"وعن لقیط بن صبرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قلت: یا رسول الله ! إن لی امرأةً فی لسانها شیء -یعنی البذاء- قال: "طلقها" قلت: إن لی منها ولداً و لها صحبة، قال: "فمرها" یقول: "عظها، فإن یک فیها خیراً، تستقبل". الحدیث. (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء ومالکل واحد من واحد من الحقوق، الفصل الأول، الفصل الثانی، ص: ۲۸۰، ۲۸۱، قدیمی)

اعانت کی جائے۔خدائے پاک حالات بہتر فرمائے۔آمین! فقط۔والسلام۔

احقر محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۳ھ۔

بیوی کا شوہر کی اطاعت اور خدمت نہ کرنا

سوال [۹۰۴۸]: میری گھر والی میرا کہنا بالکل نہیں مانتی، ہر طریقہ سے سمجھالیا: محبت سے، پیار سے، مار پیٹ سے، میری ماں، رشتہ دار، محلّہ والوں نے حتی کہ اس کے ماں باپ نے بھی بہت سمجھایا، لیکن اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ کام کرتی ہے، نہ کھانا پکاتی ہے، مرضی میں آگیا تو پکالیا ورنہ پڑی رہتی ہے، نہ گھر کا کوئی کام کرتی ہے۔ میری بوڑھی ماں ہی سب کام کرتی ہے۔ اگر میرے یہاں کوئی مہمان آجائے تو کوئی بھی پرواہ نہیں کرتی، وہ بغیر چائے وغیرہ کے میری عدم موجودگی میں اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ بعض مہمان ایسے ہیں جن سے پردہ بھی نہیں ہے، ان سے بھی نہیں بولتی، کسی سے بھی کچھ واسطہ نہیں رکھتی، نہ مجھے کھانا پانی دیتی ہے، چاہے کتنی ہی مرتبہ مانگوں، میری ماں اور بہنوئی کی میرے سامنے چغلی کرتی ہے۔

میری بہن بہنوئی آجائیں تو ان سے منہ چڑائے رکھتی ہے۔ روز یہ کہتی ہے کہ میں گھر چلی جاؤں گی۔ اور ایک دفعہ بچوں کو چھوڑ کر چلی بھی گئی تھی، ڈیڑھ سال کے بعد آئی تھی، اب پھر وہی رٹ لگی ہوئی ہے، بس ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں بہت ہی پریشان ہوں، کیا کروں؟ اگر میری ماں دیکھ بھال نہ کرے تو گھر برباد ہو جاتا، جبکہ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، خوشحال ہیں چار بچے ہیں۔ میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بیوی آپ کے لئے بڑا امتحان ہے، اگر آپ صبر وتحمل سے کام لے سکتے ہیں تو انشاء اللہ بہت سی خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا، لیکن آپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، اگر یہ برداشت نہ کر سکتے ہوں اور حقوق ادا نہ کر پاتے ہوں، زندگی تلخ ہو جائے تو آپ کو حق ہے کہ اس کو آزاد کر دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"بل یستحب: أی الطلاق لو موذیةً أو تارکة صلاة". (الدر المختار، کتاب الطلاق: ۳/ ۲۲۹، سعید)

دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زیادہ محبت ہونا

سوال[۹۰۴۹]: رفیق کی دو زوجہ ہیں، اس کو ایک زوجہ سے زائد محبت ہے، تو قیامت کے دن اس کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔ تو سوال یہ ہے کہ نیچے کا حصہ گرا ہوا ہوگا یا اوپر کا، یا اس میں کچھ قیود ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر محبت ایک زوجہ سے زائد ہے لیکن نفقہ ومعاشرہ میں دونوں کے ساتھ برابری کرتا ہے تو اس کو سزا نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۸۹ھ۔

بیوی سے پیشہ کرانا

سوال[۹۰۵۰]: ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم بالغہ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کیا اور اسی روز سے عورت کی مرضی کے خلاف عورت کو چکلہ میں بٹھا دیا اور جبراً اس سے پیشہ عصمت فروشی کر کے شکم پروری کرتا ہے اور خود کوئی پیشہ نہیں کرتا، اس کو عرصہ ۱۱/ سال ہو چکا، وہ اس کو مجبور کرتا ہے اور نکاح کی دھمکی دیتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا نکاح جائز ہے یا فسخ ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں گو نکاح فسخ تو نہیں ہوا، مگر عورت کو اس شخص کا کہنا ماننا ہرگز جائز نہیں، جس طرح بھی

---

(۱) "(ويجب أن يعدل فيه): أي في القسم بالتسوية في البيتوتة (وفي الملبوس والمأكول) والصحبة (لا في المجامعة) كالمحبة، بل يستحب". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: بل يستحب): أي ما ذكر من المجامعة، أما المحبة فهي ميل القلب، وهو لايُملك".

(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/ ۲۰۱، ۲۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/ ۳۷۹ - ۳۸۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/ ۲۲۶، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل في القسم: ۱/ ۴۳۹، رشيديه)

ہو سکے اس فعلِ شنیع سے بچے اور جو تدبیر بھی کر سکتی ہو، اس فعل حرام سے بچنے کے لئے اختیار کرے(۱) اور وہ شخص دیوث ہے(۲)۔ دین و دنیا میں ذلیل ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۰/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/ ذی قعدہ/۵۳ھ۔

شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے؟

سوال[۹۰۵۱]: زید کے لئے اپنے علاقہ میں تعلیم کا انتظام نہیں ہے، لہٰذا اس کو علمِ ضروری کے لئے کہیں دور جانا پڑتا ہے۔ اب وہ کتنے عرصہ تک اپنی عورت سے جدا رہ سکتا ہے، جبکہ دونوں جوان ہیں؟ سال میں ایک مرتبہ بڑی مشکل سے گھر جا سکتا ہے۔ آیا وہ آثم ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) "لاطاعة لمن لم يطع الله". قال العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ: "(لاطاعة لمن لم يطع الله) فی أوَامِره، ونواهيه". وفی رواية لأحمد أيضاً: "لاطاعة لمن عصى الله، فإذا أمر الإمام بمعصية، فلا سمع ولا طاعة". كما هو نص حديث البخاری أنه لا يجب ذلک بل يحرم علی من قدر علی الامتناع. الخ".

(فيض القدير، (رقم الحديث: ۹۹۰۲، مكتبه نزار مصطفیٰ الباز رياض)

"لاطاعة لأحد فی معصية الله، إنما الطاعة فی المعروف".

"لا طاعة لأحد من المخلوقين كائناً من كان ولو أباً أو أماً أو زوجاً فی معصية الله، الخ". (فيض القدير: ۱۲/۶۴۸۵، مكتبة نزار مصطفی الباز مكة المكرمة)

(وكذا فی مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۷/۲۴۶، ۲۴۷، رشيديه)

(۲) "ديوث: هو من لا يُغار علی امرأته أو محرمه. .... قرطبان: مرادف ديوث بمعنی معرض". (الدرالمختار). "(قوله: مرادف ديوث) قال الزيلعی: هو الذی يری مع امرأته أو محرمه رجلاً فيدَعُه خالياً بها. وقيل: هو المتسبب للجمع بين اثنين لمعنی غير ممدوح. وقيل: هو الذی يبعث امرأته مع غلام بالغ، الخ". (ردالمحتار، باب التعزير، مطلب فی الجرح المجرد: ۴/۷۰، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق: كتاب الحدود، فصل فی التعزير: ۵/۷۴، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الحدود، فصل فی التعزير: ۳/۲۳۵، دارالكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت کو تحمل ہے اور اس کی اجازت سے شوہر سال بھر میں ایک دفعہ گھر جاتا ہے تو انشاء اللہ آثم نہیں ہوگا، ورنہ عدم ادائے حق کا مرتکب ہوگا، چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے، کذا فی رد المحتار: ۲/۳۹۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۴/۹۰ھ۔

شوہر کتنے روز غائب رہ سکتا ہے؟

سوال[۹۰۵۲]: شوہر کتنے روز غائب رہ سکتا ہے، ایک سال کے لئے روزگار کے لئے پردیس جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت جوان ہو تو اس کو چار ماہ سے زائد چھوڑنا نہیں چاہیئے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے، اگر صبر کر سکتی ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہیں تو سال بھر میں بھی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "أنه لاينبغي أن يطلق، وله مقدار مدة الإيلاء وهو أربعة أشهر .... و يؤيد ذلک أن عمر رضی الله تعالیٰ عنه لما سمع فی اللیل من امرأة .... فسأل ابنته حفصة رضی الله تعالیٰ عنها: کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أهله أکثر منها".

(ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۰۳، سعید)

"و لا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۰۳، سعید)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: "واعلم أن هذا الإطلاق .... الاختیار فی مقدار الدور إلی الزوج ...... لایمکن اعتباره علی صرافته، فإنه لو أراد أن یدور سنةً سنةً ما یظن إطلاق ذلک له، بل ینبغی له أن لا یطلق له مقدار مدة الإیلاء، وهو أربعة أشهر". (فتح القدیر، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۴۳۴، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۳۸۲، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے؟")

شوہر کتنے روز تک بیوی سے دور رہ سکتا ہے؟

سوال[۹۰۵۳]: معاش کی تلاش میں ایک شخص بیوی کی بغیر اجازت کتنا عرصہ باہر گزار سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار ماہ کے اندر اندر بغیر بیوی کی اجازت کے باہر رہنے کی اجازت ہے، اس سے زائد میں اس کی رضامندی حاصل کرلی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ۔

سال بھر باہر رہ کر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی کے پاس رہنے کے بعد پھر نکلنا

سوال[۹۰۵۴]: ۱......ایک شخص اپنی بیوی سے سات آٹھ ماہ جدا رہتا ہے، یہ بیوی کی خاموش اجازت یا تقدیراً وحکماً اجازت کے بعد ہوتا ہے۔ تو کیا از روئے شرع اس کی اجازت ہے؟

۲......نیز اس جدائی کے بعد کتنے روز بیوی کے پاس رہنے سے حق ادا ہوگا؟

۳......کوئی شخص کثیر مدت جدا رہنے کے بعد ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی کے پاس رہ کر پھر کسی دینی کام میں ڈیڑھ ماہ کے لئے باہر جانا چاہتا ہے تو اس میں بیوی کی اجازت لینی ہوگی یا نہیں؟ اس صورت میں بیوی کی حق تلفی

---

(۱) "و لا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "ویؤید ذلک أن عمر رضی الله تعالیٰ عنه لما سمع فی اللیل من امرأة .... فسأل ابنته حفصة رضی الله تعالیٰ عنها: کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أهله أکثر منها". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۰۳، سعید)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: "وأعلم أن هذا الإطلاق .... الاختیار فی مقدار الدور إلی الزوج .... لایمکن اعتباره علی صرافته، فإنه لو أراد أن یدور سنةً سنةً ما یظن إطلاق ذلک له، بل ینبغی له أن لا یطلق له مقدار مدة الإیلاء، وهو أربعة أشهر ". (فتح القدیر، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۴۳۴، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۳۸۲، رشیدیه)

تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر قرائنِ قویہ سے اس کی رضا معلوم ہوجائے تو یہ بھی کافی ہے۔

۲......صحت ومزاج کے اعتبار سے یہ حکم مختلف ہوسکتا ہے۔

۳......گذشتہ غیبوبت جب کہ اذن ورضا سے رہی، گووہ صراحۃً نہ ہوتو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ پاس رہ کر ماہ ڈیڑھ ماہ کی غیبوبت کے لئے اذن کی ضرورت نہیں جب کہ نفقہ کی تنگی نہ ہو(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۴ھ۔

شادی کے بعد کتنی مدت کے لئے سفر میں رہنے کی اجازت ہے؟

سوال[۹۰۵۵]: ایک شخص نے شادی کی اس کے بعد وہ حصولِ علم کے لئے بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام کرکے باہر نکلا تو بیوی نے اجازت نہیں دی۔تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں اور کتنی مدت تک وہ باہر قیام کرسکتا ہے؟

عبدالجلیل ہزاروی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کا حق نان ونفقہ کے علاوہ کچھ اَور بھی ہے اس کا کیا انتظام کیا؟ اگر وہ جوان ہے اور جذبات پر قابو نہ پاسکی تو اس کا حق ضائع ہوگا، ہاں! اگر اس کو قابو ہے اور اس نے بخوشی اتنی طویل مدت کی اجازت دیدی اور کسی معصیت کا خطرہ نہیں تو اجازت ہے، ورنہ چار ماہ میں ایک دفعہ اس کے پاس آجایا کرے:"ويجب ديانةً أحياناً، ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها". درمختار(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۸۹ھ۔

---

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: ''شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے''؟

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحتها: "ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله تعالىٰ عنه لما سمع في الليل من امرأة ....فسأل ابنته حفصة رضي الله تعالىٰ عنها: كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: =

بیوی کو خطاء پر سزا دینا

سوال[۹۰۵۶]: اپنی بیوی کو کس کس کام کے لئے مارنا جائز ہے اور کس جگہ جائز ہے اور کس جگہ ناجائز ہے؟ اگر مارے تو شریعت میں کیا حکم ہے؟ مرد اپنی بیوی سے کیا کیا خدمت لے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جبکہ زوجہ اپنے شوہر کی بے حرمتی کرے، یا کسی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولے اور اس سے ہنسی مذاق کرے، یا چھوٹے بچے کو رونے کیوجہ سے مارے، یا شوہر کے حقوق میں حکم عدولی کرے، یا کوئی ایسا گناہ کرے جس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے تو ان سب صوتوں میں مارنا جائز ہے، اور جب شوہر ناحق مارے گا تو گنہگار رہوگا، والبسط فی البحر: ۴۹/۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲۷/۷/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

= أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ: "قوله: والاختيار في مقدار الدور إلى الزوج .... واعلم أن هذا الإطلاق .... لايمكن اعتباره على صرافته؛ فإنه لو أراد أن يدور سنةً سنةً ما يظن إطلاق ذلک له، بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، و هو أربعة أشهر". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۴۳۴/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، رشيديه)

(۱) "للزوج أن يضرب زوجته على أربعة أشياء ومافي معناها .... ما إذا ضربت جارية زوجها غيرةً، ولا تتعظ بوعظه، فله ضربها. وينبغي أن يلحق به ما إذا ضربت الولد الذي لايعقل عند بكائه. .... ومنه: إذاشتمته أو مزقت ثيابه أو أخذت لحيته، أوقالت له: ياحمار .... ومنه: إذاكشفت وجهها لغيرمحرم، أوكلمت أجنبياً، أوتكلمت عامداً مع الزوج، أو شاغبت معه ليسمع صوتها الأجنبي". (البحر الرائق: ۸۲/۵، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، رشيديه) .... =

بیوی کوسزادینا

سوال[۷۰۵۷]: میری بیوی نیک، وفا شعار ہے، ۲۰/ برس شادی کوگزر گئے کبھی ناراضگی نہیں ہوئی، میں ۱۹۶۸ء کو حج کو گیا اور بیوی سے کہا کہ گھر سے باہر مت نکلنا، لیکن وہ ایک دفعہ سنیما گئی میں حج سے واپس آیا تو واقعہ مجھے بتایا گیا۔ میرا ایک سالا مجھے لینے بمبئی آیا، میں نے اس سے کہا کہ اپنی بہن کو گھر لے جاؤ، وہ اپنے گھر لے گیا۔ محلّہ والوں نے میری بیوی کو بے قصور کہا، لیکن مجھے شک تھا۔ اب ۸، ۹/ ماہ سے بیوی کی شکل نہیں دیکھی ویسے نفقہ دیتا رہا۔ بچے میرے پاس ہیں، اس کو ابھی تک گھر نہیں لایا اور بچوں سے نہیں ملوایا۔ یہ سزا کافی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلطی انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے، مرد ہو یا عورت سب سے ہی کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی غلطی ہوجاتی ہے، غلطی پر نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرمادیتے ہیں (۱)، آٹھ مہینے تک آپ نے اس کو الگ رکھا، یہ سزا بہت کافی ہے، اس مدت میں آپ اس کو خرچ دیتے رہے، یہ مزید احسان کیا۔ بچوں سے ملوانا چاہیے، اتنی طویل جدائی اچھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۱۰/ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= (وكذا في رد المحتار: ۴/۷۷، ۷۹، كتاب الحدود، باب التعزير، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۳/ ۱۷۲، ۱۷۳، كتاب الحدود، فصل في التعزير، رشيديه)

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل بني آدم خطاء، وخير الخطائين التوابون". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، الفصل الثاني، ص: ۲۰۴، قديمي)

"عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في مايروي عن الله تبارك وتعالىٰ أنه قال: "ياعبادي! إني حرمت الظلم على نفسي .... ياعبادي! إنكم تخطئون بالليل والنهار، وأنا أغفر الذنوب جميعاً، فاستغفروني أغفرلكم". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمي)

عورت کو میکہ جانے کا حق

سوال[۹۰۵۸]: زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ کا نکاح باداء حلف شرع شریف بکر سے کیا کہ آمد ورفت ہندہ کو بخانۂ والدین سے میں ہرگز نہ روکوں گا اور ہندہ کو سپرد بکر کردیا اور بکر ہندہ کو بمقام کویل علی گڑھ لیکر چلا گیا جس کو عرصہ تین سال کا ہوگیا۔ اب بکر یہ عہد کرتا ہے اور مسماۃ ہندہ زوجۂ خود کو بخانۂ علاء الدین آنے نہیں دیتا اور نہ والدین سے ملنے دیتا ہے اور قسم کی تکلیفات زود وکوب وغیرہ کی مسماۃ ہندہ کو پہنچا رہا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ ہندہ زوجہ بکر کو بخانہ والدین آمد ورفت کا ونیز قیام سکونت کا کس قدر حق حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين فى كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها، على مااختاره فى الاختيار"۔ "الذى رأيته فى الاختيار شرح المختار هكذا: قيل: لايمنعها من الخروج إلى الوالدين. وقيل: يمنع، ولا يمنعها من الدخول إليها فى كل جمعة. وعن أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ فى النوادر: تقييد خروجها بأن لا يقدرا على إتيانها، فإن قدرا، لاتذهب، وهو حسن. و قد اختار بعض المشايخ منعها من الخروج إليهما، وأشار إلى نقله فى شرح المختار.

والحق الأخذ بقول أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ إذا كان الأبوان بالصفة التى ذكرت، وإلا ينبغى أن يأذن لها فى زيارتهما فى الحين بعد الحين على قدر متعارف، أما فى كل جمعة فهو بعيد، فإن فى كثرة الخروج فتح باب الفتنة، خصوصاً إذا كانت شابةً والزوج من ذوى الهيئات، بخلاف خروج الأبوين فإنه أيسر، وهذا ترجيح منه لخلاف ماذكر فى البحر أنه الصحيح المفتى به من أنها تخريج للوالدين فى كل جمعة بإذنه و بدونه. و للمحارم فى كل سنة مرةً بإذنه و بدونه. اهـ". درمختار و شامی مختصراً، باب النفقة: ۲/۱۰۲(۱).

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فى الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳،سعيد)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرد کو یہ حق ہرگز نہیں کہ اپنی بیوی کو اس کے والدین سے بالکل منع کردے، نہ والدین کو آنے دے نہ بیوی کو جانے دے، اگر شوہر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا اور عورت کو اپنے والدین سے ملنے کا یقیناً حق حاصل ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ والدین خود جاکر اپنی لڑکی سے مل آیا کریں، اگر یہ دشوار ہوتو پھر لڑکی والدین کے پاس آکر زیارت کر جایا کرے۔ اگر قریب ہو اور کوئی دقت نہ ہو، فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی آنے کی گنجائش ہے۔

اگر دور ہوں یا فتنہ کا اندیشہ ہو یا اور کوئی دقت ہو تو پھر وہاں کے عرف کے اعتبار سے جس قدر مدت میں مناسب معلوم ہو والدین کی زیارت کے لئے آجایا کرے۔ مسافتِ سفر کے لئے محرم کا ہونا بھی ضروری ہے (۱) اور آمد ورفت کا خرچہ خود عورت کو برداشت کرنا ہوگا، مرد کے ذمہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/ ۵/ ۵۷ھ۔

شوہر کا کہنا نہ ماننے والی عورت کا حکم

سوال [۹۰۵۹]: جو عورت اپنے مرد کے کہنے پر نہ چلے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے ذمہ مرد کی بات ماننا ضروری ہے، نہیں مانے گی تو گنہگار ہوگی (۳)، ہاں! اگر اس کو خلافِ

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تسافر امرأة مسيرة يوم و ليلة إلا و معها ذو محرم". (مشكوٰة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الأول، ص: ۲۲۱، قديمي)

(۲) "(ولو معه، فعليه نفقة الحضر خاصةً) لا نفقة السفر والكراء". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/ ۵۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۴/ ۳۰۷، رشيديه)

(۳) "و لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها، ولا يمنعها من الدخول عليها في كل جمعة، و في غيرهما من المحارم في كل سنة. ويمنعهم من الكينونة عندها، به يفتى، خانية. ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين، اهـ". (الدر المختار، كتاب =

شرع حکم دے تو اس کا ماننا جائز نہیں (۱)۔

والدین اور شوہر میں کس کی اطاعت لازم ہے؟

سوال [۹۰۶۰]: زید اس بات پر مکمل طور پر اتفاق نہیں کرتا ہے کہ والدین کے قدموں تلے جنت ہے، اس سلسلہ میں اس کا کہنا ہے کہ لڑکیوں کے لئے جنت اس کے شوہر کی اطاعت وفرمان برداری میں ہے نہ کہ والدین کی اطاعت گزاری میں، بہت ممکن ہے کہ والدین جو بات لڑکی کو کرنے کے لئے کہتے ہوں وہ اس کے شوہر کو قطعاً پسند نہ ہو، ایسی حالت میں لڑکی اگر شوہر کے خلاف اپنے والدین کی بات پر عمل کرتی ہے تو شوہر کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور اگر شوہر کی بات پر عمل کرتی ہے تو والدین کی حکم عدولی ہوتی ہے۔ کیا زید کا اس بات پر مکمل اتفاق نہ کرنا کہ جنت والدین کے قدموں تلے ہے صحیح ہے؟ لڑکی کو کس کی بات پر عمل کرنا چاہئے؟ اور شادی سے پہلے یہ بات کہاں تک صادق آتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بھی حدیث پاک میں موجود ہے کہ جنت والدین کے قدموں کے نیچے ہے (۲) یعنی ان کی فرماں برداری کرنا، خدمت کرنا، اور ان کو راضی رکھنا لازم ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ شوہر کی اطاعت لازم ہے (۳)، لہذا

= الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعيد)

• (وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۲/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۲۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۶، ۱۸۷، غفاريه كوئٹه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "عورت کو میکہ جانے کا حق"۔)

(۲) "قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجنة تحت أقدام الأمهات". (فيض القدير: ۶/۲۹۰۰، مكتبه نزار مصطفى مكة)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها". .... =

شادی کے بعد اگر والدین جائز کاموں میں شوہر کی فرماں برداری سے روکیں تو ان کو حق نہیں اور ایسی حالت میں لڑکی کو ان کی اطاعت بھی لازم نہیں، والدین اور شوہر سب کا ہی احترام لازم ہے اور ناحق بات کسی کی بھی ماننا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۲۸ھ۔

''گھر داس'' کی رسم اور شوہر کی نافرمانی

سوال[۹۰۶۱]: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قابل اطلاع ضروری امور

۱...... خالد و راشد دو حقیقی بھائی ہیں اور دونوں عالم ہیں اور زندہ ہیں، دونوں کے مکانات متصل ہیں

= ''وعن طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ''إذا الرجل دعا زوجته لحاجته، فلتأته، وإن كانت على التنور ''. (مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء و ما لكل واحدمن الحقوق، الفصل الثانی، ص: ۲۸۱، قديمی)

قال العلامة الكاسانی رحمه الله تعالیٰ: ''ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة، إذا دعاها إلى الفراش ...... وعليها أن تطيعه فی نفسها و تحفظ غيبته''. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی طاعة الزوج: ۲۱۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ''لاطاعة لمن لم يطع الله''. (فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۱). ''(لاطاعة لمن لم يطع الله) فی أوامره، ونواهيه''. وفی رواية لأحمد أيضاً: ''لاطاعة لمن عصى الله، فإذا أمر الإمام بمعصية، فلا سمع ولا طاعة''. كما هو نص حديث البخاری أنه لا يجب ذلک، بل يحرم على من قدر على الامتناع. الخ''. (فيض القدير، (رقم الحديث: ۹۹۰۲، مكتبه نزار مصطفیٰ الباز رياض)

''لاطاعة لأحد فی معصية الله، إنما الطاعة فی المعروف''.

''لا طاعة لأحد من المخلوقين كائناً من كان ولو أباً أو أماً أو زوجاً فی معصية الله، الخ''. (فيض القدير: ۶۴۸۵/۱۲، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(وكذا فی مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۲۴۶/۷، ۲۴۷، رشيديه)

صرف ایک دیوار حائل ہے، لیکن آمدورفت کے لئے دونوں کے مکانوں میں دَر کھلے ہوئے ہیں اور آمدورفت بلاتکلف مردانہ وزنانہ جاری ہے۔

۲...... خالد اپنے وطن سے دور قریب چار سومیل پر ایک مدرسہ اسلامیہ میں تیرہ سالوں سے ملازم ہے، تعطیلات کے زمانہ میں اپنے وطن بوقتِ ضرورت آمدورفت رکھتا ہے۔

۳...... ہندہ لکھنا پڑھنا جانتی ہے اور بوقتِ ضرورت اپنے شوہر خالد کو خطوط لکھ کر جوابات حاصل کرتی رہتی ہے، اس کے لئے بوقتِ ضرورت مسائلِ شرعیہ کے دریافت کرنے میں دو آسانیاں ہیں کہ بذریعۂ مکتوب اپنے شوہر خالد سے جواب معلوم کرے یا اپنے شوہر کے چھوٹے بھائی راشد سے جس کا قیام برابر اپنے مکان پر ہی ہے۔

۴...... ہندہ کے چار بالغ لڑکے جوان ہیں جن میں تین شادی شدہ ہیں اور ایک صاحبِ اولا د لڑکی جس کا شوہر بھی زندہ ہے، یہ سب اس خالد سے ہیں اور خالد ہی ان پانچوں اولاد کا باپ ہے، اور اس لڑکی صاحب شوہر کی سسرال قریب دوڈھائی سوقدم کے فاصلہ پر اسی بستی میں ہے جہاں پر خالد وراشد کا مکان ہے۔

۵...... ہندہ کا بڑا لڑکا زاہد صاحبِ اولاد ہے اور اسی مکان کے حلقہ کے ایک کمرہ میں رہتا ہے جس میں کہ اس کی ماں ہندہ رہتی ہے اور اس زاہد کا قیام برابر مکان ہی پر رہتا ہے۔

۶...... ہندہ کے منجھلے لڑکے میں اخلاقِ رذیلہ ہیں، ظلم، دغا، فریب، قمار بازی، تاڑی نوشی وغیرہ وغیرہ اور سنجھلے لڑکے میں کالج واسکول کے طلبہ کے لباس پر شیفتگی ہے، اور اس کا استعمال باوجودیکہ وہ تفسیر جلالین شریف ومشکوۃ شریف وشرح وقایہ تک پڑھا ہوا ہے اور قاری (اصطلاحی) بھی ہے۔ اور خالد اپنی اولاد ذکور واناث مذکور تین میں سے ہر ایک کا باپ بھی ہے اور استاد بھی اور اپنے داماد مذکور کا صرف استاد ہے۔

۷...... خالد اپنے اور ہندہ کے منجھلے لڑکے مذکور سے کافی پند ونصائح کرنے کے بعد بارہا تجربہ کے بعد سخت بیزار ہوا اور ہندہ کو زبان سے اور بذریعۂ خطوط رجسٹری شدہ وغیرہ کے بار بار تاکید کرتا رہا کہ اس لڑکے کی خاطر اپنے خاص اموال کو بھی ضائع نہ کرو اور اپنے ذاتی روپے اور غلہ وغیرہ میں سے جو کچھ تمہاری خاص ملک میں ہے، ان میں سے بھی ایک حبہ اس کی مدد میں صرف نہ کرو اور نہ میرے مکان میں آنے دو، لیکن ہندہ نے ہزاروں روپیہ اس کی مدد میں صرف کیا اور برابر مکان میں آنے دیا اور ہر قسم کی مدد کرتی رہی۔

۸..... سنجھلے لڑکے کی اصلاح کی خاطر بھی خالد اپنی زوجہ کو وقتاً فوقتاً نصیحت کرتا رہا(۱) کہ تم اپنی عملی بیزاری ظاہر کروتا کہ وہ لڑکا جس کا باپ اور چچا اور سسر عالم ہو اور خود بھی علمِ دین پڑھتا ہو اس کے لئے یہ زیبا اور مناسب نہیں کہ اس کے لباس ظاہری سے یہ ظاہر ہو کہ کسی مدرسہ اسلامیہ کی ہوا تک بھی نہیں لگی، بلکہ کالج واسکول کے طلبہ کی جماعت سے ظاہر ہوتا ہو۔

جب خالد اپنے سنجھلے لڑکے کو زبان وقلم سے سمجھا کر اور باپ واستاذ ہونے کی حیثیت سے اپنی ناخوشی عملاً ظاہر کر کے عاجز ہوگیا تب اس نے اپنی زوجہ ہندہ سے کہا کہ اگر تم اپنی عملی بیزاری ظاہر کروگی اور بلا ضرورتِ شرعیہ اس کی مدد ترک کردوگی تو امید ہے کہ وہ اپنی حالت موجودہ کو بدل دے، لیکن ہندہ نے بجائے اس کے کہ اس امر میں بغرضِ اصلاح اپنے شوہر خالد کی اطاعت کرتی برعکس اپنے شوہر عالم خالد سے استفسار کرنے لگی کہ کیا قمیص رائج پہننا اور اس قسم کا پائجامہ اور شیروانی وغیرہ پہننا منع ہے؟ اور برابر بواسطہ وبلا واسطہ سراً وعلانیۃً اپنے سنجھلے لڑکے مذکور کی بھی جو ابھی تک گویا طالب علمِ دین ہی ہے مدد کرتی رہی اور اس کے لئے تیار ہے اور رہتی ہے۔

۹..... ہندہ چونکہ اپنے میکے کی طرف سے صاحبِ جائیداد ومالدار ہے اس لئے ان جمیع مواقع پر اپنے شوہر خالد کی اس نے کبھی پرواہ کی اور نہ کرتی ہے، بلکہ اپنے ان اعمال وافعال کو جائز وضروری قرار دیتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ صلہ رحمی ہے جسے شریعت نے نہیں منع کیا ہے، لہٰذا میں اپنے ذاتی مال وجائیداد سے جسے چاہوں جس طور پر چاہوں فائدہ پہنچا سکتی ہوں۔

۱۰..... (الف) بماہ شوال ۱۳۵۴ھ میں خالد نے اپنی زوجہ ہندہ سے کہا کہ تم میرے ساتھ میری جائے ملازمت پر چلو (جہاں چند بار وہ جا چکی تھی) اس نے صاف انکار کردیا کہ میں نہیں جاسکتی کیونکہ مجھ کو چاول تیار کرانا ہے۔

(ب) ماہ محرم ۱۳۵۶ھ میں جائے ملازمت پر خالد علیل ہوا، متعدد زخموں .... کی وجہ سے نقل وحرکت ونشست وبرخاست سے مجبور ہوکر اپنی علالت کی اطلاع دی۔ جواب آیا کہ "میں بھی بیمار ہوں" درآں

(۱) "منجھلے: تیسرا بیٹا، چوتھائی میں تیسرے نمبر پر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲ ۸، فیروز سنز لاہور)

حالیکہ اس کی علالت کی کیفیت یہ تھی کہ اسی زمانہ میں یا کچھ قبل اپنی ایک مہمان عورت کو بوقتِ شب اپنے ہمراہ لیکر اس بستی کے مکانات اہل برادری دکھانے کے لئے نکلی اور چار مکانوں کے اندر گئی اور بیٹھی، بعدازاں پھر اپنی مہمان کو لے کر اپنے مکان پر واپس آ گئی اور اس وقت تک شوہر کو اس فعل کی اطلاع نہ کی۔

(ج) جب چاہتی ہے بلا اطلاع و بدونِ اجازت دن کو سواری پر، رات کو پیدل مکان سے باہر قدم نکالتی ہے، کبھی عید ملنے کا عذر کرتی ہے اور کبھی وعظ سننے کا اور کبھی کچھ۔

(د) اس اطراف میں اہلِ ہنود کی ایک رسم قدیمہ ہے جو وطنی شرکت کے سبب مسلمانوں میں بھی عموماً رائج ہے إلا ماشاء اللہ جسے ''گھر داس'' کہتے ہیں، اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی جدید مکان تیار ہوتا ہے اور مکان قدیم چھوڑ کر اہل مکان اسے آباد کرتے ہیں تو اہل برادری کی عورتیں خصوصاً حسبِ مراعات قرب قرابت و بعد حسبِ حیثیت و دیگر عورتیں بھی رسم کی بنا پر مکان جدید میں داخلہ کے وقت یا اس کے کچھ قبل یا بعد اس مکان جدید کے لوگوں کے لئے کپڑے یا نقد قیمت، چاول، گیہوں، آٹا، پوریاں، کچوریاں، کھیر، فیرنی، گلگلے، سوپ، چھلنی، گھڑا، چٹائی و دیگر ظروف و سامانِ خانہ داری وغیرہ مکان مذکور میں سے کلاً یا بعضاً کثیراً یا قلیلاً مکان جدید کے لئے بھیجتی ہیں اور دیتی ہیں اور برادری کی عورتیں بھی مکان جدید میں اہل مکان کے داخلہ کے وقت بلا تاخیر یا بتاخیر جمع ہوتی ہیں اور بعدازاں خوشیاں منائی جاتی ہیں۔

کہیں گیت گایا جاتا ہے اور کسی کے یہاں اس موقعہ پر اشعار پڑھے جاتے ہیں اور پڑھنے والی عورتیں ہوتی ہیں اور کسی نے نامناسب سمجھا تو اپنے یہاں مولود پڑھوا دیا، وعظ کرا دیا اور یہ سب رات ہی میں ہوتا ہے۔ پھر دوسرے دن یا تیسرے دن کھانے کی قسم کی آئی ہوئی چیزوں جیسے پوریاں، کچوریاں، گلگلے، فیرنی، کھیر وغیرہ کے حصے برادری کے لوگوں یا بستی کے عام لوگوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔

خالد شوہرِ ہندہ کے نزدیک یہ رسم ''گھر داس'' مذکور از اقسامِ بدعت ہے، اس لئے یکے بعد دیگرے دو مکان جدید اس کے اہل وعیال کے بنے اور آباد ہوئے لیکن یہ رسم مذکور نہیں ہونے دیا۔ ادھر خالد و ہندہ کے داماد حقیقی نے ایک مکان جدید تیار کیا اور بماہ ربیع الآخر/۱۳۵۶ھ، اس میں داخلہ ہوا اور حسبِ رواج ''گھر داس'' منایا، لیکن بجائے گیت و اشعار کے مولود وعظ ہوا، اور ہندہ اپنے مکان جدید میں اس موقع پر بوقتِ شام گئی اور

شریکِ گھر داس ہوئی اور اپنے شوہر خالد کو اس واقعہ کے بعد دیگر امور سے متعلق خط لکھا، لیکن اپنی شرکت اور گھر داس کی بالکل اطلاع نہ دی۔ جب خالد کو علم ہوا اور اس نے ہندہ کو بہت بُرا بھلا کہا اور یہ بھی کہ تم نے بلا اجازت اپنا قدم مکان سے باہر کیوں نکالا؟ اور کیوں شریک ہوئی؟ اور دفع بدنامی وطعن رسمی کی خاطر تم نے کیوں یہ رسم برتی؟

وہ جواب میں لکھتی ہے کہ میری لڑکی چونکہ سسرال سے میرے گھر آئی تھی اور اب مجھ سے رخصت ہو کر پھر سسرال جارہی تھی، اس لئے اس کے رخصت ہونے کے وقت میں نے اس کے ساتھ اس قدر ساتھ کردیئے اور اسے سوپ کی سخت تکلیف تھی، لہذا سوپ بھی ساتھ کردیئے اور بوقتِ شب پردہ کے ساتھ میں نے اس کے مکان میں وعظ سننے کی غرض سے آمدورفت کیا اور ان میں سے کوئی چیز بھی شرعاً ممنوع نہیں اور نہ شوہر کی ناخوشی کی وجہ کے باعث، حالانکہ ہندہ نے اس ''گھر داس'' کے قبل اپنے شوہر خالد کو لکھا کہ میری لڑکی ڈیڑھ مہینہ سسرال میں رہ کر میرے یہاں صرف دس دنوں کے لئے آئی ہے اور اسی ہفتہ میں وہ میرے یہاں سے جمعرات کے دن رخصت ہوکر اپنی سسرال جائے گی اور دوسرے دن جمعہ کو مکان جدید میں داخل ہوگی، ہاتھ خالی ہونے کے سبب اس موقعہ پر نواسہ اور نواسی کے لئے کپڑے بھی نہیں ہوسکتے۔ باوجود اس کے پھر وہ دعاوی مذکورہ ملاحظہ ہوں۔

(۵) ماہ محرم/ ۵۶ھ سے ''گھر داس'' اس کے ختم تک کی درمیانی مدت میں برابر اپنی علالت کا بذریعۂ خطوط اظہار کرتی رہی، جب ''گھر داس'' کے موقعہ کی شرکت سے فراغت کرچکی تو اب لکھتی ہے اپنے شوہر خالد کو کہ: اب میں بالکل صحیح ہوگئی اور علالت بالکلیہ دفع ہوگئی۔ پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱......گھر داس از اقسامِ بدعت ہے یا نہیں؟

۲......صورت مفصلہ مذکورہ میں ہندہ حق پر ہے یا نہیں؟

۳......اگر حق پر ہے تو فبہا ورنہ زن ناشزہ ہے یا نہیں؟ جب تک عملاً وہ تائب نہ ہو اس کا نفقہ اس کے ناراض شوہر خالد کے ذمہ سے ساقط ہے یا نہیں؟

۴...... بلا اجازتِ شوہر خالد کے ہندہ کا دن کے وقت یارات کے وقت عید ملنے کے لئے، یا کسی مہمان عورت کو بستی کے، یا برادری کے لوگوں کے مکانات دکھانے، یا ملاقات کرانے کے لئے، یا وعظ سننے کے لئے، یا اَور کسی غرض سے دوسرے کے گھر جانے کے لئے اپنے مکان سے باہر قدم رکھنا اگر چہ داماد کا گھر سہی کیا جائز ہے؟ خصوصاً جب کہ شوہر کی نارضامندی ہواور وہ ان حرکتوں سے بیزار ہواور ہندہ کے لئے دیگر ضروری کاموں کے لئے بڑا لڑکا بھی موجود ہواور ماما بھی اور باہر ایک خادم بھی۔

۵...... منجھلے اور سنجھلے لڑکوں کے متعلق ہندہ کا طریقہ عمل مذکورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا وہ صلہ رحمی ہے جسے ہندہ صلہ رحمی سمجھ کر جائز قرار دیتی ہے؟

اہلِ قرابت سے ملنے کے لئے کتنی مدت ہے؟

سوال[۹۰۶۲]: ۶...... کیا بیوی کے لئے شرعاً جائز ہے کہ ایسے مردوعورت کا اپنے مکان کے اندر آنا پسند کرے یا آنے دے جس کی آمدورفت کو اس کا شوہر ناپسند کرتا ہوا گر چہ وہ مردوعورت قرابت مند ہوں اور خاص اس بستی کے رہنے والے یا رہنے والی ہوں؟

اولاد کی خاطر شوہر کی نافرمانی

سوال[۹۰۶۳]: ۷...... بیٹی اور داماد خصوصاً دیگر بیٹوں کی خوشی کے لئے شوہر کی نافرمانی جیسا کہ تفصیلِ مذکور سے معلوم ہوا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ہندہ کا طریقہ عمل اولاد کو سرکش اور فاسق وفاجر بنانے کا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

گزارش قابلِ توجہ: ازراہ کرم بغرضِ توثیق وتصدیق مہر دارالافتاء اور مہر مجیب ضرور ثبت فرمائی جائے۔

المستفتی: حافظ عبدالغفور سیتاپوری، لکھنؤ، مکان نمبر: ۹۰ روز دوشنبہ ۱۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۶ھ، ۱۹/ جولائی/ ۱۹۳۷ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ''گھر داس'' کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، لہذا طریقِ مذکور پر گھر داس کرنا اور اس کو لازم سمجھنا اور شرکت نہ کرنے والوں پر طعن کرنا بالکل ناجائز اور ممنوع ہے اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس سے

اجتنابِ کلی لازم ہے(۱)۔

۲-۵...... جو امور شرعاً مباح ہوں اور عورت ان پر قادر ہو یعنی بلا ناقابلِ برداشت مشقت کے کرسکتی ہو تو وہ شوہر کے امر کی وجہ سے واجب ہوجاتے ہیں(۲)، ہاں! معصیت میں شوہر کی اطاعت ناجائز ہے(۳)، پس شوہر کی مرضی کے خلاف ہندہ کا گھر داس، یا برادری میں جانا، یا وعظ سننے کے لئے جانا جب کہ وہ اپنی شوہر

---

(۱) "قال الطيبي: من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(و كذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "وحق الزوج على الزوجة أن تطيعه في كل مباح يأمرها به". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۸۵، رشيديه)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲/۲۹۷، إمداديه)

(و كذا في الدر المنتقىٰ، كتاب النكاح، باب القسم: ۱/۵۵۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"ظاهره أنه عند الأمر به يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۸، سعيد)

(۳) "فقام عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه، فلقيه بين الناس قال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله"......... فقال عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك و تعالىٰ". .... قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لا طاعة في معصية الله تبارك و تعالىٰ". (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري رضي الله تعالىٰ عنه : ۶/۵۹، ۶۰، (رقم الحديث: ۲۱۰۳۰-۲۰۱۳۳)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... : "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في معصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

سے مسائل معلوم کرسکتی ہے منع اور ناجائز ہے، ایسا کرنے سے وہ گنہگار اور شوہر کی نافرمان ہوگی (۱)۔ لڑکا جب بالغ ہوجائے اور کسب پر قادر ہو تو اس کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ واجب نہیں رہتا (۲) اور جب کوئی لڑکا فاسق ہو تو اس کو مقدارِ کفایت کھانے کپڑے سے زائد روپیہ دینا کہ وہ جس کو معصیت میں خرچ کرے منع ہے، ہاں! دیندار کو دینا ثواب ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کی اولاد فاسق وفاجر ہو اور یہ خیال ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد میرے مال کی وارث ہوگی اور نافرمانی میں صرف کرے گی، تو مناسب یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اپنے تمام مال کو مصارفِ خیر پر صَرف کردے اور اولاد کے لئے کچھ میراث نہ چھوڑے۔ پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا اپنی فاسق وفاجر اولاد کو اتنی مقدار میں روپیہ دینا جس کو وہ جی کھول کر معصیت میں صرف کریں درحقیقت اعانتِ معصیت ہے جو ناجائز ہے۔

"وإن كان في ولده فاسق، لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته، كيلا يصير معيناً في المعصية، ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير و يحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه، اهـ". فتاوى عالم گيرى: ۱٦٥/۳ (۳)۔

---

(۱) "له منعها من الغزل .... و من مجلس العلم إلا لنازلة امتنع زوجها من سؤالها". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۶۰۳/۳، ۶۰۴، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في حقوق الزوجية: ۴۴۳/۱، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر في الحظر والإباحة، الجنس الخامس في خروج المرأة من البيت: ۵۳/۲، رشيديه)

(۲) "البالغ لا تجب نفقته على أبيه إلا بشروط نذكرها". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۱/۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۹۲/۲، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في نفقة الأولاد: ۴۴۵/۱، رشيديه)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۳۹۱/۴، رشيديه) =

عورت کو اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کا حق ہے اور دوسرے محرم رشتہ داروں سے ملنے کے لئے ایک سال میں ایک مرتبہ جانے کا اختیار ہے، اس سے زیادہ کا نہ حق ہے اور نہ مطالبہ کرسکتی ہے۔ نامحرموں کے گھر جانا جائز نہیں، اسی طرح اپنے محرم کے گھر محفل وغیرہ میں جانا بھی جائز نہیں، نہ شوہر کی اجازت سے نہ بلا اجازت اور شوہر کو اجازت دینا بھی جائز نہیں، اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا، کذا فی رد المحتار: ۲/۱٤۸(۱)۔

پس بلا اجازتِ شرع جانے سے عورت گنہگار ہوگی اور جب بلا اجازت اور بلا استحقاق جائے گی تو ناشزہ ہوگی اور ناشزہ کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے گھر واپس نہ آجائے، جب شوہر کے گھر لوٹ آئے گی تب واجب ہوگا:

"فإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، اهـ". هداية، ص:٤١٨(٢)۔

= (وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة، جنس آخر في الهبة من الصغير: ۴/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير: ۶/۲۳۷، رشيديه)

(١) "(و لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة .... (و في غيرهما من المحارم في كل سنة) .... و يمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين". (الدر المختار: كتاب الطلاق، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر في الحظر والإباحة، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۲/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۲۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۶، ۱۸۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(٢) (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۳۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۷۹، غفاريه كوئٹه)

۶...... ہندہ کے پاس ہفتہ میں ایک مرتبہ ہندہ کے ماں باپ آسکتے ہیں، اس سے زیادہ آنے سے شوہر کو منع کردینے کا حق ہے اور یہ بھی حق ہے کہ ان کو زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے اور شب کو اس کے پاس رہنے سے منع کردے، اور جو لوگ ہندہ کے محرم رشتہ دار ہیں وہ سال بھر میں ایک مرتبہ ہندہ سے ملنے کے لئے آسکتے ہیں، شوہر کو حق ہے کہ وہ اس سے زیادہ نہ آنے دے، نیز زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے اور شب کو اس کے پاس رہنے سے منع کردے، اس سے زیادہ نہ ان کو حق ہے نہ عورت کو۔ اور جو لوگ محرم نہیں ان کے متعلق شوہر کو کلیۃً حق ہے کہ عورت کے پاس کبھی نہ آنے دے بلکہ نامحرم سے ملنے کی ہرگز اجازت نہ دے:

"ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين، ولا يمنعهما من الدخول عليها في كل جمعة، وفي غيرهما من المحارم في كل سنة لها الخروج، ولهم الدخول، زيلعي. ويمنعهم من الكينونة -وفي نسخة: من البيتوتة- لكن عبارة ملا مسكين: من القرار عندها، ويؤيده ما مر من التعليل بأن الفتنة في المكث و طول الكلام، به يفتى، خانية. ويمنعها من زيارة الأجانب و عيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين و لو كانت عند المحارم؛ لأنها تشتمل على جمع، فلا تخلوا عن الفساد عادةً، اهـ". در مختار شامی: ۲/۱۰۲۸ (۱)۔

۷...... اپنے حقِ شرعی کا تو مطالبہ کرسکتی ہے لیکن بلا حقِ شرعی کے اولاد یا داماد کی رعایت سے شوہر کی نافرمانی نہیں کرسکتی، ایسا کرنے سے گنہگار ہوگی، خصوصاً معصیت میں خرچ کرنے والی اولاد کو اتنا روپیہ دینا کہ جس سے وہ معصیت زیادہ کرے خود اس کا بھی مستقل گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ جمادی الاولی/ ۵۶ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على مؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات .... وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۶/۱۰، دار الفيحاء بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۷/۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قریب کے رشتہ داروں سے ملاقات کی مدت

سوال[۹۰۶۴]: ''بہشتی زیور'' میں لکھا ہے کہ حقیقی رشتہ داروں کے یہاں سال میں ایک مرتبہ جانا چاہیئے اوراگراس سے زیادہ جائیں تو کیا گناہ پڑے گا؟ اوراگر یہ رشتہ داراس مدت میں کئی مرتبہ آئیں جب بھی کیا گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوعورت کے محرم ہوں (جن سے نکاح جائز نہیں) ان کے مکان پر ملنے کے لئے سال بھر میں ایک دفعہ جانا اورشوہر کااس کے لئے اجازت دینادرست ہے جب کہ وہاں پردہ کاانتظام ہواورکوئی فتنہ اورمفسدہ نہ ہو، اس سے زائد حق نہیں۔اگر وہ رشتہ دارآنا چاہیں تو ان کے لئے بھی یہی حد ہے،صرف وہاں جانے اور ملاقات کرنے کی اجازت ہے،رات گزارنے کی وہاں اجازت نہیں۔شامی: ۹۱۵/۲، باب النفقة میں تفصیل مذکورہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۲/۷/۸۸ھ۔

خودکمانے والی عورت کاشوہرکوطعنہ دینا

سوال[۹۰۶۵]: ایک شوہروزوجہ دوہیں،عیالدارہیں،شوہرتجارت ومحنت ودکانداری،یامزدوری کرتاہے،عورت بھی جانوروغیرہ پالتی ہے،ان کی خوشامددرآمداسی کے ذمہ ہےاورجنگل میں وہی ان کو چرانے لے جاتی ہے،عورت ومرددونوں دوش بدوش مل کرکماتے ہیں۔عورت مذکورہ جب اپنے شوہرسے بگڑتی ہے،

---

(۱) "وفي غيرهما من المحارم في كل سنة يمنعهم من الكينونة عندها، به يفتى. ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۶۰۲/۳، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۵۲/۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۸۶/۲، ۱۸۷، رشيديه)

نہایت سخت الفاظ استعمال کرتی ہے، مثلاً میں تیری کمائی کیا کھاتی ہوں، خود کماتی ہوں تب کھاتی ہوں وغیرہ۔ عورت گنہگار ہوتی ہے یا نہیں، کیا ایسی صورت میں عورت پر حقِ شوہری نہیں رہتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو ایسے الفاظ استعمال کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے، اس لئے اس کو حد درجہ احتیاط اور زبان کی حفاظت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں شوہر کے حقوق کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے، اس لئے کوئی لفظ شوہر کی تعظیم کے خلاف کہنا یا طعن دینا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۰/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/شوال/۶۷ھ۔

شوہر بیوی میں ملاپ نہیں، گناہ کس پر ہے؟

سوال [۹۰۶۶]: کئی سال سے شوہر اور بیوی میں ملاپ نہیں ہوا ہے، اس کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و للرجال علیهن درجة﴾. (سورة البقرة: ۲۲۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿الرجال قوامون علی النساء﴾ (سورة النساء: ۳۴)

"عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لو کنت آمر أحداً أن یسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها".

"وعن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تؤذی امرأةٌ زوجها فی الدنیا، إلا قالت زوجةٌ من الحور العین: لا تؤذیه قاتلکِ اللہ، فإنما هو عندک دخیل، یوشک أن یفارقک إلینا". .... وعن أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "أیما امرأة ماتت و زوجها عنها راضٍ دخلت الجنة". .... وعن طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "إذا الرجل دعا زوجته لحاجته، فلتأته وإن کانت علی التنور". .... وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "ثلاثةٌ لا یقبل لهم صلاة و لا تصعد لهم حسنة .... والمرأة الساخط علیها زوجها". (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء و مالکل واحد من الحقوق، الفصل الثانی والثالث، ص: ۲۸۱ – ۲۸۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

جورکاوٹ بنے ہوئے ہیں(۱)۔فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

زوجین کی باہمی رضامندی سے بعض حقوق زوجیت سے دست برداری

سوال[۹۰۶۷]: ۱......زید نے دوشادیاں کی ہیں، پہلی بیوی کے تین بچے ہیں، اوراس کوطلاق دیناچاہتا ہے، لیکن بیوی کااصرار ہے کہ وہ بچے چھوڑ کرنہیں جاسکتی، اورصرف کپڑااور رزق کے خواہاں ہے، زید اس کونان ونفقہ فراہم کرتا ہے، مگرحقوقِ زن وشوہر پرآمادہ نہیں۔کیاوہ بعدازطلاق زید کے گھررہ سکتی ہے؟ باپ کہتا ہے کہ اگرتو نے طلاق دی تو میں خودکشی کرلوں گا۔ایسی صورت میں طلاق دے یانہیں؟

۲......زید اگرطلاق دیدے توکس قدرمہرواجب ہے؟ جبکہ زید کے دولڑکے اورایک لڑکی ہے، کیامہر بخشا جاسکتا ہے؟

۳......زید اپنی زوجہ کوطلاق دیناچاہتا ہے اورکہتا ہے کہ اس کی زوجہ نافرمان ہے، نماز سے بالکل غافل ہے، علمِ دین سے کوری اوراس نے زید کے باپ کے خلاف زنا کاالزام لگایا ہے جوکہ غلط ہے۔

۴......اگرزید طلاق نہ دے اورسوائے نان ونفقہ کے ہمبستری وغیرہ نہ کرے جبکہ اس کی زوجہ بھی تیار ہے توکیاحکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......اگرزید اپنی زوجہ کے ساتھ ہمبستری وغیرہ نہیں کرناچاہتا، طبیعت راغب نہیں اوراس بناپرطلاق دیناچاہتا ہے اورزوجہ علیحدہ ہونانہیں چاہتی اورہمبستری وغیرہ کامطالبہ نہیں کرتی اورصرف کپڑااورنفقہ چاہتی ہے، اورزید نان نفقہ دینے کیلئے آمادہ ہے اورزید کاوالداس طلاق سے سخت ناخوش ہے، یہاں تک کہ خودکشی کے

(۱) "وللزوج أن يسكنها حيث أحب ولكن بين جيران صالحين". (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۲۰۲/۳، سعيد)

لئے تیار ہے تو پھر طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں، زید کا مقصد بغیر طلاق بھی حاصل ہے، دونوں بدستور رہیں، ہمبستری وغیرہ کا مدار نشاط ورغبت پر ہے، بیوی کا مقصد بھی حاصل ہے کہ وہ جانا نہیں چاہتی، ایسی صورت میں طلاق ہرگز نہ دے(۱)۔

۲......مہر زوجہ کا حق ہے وہ معاف کرنا چاہے تو معاف کرسکتی ہے، لینا چاہے تو لے سکتی ہے، جب شوہر کے ساتھ وہ رہ چکی ہے تو پورا مہر لازم ہے(۲)، اگر رخصتی وخلوت سے پہلے طلاق دی جائے تو نصف مہر لازم ہوگا، اور نصف مہر شوہر رکھ لیتا ہے(۳)۔

۳...... جائز کاموں میں بلا عذر شرعی شوہر کی اطاعت نہ کرنا، شوہر کے والد پر زنا کا الزام لگانا بھی اتنا سخت جرم ہے کہ شوہر اگر اس کی وجہ سے طلاق دیدے تو شوہر پر کوئی پکڑ نہیں(۴)۔

---

(۱) "إيقاعه (أي إيقاع الطلاق) مباح عند العامة، لإطلاق الأيات، أكمل. (وقيل) -قائله الكمال- (الأصح حظره): أي منعه (إلا حاجة) كريبة وكبر". (الدر المختار: ۳/۲۲۷، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، كتاب الطلاق، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في النهر الفائق، ۲/۳۱۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لايسقط منه شي بعد ذلک إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاویٰ العالمكيرية، السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر: ۱/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، من شروطه المهر، بيان مايتأكد به المهر: ۲/۵۸۴، رشيديه)

(۳) "ويجب (نصفه بطلاق قبل وطی أو خلوة)". (الدرالمختار). "(قوله: قبل وطی أو خلوة) هو معنی قول الكنز: قبل الدخول". (ردالمحتار: ۳/۱۰۴، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۳۰، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۱۳، كتاب النكاح، الفصل السابع في الزيادة في المهر والحط عنه وفيمايزيد وينقص، رشيديه)

(۴) "معناه أن الشارع ترک هذا الأصل، فأباحه، بل يستحب لو موذيةً أو تاركة صلاة، غاية. ومفاده أن لا إثم بمعاشرة من لاتصلي. ويجب لوفات الإمساک بالمعروف، ويحرم لو بدعياً". (الدرالمختار: =

۴......اپنے خصوصی حالات کے پیشِ نظر اگر دونوں اس پر رضامند ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۲/۱۳۸۵ھ۔

زوجین کو اپنے حقوق معاف کرنے کا حق ہے

سوال[۹۰۶۸]: لگ بھگ دوسال سے ہندہ اپنے شوہر سے ملتی ہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرتی ہے اور معافی چاہتی ہے، زید معاف بھی کر چکا ہے اور لڑکی بھی اپنے سب طرح کے حقوق بھی معاف کر چکی ہے، لہذا معافی قابلِ قبول ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر ایک کو اپنے حقوق کو معاف کرنے کا حق ہے(۱)۔ فقط۔

= ۲۲۸/۳، ۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۱۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۱۴، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لايكون دينار ولادرهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

قال العلامة النووي رحمه الله تعالىٰ: "أن لها ثلثة أركان: الإقلاع والندم على فعل تلك المعصية، والعزم أن لايعود إليها أبداً. فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق . وأصلها الندم ، وهو ركنها الأعظم. واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۱۵۹/۲۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

بیس سال تک ملاپ نہ ہونے کے باوجود اب ملاپ درست ہے

سوال[۹۰۶۹]: شادی ہوئے بیس سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے، اس بیچ شوہر اور بیوی میں ملاپ نہیں ہوا، ادھر دو سال سے ہندہ اپنے شوہر سے ملتی ہے۔ اگر زید اس کو رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رکھ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہو تو شوہر کیا کرے؟

سوال[۹۰۷۰]: ایک عورت سفر پر شوہر کے باہر جانے سے مریض ہو جاتی ہے، کیا شوہر کا اسے ساتھ لے جانا ضروری ہے یا شوہر کا اس عذر پر نہ جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر اپنی ضرورت کی وجہ سے سفر میں جا سکتا ہے اگرچہ اس کی بیوی بیمار ہو جاتی ہو، مگر اس کی تیمارداری کا انتظام کر کے جائے یا سفر میں ساتھ لے جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۱ھ۔

ساس کی خدمت

سوال[۹۰۷۱]: زید کی بیوی زچگی کی وجہ سے میکہ گئی ہے، زید نے کہا کہ میری ماں کی خدمت

---

(۱) تعلقاتِ زوجیت برقرار رکھنے کا مدار بقائے نکاح پر ہے، لہذا جب عقدِ نکاح باقی ہے تو یہ تعلق بھی باقی ہے۔

(۲) شریعت نے شوہر کو اختیار دیا ہے کہ اپنی بیوی کو جہاں چاہے رکھے:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم و لا تضاروهن لتضيقوا عليهنّ﴾ (سورة الطلاق: ٦)

" قالوا: وللزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين ". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۹، رشيديه)

کرو، ہندہ نے کہا کہ خدمت کے لئے دوسری عورت رکھ لو، میں خدمت نہیں کروں گی۔اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شرعاً ہندہ کے ذمہ شوہر کی ماں کی خدمت واجب نہیں، لیکن اخلاقی طور پر اس کا خیال کرنا چاہیئے کہ وہ اس کے شوہر کی ماں ہے تو اپنی ماں کی طرح اس کو بھی راحت پہونچانے کا خیال رکھے، اور شوہر کی اطاعت کرے (١)، آخر جب ہندہ کو ضرورت پیش آتی ہے تو شوہر کی ماں اس کی خدمت کرتی ہے۔اس طرح آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور مکان آباد رہتا ہے، البتہ شوہر کو بھی چاہیئے کہ اپنی بیوی سے نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے اس کو سمجھائے کہ میں تمہاری ماں کا احترام کرتا ہوں اور ان کو اپنی ماں کی طرح سمجھتا ہوں، تم بھی میری ماں کو اپنی ماں کی طرح سمجھو۔ نیز بیوی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ١٧/١/٩٠ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ١٧/١/٩٠ھ۔

---

(١) "وحقه عليها أن تُطيعه في كل مباح يأمرها به". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: في كل مباح) ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعيّة".
(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ٣٠٨/٣، سعيد)

(٢) "فإن كان للرجل والدةٌ أو أخت أوولد من غيرها في منزلها، فقالت: صيرني في منزل على حدة، كان لها ذلك". (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ٤٢٨/١، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٤٤١/٢، مكتبه شركة علميه)

"وعن لقيط بن صبرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قلت: يا رسول الله! إن لي امرأةً في لسانها شيء يعني البذاء، قال: "طلقها". قلت: إن لي منها ولداً ولها صحبة، قال: "فمرها"، يقول: "عظها، فإن يك فيها خيراً فستقبل". الحديث. (مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرةالنساء: ٢٨١، ٢٨٢، قديمي)

زوجین کا ساتھ کھانا

سوال[۹۰۷۲]: میاں بیوی کا ایک ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست بلکہ مناسب اور افضل ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۱/۱۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۹۱/۱۲/۲۸ھ۔

سسرال میں جانا اور کھانا

سوال[۹۰۷۳]: زید کی منکوحہ ہندہ اپنے والد بکر کے وہاں جاتی ہے، بکر ہی قیام وطعام کا خرچ پورا کرتا ہے، بکر کو اس بارے میں کوئی ناگواری نہیں معلوم ہوتی، زید بھی کبھی کبھی بکر کے یہاں مہمان بنتا ہے اور کبھی کبھی ناگواری بھی محسوس کرتا ہے۔ایسی حالت میں زید کا خود وہاں قیام کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی زوجہ اپنے والد کے مکان پر زید کی اجازت سے رہے اور زوجہ کے والد اپنی لڑکی کا خرچہ بخوشی برداشت کریں تو زید پر کوئی پکڑ نہیں، اور زید کو اگر خوش دلی سے کھانا کھلائیں تب بھی پکڑ نہیں، اگر زید کو اس کا احساس ہو کہ زید کا کھانا ان پر بار ہے اور وہ اس سے خوش نہیں تو زید کو وہاں نہیں کھانا چاہیئے اور زید کے قیام سے اگر ان کو ناگواری ہو تو وہاں قیام بھی نہیں کرنا چاہیئے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۸۶/۱/۲ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ،۸۶/۱/۳ھ۔

---

(۱) "عن عامر بن سعد عن سعد رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم............ : "و مهما أنفقت فهو لک صدقة، حتی اللقمة ترفعها فی فیٔ امرأتک". (صحيح البخاری، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل: ۲/۸۰۶، قديمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ليس على الأعمى حرج ولا على الأعرج حرج .... ولا على أنفسكم أن تأكلوا من بيوتكم أو بيوت آبائكم أو بيوت أمهٰتكم﴾ (سورة النور: ۶۱) ....=

بیوی کے لئے مٹھائی لے جانا کیا آوارہ گردی ہے؟

تفصیل اقرار نامہ:

سوال[۹۰۷۴]: حافظ عبدالوہاب کا بیان ہے کہ برخوردار ایک دن کچھ مٹھائی اور کپڑا اپنی بیوی کے لئے لے کر میرے مکان پر آیا جب کہ میری بیوی رخصت ہوکر اپنے میکے آئی تھی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ برخوردار یعنی میری بیٹی کا شوہر ایک دن چُھری لے کر میرے بڑے بیٹے برکت اللہ کو مارنے بھی آیا تھا، لیکن برخوردار صرف پہلے واقعہ یعنی مٹھائی اور کپڑا لانے کا اقراری ہے اور دوسرے یعنی چھری والے واقعہ کا منکر ہے، پس ایسی صورت میں یہ واقعہ خلاف اس اقرارنامہ کے ہوگا جس پر طلاق کو معلق کیا ہے یا نہیں؟

حافظ صاحب اور ان کے بیٹے برکت اللہ کے تصور میں مٹھائی اور کپڑا لانا آوارہ گردی میں داخل ہے، حالانکہ برخوردار اپنی بیوی کے واسطے لے کر گیا تھا نہ کہ کسی دوسری عورت کے واسطے بلکہ خاص اپنی بیوی کی محبت سے اس کے باپ اور بھائی کی پوشیدگی سے دینے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں نے اس کو آوارہ گردی تصور کیا۔

نقل تحریر اقرار نامہ:

منکر برخوردار ولد عبدالوہاب مہراج گنج پرگنہ، میرانپور، ضلع سلطانپور۔

''من مقر چونکہ من مقر کا نکاح مسماۃ طہر النساء دختر عبدالوہاب پرگنہ وتحصیل وضلع مذکور سے ہوا تھا، عرصہ ایک سال سے زائد ہوتا ہے کہ من مقر نے تین خطوط مسماۃ مذکور کے وارثوں کے نام بھیجا تھا کہ مجھے منظور نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ گزر بسر کریں یا میرے مکان میں رہیں، لہذا آج تک درمیان میں تنازع اور فساد رہا تھا۔ درمیان چند اشخاص مندرجہ ذیل کے میں اقرار کرتا ہوں، لکھ کر دیتا ہوں کہ: مسماۃ مذکور کو کسی قسم کی تکلیف مثل نان ونفقہ کے نہ ہونے پاوے گی، یا میں آوارہ گردی کروں، یا آئندہ کسی قسم کے خطوط متنازعہ، یا شکایت درمیان میں پیش آئے تو مسماۃ بالا مذکور نکاح سے باہر ہے یعنی طلاق

= ''عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه ''. (مشكوٰة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

مغلظہ ہوجاوے، لہذا بحالتِ صحتِ نفس وثباتِ عقل اپنے کے اکراہ واجبار کے یہ چند کلمہ بطورِاقرارنامہ کے لکھ دیا کہ سَنَد رہے اور وقتِ ضرورت پر کام آوے۔ نام اشخاص جن کے سامنے اقرار کرتا ہوں:

محمد حنیف وعبدالغفور وامیر بخش، حبیب اللہ، سبحان، محمد اشرف، ساکنان ہراہ گنج، کھنکھن۔ وامام دین، ساکنان شاہ داؤد پور۔ چودھری ساکن پلہی پور۔ بذل ورحیم وعبد الستار، ساکن ڈھرسیہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بیوی کے لئے مٹھائی وکپڑا لیکر جانا شرعاً کوئی عیب یا آوارہ گردی نہیں، محض اس کی وجہ سے طلاق نہیں ہوگی (۱)، یہ اقرارنامہ کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ اَور کسی قسم کی تکلیف اپنی بیوی کو پہونچائی ہوتو شرعی ثبوت کے بعداس پر حکم جاری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۵/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعیداحمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

کیا بیوی کوشوہر کی شکایت کرنے کا حق ہے؟

سوال[۹۰۷۵]: ایک شخص جوکچھ اس کواللہ تعالیٰ دیتا ہے، بیوی بچوں کودے دیتا ہے، ان سے الگ کوئی چیز نہیں کھاتا، بلکہ خود موٹا جھوٹا پہنتا ہے اورکھاتا ہے اور بیوی بچوں کواپنے سے اچھا پہناتا ہے۔ تین مہینہ میں کم ازکم ۲۵/ دن باہر گذارتا ہے۔ گھر آکر بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے سامنے میری مرضی کے مطابق رہو، میری عدم موجوگی میں اپنی مرضی کی گذاری۔ یہ شخص صفائی پسند اور سلیقہ شعار ہے، گھر کی چیزوں کو بکھرا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا، وہ کہتا ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ سلیقہ سے رکھنی چاہیئے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ ہم غریب آدمی

---

(۱) "ورکنہ (أی الطلاق) لفظ مخصوص، ھو ما جعل دلالۃً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایۃ".

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، بیروت)

(وکذا فی النھر الفائق: ۲/۳۰۹، کتاب الطلاق، إمدادیہ، ملتان)

ہیں، کفایت شعاری سے کام کرنا چاہئے، وہ بیوی کو بار ہا انسانیت سے کہتا ہے، کبھی کبھی غصہ سے بھی کہنا پڑتا ہے، مگر بیوی اس سے لڑتی ہے کہ گھر کے معاملے میں تمہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں، تم چپ بیٹھو۔

کفایت شعاری کو کہا جائے تو طعنہ دیتی ہے کہ تم اولاد کے دشمن ہو، کما کر کھلایا نہیں جاتا۔ کیا بیوی کو ایسا جواب دینے کا حق ہے؟ کیا شریعت نے کفایت شعاری کی تاکید نہیں کی ہے؟ میں اکیلا کمانے والا اور آٹھ کھانے والے ہیں اور گرانی کا یہ عالم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو ایسا جواب دینے کا حق نہیں، شریعت نے کفایت شعاری کی ہدایت کی ہے(۱) اور مرد کو قوام قرار دیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۸۶ھ۔

زوجین میں نباہ کی ایک صورت

سوال[۹۰۷۶]: سید نے اپنی ایک بالغ لڑکی کی شادی بکر کے لڑکے عمر سے کردی۔ لڑکی سسرال چند بار آئی گئی، سسرال والوں نے لڑکی پر گھر کے کام اور کھیت کا کام کا بوجھ ڈالا، لڑکی کی عمر پندرہ سال کی تھی، وہ زیادہ کام کی عادی نہیں تھی تو لڑکی کام کا بوجھ برداشت نہ کرسکی، سسرال والے اس سلسلہ میں اس کو بہت تکلیف

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تبذّر تبذیراً، إن المبذرین کانوا إخوان الشیطین﴾ (سورة الإسراء: ۲۶، ۲۷)

قال ابن کثیر: "(وقوله ﴿ولا تبذر تبذیراً﴾ لما أمر بالإنفاق، نهی عن الإسراف فیه، بل یکون وسطاً کما قال فی الآیة الأخری: ﴿والذین إذا أنفقوا ولم یُسرفوا ولم یقتروا﴾ (الآیة) ثم قال منفراً عن التبذیر والسرف: ﴿إن المبذرین کانوا إخوان الشیطین﴾: أی أشباههم فی ذلک". (تفسیر ابن کثیر، (سورة الإسراء: ۲۶): ۵۳/۳، مکتبه دارالفیحاء بیروت)

(وکذا فی روح المعانی، سورة الإسراء: ۱۵/۶۳، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) قال الله تعالی: ﴿الرجال قوّامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض، وبما أنفقوا من أموالهم﴾ (سورة النساء: ۳۴)

دیتے تھے، نوبت یہ پہونچی کہ لڑکی کی نگرانی شروع کردی ہے۔ لڑکی کے والد سید کو خبر پہونچی تو وہ لینے کے لئے آئے، مگر انہوں نے نہیں بھیجا، بکر نے کہا کہ ہم نہیں بھیجیں گے۔ آخری بار یہ کہا کہ ہم کو زیور واپس کردو تب ہم لڑکی واپس کریں گے اور طلاق بھی دیں گے۔

چنانچہ خاندان کے چند معزز اشخاص کے ذریعہ اسی وقت واپس کرلیا، زیور پانے کے بعد بکر اور اس کے خاندان نے کہا کہ اب آپ تو واپس جائیں، اب ہم نہ لڑکی کو واپس کریں گے۔

بہر حال والدین لڑکی کو واپس لے آئے، لیکن اب بکر عمر اور اس کے خاندان والے لڑکی کو طلاق دینے کو کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید لڑکی کا والد لڑکی کو سسرال بھیجنے اور لڑکی بھی سسرال جانے کو تیار نہیں ہے کیونکہ اب جان کا خطرہ لاحق ہوگیا ہے اور بکر وعمر وغیرہ کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر اپنی بیوی کو رکھنے اور آباد کرنے کے لئے آمادہ ہے تو اس کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کرسکتے، صرف بے جا زیادتی سے روکا جاسکتا ہے، جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ غلط ہے، بہتر یہ ہے کہ بڑے با اثر معاملہ فہم آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے کہا جائے کہ وہ کام کا بوجھ برداشت سے زیادہ نہ ڈالے اور ظلم وتشدد اختیار نہ کرے، اگر وہ مان جائے تو لڑکی کو سمجھا بجھا کر رخصت کردیا جائے (۱)۔ اگر شوہر نہ مانے تو اس کو کہا جائے کہ وہ طلاق دیدے اگرچہ مہر کے عوض ہو یا کچھ مزید دیکر ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ ﴿وإن خفتم شقاق بينهما، فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها، إن يريدآ إصلاحاً يوفّق الله بينهما، إن الله كان عليماً خبيراً﴾ (سورة النساء: ۳۵)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا فى الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۴۱، كتاب الطلاق، باب الخلع، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فى الخلع و ما فى حكمه، رشيديه)

فصل فی الجماع ومتعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

کیا جماع کے لئے کوئی حد مقرر ہے؟

سوال[۹۰۷۷]: عورت کا حق مرد پر صحبت کے اعتبار سے کس قدر ہے، ہفتہ میں ایک بار، یا مہینہ میں ایک بار، یا سال میں ایک بار؟ فتویٰ اور تقویٰ دونوں اعتبار سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عورت کا حق قضاءً تو ایک مرتبہ سے ساقط ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے بعد اس کو پیش کر کے فسخِ نکاح کا مطالبہ نہیں کرسکتی، لیکن دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی واجب ہوگا، اس کے لئے شرعاً کوئی مدت نہیں، یہ قوت، صحت اور دیگر حالات پر موقوف ہے، ہاں! عورت کی رضامندی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ کی دیر نہ لگائے، اور اگر عورت مطالبہ کرے تو دیانۃً اس پر واجب ہوجاتا ہے کہ اس کے مطالبہ کو پورا کرے:

’’ويسقط حقها بمرة، ويجب ديانةً أحياناً، ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها، ويؤمر المتعبد بصحبتها أحياناً‘‘. درمختار۔

’’(قوله: يسقط حقها بمرة) قال في الفتح: واعلم أن ترك جماعها مطلقاً لايحل له، صرح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانةً، لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام، إلا الوطأة الأولىٰ، ولم يقدروا فيه مدةً. ولا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها وطيب نفسها به ....

وفي البدائع: لها أن تطالبه بالوطئ؛ لأن حله لها حقها كما أن حلها له حقه. وإذا طالبته، يجب عليه، ويجبر عليه في الحكم مرةً، والزيادة تجب ديانةً، لا في الحكم عند بعض أصحابنا، وعند

بعضهم تجب في الحكم، اه". شامي، ص: ٥٤٧، ٥٤٨ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

تسکینِ جذبات کے لئے علاج

سوال [٩٠٧٨]: میرا نفس کمزور ہے، شادی نہیں کی، مگر کبھی کبھی زنا کی خواہش ہوتی ہے، اس حالت میں کیا کروں؟ تبلیغی جماعت کے ساتھ دینی کام کرتا رہتا ہوں، مسجد میں جماعت سے نماز پڑھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اتنی کمزوری ہے کہ شادی کر کے بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے تو کسی حکیم سے مل کر نبض دکھا کر اپنے لئے ایسی دوا تجویز کرالیں کہ جذبات میں سکون رہے، معصیت کا ارتکاب نہ ہو (٢)۔ جماعت سے نماز بھی برابر پڑھا کریں (٣)۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی دینی کام کرتے رہا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ٩/٤/٩٣ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ٩/٤/٩٣ھ۔

---

(١) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ٣/٢٠٢، ٢٠٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ٣/٣٨٢، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ٢/٢٩٤، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب القسم: ٢/٦٢٧، دار الكتب العلميه بيروت)

(٢) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقربوا الزنى، إنه كان فاحشةً وساء سبيلا﴾. (سورة الإسراء: ٣٢)

"عن صفوان بن عسال رضي الله تعالىٰ عنه قال: .... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لاتشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الثاني، ص: ١٧، قديمي)

(٣) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة .... فتسن أو تجب. ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرةً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٥٢ - ٥٥٤، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٢٠٢، ٢٠٣، رشيديه)

بیوی کا پستان منہ میں لینا

سوال[۹۰۷۹]: اپنی منکوحہ کا پستان منہ میں لیکر چوسنا وغیرہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شامی:۱/۱۳۱میں ہے:

"(قوله: مباشرتها له) سبب تردده في المباشرة تردد البحر فيها حيث قال: و لم أرلهم حكم مباشرتها له، و لقائل أن يمنعه بأنه لماحرم تمكينها في استمتاعه بها، حرم فعلها به بالأولى. ولقائل أن يجوزه بأن حرمته عليه لكونها حائضاً و هو مفقود في حقه، فحل لها الاستمتاع به، ولأن غاية مسها بذكره أنه استمتاع بكفها، وهو جائز قطعاً، اهـ. واستظهر في النهر الثاني .... يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ما تحت الإزار، فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها جميع بدنه حتى ذكره"(۱)۔

مندرجہ بالاعبارت سے ظاہر ہے کہ مرد کو اپنی منکوحہ سے ہرقسم کا استمتاع درست ہے جیسے رخسار کا چومنا اور ہونٹوں وغیرہ کا چومنا وغیرہ، البتہ پستان کا چوسنا ٹھیک نہیں ہے کہ اس میں پستان سے دودھ کے نکلنے پر مرد کے حلق میں جانے کا اندیشہ ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۲۹۲، ۲۹۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۴۴، رشيديه)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ۱/۱۵۰، دار المعرفة بيروت)

(وتفسير الخازن، (سورة البقرة: ۲۲۳): ۱/۱۶۳، حافظ كتب خانه، كوئٹه)

(۲) ''اپنی زوجہ کا دودھ پینے سے وہ حرام نہیں ہوتی، ہاں اس کا دودھ پینا حرام ہے، جو ایسا کرے گا گنہگار رہوگا''۔(کفایت المفتی، کتاب النکاح، دسواں باب، رضاعت وحرمت رضاعت،عنوان: ''بیوی کا دودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوتی، لیکن ایسا کرنا گناہ ہے'': ۵/۱۶۲، دارالاشاعت کراچی) .... =

بیوی کا دودھ

سوال [۹۰۸۰]: جماع کرتے وقت بیوی کے پستانوں سے منہ لگادے اور دودھ منہ میں آجائے تو کفارہ کیا ادا کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کفارہ کچھ نہیں ہے، البتہ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے، لہٰذا ایسی حرکت ہرگز نہ کی جائے جس سے دودھ اندر پہونچے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

چالیس سال گزرنے پر بھی بیوی سے جماع حرام نہیں

سوال [۹۰۸۱]: میری زوجہ کی عمر ۴۰/ سال ہو چکی ہے، ان کا حیض بند ہو گیا تو اس سے ہمبستری مجھ کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چالیس سال عمر ہو جانے اور حیض بند ہو جانے سے بھی نکاح فسخ نہیں ہوتا، نہ بیوی حرام ہوتی ہے، بلکہ بدستور نکاح قائم رہتا ہے بلا تکلف ہمبستری جائز ہے، کوئی شبہ نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۹۱ھ۔

=(وكذا في خير الفتاوىٰ، كتاب النكاح، رضاعت کے مسائل، (استفتا نمبر: ۴۵۶: ۴/۴۸۸)، خير المدارس، ملتان)

"(ولم يبح الإرضاع بعد المدة)؛ لأنه جزء آدميّ والانتفاع به لغير ضرورة حرامٌ على الصحيح". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۱، سعيد)

(۱) چالیس سال کی عمر کا ہونا اور حیض کا بند ہو جانے سے نہ نکاح میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ بیوی سے ازدواجی تقاضوں کے حصول میں کوئی فرق آئے، بلکہ نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ ازدواجی زندگی کے تقاضوں جماع وغیرہ کا حصول اس وقت بند ہو جاتا ہے جب کہ منافیٔ نکاح یعنی طلاق کا صدور ہو جائے، اور قیدِ نکاح سے عورت نکل جائے، اور قیدِ نکاح سے =

بوڑھی بیوی سے جماع

سوال[۹۰۸۲]: ۱......اپنی بوڑھی بیوی سے ہمبستر ہونا عندالشرع کیسا ہے؟

نابالغہ بیوی سے وطی

سوال[۹۰۸۳]: ۲......اپنی نابالغہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا

سوال[۹۰۸۴]: ۳......اپنی بیوی کی چھاتی کومنہ میں لینا کیسا ہے؟اس میں دوشقیں ہیں:ایک یہ کہ دودھ منہ میں اتر جائے، دوسرے یہ کہ دودھ منہ میں نہ اترے۔

بیوی کی دبر میں وطی کرنا

سوال[۹۰۸۵]: ۴......اگرکسی شخص نے اپنی بیوی سے بجائے قُبل کے دُبر میں وطی کی اوراس شخص کو یہ گمان ہے کہ قُبل ہی میں ہے۔فارغ ہونے کے بعد عورت نے بتایا کہ تم نے ناجائز راستے کواستعمال کیا تھا، مگر بوقتِ وطی عورت جانتی تھی کہ ناجائز راستہ استعمال ہورہا ہے،لیکن اس وقت اس نے کچھ نہ کہا، بعد میں بتایا۔ تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یانہیں؟ نیز عورت بھی گناہ کی مرتکب ہوئی یانہیں؟

دان میں ہمبستری کرنا

سوال[۹۰۸۶]: ۵......دن میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے؟

= عورت مخصوص الفاظ کے ساتھ نکل جاتی ہے جب کہ وہ الفاظ کہے جائیں، جب تک وہ الفاظ ادانہ کئے جائیں اس وقت تک عورت چونکہ نکاح میں ہوتی ہے،اس لئے اس سے جماع وغیرہ جائز ہے:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "هو لغة رفع القيد، لكن جعلوه في المرأة طلاقاً، وفي غيرها إطلاقاً .... وشرعاً: رفع قيد النكاح في الحال بالبائن، أو المآل بالرجعي بلفظ مخصوص هوما اشتمل على الطلاق". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، ۳/۲۲۶، ۲۲۷، سعيد)

"أما تفسيره شرعاً، فهو رفع قيد النكاح حالاً أو مآلاً بلفظ مخصوص". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسير وركنه وشرطه وحكمه الخ: ۱/۳۴۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۰۹، رشيديه)

جناب والا! ان مسئلوں کا بالترتیب جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔ المستفتی: محمد فاروق غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بوڑھی عورت اگر جماع کی متحمل نہ ہو اور جماع اس کو مضر ہو تو شوہر کو اس سے جماع درست نہیں:

"وفي الأشباه من أحكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطأ زوجته مع بقاء النكاح قال: و فيما إذا كانت لاتحتمله لصغر أو مرض أو سمنة، .... فعلم من هذا كله أنه لا يحل له وطؤها بما يؤدي إلى إضرارها". كذا في الشامي: ٢/ ٥٤٩ (١)۔

٢...... اگر نابالغہ بیوی جماع کی متحمل نہ ہو اور جماع اس کو مضر ہو تو اس سے جماع درست نہیں، كما هو ظاهر من عبارة الجواب الأولىٰ۔

٣...... اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لینا درست ہے، البتہ اگر دودھ آنے کا گمان ہو تو پھر ایسا نہ کرے:

"وهو تحقيق وجيه؛ لأنه يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ماتحت الإزار، فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها إلا ما تحت الإزار جميع بدنه، الخ". كذا في الشامي: ١/ ٢٧٠ (٢)۔

٤...... حالتِ مذکورہ میں عورت گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی (٣)۔

---

(١) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ٣/ ٢٠٤، سعيد)

"لاعبرة للسنين في هذا الباب، وإنما العبرة للطاقة. وإن كانت ضخمةً سمينةً تطيق الجماع ولا يخاف عليها المرض من ذلك، يحل للزوج أن يدخل بها وإن لم تبلغ تسع سنين. وإن كانت نحيفةً مهزولةً لا تطيق الجماع و يخاف عليها المرض، لا يحل للزوج أن يدخل بها وإن كبرت سناً".

(الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في نكاح الصغار والصغائر و تسليمهن إلى الأزواج: ٣/ ٣٥، إدارة القرآن كراچی)

(٢) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً: ١/ ٢٩٣، سعيد)

(٣) "و وطؤها في الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرةٌ، لا جاهلاً و لا ناسياً ولا مكرهاً".

(البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ١/ ٣٤٢، رشيديه)

۵……دن میں بھی جماع درست ہے(۱)۔

"و من عرسه و أمته، فينظر الرجل منهما وبالعكس إلى جميع البدن من الفرق إلى القدم و لو عن شهوة، الخ". كذافي الشامية: ۳۲۲/۵(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۷/۸۸ھ۔

بیوی سے خلافِ فطرت کام کرنا

سوال[۹۰۸۷]: زید نے اپنی بیوی کو مارا پیٹا اور گھر سے نکال دیا، عرصہ چار سال کا ہوگیا، اپنی عورت سے خلافِ فطرت کام کرتا ہے، نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بیوی میری ملکیت ہے، جس طرح چاہوں گا استعمال کروں گا۔ اب عرصہ چار سال سے بالکل خیر خبر نہیں لیتا، ایسی صورت میں ڈر ہے کہ لڑکی غلط راستہ پر نہ پڑ جائے، ایسی صورت میں اگر عقدِ ثانی کرنا چاہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ابھی تو عقدِ ثانی کی اجازت نہیں کیونکہ شوہر زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے۔ اگر شوہر طلاق دے دے خواہ مہر کے عوض ہی دے اور پھر عدت تین ماہواری گذر جائے تب عقدِ ثانی کی اجازت ہوگی (۳)۔

---

(۱) قال الإمام الرازي: "اختلف المفسرون في تفسير قوله: ﴿أنّى شئتم﴾ ………… والثاني أن المعنى: أيَّ وقت شئتم من أوقات الحل يعني إذا لم تكن أجنبيةً أو محرمةً أو صائمةً أو حائضاً …………والخامس: متى شئتم من ليل أو نهار". (التفسير الكبير، (سورة البقرة: ۲۲۳)، الجزء السادس: ۷۳/۶، دارالكتب العلميه، طهران)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالىٰ: "وللزوج أن يطالبها بالوطء متى شاء إلا عند اعتراض أسباب مانعة من الوطء كالحيض والنفاس والظهار والإحرام و غير ذلك". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان حكم النكاح: ۶۰۶/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۶/۶، سعيد)

(۳) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة =

تنبیہ: نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے(۱)، شوہر کا بیوی کے ساتھ خلافِ فطرت کام کرنا اور یہ کہنا کہ بیوی میری ملکیت ہے جیسے چاہوں گا ویسے استعمال کروں گا، غلط نظریہ ہے(۲)۔ اس کو بیوی پر ویسی ملکیت حاصل نہیں کہ اس فعل کی اجازت دی جائے، اس فعلِ قبیح سے اس کو روکا جائے گا(۳) اور بیوی پر اس کی اطاعت اس فعل میں جائز نہیں(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/۹۱ھ۔

قبلہ کی طرف رخ کر کے وطی کرنا

سوال[۹۰۸۸]: کیا اپنی رفیقۂ حیات سے قبلہ کی جانب وطی کرنے میں کوئی قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبلہ کی طرف پیر کر کے بیوی سے صحبت کرنا بھی مکروہ ہے: "يكره مد الرجلين إلى القبلة في النوم

= المتزوجة: ۹/۲۶۴۶، رشیدیه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) "عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر". (مشكوة المصابيح، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الثالث، ص: ۳۱۸، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ملعون من أتى امرأته في دبرها". رواه أحمد وأبوداؤد". (مشكوة المصابيح، باب المباشرة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۶، قديمي)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من رآى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۶۸۷) : ۱۱/۵۸۰۰، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، مكة المكرمة)

(۴) "وعن النوّاس بن سمعان رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۲/۳۲۱، قديمي)

و غيره عمداً، و كذا في حال مواقعة أهله". شامی: ۱/۲۲۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۵ھ۔

مال جمع کرنے اور بیوی سے صحبت کی مقدارِ واجب

سوال[۹۰۸۹]: مال جمع کرنا، عورت سے صحبت کرنا کہاں تک فرض ہے، اور کہاں تک واجب ہے، اور کہاں تک سنت ہے، اور کہاں تک مستحب ہے، اور کہاں تک مباح ہے اور کہاں تک حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بقدر ادائے حقوقِ واجبہ مال حلال ذریعہ سے کمانا اور رکھنا واجب ہے(۲)، سال بھر کے خرچ کی مقدار بیوی کو نفقہ دینا سنت ہے(۳)۔ بیوی سے اتنی مقدار میں صحبت کرنا واجب ہے کہ وہ بغیر صحبت کے بے چین ہو کر معصیت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے، اور یہ چیز صحت وقوت، عمر، طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہے، بعض خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے زائد سے زائد چار ماہ کا اندازہ کیا ہے کہ اتنی مدت میں صحبت کا اہتمام وانتظام رکھے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۱ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء، مطلب: إذا دخل المستنجي في ماء قليل: ۱/۳۴۱، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السابع الحظر والإباحة، المبحث الرابع، آداب الجماع: ۲۶۴۵/۴، رشيديه)

(۲) "مالا يتوصل إلى الفرض إلا به، فهو فرض". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۴۹۹، سعيد)

(وكذا في تعليم المتعلم، فصل في ما هية العلم والفقه وفضله، ص: ۴۰، قديمي)

(۳) "عن ابن عيينة قال: قال لي معمر: قال لي الثوري: هل سمعت في الرجل يجمع لأهله قوت سنة أو بعض السنة؟ قال معمر: فلم يحضرني، ثم ذكرت حديثاً .... عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يبيع نخل بني النضير، و يحبس لأهله قوت سنتهم". (صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله: ۲/۸۰۶، قديمي)

(۴) "و لا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها". (الدرالمحتار). "و يؤيد ذلك أن عمر رضي الله تعالىٰ عنه لما =

نکاح کے بعد دعاء کس وقت پڑھی جائے؟

سوال[۹۰۹۰]: نکاح کے بعد خلوت شب اول میں عورت کی پیشانی کے بال پکڑ کر: ''اللهم إني أسئلك من خيرها وخير ما جبلتها عليه، وأعوذ بك من شرها وشر ما جبلتها عليه''. پڑھنا ہے۔کیا یہ دعاء خلوت سے پہلے پڑھی جاتی ہے، یا نکاح ہوتے ہی عورت کے پاس جا کر فوراً بعد نکاح پڑھی جاتی ہے؟ اس کے پڑھنے کا افضل طریقہ کیا ہے اور افضل وقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح کے بعد جب ملاقات تنہائی میں ہو، اس وقت یہ دعاء پڑھی جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۸ھ۔

= سمع في الليل من امرأة ....فسأل ابنته حفصة رضي الله تعالىٰ عنها: كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها''. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۳، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۴۳۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۸۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲/۲۹۴، إمداديه ملتان)

(۱) ''يستحب أن يسمي الله تعالىٰ ويأخذ بناصيتها أول مايلقاها، ويقول: بارك الله لكل واحد منا في صاحبه. ويقول معه ما رويناه بالأسانيد الصحيحة في سنن أبي داؤد وابن ماجة وابن السني وغيرها عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''إذا تزوج أحدكم امرأةً أو اشترى خادماً فليقل: اللهم إني أسألك خيرها وخيرما جبلتها عليه، وأعوذبك من شرها وشر ما جبلتها عليه''. (الأذكار للإمام النووي، باب ما يقول الزوج إذا دخلت عليه امرأته ليلة الزفاف، ص: ۱۹۵، دارابن حزم)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب النكاح، باب في جامع النكاح: ۴/۴۹، مكتبة امدادية ملتان)

(وسنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب مايقول الرجل إذا دخلت عليه أهله، ص: ۱۳۸، قديمي)

کیا بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے؟

سوال[۹۰۹۱]: بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر دعاء کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۶ھ۔

برہنہ ہمبستری کرنا

سوال[۹۰۹۲]: زید اور اس کی بیوی اکثر جذبات سے مغلوب ہوکر برہنہ ہوکر ہمبستری کیا کرتے ہیں، درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ چادر وغیرہ اوڑھ لیا کریں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أمالو أن أحدكم يقول حين يأتي أهله: بسم الله، اللّٰهم جنبني الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا، ثم قدر بينهما في ذلك أو قُضِيَ ولد، لم يضره شيطان أبداً".

قال الحافظ: "وقيل: لم يضره بمشاركة أبيه من جماع أمه كما جاء عن مجاهد: إن الذي يجامع ولايسمي، يلتف الشيطان على إحليله، فيجامع معه، دليل هذا أقرب الأجوبة". (فتح الباري، كتاب النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله: ۲۲۸/۹، ۲۲۹، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن عتبة بن عبد السلميٰ رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا أتى أحدكم أهله، فليستتر، و لا يتجرد تجرد العيرين". (سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب التستر عند الجماع، ص: ۱۳۸، مير محمد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستتار عند الجماع: ۳۸۶/۱۷، إدارة القرآن كراچی) .... =

حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے؟

سوال[۹۰۹۳]: حاملہ عورت کے ساتھ کتنی مدت تک صحبت کر سکتے ہیں؟ اور صحبت سے رُکنا آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحبت سے رُکنے کا حکم حمل کی حفاظت کی خاطر ہے، جب اس کو نقصان دے تو رک جائے (۱) اور یہ بات طبیب سے دریافت کرنے کی ہے کہ کب نقصان دہ ہے اور کب نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲ھ۔

بیوی سے صحبت کے وقت یہ تصور کہ فلاں اجنبیہ سے صحبت کر رہا ہوں

سوال[۹۰۹۴]: زید اپنی اہلیہ سے صحبت کرتے وقت کہتا ہے کہ یہ سوچو کہ فلاں غیر محرم تمہارے ساتھ صحبت کر رہا ہے اور خود بھی زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں فلاں تمہارے ساتھ صحبت کر رہا ہوں۔ کیا ایسا کہنے پر نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا؟ زید کو یہ اطلاع اپنے مرشد کو بھی کرنا چاہیئے یا نہیں؟ زید نے اب توبہ کر لی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا کہنے سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، البتہ یہ بے حیائی اور گناہ ہے (۲)، اگر زید توبہ پر قائم رہے تو مرشد کو

= (وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السابع: الحظر والإباحة، المبحث الرابع: آداب الجماع: ۲۶۴۵/۴، رشيديه)

(۱) "لو تضررت من كثرة جماعه، لم تجز الزيادة على قدر طاقتها". (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "فعلم من هذا كله أنه لا يحل له وطؤها بمايؤدي إلى إضرارها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۴/۳، سعيد)

(۲) "الثالث: ذكر بعض الشافعية أنه كما يحرم النظر لما لايحل، يحرم التفكر فيه، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض﴾ فمنع من التمني كما منع من النظر. وذكر العلامة ابن حجر رحمه الله تعالىٰ في التحفة أنه ليس منه مالو وطئ حليلته متفكراً في محاسن أجنبية حتى خيل إليه أنه يطؤها. ونقل عن جماعة منهم الجلال السيوطي والتقي السبكي أنه يحل لحديث: "إن الله تجاوز لأمتي =

خبر کرنا ضروری نہیں، ورنہ خبر کر کے تدبیر دریافت کرلی جائے کہ کس طرح اس بے حیائی سے نجات ملے۔ خدائے پاک معاف فرمائے اور محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حائضہ سے انتفاع کی صورت

سوال[۹۰۹۵]: اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے مابین السرة إلى ركبتيه کو جب کہ اس پر کپڑا ہو، اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے، فرج داخل چھوڑ کر اور اس کو انزال ہو جائے تو یہ فعل عند الشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے، تو یہ صورت ممنوع نہیں:

"فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها، والركبة وما تحتهاولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطی ولو تلطخ دماً". شامی: ۱/۱۹٤(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= ماحدثت به أنفسها". ولا يلزم من تخيّله ذلك عزمه على الزنا بها، حتى يأثم إذا صمم على ذلك لو ظفر بها، وإنما اللازم فرض موطوء ته تلك الحسناء. وقيل: ينبغي كراهة ذلك، ورد بأن الكراهة لابد لها من دليل. وقال ابن الحاج المالكي رحمه الله تعالیٰ: إنه يحرم؛ لأنه نوع من الزنا، كما قال علماؤنا فيمن أخذ كوزاً يشرب منه، فتصور بين عينيه أنه خمر فشربه، أن ذلك الماء يصير حراماً عليه، اهـ. ورد بأنه في غاية البُعد ولا دليل عليه، اهـ. ملخصاً.

ولم أر من تعرض للمسألة عندنا، وإنما قال في الدرر: إذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على هيئة الفَسَقة، حرم، والأقرب لقواعد مذهبنا عدم الحل؛ لأن تصور تلك الأجنبية بين يديه يطؤها فيه تصوير مباشرة المعصية على هيئتها، فهو نظير مسألة الشرب. ثم رأيت صاحب تبيين المحارم من علماء نا نقل عبارة ابن الحاج المالكي وأقرها، وفي آخرها حديث عنه صلى الله عليه وسلم. "إذا شرب العبد الماء على شبه المسكر، كان ذلك عليه حراماً". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۷۲، سعيد)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشئ من هذه الأقوال في مواضع=

تفخیذ وتبطین وغیرہ کا حکم

سوال[۹۰۹۶]: ۱......اپنی منکوحہ سے اس طرح بغل گیر ہونا کہ جسم کے کسی حصہ پر رگڑنے سے انزال ہوجائے تو کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

فرج میں وطی پشت کی طرف سے

سوال[۹۰۹۷]: ۲......اپنی منکوحہ کو اس کی پشت کی طرف سے لپٹے کہ اعضائے مخصوص پشت کی جانب سے پیشاب کی جانب رہے، اس شکل میں کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی:۱/۳۱۱ میں ہے:

"(قوله: مباشرتها له) سبب تردده فی المباشرة تردد البحر فيها حيث قال: و لم أرلهم حكم مباشرتها له، و لقائل أن يمنعه بأنه لماحرم تمكينها فی استمتاعه بها، حرم فعلها به بالأولی. ولقائل أن يجوزه بأن حرمته عليه لكونها حائضاً و هو مفقود فی حقه، فحل لها الاستمتاع به، ولأن غاية مسها بذكره أنه استمتاع بكفها و هو جائز قطعاً، اهـ. واستظهر فی النهر الثانی .... يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ماتحت الإزار، فكذا هی لها أن تلمس بجميع بدنها جميع بدنه حتى ذكره"(۱)۔

= الضرورة طلباً للتيسير، كان حسناً: ۱/۲۹۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب الحيض: ۱/۳۴۵، رشيديه)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص: ۱۴۵، قديمی)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتی مفت بشیء من هذه الأقوال فی مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً: ۱/۲۹۲، ۲۹۳، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۴۴، رشيديه)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ۱/۱۵۰، دار المعرفة بيروت)

۱.....میاں بیوی کا ایک دوسرے کے بدن کو لمس کرنا درست ہے اور لمس میں اگر انزال ہوجائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

۲.....پشت کی جانب سے بھی جماع شرمگاہ (فرج) میں درست ہے۔ قرآن عزیز میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فأتوا حرثكم أنّى شئتم﴾ يعني كيف شئتم و حيث شئتم إذا كان في القبل، والمعنى: كيف شئتم متقبلةً و مدبرةً على كل حال إذا كان في الفرج". تفسير خازن: ۱/۱۵۳(۱)۔

البتہ اپنی خواہش اس طرح پوری کرنا ٹھیک نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شوہر کا عضو ہاتھ میں لینا

سوال[۹۰۹۸]: اپنی منکوحہ کے ہاتھ میں عضو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر گناہ ہے تو کفارہ ادا کرنے پر گناہ سے بَری ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شامی: ۱/۱۳۱ میں ہے:

"(قوله: مباشرتها له) سبب تردده في المباشرة تردد البحر فيها حيث قال: و لم أرلهم حكم مباشرتها له. و لقائل أن يمنعه بأنه لماحرم تمكينها في استمتاعه بها، حرم فعلها به بالأولى. ولقائل أن يجوزه بأن حرمته عليه؛ لكونها حائضاً، وهو مفقود في حقه، فحل لها الاستمتاع به، ولأن غاية مسها بذكره أنه استمتاع بكفها و هو جائز قطعاً، اهـ. واستظهر في النهر الثاني .... يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ماتحت الإزار،

---

(۱) (تفسير الخازن، (سورة البقرة: ۲۲۳): ۱/۱۶۳، حافظ كتب خانه، كوئٹه)

(وكذا في فتح الباري، كتاب التفسير، سوره البقرة، باب: ۳۹، ۸/۲۴۱، قديمي)

(وكذا في جامع البيان في تفسير القرآن، تفسير الطبري: ۲/۲۳۲، دار المعرفة، بيروت)

فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها جميع بدنه حتى ذكره"(۱)۔

اگرعورت نے اپنے مرد کا عضو خاص پکڑلیا تو کوئی گناہ نہیں ہوا، البتہ ایسا کرنا کچھ اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پانی مضر ہونے کی صورت میں اجازتِ جماع

سوال[۹۰۹۹]: إذا كان أحد الزوجين مريضاً بحيث يضره الماء بارداً كان أو حاراً، هل يجوز أن يجامع أم لا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نعم! يجوز له الجماع بزوجته وإن كان يضره الماء، وإذا لم يقدر على الغسل لمرض، فعليه أن يتيمم، كذا في شرح المنية(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشئ من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً: ۱/۲۹۲،۲۹۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۴۴، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ۱/۱۵۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) "والجنب الصحيح في المصر إذا خاف إن اغتسل أن يقتله البرد أو يمرّضه، يتيمم عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ .... وله أن العجز قد ثبت في حقه حقيقةً، فيعتبر كما إذا عدم الماء في المصر حقيقةً، حيث يجوز التيمم، ولم يعتبر كون وجود الماء فيه هو الغالب؛ لأن الغالب لا يعارض الحقيقة، وكذا الجواب عن تيسر الماء الحار في المصر غالباً؛ لأن الكلام في تحقق تعسره عليه بعد قدرته عليه وعلى ثمنه .... الفتوى على قوله في العبادات مطلقاً، وهو الواقع بالاستقراء". (الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۶۶، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في رد المحتار مع الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۴، سعيد) .... =

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ١٥/ ٨/ ٨٧ھ۔



= (وكذا في البحر الرائق كتاب الطهارة، باب التيمم: ١/ ٢٤٦، رشيديه)

ترجمہ سوال وجواب: زوجین میں سے جب کوئی بیمار ہو کہ پانی ٹھنڈا ہو یا گرم، نقصان دیتا ہو تو کیا ایسی حالت میں جماع کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جی ہاں اس کو بیوی سے جماع جائز ہے، اگرچہ پانی اس کو نقصان دیتا ہو، اور جب مرض کی وجہ سے غسل کی قدرت نہ ہو تیمم کرلے، شرح منیہ میں اسی طرح ہے۔ فقط۔